ادلۂ (دلائل) دعوت مہدوی

تیاری اور تنظیم

شیخ ڈاکٹر عبدالعالی منصوری

زیر نظر

کمیٹی تعلیماتی منصوبہ بندی کی تیاری اور تنظیم

مترجم

گروہ مترجمان انتشارات انصار امام مہدی (ع)

بسم الله الرحمن الرحيم

کتاب کا نام	ادلہ (دلائل) دعوت مہدوی
کتاب اصلی کا نام	اِدلۃ الدعوۃ المہدویۃ
مصنف	شیخ ڈاکٹر عبدالعالی منصوری
مترجم	گروہ مترجمان انتشارات انصار امام مہدی (ع)
طبع اول	2025
ویرایش ترجمہ	اول
ھدیہ	اللهم صلّ على محمد و آل محمد الائمه و المهديين و سلِّم تسليما كثيرا

دعوت مبارک سید احمد الحسن (ع)، یمانی موعود کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے لے لیے نیچے دی گئی ویب سائٹ پہ رجوع کیجیے

www.almahdyoon.com

https://www.yamaani.org

http://safeerimammahdi.org

فہرست

پہلا باب: حجت کی پہچان کا قانون 10

پہلا مبحث: زمین پر اللہ کا خلیفہ کیسے پہچانا جاتا ہے؟.......................... 10

دوسرا مبحث: حجت کی شناخت کا قانون اور اس کے تین ارکان........................ 11

پہلا: نص 12

دوسرا: علم 39

تیسرا: حاکمیت الٰہی کی طرف دعوت 45

دوسرا باب: مھدیوں (ع) کا عقیدہ 48

پہلا مبحث: مہدیوں (ع) کے حوالے سے مختصر بیان 48

دوسرا مبحث: مھدیوں پر اعتقاد رکھنے کی ضرورت اور ان (ع) کے بارے میں جو کہا گیا ہے اس کا اظہار 54

1. مھدیوں (ع) پر اعتقاد رکھنے کی ضرورت 54

2. مھدیوں (ع) سے مراد.. 54

تیسرا مبحث: ان روایات کو منقسم کرنا جو ائمہ اور مھدیوں (ع) کے بارے میں ہیں، اور تیرہ امام کی روایات
.... 77

پہلا محور: وہ روایات جو کہ بیان کرتے ہیں کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں. 78

دوسرا محور: اس روایات کے حوالہ سے علمائے شیعہ کا موقف 84

چوتھا مبحث: روایات مہدیوں (ع) کا ذکر اور روایات کے درمیان جمع 104

روایات کے درمیان جمع 105

دوسری شکل میں جمع کرنا (تقریب) اور ان روایات کے درمیان تعارض ہونے کے وہم کو دور کرنا

....106

امام مہدی (ع) خاتم اوصیاء اور آخرین اوصیاء ہیں 112

پانچواں مبحث: ان اعتراضات کے جوابات جو روایاتِ مہدیوں (ع) کے متعلق کیے جاتے ہیں 115

1- اشکال، روایات بارہ مہدیوں کا شاذ ہونے کی جواب 117

2. اشکال، روایات مہدیوں (ع) کا صحیح روایات سے مخالف ہونے کا جواب............121

3. مفہوم «بَعد میں» کے اشکال کا جواب 127

4. اس اشکال «روایت وصیت، خبر آحاد ہے» کا جواب 134

5. اس اشکال کے جواب کہ حضور (ص) نے مہدیوں کے نام کا ذکر نہیں فرمایا 137

6. اشکال «متن حدیث وصیت میں اضافہ زائد کی موجودگی» کی جواب 146

7. ائمہ کے اس قول «اور حسین (ع) کی اولاد میں سے نو نفر» سے استفادہ کرنے والی حصر کے اشکال کا جواب 152

8. اشکال «مهدیوں کا ذکر توریت اور دیگر کتب میں نہ ہونا» کا جواب..........155

9. اشکال بارہ ائمہ کے بعد زمین کو حجت سے خالی ہونے کا جواب 159

تیسرا باب: رسولِ خدا محمد (ص) کی شب وفات میں وصیت اور جو کچھ اس سے تعلق رکھتا ہے 169

پہلا مبحث: محمد (ص) کی اپنی شب وفات میں وصیت اور اس کے بعض دلالتیں 169

1. وصیت مبارک کا متن 169

2. وصیت کی بعض دلالتیں........................171

دوسرا مبحث: وصیت کے بارے میں وارد ہوئے اشکالات کے جواب 177

1. سند کے اشکالات 177
تیسرا مبحث: صحت صدور کے قرائن 187
پہلا قرینہ 187
دوسرا قرینہ 192
تیسرا قرینہ 193
چوتھا قرینہ 196
پانچواں قرینہ 196
چھٹا قرینہ 197
ساتواں قرینہ 198
چوتھا مبحث: دوسرے بیان میں صدور وصیت کا اثبات 202
پانچواں مبحث: دلالت وصیت کے بارے میں بیان کیے گئے اشکالات کا جواب 217
پہلا اشکال: کیا وصیت کا مواد پہلے سے معلوم تھا؟ 217
دوسرا اشکال: وصیت میں تناقض ہے اور حضور (ص) سے تناقض صادر نہیں ہوتا 219
تیسرا اشکال: متن وصیت میں پریشانی ہے۔ 220
چوتھا اشکال: وصیت باطل مطالب کا حامل ہیں جو کہ صادر نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے 221
پانچواں اشکال: موصی (وصیت کرنے والا) سے پہلے وصی کا آنا 225
چھٹا اشکال: [وصیت کا] تسلیم کرنا وفات پر مشروط ہے، نہ کے اس سے پہلے 227
ساتواں اشکال: ایک ہی وقت میں دو حجتوں کا جمع ہونا 228
آٹھواں اشکال: وصیت کے واجب ہونے کی آیت منسوخ ہے 234
چھٹا مبحث: وصیت وہ متن ہے جو امامت کو ثابت کرتا ہے 244

پہلا محور: امامت نص کے ذریعے پہچانی جاتی ہے.........244
امامت کے نصّ سے ثابت ہونے پر علمائے شیعہ کی تصریح.........246
دوسرا محور: نص اپنے مالک کی شناخت کرتی ہے.........249
چوتھا باب: یمانی، اور جوان کے بارے میں ہے.........258
پہلا مبحث: روایات میں وارد ہوئے الفاظ کی تشریح.........258
1. لفظ یمانی.........258
2. لفظ قائم کی تشریح.........259
3. عبارت «مھدی» کی تشریح.........260
4. صاحب الامر.........261
5. مشرق سے طلوع کرنے والا.........265
6. ہم اھل بیت سے ایک مرد.........265
7. مھدی (ع) کا خلیفہ.........266
8. اپنے چچا کی کنیت (لقب) رکھتا ہے.........267
9. وہ مولا جو کہ امام مھدی (ع) کے امر کا ذمہ دار ہے.........268
10. اللہ کا خلیفہ مھدی (ع).........269
11. لفظ سفیانی کی تشریح.........269
دوسرا مبحث: یمانی کا کردار کی حدود.........274
تیسرا مبحث: یمانی وہی قائم آل محمد ہے.........282
چوتھا مبحث: کیا یمانی یمن سے ہے؟.........290
اس شبہہ کے پہلے منبع کی جانچ پڑتال.........290

اس شبہہ کے دوسرے منبع کی جانچ پڑتال..294

دلائل اور قرائن جو دلالت کرتے ہیں کہ خروج یمانی یمن سے نہیں ہوگا 304

پانچواں باب.. 309

پہلا مبحث: توقیع سمری میں جستجو...309

پہلا نکتہ : سند کے بارے میں بحث...312

دوسرا نکتہ : روایت کے متن سے مربوط ہوتا ہے 315

دوسرا مبحث: جسمانی مادی معجزہ اور اللہ کی دین میں اس کا مقام 327

تیسرا مبحث: اللہ کا خلیفہ اور معجزاتی صفات 340

چوتھا مبحث: زمین پر اللہ کا خلیفہ اور بول چال..347

حوزہ علمیہ مہدوی میں تعلیمی منصوبہ بندی کی تیاری اور تنظیم کی کمیٹی۔

1 - ڈاکٹر عبدالرزاق ہاشم دیراو ی

2 - ڈاکٹر زکی سعدون صیحاو ی

3 - ڈاکٹر علاء حسن سالم

4 - ڈاکٹر احمد علیوی حلی

5 - ڈاکٹر عبدالعالی قاسم منصوری

پہلا باب

حجت کی پہچان کا قانون

اس باب کے موضوعات:

پہلا موضوع: زمین پر اللہ کا خلیفہ کیسے پہچانا جاتا ہے.

دوسرا موضوع: حجت کی پہچان کا قانون اور اس کے تین ارکان

1- نص (پہچاننے والا متن)

2- علم

3- اللہ کی حاکمیت

تیسرا باب کے اکثر حصے سید احمد الحسن (ع) کی کتاب عقائد اسلام سے مأخوذ ہیں سوائے پہلے اور دوسرے موضوعات کے کچھ حصے کے۔

پہلا باب: حجت کی پہچان کا قانون

پہلا مبحث: زمین پر اللہ کا خلیفہ کیسے پہچانا جاتا ہے؟

جیسا کہ واضح ہوا، استخلاف (اللہ کی جانشینی) ایک حتمی اور ناگزیر امر ہے؛ کیونکہ اس کو چھوڑنا، حکمت و عقل و رحمت کے منافی ہے؛ اور اس لیے کہ انسان تمام مخلوقات میں سے سب سے کامل وجود ہے. تو اس جانشین کا چناؤ اسی مخلوق میں سے کسی فرد کا ہونا چاہیے؟ «مُستخلِف» (جانشین نصب کرنے والا؛ یعنی اللہ تعالی) اس بات کی طرف نشاندہی کرتا ہے کہ انسان یعنی: «جانشینی کے لیے ایک منصوبہ»، اور انسان اس طرح خلق کیا گیا ہے کہ اللہ کا خلیفہ اور جانشین بن سکے (وَ إِذْ قالَ رَبُّکَ لِلْمَلائِکَةِ إِنِّی جاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیفَةً). [1]

(اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں.)

«اللہ تعالی آدم کو اپنی صورت پر خلق کیا». [2] «توریت یا عہد قدیم میں آیا ہے: (26 اور اللہ نے کہا انسان کو اپنی صورت پر اپنی طرح بنائیں گے) [3] (پھر اللہ انسان کو اپنی صورت پر خلق کیا، اسے اللہ کی صورت پر بنایا) [4]

اب جب ایسا ہی ہے. [5] تو اللہ کے ذریعے ہر دور میں» ایک انسان «کا چناؤ حتمی اور ناگزیر ہے اس لیے کہ زمین پر اس کا خلیفہ اور جانشین رہے؛ اور اگر یہ جانشین غائب ہونے پر مجبور ہو جائے- بتائی گئیں دلائل کی وجہ سے- تو لازمی طور پر اسے چاہیے کسی اور فرد کو اپنا جانشین مقرر کرے تا خود کا قائم مقام ہو اور اس کے منصب کی ذمہ داری اٹھالے. تو پھر ہم نے یہاں پر دوسری عام مخلوقات میں سے خلیفہ کو الگ کر دیا اور اس کی نوعیت کو اور یہ کہ وہ ایک انسان ہے، تعین کر دیا؛ کیونکہ انسان لاھوت کی صورت پر تخلیق اور اس کی فطرت سے ہے.

1- بقرہ، 30.

2- کافی کلینی، ج1، ص134؛ توحید صدوق، ص103.

3- تورات، سفر تکوین، اصحاح1.

4- تورات، سفر تکوین، اصحاح1.

5- یہ کہ جانشین مقرر کرنا اور استخلاف، ایک ضروری امر ہے اور اسے ترک کرنا، حکمت و عقل و رحمت کے منافی ہے اور انسان اس فطرت پر بنایا گیا ہے کہ اللہ کا خلیفہ (خلیفۃاللہ) بن سکے اور اللہ تعالی نے بھی انسان کو اپنے زمین پر جانشین ہونے کے منصوبہ کے تحت چنا ہے. (مترجم).

اب یہ باقی رہا کہ اس خاص فرد (یعنی جانشین) کو اس حقیقی دنیا میں تعیین کردے. اس کام کے لیے ہمیں ایک مستقل قانون کی ضرورت پڑتی ہے جس کی مدد سے، جانشین فرد کا تعیین کرے، اس صورت کے علاوہ «استخلاف» کا مقصد، یعنی لوگوں کی ہدایت اور لوگوں کو اللہ سبحان و تعالی اور ان کے اوامر اور جو مطلوب ہیں اور جسے منع کیا گیا ہے (ان سے) روشناس کرنا، فوت ہوجائے گا. اسی لیے ہمیں ایک ایسے قانون کی ضرورت ہے جو حجت کا تعارف کرائے اور خلیفہ کے مصداق کی تعیین کے لیے خلیفہ مقرر ہونے کے پہلے دن سے قیامت ہونے تک جو کہ اس دنیا میں امتحان ختم ہو جائے گا، جاری و ساری رہے؛ کیونکہ لوگوں پر فرض ہے کہ خلفائے الہی کے مقرر ہوتے وقت اور مقرر ہونے کے بعد ایمان لائیں. اور ان کے ذریعے اور ان کی میراث کے ذریعے حق اور عقیدہ کی پہچان اور جو وہ لائے ہیں، اس پر پابندی کرنے کا حکم دیا گیا ہے. اس وقت تک کے اگلے خلیفہ کے ذریعے نسخ (باطل) نہ کیا گیا ہو؛ اور یہ قانون کم از کم، مجبوری کے تحت، مصداق خلیفہ کے تعیین پر اس وقت تک کہ اس رسالت سے بہرمند ہونا جو کہ مرسل (بھیجنے والا) نے اس (خلیفہ) کو جس کہ لیے مقرر کیا ہے ختم ہو جائے، جاری و ساری ہے؛ اور مثال کے طور پر، حضور (ص) کی (رسالت سے)، بہرمند ہونا آج تک جاری ہے.

دوسرا مبحث: حجت کی شناخت کا قانون اور اس کے تین ارکان

یہ قانون عقل و حکمت کے موافق ہے اور مکمل طور پر تین ارکان سے تشکیل پاتا ہے جس پر ہم نے روشنی ڈالی ہے اور معلوم ہوا کہ یہ تین ارکان زمین پر اللہ کے خلیفہ اور جانشین کی تعیین کے ثبوت کے لیے لازمی ہیں اور ناگزیر یہ تین ارکان، اللہ سبحان حکیم و رحیم مطلق سے صادر ہونا چاہیے؛ یہ کہ وہ (یعنی جانشین) مقرر کیا جاتا ہے، وہ اعلم ہونا چاہیے اور اللہ تعالی مکلفین کو اس کی اطاعت کا حکم دے. لیکن یہاں پر ان تین ارکان کو یا وہی حجت کی شناخت کے قانون کو ایک اور مرحلے میں بیان کریں گے؛ یعنی خلیفہ اور مکلفین کے درمیان رابطہ؛ اور یہ تین ارکان وہی دلائل ہیں جس پر خلیفہ، مکلفین کے لیے دلیل لاتا ہے.[1]

1- اس کیفیت کو کچھ اس طرح تصور کر سکتے ہیں، مستخلِف (جانشین منصوب کرنے والا)، پھر خلیفہ (جانشین) اور پھر مکلفین ترتیب سے ایک دوسرے کے بعد۔ ہماری پچھلی بات استخلاف کی ضرورت اور حتمی ہونے کا اثبات، مستخلف اور خلیفہ کے درمیاں رابطہ کے بنا پر تھا، لیکن یہاں پر خلیفہ اور مکلفین کے درمیاں رابطہ کے بارے میں بات کریں گے.

پہلا : نص

مکلفین کے لیے (خلیفہ) منصوب ہونے کا ثبوت، «نص» (دینی متن) سے ممکن ہے جو ہم تک پہنچی ہے، (اس حساب سے) ہمیں معلوم ہوا ہے کہ خلفائے الہی کو منصوب کرنا اللہ کے ذریعے ہمیشہ نص کے ساتھ ہوتا تھا؛ اس ترتیب سے ثابت ہوا کہ قانون الہی مستقل (نا قابل تغییر) ہے اور خلفائے الہی کو زمین پر منصوب کرنا سنت الہی کے مطابق، اللہ تعالی یا سابق خلیفہ کی جانب سے نص (تصریح) کے ذریعے ہوتا تھا؛ چاہے بلاواسطہ ہو یا واسطے کے ساتھ. اور اللہ کی سنت نا قابل تغییر اور نا قابل تبدیل ہے. اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سُنّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنّتِنَا تَحوِيلا) (اسراء، 77) (جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے تھے ان کا (اور ان کے بارے میں ہمارا یہی) طریق رہا ہے اور تم ہمارے طریق میں تغیر و تبدل نہ پاؤ گے) (اسْتِكْبَاراً فِي الْأَرْضِ وَ مَكْرَ السّيِّئِ وَ لا يَحِيقُ الْمَكْرُ السّيِّئُ إلاّ بِأَهْلِهِ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلاّ سُنّتَ الْأَوّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنّتِ اللّهِ تَبْدِيلاً وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنّتِ اللّهِ تَحْوِيلاً) (فاطر، 43) (یعنی (انہوں نے) ملک میں غرور کرنا اور بری چال چلنا (اختیار کیا) اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا اور کسی چیز کے منتظر نہیں۔ سو تم خدا کی عادت میں ہرگز تبدل نہ پاؤ گے۔ اور خدا کے طریقے میں کبھی تغیر نہ دیکھو گے) (سُنّةَ اللّهِ فِي الّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلُ وَ لَن تَجِدَ لِسُنّةِ اللّهِ تَبْدِيلا) (احزاب، 62) (سُنّةَ اللّهِ الّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ وَ لَن تَجِدَ لِسُنّةِ اللّهِ تَبْدِيلا) (فتح 23) ((یہی) خدا کی عادت ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے اور تم خدا کی عادت کبھی بدلتی نہ دیکھو گے) اور یہ امر (خلیفہ کو منصوب کرنا) پہلی بار «مستیم (براہ راست) نص» (مباشر نص) اللہ سبحان و تعالی کی جانب سے حجت اول — آدم (ع) — سے شروع ہوا، وہ الہی حجتوں میں سے پہلی حجت تھے. پھر یہ کام (خلیفہ منصوب کرنا)، اس حجت کی موجودگی کی وجہ سے، جس کی نص اور وصیت آنے والی حجت کی تشخیص کے لیے ایک واضح دلیل تھی، یہ (ایسی نص پر تبدیل ہوگئی جو کہ) پہلی والی حجت کی جانب سے آنے والی حجت پر تھی. ، اگرچہ یہ نص (اور وصیت) براہ راست اور بغیر کوئی واسطے (مباشر) ہو یا واسطے کے ذریعے (غیر مباشر)؛ اور وہ پہلا- یعنی نص الہی (براہ راست) حجت پر- ویسے ہی باقی رہا اور نہیں اٹھایا گیا؛ بلکہ اسی طرح سابقہ خلیفہ کی جانب سے نص کے ساتھ، اللہ کے خلیفہ کی تشخیص کے لیے ایک دلیل کے طور پر باقی رہا.

اللہ کی جانب سے نص، ناگزیر اس نص کے موافق ہونا چاہیے جو پہلے والے خلیفہ کی طرف سے ملی ہے. تو پھر اگر کوئی فرد اللہ کی جانب سے کسی نص (یا اللہ کی گواہی اور شہادت) کا ادعا کرے جبکہ پچھلے خلیفہ کی نص کے بغیر یا مخالف ہو، تو وہ شخص جھوٹا ہے. لوگوں کے لیے پچھلے خلیفہ کی جانب سے نص، ملکوت میں اللہ کی شہادت سے زیادہ واضح اور ظاہر ہے؛ کیونکہ لوگ اللہ کے ملکوت سے غافل ہیں اور عالم مادی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اسی سے مانوس ہیں اور نتیجتاً ایسی نص کا مطالبہ کرتے ہیں جو اپنی عالَم (یعنی عالم مادی) سے ان کے لیے آئی ہو نہ کہ عالم ملکوت سے جس کے بارے میں ان کو پتہ نہیں اور اس سے غافل و بے خبر ہیں.

اللہ سبحان و تعالی کی جانب سے براہ راست نص، وحی کے ذریعے ہوتی ہے؛ جس طرح اللہ تعالی نے ملائکہ کو آدم (ع) کی خلافت کی وحی فرمائی، اور وحی کا طریقہ جسے تمام لوگوں کو دیا گیا ہے اور سب اسے دیکھ سکتے ہیں وہ رویا (خواب) ہے لیکن پچھلے خلیفہ کی جانب سے نص، وصیت کے ذریعے ہوتی ہے؛ اگرچہ یہ نص (سابقہ خلیفہ سے) اس فرد پر جس پر نص (اور وصیت) آئی ہے براہ راست ہو یا واسطے کے ذریعے. ہم نص ہونے کے ان تین طریقوں (براہ راست نص الہی، براہ راست سابقہ خلیفہ کی نص اور واسطے کے ذریعے سابقہ خلیفہ کی نص) کو آگے بیان کریں گے اور ضرورت کے وقت اس کی مزید تشریح پیش کریں گے.

پہلا: اللہ سبحان و تعالی کی جانب سے نص

اور یہ اہم نص اور دلیل (خلیفہ کے مصداق کے لیے) ہے کیونکہ نص براہ راست اللہ سبحان کی طرف سے ہے اور ہر دور [1] اور تمام حاضر لوگوں کے لیے ہے. [2]

---

1 - رسول یا خلیفہ مبعوث ہونے کا پہلا لمحہ سے لیکر ان کی زندگی کے آخری لمحہ تک، حتی یہ نص اور دلیل، خلیفہ وفات پانے کے بعد، تلاش کرنے والے لوگوں کے لیے موجود اور حاضر ہے.

2 - جیسے کہ لوگوں کے لیے رویا کے ذریعہ، اپنے جانشین پر اللہ کی گواہی اور نص کو کسی خاص دینی مقدمہ (زمینہ) کی ضرورت نہیں جس فرد کے لیے جو اللہ کی وجود پر ایمان رکھتا ہو (یہ دلیل) حاضر ہے چاہے وہ یہودی ہو یا عیسائی یا مسلم یا ہندو یا وہ ہر شخص جو اس جسمانی کائنات کے پس پردہ کسی حق کی وجود پر اعتقاد رکھتا ہو؛ اور حتی یہ دلیل ملحدین (اللہ کے منکروں) کے لیے بھی حاضر اور موجود ہے، لیکن وہ ایک مقدمہ کے طور پر ہے اپنے جانشین کی گواہی اور شہادت کے لیے؛ اس صورت میں اللہ اپنے لیے گواہی دیتا ہے تاکہ ملحد اور اللہ کے منکر کے لیے اللہ سبحان و تعالی کی وجود ثابت ہو جائے.

اور ممکن نہیں کہ کہ اللہ کی جانب سے نص، سابقہ خلیفہ کی نص سے- موجود ہونے کی صورت میں- مخالفت رکھتا ہو، کیونکہ یہ دونوں نص الہی ہیں.[1]

تو پھر وہ رؤیائیں جنھیں دلیل کے طور پر پیش کر سکتے ہیں وہ متواتر رویائیں ہیں جنہیں اس لیے اسے دیکھنے والے مدعیوں کے جھوٹ پر مبنی ملی بھگت کہنا، ممکن نہیں اور یہ (رویائیں) نص الہی سے موافق ہیں جو سابقہ خلیفہ سے براہ راست پہنچا ہے یا (سابقہ) خلیفہ سے واسطے کے ذریعے نص تشخیصی صورت میں ہو اور یہ نص مثال کے طور پر گمراہی سے روکنے پر وصف کی گئی ہو.

یہ (اللہ کی جانب سے براہ راست نص) عقلی طور پر، حکمت و رحمت کے موافق ہے، تو پھر اللہ حکیم اور رحیم مطلق اسے ترک نہیں کرتا. جب ہم نے اللہ سبحان و تعالی کے وجود کو ثابت کر دیا اور یہ کہ وہ حکیم مطلق اور رحیم مطلق ہے اور اس کی ساحت میں کوئی نقص نہیں اور ثابت کر دیا کہ استخلاف حتمی (ناقابل انکار) ہے- کیونکہ حکمت و رحمت مطلق کے موافق ہے- اور اس کے ساتھ ہی ثابت ہو گیا کہ جو حکمت و رحمت مطلق کے موافق ہے وہی اللہ سبحان و تعالی کی جانب سے براہ راست نص ان کے خلیفہ پر ہے، اس وقت تک کہ اس (یعنی اللہ سبحان و تعالی کی جانب سے براہ راست نص) کے لیے کوئی راستہ موجود ہو (مثلا رویا). اور جہاں سے وہ سبحان و تعالی کی جانب سے براہ راست نص کا طریقہ وہی وحی ہوتا تھا اور وہ طریقہ جو وہ سبحان و تعالی اور تمام لوگوں کے لئے موجود ہے وہ رویای صادقہ (سچا خواب) ہے- اسی ترتیب سے ثابت ہوا کہ وہ (سبحان و تعالی) حتمی طور پر اپنے خلیفہ پر نص کرتا ہے اور اپنی مخلوق پر وحی کے ذریعے بیداری اور خواب میں رویای صادقہ کے ذریعے گواہی دیتا ہے؛ وگرنہ اگر (اپنے خلیفہ پر) نص کرنے کا یہ طریقہ چھوڑ دے تو قطعی طور پر رحمت و حکمت مطلق کے منافی ہو گا کیونکہ وہ طریقہ چھوڑا ہے جس کی بدولت خلقت کا مقصد –معرفت الہی– انجام پاتا ہے اور نتیجتًا الوھیت مطلق کی خلاف ورزی ہو گی: تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا!

1- پھر اگر کوئی فرد (رویا یا مکاشفہ کے ذریعہ) ایسی نص الہی کا ادعا کرے جو کہ سابقہ خلیفہ اللہ کی نص کے خلاف ہو تو وہ فرد جھوٹا ہے اور کوئی ضرورت نہیں کہ اس کی باتوں پر غور کریں. اس طرح کے افراد کا مثال –جو کہ اللہ کے دشمن ہیں- وہ ہیں جو زمین پر خلیفۃ اللہ کی دعوت کے خلاف جھوٹے رویا گھاڑتے ہیں، اور وہ لوگ ہیں جو باطل اور جھوٹ کی بنا پر اللہ کی جانشینی کے مدعی ہیں. یہ دونوں گروہ ممکن ہے کہ جھوٹ بولے اور رویا گھاڑے یا کہ اپنے آپ کو ہوائے نفسانی کے مطابق رویا کی وہم سے دوچار کر دے، لیکن جھوٹا ہونے کی دلیل اپنے دل میں (اپنے ساتھ) رکھتا ہے؛ کیونکہ ایسا رویا زمین پر اللہ کے سابقہ خلیفہ کی خلاف ہے.

اور نقلی (آیات وروایات کے) طورپر: یہ طریقہ (یعنی براہ راست نص الہی) واضح اور قطعی طورپر ثابت ہوچکا ہے.

اللہ تعالی نے اس طریقے کو (یعنی براہ راست نص اور وحی) آدم (ع) کو خلیفہ کے طورپر منصوب کرنے والی کہانی میں بیان فرمایا اور وہ زمین پر اللہ کے پہلے خلیفہ تھے تو اسی طریقے کی وجہ سے (براہ راست نص یا وحی) زمین پر اللہ کے خلیفہ پر نص (کا دروازہ) کھل گیا. نتیجتا اللہ نے ملائکہ پر وحی فرمائی کہ آدم ان کا خلیفہ اور جانشین ہے: (وَ إِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلَئكَةِ إِنىّ‏ِ جَاعِلٌ فىِ الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُواْ أَ تجَعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَ يَسْفِکُ الدِّمَاءَ وَ نحَنُ نُسَبِّحُ بحِمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ قَالَ إِنىّ‏ِ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُون)(بقرہ،30) (اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کیا تُو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت وخون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔ (خدا نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) اسی طرح اللہ تعالی اس طریقہ (براہ راست نص) کو حضرت یوسف (ع) منصوب کرنے والی کہانی میں بیان فرمایا: اللہ تعالی یوسف (ع) کو وحی فرمایا کہ وہ زمین پر خلیفۃ اللہ ہے: (إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَأَبَتِ إِنىّ‏ِ رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لىِ سَاجِدِين)(یوسف،4) (جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔ دیکھتا (کیا) ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں)

یہاں پر رؤیا زمین پر اللہ کے خلیفہ -یوسف (ع)- کو تشخیص دینے کی دلیل تھی اور اللہ کے نبی حضرت یعقوب (ع) کا کلام اس بارے میں واضح اور نمایاں ہے کہ یہ رؤیا زمین پر خلیفۃ اللہ کے طورپر یوسف کی (پہچان اور) تشخیص کی دلیل ہے. اسی روسے (کہ یہ رؤیا تشخیص کی دلیل تھی) (یعقوب (ع) نے) یوسف کو اپنے رویا کے بارے میں اپنے بھائیوں کو بتانے سے روکا اس لیے کہ اگر یوسف کے بھائیوں کو اس رویا کے بارے میں پتہ چل گیا تو پھر سے ہابیل کی مصیبت اور المیہ تکرار نہ ہوجائے؛ جبکہ (ان کے بھائیوں کو) معلوم ہوجاتا کہ یوسف کی رویا ان کے درمیان سے یوسف کو زمین پر اللہ کے خلیفہ کے طورپر مکمل طور سے واضح کردیتا ہے. (قَالَ يَا بُنىَ‏َّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاکَ عَلىَ إِخْوَتِکَ فَيَکِيدُوا لَکَ کَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ) (یوسف،5)(انہوں نے

کہا کہ بیٹا اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا نہیں تو وہ تمہارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے)

اور اسی طرح اللہ تعالی اس طریقے کو حضرت موسی (ع) منصوب کرنے والے واقعے میں بیان کرتا ہے. اللہ نے رویا کے ذریعے موسی کی والدہ کو وحی فرمائی جبکہ موسی کی والدہ مکلفین میں سے تھیں۔ اور اللہ نے موسی کی والدہ کو اس بات پر گواہ بنادیا کہ موسی زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں. (وَ أَوْحَيْنَا إِلىَ أُمّ‏ِ مُوسىَ أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فىِ الْيَمّ‏ِ وَ لَا تخَافىِ وَ لَا تحَزَنىِ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَ جَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِين)(قصص، 7)

(اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ جب تم کو اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور نہ تو خوف کرنا اور نہ رنج کرنا۔ ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر) اُسے پیغمبر بنا دیں گے)

اسی طرح اللہ تعالی اس طریقے کو حضرت داوٴد (ع) منصوب کرنے والے واقعے میں بیان کرتا ہے، اور داوٴد (ع) پر واضح کیا کہ وہ زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں: (يَادَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فىِ الْأَرْضِ فَاحْكُم بَينَْ النَّاسِ بِالحْقّ‏ِ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدُ بِمَا نَسُواْ يَوْمَ الحْسَاب)(ص، 26) (اے داوٴد ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں خدا کے رستے سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ خدا کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب (تیار) ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا)

اور اسی طریقے کو عیسی (ع) منصوب کرنے والی کہانی میں بیان کرتا ہے: اللہ نے حواریوں کو وحی فرمائی کہ کہ عیسی (ع) اس کے خلیفہ ہیں: (وَ إِذْ أَوْحَيْتُ إِلىَ الْحَوَارِيّنَ أَنْ ءَامِنُواْ بىِ وَ بِرَسُولىِ قَالُواْ ءَامَنَّا وَ اشهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُون)(مائدہ، 111) (اور جب میں نے حواریوں کی طرف حکم بھیجا کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ وہ کہنے لگے کہ (پروردگار) ہم ایمان لائے تو شاہد رہیو کہ ہم فرمانبردار ہیں)

کیا اس سے زیادہ وضاحت اور روشنی دین خدا میں رویا کے بارے میں ملے گی جو اس آیت میں اتنی وضاحت کے ساتھ ہم نے دیکھی؟! کیا اللہ کی گواہی اور شہادت حواریوں کے لیے وحی کے ذریعے اس آیت میں واضح اور روشن نہیں؟!

اور وحی دو طریقوں سے ہے: خواب میں رویا دیکھنا اور جاگتے ہوئے رویا دیکھنا۔ کیا اس سے زیادہ وضاحت مل سکتی ہے؟ اس بات کے لیے کہ رویا ان تمام بندوں کے لیے جو اللہ کی گواہی کی درخواست کرتے ہیں راستہ اور طریقہ ہے جس سے اللہ زمین پر اپنے خلیفہ کی گواہی دیتا ہے؟! کیا اس سے زیادہ وضاحت مل سکتی ہے؟ یہ کہ (رویا) وہی راستہ ہے کہ لوگوں میں سے کوئی بھی اسے سننے کا ارادہ کرتا ہو بغیر کوئی قید و شرط اسے سن لیتا ہے؟!

بے شک اللہ تعالی اس امر کو اس روشنی اور وضاحت کے ساتھ، جس میں شک و شبہہ کی کوئی گنجائش نہیں، رسول اللہ محمد (ص) کی دعوت میں بیان فرماتا ہے؟ وہاں پر جہاں اللہ سبحان و تعالی اپنے آپ کو ان کے لیے جو اللہ سبحان کی گواہی و شہادت کی طلب کرتے ہیں محمد (ص) (کی حقانیت) پر گواہ اور شاہد کے طور پر پیش کرتا ہے. اللہ تعالی فرماتا ہے: (وَ أَرْسَلْنَاکَ لِلنّاسِ رَسُولًا وَ کَفَى بِاللّهِ شَهِيدًا) (نساء، 79) (اور (اے محمد (ص)) ہم نے تم کو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور (اس بات کا) خدا ہی گواہ کافی ہے)

(لَكِنِ اللّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْکَ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَ الْمَلَائِکَةُ يَشْهَدُونَ وَ کَفَى بِاللّهِ شَهِيدًا) (نساء، 166) (لیکن خدا نے جو (کتاب) تم پر نازل کی ہے اس کی نسبت خدا گواہی دیتا ہے کہ اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔ اور گواہ تو خدا ہی کافی ہے)

(وَ يَقُولُ الّذِينَ کَفَرُواْ لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ کَفَى بِاللّهِ شَهِيدَا بَيْنِي وَ بَيْنَکُمْ وَ مَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْکِتَابِ) (رعد، 43) (اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم (خدا کے) رسول نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے گواہ کافی ہیں)

(قُلْ کَفَى بِاللّهِ شَهِيداً بَيْنِي وَ بَيْنَکُمْ إِنّهُ کَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا) (اسراء، 96) (کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے۔ وہی اپنے بندوں سے خبردار (اور ان کو) دیکھنے والا ہے)

(قُلْ کَفَى بِاللّهِ بَيْنِي وَ بَيْنَکُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ الّذِينَ ءَامَنُواْ بِالْبَاطِلِ وَ کَفَرُواْ بِاللّهِ أُوْلَئکَ هُمُ الْخَاسِرُون) (عنکبوت، 52) (کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور خدا سے انکار کیا وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں)

(هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا) (فتح،28)

(وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اور حق ظاہر کرنے کے لئے خدا ہی کافی ہے)

یہی (الہی) گواہی اور یہی نص (براہ راست اللہ کی جانب سے) خلیفہ کی دعوت، اعلان ہونے کے پہلے دن سے لازم اور ان کے ساتھ ہے، بلکہ حتیٰ ان کی دعوت سے پہلے لازم اور ان کے ساتھ ہوتی ہے.

یہاں تک جو گزرا (بیان ہوا) اللہ تعالی نے مکلفین کے لیے اپنے خلفاء کی گواہی دی ہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو مکلفین کے لیے اپنے خلفاء پر گواہ کے طور پر پیش کیا ہے. نتیجتاً جیسا کہ بیان ہوا یہ (براہ راست اللہ کی گواہی اپنے خلفاء پر) سنت الہی ہے جس میں کوئی تبدیلی اور تغییر کا راستہ موجود ہی نہیں. کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالی اپنی مخلوقات کے لیے وحی کے علاوہ گواہی دے خواہ براہ راست ہو یا اپنی کچھ مخلوقات کے ذریعے جیسے ارواح اور فرشتے؟ اور کونسا طریقہ رویای صادقہ کے علاوہ اللہ کی جانب سے ہمیشہ اللہ اور تمام مکلفین کے درمیان موجود رہا ہے؟ لیکن اگر کوئی فرد نص الہی کے لیے اس طریقے –یعنی رویا کے ذریعے وحی کرنے کے طریقے- کا انکار کرتا ہے تو ایسا شخص قرآن کے کچھ حصوں پر اپنے کفر کا اظہار کر رہا ہے! یہ حقیقتاً اس کے اوپر ہے کہ کوئی اور طریقہ بنا ڈالے جس کے ذریعے اللہ تعالی تمام مکلفین کے ہاں گواہی دے. اسی دلیل سے اللہ ان کے لیے جو آیات اور معجزات کی طلب کرتے ہیں ایسے جواب دیتا ہے کہ اگر وہ اللہ سبحان کے وجود پر حقیقی ایمان کے ساتھ مومن ہوتے تو اللہ کی گواہی ان کے لیے کافی ہوتی۔ (وَ قَالُواْ لَوْ لَا أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْاَيَاتُ عِندَ اللَّهِ ... قُلْ كَفَى بِاللَّهِ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ...) (عنکبوت 50،52) (اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں کہہ دو کہ نشانیاں تو خدا ہی کے پاس ہیں... کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے...)

اسی لیے صراحت سے اس آیات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالی مکلفین کو رویا کے ذریعے اپنے خلفاء پر گواہی دیتا ہے؛ مثلاً حواریوں عیسی کے رویا اور اصحاب محمد (ص) کے رویا؛ اور یہ اللہ کی سنت ہے؛ اسی لیے جو فرد اس (سنت الہی) کا انکار کرے اور ادعا کرے کہ یہ سنت تبدیل اور تغیر سے دوچار ہو چکی ہے تو اسے چاہیے دلیل اور وجہ بیان

کرے [1] اور جو فرد ادعا کرتا ہے کہ اللہ کی گواہی وحی کے ذریعے رویای صادقہ سے کافی نہیں تو اسے چاہیے لفظ «کفی» کے لیے جو تمام بیان کیے ہوئیں آیات میں تکرار ہوا ہے، کوئی دوسرا معنی تلاش کرے:

(وَ أَرْسَلْنَاکَ لِلنّاسِ رَسُولًا وَ کَفَی بِاللّهِ شَهِیدًا) (نساء، 79) (اور (اے محمد (ص)) ہم نے تم کو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور (اس بات کا) خدا ہی گواہ کافی ہے)

(لَکِنِ اللّهُ یَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَیْکَ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَ الْمَلَائِکَةُ یَشْهَدُونَ وَ کَفَی بِاللّهِ شَهِیدًا) (نساء، 166) (لیکن خدا نے جو (کتاب) تم پر نازل کی ہے اس کی نسبت خدا گواہی دیتا ہے کہ اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔ اور گواہ تو خدا ہی کافی ہے)

(وَ یَقُولُ الّذِینَ کَفَرُواْ لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ کَفَی بِاللّهِ شَهِیدا بَیْنِی وَ بَیْنَکُمْ) (رعد، 43) (اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم (خدا کے) رسول نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا، گواہ کافی ہیں)

(قُلْ کَفَی بِاللّهِ شَهِیداً بَیْنِی وَ بَیْنَکُمْ إِنّهُ کَانَ بِعِبَادِهِ خَبِیرا بَصِیراً) (اسراء، 96) (کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے۔ وہی اپنے بندوں سے خبردار (اور ان کو) دیکھنے والا ہے)

1- حضرت آدم (ع) سے لیکر مہدی (ع) تک خلافت الہی کے سلسلے کی جانچ پڑتال کرنے سے، قطعی طور پر خلافت میں سنت الہی کو پہچان سکیں گے؛ آدم خلیفہ اللہ نوح و ابراھیم و موسی و عیسی و داود اور تمام انبیای الہی اور ان کے رسولاں، سبھی زمین پر اللہ کے جانشین تھے جو کہ منصوب کیے گئے تھے... محمد اللہ کے منصوب خلیفہ ہے... اور مہدی اللہ کے منصوب خلیفہ ہے. رسول اللہ نے فرمایا: «تمہارے خزانے کے پاس تین افراد مارے جائیں گے جو کہ سبھی خلیفہ کے اولاد ہوں گے پھر خلافت ان تینوں میں سے کسی کو نہیں ملے گی. اس وقت خراسان سے سیاہ پرچم نمایاں ہوں گے اور ایسے آپ لوگوں کو ماریں گے کہ اب تک کوئی گروہ اس طرح قتل نہیں ہوئے ہیں» پھر ایک اور بات کا تذکرہ فرمایا: «پھر جب اس کو دیکھیں گے اس کی بیعت کردیں؛ اگرچہ برف پر رینگتے ہوئے بھی جانا پڑے؛ کیونکہ وہ خلیفہ اللہ مہدی ہے» مستدرک حاکم، ج 4، ص 464 اور یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے«. میں نہیں سمجھتا کہ –قرآن کے مطابق یہ بات کہ- آدم (ع) اور انبیاء اور داوود اور محمد (ص) زمین پر اللہ کے خلفا ہیں ان مسلمانوں کے لیے بھی کوئی مسئلہ پیدا کرے جو کہ رسول اللہ محمد (ص) کے بعد خلافت الہی پر اعتقاد نہیں رکھتے ہیں، اور اس روایت کے مطابق مھدی زمین پر خلیفہ اللہ ہے؛ یعنی دین الہی کی مشی (طریقت) پہلے سے لیکر آخر تک، زمین پر خلیفہ اور اللہ کے جانشین کو اللہ کی طرف سے منصوب ہونا ہے، یعنی یہ مسئلہ، سنت الہی ہے اور سنت الہی کبھی تبدیل یا تغییر سے دوچار نہیں ہوتی ہے اور نتیجتاً جو لوگ سنت الہی کی تبدیل یا تغییر پانے کا ادعا کرتے ہیں انہیں چاہیے اپنے ادعا کے لیے دلیل پیش کرے، نہ کہ ادعا کرے کہ دین الہی بغیر کوئی طریقت اور عبث اور بیہودہ ہوتا ہے اور اللہ امر خلافت کو رسول اللہ (ص) کے بعد چھوڑا ہے اور بغیر کوئی دلیل سنت الہی تبدیل اور تغییر سے دوچار ہو گئی ہے، بلکہ جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں، اس کے بالعکس دلیل موجود ہے اور یہ دلیل قائم ہے.

(قُلْ كَفَى بِاللَّهِ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ شَهِيداً يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ الَّذِينَ ءَامَنُواْ بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُواْ بِاللَّهِ أُوْلَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُون) (عنکبوت، 52) (کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور خدا سے انکار کیا وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں)

اور آیات کے معانی واضح ہیں: کہ صرف اللہ کی شہادت اور گواہی بیداری اور خواب میں رویا کے ذریعے تمام لوگوں کے لیے جس کے لیے اللہ تعالی اپنے آپ کو گواہ کے طور پر پیش کرے زمین پر خلیفہ اللہ کی پہچان کے لیے کافی ہے۔ اس لیے جو گزرا اس کے مطابق، رویای صادقہ (خواب میں رویا) اور کشف صادقہ (بیداری میں رویا) جس میں اللہ زمین پر اپنے خلیفہ پر گواہی دیتا ہے، اللہ سبحان کی جانب سے ایک نص ہے اور اسے نہ ماننے کا مطلب، اللہ سبحان و تعالی کی جانب سے براہ راست نص کو نہ ماننے کے مترادف ہے۔

لیکن اس نص کو حجت (دلیل) ہونے کی حدود کیا ہے؟ کیا یہ نص (براہ راست) صرف اس کے صاحب (یعنی رویا دیکھنے والا فرد) پر حجت ہے یا اس کے علاوہ پر بھی حجت ہے؟ یا دوسرے الفاظ میں کیا ممکن ہے کہ یہ نص الہی (یعنی رویای صادقہ) اس اعتبار سے اپنے صاحب (دیکھنے والا) پر اس کی حجت ہونا ثابت ہو چکی ہے اس کے صاحب کے علاوہ پر بھی حجت ہو گی؟

درحقیقت قرآن نے اس امر (کہ براہ راست نص) اس کے صاحب کے علاوہ لوگوں پر بھی حجت ہے) کے بیان کا خود ذمہ لیا ہے اور واضح کیا ہے کہ نص الہی رویا دیکھنے والے کے علاوہ پر بھی حجت ہے۔ یعقوب (ع) نے یوسف (ع) کی رویا کو اس بات پر دلیل سمجھی کہ یوسف زمین پر خلیفہ اللہ ہیں اور اس دلیل سے اسے اپنا رویا اپنے بھائیوں کے لیے ذکر کرنے سے روکا، کیونکہ یوسف کے بھائی، انبیاء کی اولاد تھے اور شریعت سے بخوبی واقف تھے اور دین الہی میں رویا کے مقام کو اچھی طرح جانتے تھے اور (جانتے تھے) کہ رویا، نص الہی زمین پر اس کے خلیفہ پر ہے اور اس کے ساتھ ہی، رویای یوسف (ع) کو سنتے ہی ان کو معلوم ہو جاتا کہ ان کے رویا یوسف (ع) کو زمین پر اللہ کے خلیفہ تعیین کرنے کی طرف نشاندہی کی ہے تو پھر یعقوب (ع) کو اس بات پر ڈر لگا کہ وہ یوسف (ع) پر حسادت کریں اور حضرت آدم (ع) کے دو بیٹوں کے درمیان جو ہوا، یوسف (ع) اور ان کے بھائیوں کے درمیان نہ تکرار ہو جائے۔ (بات) ان کے لیے جو آیات میں تفکر کرتا ہے اور اپنے آپ سے انصاف کرتا ہے، واضح

ہے: (إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَأَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ * قَالَ يَابُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْانسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ) (یوسف، 4 و 5) (جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔ دیکھتا (کیا) ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں* انہوں نے کہا کہ بیٹا اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا نہیں تو وہ تمہارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے) تمہارے لیے مکر کریں گے جیسے کہ قابیل ھابیل کے ساتھ مکر کیا جب اسے معلوم ہوا کہ وہ آدم (ع) کا وصی ہے. اس لیے نص الہی اس طریقے (رویای صادقہ) - جیسے کہ قرآن میں واضح ہے - اپنے صاحب (رویا دیکھنے والا) پر حجت اور اس کے علاوہ، لوگوں پر بھی حجت ہے.

لیکن اگر صاحب رویا کے علاوہ فرد، رویا دیکھنے والے کو جھوٹ بولنے یا جو دیکھا ہے اسے شیطان یا ھوای نفس کی جانب سے ہونے کا احتمال دے، اس صورت میں رویا اس کے لیے (صاحب رویا کے علاوہ لوگ پر) حجت نہیں، اور یہاں پر ہمیں کچھ موضوعات پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہے:

1- رویا دیکھنے والے کے جھوٹ بولنے کا احتمال

اس صورت میں کہ رویائیں بہت اور مستمر ہوں اور جو لوگ اس رویاؤں کو دیکھتے ہیں وہ ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں اور ان کے حق پر دعوت کرنے والے پر ایمان لانے سے پہلے، ان لوگوں کے درمیان کوئی رابطہ نہ ہو کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان کے رویا کو سننے والے تصور کریں کہ وہ لوگ جھوٹ اور کذب پر ملی بھگت کر رہے ہیں، تو اس صورت میں یہ احتمال نفی ہو جاتا ہے. اس صورت میں ان افراد پر جھوٹ کا الزام لگانا ممکن نہیں مگر مغرور اور فخر فروش دشمن (جھوٹ کا الزام لگا سکتا ہے) کیونکہ ان (رویا دیکھنے والے) افراد کی ملی بھگت عقلی طور پر ناممکن ہے اور اس ترتیب سے ان کے رویا تمام لوگوں پر حجت ہیں اور اگر یہ رویا دیکھنے والے افراد مختلف عقیدتی مکاتب اور مذاہب سے ہوں تو قطعی طور پر حجت (تمام لوگوں کے لیے) زیادہ عظیم ہو گی اور ان کی گواہی کو رد کرنے کے لیے کوئی راستہ موجود نہیں وہ گواہی (کہ در حقیقت) ان کے لیے اللہ کی گواہی اور اللہ کی زمین میں ان کے خلیفہ پر نص الہی (جسے رویا کے ذریعے) دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں.

2-احتمال ہے کہ رویا شیطان کی جانب سے ہو

یہ احتمال اس صورت میں بھی رفع ہو جائے گا جب رویا میں، زمین پر اللہ کے جانشین اور خلیفہ، جس کی خلافت ,رویا دیکھنے والا پر ثابت ہوئی ہو یا فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ یا اسماء اللہ سے کوئی اسم یا کتاب آسمانی سے ایک آیت، رویا دیکھنے والا کے پاس موجود ہو یا رویا میں حکمت سے بھری نشانیاں ہوں جس کا امکان ہی نہ ہو شیطان اور اس کے سپاہیوں جیسے کسی سفیہ کیجانب سے صادر ہوئی ہے (تو اس صورت میں یہ احتمال بھی رفع ہو جائے گا)

قرآن میں اللہ سبحان و تعالی نے ان لوگوں کو اس آیات سے جواب دیا جو کہتے تھے کہ قرآن شیاطین کے ذریعے نازل ہوا ہے: (وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ * وَ مَا يَنبَغِي لَهُمْ وَ مَا يَسْتَطِيعُون)(شعراء،210و211) (اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے * یہ کام نہ تو ان کو سزاوار ہے اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں)

پھر اللہ تعالی کا ارشاد ہے: «نہیں» شیاطین کو قرآن کی قرائت (پڑھنے) پر کوئی طاقت اور تسلط نہیں. شیطان کو سزاوار نہیں کہ ــ جس طرح قرآن میں ہے ویسے ہی- صلاح کی دعوت کرے، و گرنہ شیطان قائم کیسے رہے گا، اس حالت میں کہ صلح اور اخلاق کریمہ اور اللہ کے ذکر کی دعوت کر رہا ہو؟!

اور اگر شیطان اس امور کو لایا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے، تو پھر اس صورت میں شر کی دعوت کیوں کرتا ہے، کب اور کہاں؟! اس کے علاوہ کیا شیطان اپنے آپ سے لڑتا ہے؟! جبکہ شائستہ نہیں کہ ایسا کرے؟!

جس طرح قرآن کی تلاوت شیطان کے لیے ممکن نہیں، یا کہ (شیطان) آسمانوں کے ملکوت کے اسرار اور نشانیوں کی صورت میں یا خلفائے الہی اور فرشتگان اور اسماء الہی کی طرح ظاہر نہیں ہو سکتا، اگر یہ کرنا اس کے لیے ممکن ہوتا تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ملکوت اللہ کے ہاتھ میں نہیں بلکہ شیطان کے ہاتھ (اختیار) میں ہوگی اور اس صورت میں ملکوت سے جو کچھ آتا ہے اس پر اطمینان کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں بچے گا اور اس ترتیب سے تمام آسمانی رسالتوں اور خلفائے الہی پر اشکال کیا جا سکتا ہے اس بات پر کہ وہ قطعاً توہم سے دوچار ہوئے ہیں اور جو دیکھا ہے وہی شیطان تھا جو کہ ان کے لیے فرشتوں کی طرح نمودار ہوئے اور ان کے لیے ایسے کلام کی قرائت کی اس بنا پر کہ یہ کلام اللہ کیجانب سے کہا گیا ہے اور .... الی اخر اور اس دلیل کی بنا پر اللہ سبحان و تعالی نے (ملکوت پر شیطان کا تسلط نہ ہونے والے) امر کو اس طرح مختصر کر کے فرمایا: (وَ مَا يَنبَغِي لَهُمْ وَ مَا يَسْتَطِيعُون) (یہ کام نہ توان کو سزاوار ہے اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں) یعنی قرآن کی تلاوت شیاطین کے لیے ممکن نہیں تو پھر کیسے آپ لوگ کہتے ہیں کہ شیاطین نے اسے نازل کیا؟!

حال آنکہ (شیاطین) قرآن یا ان کی بعض آیات کو وحی (کرنے سے) عاجز و ناتوان ہیں، تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ شخص جو علم کا ادعا کرتا ہے جہالت سے کہہ دے شیطان رویا میں رسول اللہ محمد (ص) کی صورت میں نمودار اور متمثل ہوا ہے؟!

کیا عقل اس بات کو مانتی ہے کہ شیطان جو قرآن کی تلاوت اور نازل کرنے سے عاجز ہے محمد (ص) کی صورت میں نمودار ہو سکتا ہے جبکہ محمد (ص) اللہ کے مکمل کلمہ اور قرآن ناطق ہیں؟! ہذہ واللہ قسمۃ ضیزی (اللہ کی قسم یہ ایک نابرابر تقسیم ہے)

کیا یہاں تک بات آ پہنچی ہے کہ رسول اللہ (ص) کے بارے میں ایسے کہہ دیا جائے اور ان پر ایسے بولنے کی جرات کی جائے اور اس عظیم امر سے ان کی توہین کی جائے؟! یہ کہ علم کے ادعا کرنے والے دعوت حق کو رد کرنے کے لیے کہہ دیں کہ شیطان رسول اللہ (ص) کی طرح نمودار ہو جاتا ہے جبکہ ان کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں؟!

بلکہ بیہودہ اور کھوکھلی باتوں سے دعوت حق کے انکار کے لیے محض بیہودہ اور کھوکھلی باتیں کرتے ہیں (مَّا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ ۚ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا) (کہف، 5) (ان کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں اور نہ ان کے باپ دادا ہی کو تھا۔ (یہ) بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور کچھ شک نہیں) کہ یہ جو کہتے ہیں محض جھوٹ ہے)

اس کے علاوہ کیا جو کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ شیطان، انبیاء و اوصیا وفرشتوں کی صورت میں آ جائے۔ کیا یہ فرد اپنے آپ کو عاقل اور صاحب علم سمجھتا ہے؟! اگر شیطان ارواح پاک و طاہر کی شکل میں آ جائے تو دین میں کیا بچے گا؟! اور انبیاء اور رسولان الہی کیسے وحی الہی کی تمیز کرتے اور جان لیتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور شیطان کیجانب سے نہیں اور جو ان پر وحی لاتا ہے وہ ایک فرشتہ ہے، شیطان نہیں؟! اس صورت میں محمد (ص) کیسے جانتے جو ان سے بات کر رہا ہے جبرئیل ہے نہ کہ شیطان؟! کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق، شیطان جبرئیل کی شکل میں بھی نمودار ہو سکتا ہے؛ کیونکہ وہ لوگ شیطان کے حضور (ص) کی شکل میں متمثل ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ آنحضرت (ص) جبرئیل سے زیادہ اعلی ہیں۔ کیا انبیاء کو چاہیئے تھا کہ جو فرشتے- ان سے بات کرتے تھے اور ان پر وحی لاتے تھے- سے ایک معجزہ طلب کرتے تا کہ انہیں پتا چلتا کہ یہ ایک فرشتہ ہی ہے شیطان نہیں؟!

اور جس دور میں انبیاء پر وحی، رویا کے ذریعے نازل ہوتی تھی ان کو کیسے پتہ چلتا کہ رویا اللہ کیجانب سے وحی تھی اور جو دیکھا ہے وہ شیطان نہیں تھا جو فرشتے کے روپ میں آیا؟! اللہ کی قسم قطعی طور پر جو لوگ کہتے ہیں کہ شیطان محمد (ص) واوصیاو فرشتوں کی صورت میں نمودار ہوتا ہے، اے کاش وہ سمجھتے کہ وہ شیطان اور اس کے ملحد لشکریوں کے لئے کیا عظیم باب کھولتے ہیں ایسا کہ دین خدا سے کوئی چیز ہی باقی نہیں رہتی اور اپنے آپ کو کیسے پھنسائے ہیں؟!

کیا علم کے مدعی، اس عظیم جرم کی طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ جس کو سرانجام دے رہے ہیں؟!

ابھی وہ تمام آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء اور رسولان (الہی) کی سچائی اور قرآن پر - باء سے سین تک- طعنہ مارتے ہیں تو پھر جو بھی اپنی اس گفتار کی وجہ سے کہ شیطان محمد (ص) وانبیاء و اوصیا(ع) کی صورت میں متمثل ہو سکتا ہے، دین خدا اور رسول اللہ محمد (ص) پر جرات اور جسارت کی ہے، اسے چاہیئے اللہ کی بارگاہ میں توبہ اور استغفار کرے. یہ حقائق عوام کے لیے واضح ہوتا جائے گا اور وہ دن بہ دن ان سچائیوں سے واقف ہوتے جائیں گے اور ان کے لیے اھل جھل و باطل کی تزویر و فریب اور اللہ و ملکوت اور ان کے نبی اور ائمہ (ع) پر ان کی جرات و جسارت واضح ہو جائے گی.

اس لیے وہ رویا جس میں اللہ کا ذکر یا خلفائے الہی یا اللہ کے فرشتہ ہوتے ہیں قطعی طور پر شیطان کیجانب سے نہیں؛ بلکہ اللہ کیجانب سے اور ملکوت و فرشتوں اور ارواح پاک وطاہر سے ہے.

مسلمانوں سے روایت ہے کہ شیطان رسول اللہ (ص) سے متمثل نہیں ہوتا ہے. ان روایات سے کچھ درج ذیل ہیں:

علی بن حسین بن علی بن فضال، اپنے والد سے، ابوالحسن علی بن موسی الرضا (ع) سے روایت کرتے ہیں: خراسان میں سے کسی فرد نے امام رضا (ع) سے عرض کی: اے رسول اللہ کے بیٹے، حضور (ص) کو خواب میں دیکھا کہ شاید مجھ سے فرما رہے تھے: کیسا ہو گا جب میرے جسم کا ٹکڑا آپ کی سرزمین میں دفنایا جائے اور آپ میری امانت کی دیکھ بھال کریں گے اور میرا تارا آپ کی مٹی میں چھپے گا؟ امام رضا(ع) نے اس شخص کو فرمایا: «میں وہی ہوں جو تمہاری سرزمین میں دفنایا جاوں گا، اور میں تمہارے نبی کے جسم کا ٹکڑا ہوں، میں وہی امانت اور تارا ہوں. جان لو! جو میری زیارت کرے اس حالت میں کہ جو اللہ تبارک و تعالی نے میرے حق اور اطاعت میں واجب قرار دیا ہے کی معرفت رکھتا ہو تو میں اور میرے آباء قیامت کا دن اس کی شفاعت کریں گے اور جسے ہم شفاعت کریں

وہی نجات پانے والوں میں سے ہے اگرچہ اس کے ذمہ ثقلین (انس و جن) کی گناہ جیسے ہو. میرے والد نے مجھے کہا ہے، اپنے جد سے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے والد سے کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا: جو مجھے خواب میں دیکھتا ہے در حقیقت مجھے ہی دیکھتا ہے، کیونکہ شیطان نہ میری صورت میں اور نہ میرے کسی اوصیا کی صورت میں آ سکتا ہے اور نہ ان کے کسی شیعیوں کی صورت میں؛ اور رویای صادقہ نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جزء ہے.[1]

لیکن ان میں سے بعض کے قول جو کہتے ہیں کہ اس روایت سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو کہ دنیا میں رسول اللہ کو دیکھے ہیں اور ان کے مادی چہرہ کو جانتے ہیں؛[2] تو اس کلام کو یہی روایت بذات خود نقض (خراب) کرتی ہے؛ کیونکہ امام رضا (ع) یقیناً جانتے تھے کہ اس شخص - کہ جس نے ان کے لیے رویا کے بارے میں بتایا - نے رسول اللہ محمد (ص) کو دیکھا ہی نہیں اور اس کے باوجود انھوں (ع) نے فرمایا کہ جو رسول اللہ کو دیکھے در حقیقت ان ہی کو دیکھتا ہے؛ کیونکہ شیطان ان (ص) کی صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا اور یہ اس حالت میں (بیان ہوا) تھا کہ امام کے کلام اس شخص کے لیے تھا اور واضح طور پر اس کے رویا مقصود تھا. نتیجتاً یہ شرط جو کہ بعض افراد نے رکھا ہے کہ رویا دیکھنے والا کو چاہیے کہ رسول اللہ (ص) کو اس جسمانی زندگی میں دیکھے، اس روایت اور جو اس روایت سے پہلے بیان ہوا اس کے تحت (ان کی شرط) نقض ہو جائے گی.

بلکہ اس شرط نے در حقیقت نفسانی خواہشات اور ان کے اوہام سے نشست لی ہے جس کی کوئی دلیل نہیں سوائے عناد، غرور اور سرکشی کے.

کیا یہ سمجھداری ہے کہ کسی کی بھی بات کو مان لیں جو دینی اور عقیدتی امور کے لیے شرائط کا تعیین کرے جبکہ اس کے پاس کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو؟! اور اگر اس قرار دادی شرط کے خلاف کوئی «دلیل» موجود ہو تو پھر کیا؟!

1- من لایحضرہ الفقیہ، صدوق، ج 2، ص 584؛ عیون اخبار الرضا (ع)، صدوق، ج 1، ص 287؛ امالی، صدوق، ص 120؛ بحارالانوار، مجلسی، ج49، ص 2.

2- اس کلام کا سطح پست ہونے کے باوجود اور یہ کہ اس فرد سے صادر نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ تھوڑا سا علم رکھتا ہو، لیکن افسوس کے ساتھ یہ ان کی بات ہے جو علم رکھنے کا ادعا کرتے ہیں — اور جیسے کہ مومنین نے کہا ہے - اس شیوخ کی زبان سے صادر ہوئی ہے جو کہ سٹیلاٹ چینلز میں حاضر ہوتے ہیں. اسی دلیل سے میں نے اس طرح کے فرد کو جواب دیا کہ لوگ دھوکہ نہ کھائیں اور اسی ترتیب سے لوگوں کے لیے ان مدعیون کی بات کی سطحی (سرسری) ہونے اور ان کی نادانی اور جہل کی میزان واضح ہو جائے؛ اور یہ لوگ حقیقت اور ان کی بات کی بطلان واضح ہونے کے بعد اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ اور استغفار کریں.

دوسری اہم بات یہ کہ وہ (علم کے مدعی) جب اس شرط (جسمانی حیات میں رویت) کو رسول اللہ (ص) کے لیے شرط قرار دیتے ہیں، تو کیسے اس شرط کو فرشتوں کے لیے بھی لاگو کرتے ہیں؟! کیا پھر وہ کہتے ہیں کہ جو فرد ملائکہ کو رویا میں دیکھتے ہیں ضرور ان کو جسمانی حیات میں بھی دیکھنا چاہیے اور اس صورت کے علاوہ وہ شیاطین ہیں؟!

اس کے باوجود کہ تمام (الٰہی) انبیا—اور منجملہ حضور (ص) بھی اپنی رسالت کی آغاز میں، اللہ کے فرشتوں کو رویا اور مکاشفات میں دیکھتے تھے اور ان سے کلام کرتے تھے جبکہ یہ (ملاقات) ملائکہ سے ان کے پہلی ملاقات تھی. حال جو افراد آجکل خود کو اسلام کے علماء مانتے ہیں اگر گذشتہ انبیاء کے دور میں ہوتے جن پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کا کیا رد عمل ہوتا؟ کیا ان (انبیاء) سے یہی بات کہتے؟ یعنی کیا ان (گزرے ہوئے) انبیاء سے کہتے: اور آپ کیا جانتے ہیں، کیا پتا شیطان آپ کے پاس آیا ہو ملائکہ کی صورت میں؟ یا اے محمد (ص) کیا پتا شیطان آپ اور آپ کے اصحاب کے ہاں آیا ہو، اور موسیٰ (ص) یا عیسیٰ (ص) کی صورت میں آیا ہو؛ کیونکہ آپ اور آپ کے اصحاب نے جسمانی حیات میں موسیٰ (ص) کو دیکھا ہی نہیں؟!

اس کے علاوہ کیا ان گمراہ علماء کو معلوم ہے کہ یہ کلام (شیطان، ارواح طیبہ کی صورت اختیار کرتا ہے) (وہی بات ہے) کہ وہ جیسے اس (بات) کے ذریعے محمد اور ان سے پہلے والے انبیاء کے سامنے کرتے تھے؟ اور نتیجتاً اللہ کی گواہی کو اپنے بندوں کے لیے انکار کرتے تھے؟! اور اپنے نبی محمد (ص) پر اللہ کی نص کو جو رویا کے ذریعے دیکھتے تھے، رد کرتے تھے اور آج کی بات کی طرح ان (انبیاء) کو کہتے تھے:

(بَلْ قَالُواْ أَضْغَاثُ أَحْلَمِ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ) (انبیاء، 5) (بلکہ (ظالم) کہنے لگے کہ (یہ قرآن) پریشان (باتیں ہیں جو) خواب (میں دیکھ لی) ہیں۔ (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے (نہیں) بلکہ (یہ شعر ہے جو اس) شاعر (کا نتیجۂ طبع) ہے۔ تو جیسے پہلے (پیغمبر نشانیاں دے کر) بھیجے گئے تھے (اسی طرح) یہ بھی ہمارے پاس کوئی نشانی لائے)

وہ حقیقت جس کی نسبت یہ لوگ جاہل ہیں یہ ہے کہ شیطان کی جرات نہیں اور وہ طاقت نہیں رکھتا کہ کسی کو رویا دکھا سکے، اس مضمون کے ساتھ کہ وہ شخص زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے یا فلان شخص، زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے؛ بلکہ شیطان کے خواب—اللہ کی پناہ ہو- حزین اور سفیہانہ خواب ہیں.

3. یہ احتمال کہ رویا ھوای نفس سے ہو

یہ موضوع بھی پہلے عنوان (رویا دیکھنے والے کے جھوٹ بولنے کا احتمال) کی وضاحت سے ہی جواب دیا جا سکتا ہے؛ کیونکہ یہ تیسرا احتمال بھی در حقیقت، رویا کے »جھوٹا ہونے« کے معنی میں ہے؛ کیونکہ یہ ایسا ہوتا نہیں کہ کوئی شخص رویا یا مکاشفہ اپنے نفس کے بارے میں دیکھے جو اس بات پر مبنی ہو کہ وہ یا فلان شخص خلیفہ اللہ ہے: بلکہ حقیقت میں یہ شخص اس وہم سے دوچار ہوا ہے کہ رویا دیکھا ہے اور حقیقت میں صرف تصور کیا ہے اور اپنے آپ کو وہم سے دوچار کیا ہے؛ اور اس (تیسرے احتمال) کو اسی دلیل سے »ھوای نفس« کہا ہے. یہ در حقیقت اس صورت میں ہے جو کہا جاتا ہے: »جھوٹ بولو اور جھوٹ کو سچ سمجھو« نتیجتاً وہ خود کو عمدی طور پر اس چیز کی توہم سے دوچار کرتا ہے جس کی آرزو ہے اور اس کی ھوای نفس کے مطابق ہے اور تصدیق کرتا ہے کہ اس کا تصور اور تخیل حقیقت تھا (اپنے آپ سے تلقین کرتا ہے کہ حقیقت ہی کو دیکھا ہے.)[1]

نتیجہ: صادقہ رویائیں، اللہ کیجانب سے مخلوق کے لیے وحی اور نص ہیں جو کہ زمین پر اللہ کے خلیفہ اور جانشین کو ان کے لیے متعارف کراتا ہے. صادقہ رویائیں اس اعتبار سے کہ وحی الہی ہیں اگر ان میں شرائط پوری ہو جائیں، تو یہ مستقل دلیل ہوں گے. آدم (ع) کے بعد ناگزیر (موجودہ) خلیفہ کے ساتھ پچھلے خلیفہ سے نص موجود ہونی چاہیے اور اگر (مدعی شخص) اس جیسے نص کا حامل نہ ہو، تو ادعا کیے گئے رویائیں، صرف جھوٹ ہوں گے جو کہ جھوٹ بولنے والے نے اپنے منحرف دین اور مذھب کی تایید کے لیے اس پر ملی بھگت کی ہے، یہ دین حق اور عقیدہ حق کے مخالف ہے؛ اور دین و عقیدہ حق، زمین پر خلفائے الہی کے نص ایک دوسرے کے لیے ہیں، اور اس نص

---

1 - انسان خواب و بیداری میں ان تینوں حالات میں ہے اور بس: (نور، نفس اور ظلمت) یا دوسرے الفاظ میں: «خدا، نفس اور جھل» یا «اللہ کے رسول جس میں ملائکہ اور ارواح پاک و طیبہ شامل ہیں، نفس اور شیطان اور اس کے لشکر» اس لیے تین جہات موجود ہیں: ایک سمت، انسان کی نفس ہے، ایک سمت خیر ہے اور ایک سمت بھی شر؛ شر کی طرف دعوت کرنے والا شیطان ہے، اوھام کا امام ھوای نفس میں سے ہے. این تین جہات کے علاوہ، کوئی اور چیز موجود نہیں اور یہ جہات رویاوں میں اور بیداری میں مکاشفہ کی صورت میں موجود ہیں. انسان خواب میں ان تینوں جہات کے درمیاں واقع ہوتا ہے اسی دلیل سے جو فرد اللہ و خیر و نور کے ذکر کی حالت میں سوتا ہے ان شاء اللہ، اللہ کی جانب سے دیکھتا ہے اور جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو کر سوتا ہے تو شاید شیطان کی جانب سے پریشانی اور اضطراب دیکھتا ہے جسے عام طور پر »ڈراونی خواب« کہتے ہیں اور جو فرد منصب اور کرسی کے پیچھے ہے اور سو جاتا ہے تو شاید خود کو ایسے وہمیات سے دوچار کرتا ہے کہ اس چیز کے متناسب ہے جسے اندرونی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے مانگا ہے اور اس چیز کو (خواب) میں دیکھتا ہے. یہ کیفیت بیداری میں بھی ہو سکتا ہے؛ یعنی انسان اللہ کی جانب سے مکاشفہ دیکھے یا شیطان اسے کوئی ایسی چیز دکھادے یا اپنی ھوای نفس سے کچھ سنے.

سے۔مثال کے طور پر۔ ہمیں یہ سمجھ میں آئے گا کہ جھوٹے رویائیں، وہ جھوٹی باتیں ہیں جن کے لیے مدعیوں نے ایک دوسرے سے ملی بھگت کی ہے.

ضروری نہیں زمین پر خلافت الٰہی کی نفی میں ادعا کیے گئے رویاوں کے بارے میں جو کسی شخص سے نقل کیا جاتا ہے کوئی توجہ کرے؛ کیونکہ شرعی طور پر ثابت ہوا ہے کہ رویا تشخیصی دلیل کے طور پر آتا ہے اور شرعاً ثابت نہیں ہوا کہ رویا معارض یا نفی کرنے والی دلیل کے طور پر آتا ہو، اور ان رویاؤں کے بارے میں توجہ نہیں دی جاتی جو کہ شرعی احکام اور عقاید کے بارے میں ہیں، مگر یہ کہ اللہ کے خلیفہ اس کا اقرار کریں؛ کیونکہ اللہ کے خلیفہ جو اللہ کے حکم پر دین کو قائم کرتے ہیں، دین کو بیان کرتے ہیں.

ناامیدانہ کوشش

(بَلْ قَالُواْ أَضْغَاثُ أَحْلَمِ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِايَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُون) (انبیاء، 5) (بلکہ (ظالم) کہنے لگے کہ (یہ قرآن) پریشان (باتیں ہیں جو) خواب (میں دیکھ لی) ہیں۔ (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے (نہیں) بلکہ (یہ شعر ہے جو اس) شاعر (کا نتیجۂ طبع) ہے۔ تو جیسے پہلے (پیغمبر نشانیاں دے کر) بھیجے گئے تھے (اسی طرح) یہ بھی ہمارے پاس کوئی نشانی لائے)

یہ بات وہ لوگ تکرار کرتے ہیں جو کہ آسمانوں کے ملکوت پر کفر اختیار کرتے ہیں اور الٰہی رسولوں کی ہر دور میں تکذیب کرتے ہیں؛ اور اس (حرکت) کو ہر رسالت کے ساتھ تکرار کرتے ہیں؛ ایسے لگتا ہے کہ اس بات اور تکرار کرنے پر (دوسروں کو) سفارش کرتے ہیں!

ان کی ناامیدانہ کوششوں میں سے، اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کہ مومنین کے رویائیں پریشان خواب کے علاوہ کچھ نہیں، یہ ہے کہ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور جھوٹے رویا گھڑتے ہیں: (وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَ لَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَ مَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللّهُ وَ لَوْ تَرَى إِذِ الظَّلِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلَئِكَةُ بَاسِطُواْ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُواْ أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنتُمْ عَنْ ءَايَتِهِ تَسْتَكْبِرُون) (انعام، 93) (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ افتراء کرے۔ یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ آئی ہو اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب خدا نے نازل کی ہے اس طرح کی میں بھی بنا لیتا ہوں۔ اور کاش تم ان ظالم (یعنی مشرک)

لوگوں کو اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لئے) ہاتھ بڑھارہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں۔ آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزادی جائے گی اس لئے کہ تم خدا پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے)

یہ بے ثمر کوششیں اور الزامات اللہ کی نظر میں ایک بڑے گناہ کا کام ہے لیکن ان ماضی والوں کی طرح حرکتیں کرنے والوں (جو اپنی فطرت کو آلودہ کرتے ہیں) کے لیے اسے انجام دینا آسان ہے؛ نتیجتاً وہ مومنون کے لیے اللہ کی گواہی پر طعنہ مارنے اور نقص نکالنے کے لیے اپنے دور میں خلیفہ اللہ کے خلاف جھوٹے خواب بنانے میں لگے رہتے ہیں اور اسی حالت میں کہتے ہیں ہم خواب پر اور یہ کہ خواب، زمین پر اللہ کے خلیفہ کی تشخیص پر ایک دلیل ہے، کوئی اعتقاد نہیں رکھتے! اور یہ ہزاروں وضاحت اور خلیفہ اللہ کے نص تشخیصی سے موافق رویاؤں پر ملزم ہونے سے بھاگنے کے لیے ان کے جھوٹ اور کوشش سے پردہ اٹھاتے ہیں. وہی رویائیں جو لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے دیکھا ہے جبکہ ان کی ملی بھگت (اس بات پر) ناممکن ہے.

اور یہ گرے ہوئے لوگ، جب جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹے خواب بناتے ہیں تو غور نہیں کرتے کہ اس بات (زمین پر اللہ کے خلیفہ کی تایید میں خواب دیکھنے) کے بارے میں تحقیق اور وضاحت کرنا، آدم (ع) کے بعد آسانی سے ممکن ہے؛ کیونکہ آدم (ع) کے بعد پچھلے خلیفہ سے نص (موجود ہے) جبکہ (یہ نص) نص الہی ہے؛ نتیجتاً رویا کے ذریعے اللہ کی نص اپنے خلیفہ پر، ضرور پچھلے خلیفہ کی نص کے مطابق ہے اور اس کے مخالف نہیں۔ لہٰذا واضح ہوگیا کہ جو جھوٹے اور باطل رویا بناتا ہے جو کہ پچھلے خلیفہ کی نص کے خلاف ہوتے ہیں، تو ایسے فرد اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں.[1]

عام طور پر وہ اس جھوٹی باتوں سے اس نتیجے تک پہنچنا چاہتے ہیں کہ رویا اور اس کی اہمیت پر طعنہ ماریں اور نقص نکالیں. شاید (وہ بولنا چاہتے ہیں کہ) خود کے جھوٹے خواب، مومنوں کے صادقہ رویاؤں کو نقض کرتا ہے؛ تو پھر اسی ترتیب سے مومنوں کے رویائیں دلیل ہونے سے ساقط ہو جاتے ہیں؛ یعنی یہ لوگ انتہائی خباثت اور شیطنت

1- شاید یہ کذاب لوگ نقص نکالتے ہوئے کہے: کیوں جو ہمارے خلاف ہے وہ جھوٹا نہ ہو؟ اور اس نقص کا جواب، ان کے رویا اور ان کے مخالف رویا کو پچھلے خلیفہ کی نص سے پرکھنا ہوتا ہے؛ وہی نص جس کا وصف یہ ہے کہ گمراہی سے بچاتی ہے. جو رویائیں اس سے موافق ہو تو وہ صادقہ ہیں؛ کیونکہ اللہ ایک ہے اور اس کی بات بھی ایک ہی ہے اور جو رویائیں اس کے مخالف ہیں، واضح ہے کہ یہ جھوٹے رویائیں ہیں یا صرف نفس شیطانی کی وہمیات ہیں.

کے ساتھ کوشش کرتے ہیں کہ آسمانوں کے ملکوت پر جھوٹ باندھنے سے، آسمانوں کے ملکوت پر طعنہ ماریں.
دوسرے الفاظ میں انتہائی خباثت اور شیطنت سے کہنا چاہتے ہیں: جو خبریں آسمانوں کے ملکوت سے آتی ہیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں (ضد و نقیض ہیں) اور اس لئے وہ سب ساقط ہوئے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رویا جڑ اور بنیاد سے باطل ہے اور اس میں کوئی اہمیت اور دلیل موجود نہیں؛ اما جو فرد اعتقاد رکھتا ہو کہ رویائیں آسمانوں کے ملکوت اور اللہ کے کلام ہیں قطعی اور یقینی طور پر جانتا ہے کہ رویائیں ایک ہی سمت کی طرف رواں ہے اور ایک ہی حقیقت کی جانب اشارہ دیتے ہیں؛ کیونکہ رویائیں اللہ کے کلمات ہیں اور نتیجتاً ان کے درمیان حقیقی ٹکراؤ اور تضاد موجود نہیں.

جی ہاں یہاں ایک حقیقی ٹکراؤ اور مقابلہ موجود ہے (وہ بھی) حقیقی رویائیں اور جھوٹیں اور وہمیات اور شیطانی جہالت کے درمیان جو کہ مومنوں کے رویاؤں پر طعنہ مارنے کے مقصد میں گڑھ لئے جاتے ہیں. اس کے علاوہ یہ کام، آسمانوں کے ملکوت پر طعنہ مارنا شمار ہوتا ہے اور آخر میں قرآن کی تکذیب پر ختم ہو جاتا ہے. اللہ کا ارشاد ہے:
(وَ قَالُواْ لَوْ لَا أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الاَيَاتُ عِندَ اللَّهِ ... قُلْ كَفَى بِاللَّهِ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ شَهِيداً يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ...)(عنکبوت 50،52) (اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں کہہ دو کہ نشانیاں تو خدا ہی کے پاس ہیں... کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے...)؛ بلکہ ان واقعات کی تکذیب کرنے تک جا پہنچتا ہے جو تاریخ نے عیسی (ع)، محمد (ص) و علی (ع) و حسن (ع) و حسین (ع) و... پر ایمان لانے والوں پر اللہ کی گواہی اور شہادت کے بارے میں بیان کی ہے.

بہر حال یہ ایک واضح اور روشن بات ہے اور جھوٹ بولنے والوں اور تکذیب کرنے والوں پر راستہ بند ہے اور جیسا کہ پہلے بتایا ضروری نہیں کہ ہر اس شخص کے رویاؤں کی طرف غور کریں جو زمین پر خلافت الہی کی نفی کے بارے میں ادعا کرتا ہے؛ کیونکہ جو شرعی طور پر ثابت شدہ ہے وہ یہ ہے کہ رویا تشخیصی دلیل کے طور پر بیان ہوتا ہے نہ کہ معارضہ (مخالف) کی دلیل کے طور پر، اور نہ ہی اس شخص کی نفی کرنے پر کہ جس پر پچھلے خلیفہ کی شرعی نص ثابت ہو چکی ہو.

سفیہوں کے ہاں حکیموں کے رویا کو سبک (بیہودہ) سمجھنا

اللہ سبحان و تعالی کے دین میں رویا وحی بھیجنے کا ایک طریقہ ہے. رویا دو دستوں پر منقسم ہوتا ہے: خواب میں رویا اور بیداری میں رویا، یا جسے لوگ عام طور پر کہتے ہیں.

«بیداری میں مکاشفہ» یا (وحی): یعنی انسان کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور در نتیجہ اس مقام تک پہنچتا ہے کہ جو کچھ لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ دیکھ لیتا ہے، اور یہ دونوں (بیداری میں رویا اور خواب میں رویا) عملی طور پر انسان کے بالائی عوالم کے ساتھ رابطے کی تصویر بناتے ہیں. انبیاء پر وحی، ان دونوں طریقوں سے انجام پاتی ہے؛ تو پھر انبیاء پر وحی، یا خواب میں رویا کی صورت میں ہوتا تھا یا بیداری میں رویا دیکھنے کی صورت میں۔

یہاں ایک نکتہ رہ جاتا ہے؛ یہ کہ رویا دیکھنے والا، رویا کے مقام کا تعیین کرتا ہے۔ رویا حجاب کے ذریعہ اللہ کی جانب سے براہ راست وحی ہو سکتی ہے یا ممکن ہے وحی ایک رسول کی جانب سے ہو جسے اللہ بھیجتا ہے اور یہ رسول جبرئیل جیسا، ایک عظیم فرشتہ ہو سکتا ہے یا فرشتوں میں سے کوئی ایک، یا گذشتہ انبیاء (ع) کی ارواح میں سے ہو سکتا ہے۔

ویسے ہی رویا کی کیفیت اس بات کا تعیین کرتی ہے کہ کیا یہ رویا تبلیغی وحی تھا۔ مثلا انبیاء اور اوصیا کی صورتحال یا کہ رویا۔مثلا۔انسان کے لیے اللہ کی گواہی ہے مثلا ان افراد کی طرح جن پر حکم کیا گیا تھا کہ انبیاء اور رسولوں پر ایمان لائیں اس وقت کہ جب اللہ سبحان و تعالی ان پر گواہی دیتا ہے، یا کہ رویا کسی غیبی امر کے بارے میں کوئی خبر پہنچانے کے بارے میں ہوتا ہے جو کہ بعد میں واقع ہو گا یہ صورتحال انبیاء اور غیر انبیاء کے لیے واقع ہوتی تھی۔

نتیجتاً بعض سفیہوں کی کوشش، ان رویاؤں کو سبک (بے اہمیت) قرار دینے کے لیے جس میں اللہ نے زمین پر اپنے خلیفہ کی گواہی دیتا ہے (در حقیقت) وحی الہی کا انکار اور اللہ سبحان و تعالی کی گواہی کی تکذیب ہے اور یہاں تک کہ یہ قرآن پر کفر محسوب ہوتا ہے جس میں اللہ نے اپنے آپ کو لوگوں کے لیے ایک گواہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ کیا اس کام کے لیے، رویا سے (جسے یہ سفیہ لوگ مذاق اڑاتے ہیں)، مربوط ہونے کے لیے کوئی اور واضح و روشن وسیلہ، اللہ اور ان تمام لوگوں کے درمیان موجود ہے؟!!

نتیجتاً وہ رویا جس کے ذریعے اللہ زمین پر اپنے خلیفہ کے لیے گواہی دیتا ہے درج ذیل ہیں: اللہ کے کلام اور اللہ کی وحی اور اللہ کی شہادت اور نص. ایسے شخص کو کیسے وصف کر سکتے ہیں جنھوں نے اپنی خواہشات نفسانی کی خاطر اللہ کی نص اور شہادت اور وحی کو سبک (بے اہمیت) سمجھا؟!

اس کے سوا کے - در حقیقت - وہ اللہ پر کفر کرتا ہے؟! اور وہ جو ایمان رکھنے کا ادعا کرتا ہے صرف ظاہری ایمان ہے؟! وگرنہ کیا یہ ممکن ہے کہ جو فرد کسی انسان کی بات کو اہمیت نہیں دے کر اس کی مذاق اڑاتا ہو اس جیسے فرد کے بارے میں کہیں کہ وہ اس انسان پر ایمان رکھتا ہے یا کم از کم اس کی احترام کرتا ہے؟! یا کہ (کہیں) کہ اس انسان کی نسبت کافر ہے اور اسے کم اہمیت سمجھتا ہے اور اسی وجہ سے اس کی باتوں کا مذاق اڑاتا ہے۔ ان افراد کی حالت ویسے ہی ہے جو ان رویاؤں کی مذاق اڑاتے ہیں جس میں اللہ کی گواہی زمین پر اپنے خلیفہ کے لیے موجود ہے؛ وہ لوگ (حقیقت میں) اپنے بندوں کے لیے اللہ سبحان و تعالی کے کلام کو جو براہ راست رویا کے ذریعہ اپنے جانب سے یا فرشتے اور ارواح کی طرف وحی کرتا ہے، مذاق اڑاتے ہیں-اسی ترتیب سے یہ اور ان کے ارواح حقیقت میں اللہ کی نسبت کافر ہے، اسی دلیل سے اور منبروں پر اور ہر لوگ کے سامنے اللہ کے کلام کی استہزا اور مذاق اڑانے سے کوئی سختی اور شدت محسوس نہیں کرتے ہیں.

اور تأسف کے ساتھ جو ان کی باتوں کا انکار نہیں کرتے ہیں ان میں شامل اور ان کی باطل پر مومن محسوب ہوں گے (قُلْ كَفَى بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيداً يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ) (عنکبوت، 52) (کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور خدا سے انکار کیا وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں)

حال جب اللہ کی گواہی اپنے خلیفہ پر اپنے بندوں کے لیے رویا میں وحی کی صورت میں انجام پاتی ہے تو کون اس آیت کے مطابق اللہ کی گواہی کے سامنے «باطل» محسوب ہوتا ہے؟! (کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے... اور جن لوگوں نے باطل کو مانا)

کیا واضح نہیں کہ «باطل» وہی لوگ ہیں جو کہ رویا کا مذاق اڑاتے ہیں اور نتیجتاً اللہ کی گواہی اور شہادت کا مذاق اڑاتے ہیں؟!

تو پھر اللہ کی توصیف کو پڑھ لیجیے ان افراد کے لیے جو ان کی باتوں کو مانتے ہیں اور ان کے کلام اور ان کے ذریعے رویا- جس میں اللہ کی گواہی زمین پر اپنے خلیفہ کے لیے ہے- کے تمسخر کو قبول کرتے ہیں:

(وَ الّذِینَ ءَامَنُواْ بِالْبَاطِلِ وَ کَفَرُواْ بِاللّہِ أُوْلَئکَ ھُمُ الْخَاسِرُون) (اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور خدا سے انکار کیا وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں)

اس کے علاوہ سورت عنکبوت میں اس آیت سے پہلے، پچھلی آیات پہ غور کیجیے: (وَ قَالُواْ لَوْ لَا أُنزِلَ عَلَیْہِ ءَایَاتٌ مِّن رَّبِّہِ قُلْ إِنّمَا الْاَیَاتُ عِندَ اللّہِ وَ إِنّمَا أَنَا نَذِیرٌ مُّبِینٌ *أَ وَ لَمْ یَکْفِھِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ یُتْلَی عَلَیْھِمْ إِنّ فِی ذَالِکَ لَرَحْمَةً وَ ذِکْرَی لِقَوْمٍ یُؤْمِنُونَ *قُلْ کَفَی بِاللّہِ بَیْنِی وَ بَیْنَکُمْ شَھِیداً یَعْلَمُ مَا فِی السّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ الّذِینَ ءَامَنُواْ بِالْبَاطِلِ وَ کَفَرُواْ بِاللّہِ أُوْلَئکَ ھُمُ الْخَاسِرُون) (عنکبوت، 50تا52)

(اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے معجزات کیوں نازل نہیں ہوئیں کہہ دو کہ معجزات تو خدا ہی کے پاس ہیں۔ اور میں تو کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں* کیا اُن لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے* کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور خدا سے انکار کیا وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں)

علمائے گمراہ (وہی) افراد ہیں جو اسی گفتار سے انبیاء الٰہی کا سامنے کرتے تھے: ہم مادی معجزہ کے سوا ایمان نہیں لائیں گے؛ بلکہ وہ قاہرہ مادی معجزہ مانگتے ہیں اور ان میں سے ہر فرد چاہتا ہے کہ اس کو اپنی آنکھوں سے خود دیکھے اور ان مومنوں کی شہادت کو نہیں مانتے جو اس (معجزہ) کو دیکھ چکے ہیں: (وَ قَالُواْ لَوْ لَا أُنزِلَ عَلَیْہِ ءَایَاتٌ مِّن رَّبِّہِ)

(اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں)

اور (ان کی اس درخواست کے لیے) قرآنی جواب یوں ہے: (قُلْ إِنّمَا الْاَیَاتُ عِندَ اللّہِ وَ إِنّمَا أَنَا نَذِیرٌ مُّبِینٌ)

(کہہ دو کہ معجزات تو خدا ہی کے پاس ہیں)؛ یعنی معجزات کو اللہ تعالی ہر وقت اور ہر دور میں اور جس کیفیت میں ارادہ کرے گا اور حکمت اور عدالت کے موافق نازل کرے گا اس صورت میں کہ کوئی فرد ایمان لانے پر (مجبور) نہ ہو جائے تو پھر اگر معجزہ قاہرہ تھا تو مومنون کے لئے مخصوص ہوا ہے اور نتیجتاً ان کو مقہور (مجبور) نہیں کیا ہے کہ ایمان لائیں اور ان کے لیے صرف یقین کی افزودگی اور حق پر ثابت قدم رہنے کے لیے ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ دراصل مومن تھے اور اگر غیر مومنین یا کافرین یا تکذیب کرنے والے اور انکار کرنے والوں کے لیے واقع ہوا ہے ان

معجزات میں سے ہوتا ہے جن کی تاویل کرنے کا امکان موجود ہو در نتیجہ غیب پر ایمان لانے پر کوئی فرصت موجود رہ جائے:

(فَلَمَّا جَاءهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُواْ لَوْ لَا أُوتىَ مِثْلَ مَا أُوتىَ مُوسىَ أَ وَ لَمْ يَكْفُرُواْ بِمَا أُوتىَ مُوسىَ مِن قَبْلُ قَالُواْ سِحْرَانِ تَظَهَرَا وَ قَالُواْ إِنَّا بِكلٍ كَافِرُون)(قصص،48) (پھر جب اُن کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے کہ جیسی (معجزات) موسیٰ کو ملی تھیں ویسی اس کو کیوں نہیں ملیں۔ کیا جو (معجزات) پہلے موسیٰ کو دی گئی تھیں اُنہوں نے اُن سے کفر نہیں کیا۔ کہنے لگے کہ دونوں جادو گر ہیں ایک دوسرے کے موافق۔ اور بولے کہ ہم سب سے منکر ہیں)

(أَ وَ لَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلىَ عَلَيْهِمْ إِنَّ فىِ ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَ ذِكْرَى لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ) (کیا اُن لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے)؛ یعنی کیوں وہ معجزات کی درخواست کرتے ہیں؟ کیا اللہ کی کتاب اور علم حکمت جو ان کے لیے لائے ہو۔ اے محمد۔ ان کے لیے کافی نہیں؟ وہی کتاب جو اللہ نے رحمت سے ان پر نازل فرمایا کہ وہ یاد کرے؟!!!

(قُلْ كَفَى بِاللَّهِ بَيْنىِ وَ بَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فىِ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ الَّذِينَ ءَامَنُواْ بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُواْ بِاللَّهِ أُوْلَئكَ هُمُ الْخَاسِرُون) (کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور خدا سے انکار کیا وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں)؛ یعنی وہ سب جو اس سے پہلے آپ کی درخواست کے لیے مادی قاہرہ معجزہ کے لیے کہا گیا ہے: (قَالُواْ لَوْ لَا أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَاتٌ مِّن رَّبِّهِ) (اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے معجزات کیوں نازل نہیں ہوئیں)؛ ویسے ہی علمی گواہ جو اللہ نے اپنی رحمت سے آپ کو عطا فرمایا ہے: (أَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلىَ عَلَيْهِمْ) (کیا اُن لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے) صرف زائد امور ہیں ان چیزوں کے لیے جو «بھیجنے والا» (اللہ تعالی) بنیاد سے اور ابتدا سے آپ کے لیے

بھیجتا ہے؛ یعنی آپ کے لیے رویا و مکاشفہ میں وحی کے ذریعے، اللہ کی گواہی اور شہادت کے علاوہ: (قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ شَهِيدًا) (کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے)

اللہ تعالی ہر چیز پر گواہ اور بندوں کے اعمال پر بھی گواہ ہے۔ اللہ تعالی تم لوگوں پر بھی گواہ ہے۔ اللہ وہ ہے جو آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب جانتا ہے اور شیطان اللہ کے ملکوت پر کوئی تسلط نہیں رکھتا کہ تم سفیہون کو اس وہم میں مبتلا کردے کہ یہ ملکوتی رویائیں شیطان کی جانب سے ہوتے ہیں: (يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ) (جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے)

اے لوگوں جاگ جاؤ! رویائیں ملکوت سے ہیں: (وَ كَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ لِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ) (انعام، 75) (اور ہم اس طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں ہو جائیں) اور یہ ملکوت، اللہ کا ملکوت ہے۔ (قُلْ مَن بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَ هُوَ يُجِيرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ) (مؤمنون، 88) (کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا) اور شیطان کو اللہ کے ملکوت پر کوئی تسلط (غلبہ) نہیں: (فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ) (یس، 83)

(وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے)

تو پھر باطل تمہیں فریب نہ دے اگرچہ اپنے آپ کو رسول اللہ (ص) کی شبیہ بنا دے اور منبر رسول اللہ (ص) یا منبر حسین (ع) پر بیٹھے: (وَ الَّذِينَ ءَامَنُواْ بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُواْ بِاللّٰهِ أُوْلَئكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ) (عنکبوت، 52) (اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور خدا سے انکار کیا وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں) کیا رسول اللہ محمد (ص) نے آپ کو خبردار نہیں فرمایا کہ وہ لوگ بندروں کی طرح محمد (ص) کے منبر پر بیٹھیں گے جبکہ آپ (ص) اللہ کے برترین مخلوق ہیں۔ کیا یہ لوگ آج حسین (ع) کے منبر پر بندروں کی طرح نہیں بیٹھے ہوئے ہیں؟! (وَ إِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْءَانِ وَ نُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا) (اسراء، 60) (جب ہم نے تم سے کہا کہ تمہارا پروردگار لوگوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور جو نمائش ہم نے تمہیں دکھائی اس کو لوگوں کے لئے آزمائش کیا۔ اور اسی طرح (تھوہر کے

درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی۔ اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو ان کو اس سے بڑی (سخت) سر کشی پیدا ہوتی ہے)

در حقیقت جو منبر رسول اللہ (ص) پر بیٹھے تھے، انھوں نے حسین (ع) کی گمراہی پر فتوا دیا، لوگوں کو گمراہ کیا اور ان کو حسین (ع) کے خلاف جنگ میں شامل کیا؛ تو پھر کیا آج گمان کرتے ہو ان کی طرح افراد جو کہ منبر حسین (ع) پر ہیں، مہدی (ع) کی گمراہی پر فتوا نہیں دیتے؟ اور لوگوں کو گمراہ نہیں کرتے اور انھیں مھدی (ع) کے خلاف جنگ میں نہیں ڈالتے؟! جاگ جایئے! اللہ تم پر رحمت کرے! ہوشیار ہو جایئے اور پڑھ لیجیے! اور سیکھ لیجیے اور کام کو مت چھوڑیئے اور کسی فرد کو اجازت نہ دیجئے کہ آپ کو دھوکہ دے اور ایک بار اور (منتظرین کی شکست اور پھر سے لوگوں کی گمراہی اور الہی رسولوں سے جنگ) تکرار ہو جائے!.[1]

کیوں ہوش کے ناخن نہیں لیتے؟ کہاں سر گرداں اور گمراہ ہیں؟ اور یہ سفیہ لوگ جو کہ (خود) سوچے بغیر قدم اٹھاتے ہیں اور رویاوں اور آسمانوں کے ملکوت کو جاہلانہ سمجھتے ہیں تمہیں کہاں ہدایت کرنا چاہتے ہیں؟ کیوں ہوشیار نہیں ہیں اور ان سے نہیں کہتے: یہ قرآن ہمارے سامنے ہے جس میں اللہ فرماتا ہے کہ وہ ہے جو اپنے خلیفہ پر عوام کے لئے گواہی دیتا ہے اور ان پر روشنی ڈالتا ہے: (وَ أَرْسَلْنَاكَ لِلنّاسِ رَسُولًا وَ كَفَى بِاللّهِ شهيداً) (نساء، 79) (اور (اے محمد (ص)) ہم نے تم کو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور (اس بات کا) خدا ہی گواہ کافی ہے)

حال اللہ کی گواہی اور شہادت تمام لوگوں کے لئے - چاہے مومن ہو یا کافر، چاہے نیک یا بدکردار - کیسے انجام پاتی ہے؟ کیا وحی کے سوا کسی اور ذریعے سے ہے؟ اور رویا کے سوا اور کونسے راستہ، اللہ اور تمام لوگوں کے درمیان وحی کرنے کے لئے مفتوح اور کھلا ہوا ہے؟

رویا کے بارے میں مطالب کا خلاصہ

1- رویائیں، خلیفہ اللہ کی مصداق کی تشخیص کے لئے دلیل کے طور پر ہے اور رویا پر قرآنی، قائم دلیل یہ ہے کہ صادقہ رویائیں وہی وحی اور نص ہے اللہ کیجانب سے اپنے مخلوقات کے لئے جس (نص) کے ذریعہ، زمین پر

1- متعلقہ نمبر 5 کی رجوع کریں، علمائے آخرزمان اور مھدی کو مدد کرنے والوں کی روایات.

اپنے خلیفہ کو اپنے مخلوقات کے لئے متعارف کراتا ہے. رویا صادقہ ہونے کی اعتبار سے وحی الہی ہے؛ پھر رویا دلیل ہے اگر وہ شرایط اس میں محقق ہو جائے جسے خلیفہ اللہ (کی پہچان) کے لئے تشخیصی دلیل قرار پائے۔

وہ شرایط درج ذیل ہیں:

الف) رویا پچھلے خلیفہ سے لیے گئے تشخیصی نص الہی کے مطابق ہو۔ تو پہر ادعا کئے گئے ان رویاوں کا کوئی اہمیت نہیں اس فرد سے جس پر آدم (ع) کے بعد کوئی نص نہیں آیا ہو، اور اس کے بارے میں تحقیق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ آدم (ع) کے بعد اللہ کے خلیفہ اپنے وصی اور اپنے بعد والے اوصیا پر نص (اور وصیت) کرتا تھا۔

ب) لوگوں کے رویاوں کی تواتر اس طرح کہ جھوٹ پر ان کی ملی بھگت ناممکن ہو۔

ج) رویا میں کوئی عنصر کا وجود اس طرح کہ اس امکان کو روک دے کہ (یہ خواب) شیطان کی جانب سے ہے؛ مثلاً رویا میں معصوم یا قرآن یا غیبی اخبار کی موجود ہونا۔

د) عام طور پر رویا معنی کے لحاظ سے کوئی خاص شخص کا نصب اور تعیین کرنے کے لئے، محکم ہو۔

2-ان رویاوں کی کوئی حجت (دلیل) نہیں جو نص کے مدمقابل ہوں گے نص کے موجود ہونے سے - جو کہ صور تحال آدم کے بعد سے قیامت کی گھڑی تک اسی طریقے سے ہے_ رویائیں نص کی تابع ہیں، اور ہر خواب جو کہ پچھلے خلیفہ کے نص کے دائرے سے خارج ہو یا ھوای نفس سے ہے یا شیطان کی جانب سے یا ایسے جھوٹ ہوگا جس کے صاحبان (دیکھنے والوں) نے اسے جعل سازی کئے ہیں۔ تو پھر آدم کے بعد، ضرور خلیفہ کے ساتھ، پچھلے خلیفہ کی نص موجود ہوگی؛ پھر اگر (کوئی) اس نص کے مصداق (یعنی پچھلے خلیفہ سے نص) نہ ہو، تو وہ خواب جس کے صاحبان ادعا کرتے ہیں صرف وہم اور نفسانی خیالات ہوں گے یا ان کی شیاطین کی جانب سے وحی ہوں گے ،اور کاذب افراد کے بارے میں ادعا کئے گئے رویائیں جن کے پاس کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو (یعنی پچھلے خلیفہ سے نص کا فقدان ہو) تو یہ صرف ایسے جھوٹ ہوں گے جسے کاذب لوگ اپنے منحرف دین و مذھب کی تایید کے لیے اس پر ملی بھگت کرتے ہیں۔

3 - وہ رویائیں جو زمین پر خلافت الہی - یعنی جن کا حجت ہونا، قطعی دلیل سے ثابت ہوا ہے - کی نفی میں دیکھے جاتے ہیں ان کی کوئی حجت نہیں؛ اور قطعی دلیل، وہی نص الہی ہے جو کہ خلیفہ الہی سے - جس کی تفصیل کے تحت جو بعد میں ذکر ہوگا - براہ راست یا واسطہ کے ساتھ پہنچی ہے

4- دین خدا میں، عقیدہ کے اخذ کرنے اور احکام کی تشریع میں رویا کی کوئی حجت نہیں، اس چیز کے سوا جو نص (قرآن وروایات) نے ثابت کر دیا ہے؛ یعنی وہی خاص بات جو کہ زمین پر خلیفہ اللہ کی مصداق کی تشخیص کے لئے ہم نے بیان کیے ہیں۔ تو پھر ان ادعا کیے گئے رویاؤں پر کوئی حجت نہیں جو ایک ادعا یا اس عقیدہ کی تائید کے لیے ہو جس کی کوئی دلیل ہی نہ ہو؛ مثلاً غیر معصوم سے تقلید کرنے کا عقیدہ اور شوری کے ذریعے رسول (ص) کی خلافت و جانشینی یا خلیفہ اللہ کے علاوہ کسی شخص کا حجت ہونا اور اس کی طرح جو منحرف عقائد میں سے ہے . جبکے ان عقائد کے ماننے والے، کوئی شرعی دلیل بیان نہ کرتے ہوں اور نہ کوئی مکمل عقلی دلیل، جس کو بنیاد بنا سکیں۔

دوسرا: پچھلے خلیفہ سے ان کے لیے براہ راست نص جو منصوب اور ان پر اقرار ہوا ہے.

خلفائے الٰہی پر ایمان رکھنے والے سب اس مسئلہ پر متفق ہیں . اپنے وصی کے لئے (پچھلے خلیفہ کی) براہ راست نص - واضح طور پر - سننے والے اور جن پر یہ نص پہنچتی ہے، ان پر حجت ہے۔

اللہ تعالی نے مومنین پر فرض کیا ہے کہ اپنے درمیان سے افراد کو بھیج دیں کہ اس امر (یعنی اگلے امام) کو اپنے زمانے کے خلیفہ اللہ سے معلوم کریں اور دوسروں کو پہنچا دیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :(وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُواْ كَافَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنهُمْ طَائفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فىِ الدِّينِ وَ لِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُواْ إِلَيهِمْ لَعَلَّهُمْ يحَذَرُون)(توبہ، 122) (اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں۔ تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین کا (علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تاکہ وہ حذر کرتے) اور اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ یہ نص بذات خود زمین پر خلیفہ اللہ کے لئے ایک مستقل دلیل ہے۔

تیسرا: پچھلے خلیفہ سے واسطے کے ساتھ نص اس کے لئے جس پر نص کی گئی ہے.

پچھلے خلیفہ سے واسطہ کے ساتھ نص کا ہونا، جس پر نص کی گئی ہے (اسے) تعیین کرتا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ نص میں ہی یا دیگر نصوص میں ایسے صفات اور دلائل موجود ہوں جسے ادعا کرتے وقت، اس نص کو ایک فرد سے زیادہ افراد پر منطبق کرنا ممکن نہ ہو. واسطے کے ساتھ نص کے لئے مثال، رسول اللہ محمد (ص) کی وصیت اپنی

وفات کی رات میں ہے کیونکہ حضور (ص) نے اس نص کو اسے تھامنے والوں کے لیے گمراہی سے بچانے پر وصف فرمایا ہے.[1]

دوسرا: علم

اللہ کا خلیفہ اور جانشین وہ عالم ہے جسے اللہ اپنے علاوہ دوسروں - دیگر لوگوں سے - بے نیاز رکھتا ہے جبکہ لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جو ان سے اور ان کی علم سے بے نیاز نہ ہو؛ کیونکہ اللہ تعالی جو کچھ دین الہی میں تجدید (نئے) ہوتے ہیں (مثلاً نئے شرائط اور مسائل) اور ان کے دور میں رہنے والے اپنے دین میں ان کی محتاج ہوتے ہیں، اسے وحی کرتا ہے.

واجب علم (جو خلیفہ الہی کو معلوم ہونا چاہیے) دین کا علم ہے جسے خلیفہ اللہ کو اس کی تبلیغ اور لوگوں کو پہنچانا ہے؛ تو پھر خلیفہ اللہ کو اللہ تک جڑا ہوا ہونا چاہیے اور جو کچھ اپنی رسالت کی تبلیغ میں اور اس دین حق کو پہنچانے میں جن لوگوں کے لیے اللہ راضی ہے، اس کا محتاج ہے، اللہ اسے سکھائے گا؛ اور احکام الہی سے جو کچھ تجدید اور نئے ہوئے ہیں اور فصل الخطاب (آخری بات) اور جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں اس کا حل و فصل کرنا (اللہ اسے سکھاتا ہے)

جو طالب حق ہے اس کے لیے یہ امکان موجود ہے کہ یہ امر –یعنی جو تجدید ہوتی ہے اس کے علم اور فصل الخطاب ہونا اور ان مسائل کا حل جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں– اس کے لیے رہنما اور دلیل کے طور پر ہو جو کہ خلیفہ اللہ کی پہچان کے لیے خلافت کے مدعی پر نص (اور وصیت) کی دلیل سے حمایت کرے.

استقرا (انڈکشن) یا پرکٹیکل سائنس یا گذشتہ دینی علوم کے بارے میں جاننا؛ مثلاً اس سے پہلے والے خلفائے الہی کی رسالتوں کے بارے میں جاننا، خلیفۃاللہ کے لیے شرط نہیں، اور جو اس کے علم کے بارے میں فرض ہے وہ یہ ہے کہ صرف اللہ سے جڑا ہوا ہونا چاہیے اور آغاز میں ہی، اس رسالت کی مبتدی ضروریات جس کے لیے اللہ نے اسے لوگوں کی طرف بھیجا ہے، اسے تعلیم دیں، اور اس بات کا یہ معنی نہیں کہ خلیفۃاللہ کو ضرور گذشتہ خلفائے الہی یا استقرا اور پرکٹیکل سائنس کے بارے میں معلومات نہیں ہونی چاہیے، بلکہ صرف «واجب» نہیں، اور اس کی رسالت میں یہ شرط نہیں کہ اس کے بارے میں یا اس کی تمام تفصیلات کے بارے میں جانتا ہو، خلیفہ اللہ کبھی

1- اسی مقدار میں اکتفا کرتا ہوں۔ مزید تشریحات تیسرا باب میں "وصیت اور جو اس سے تعلق رکھتا ہے" بیان ہوئے گا.

تحصیل اور سیکھنے اور کبھی حتی الہی الہام کے ذریعے، یا جب اس کے بارے میں جاننا ضروری سمجھے، اسے دونوں راستے (تحصیل اور الہام) کے ذریعے جان سکتا ہے؛ یعنی مثال کے طور پر وہ بھی دوسروں کی طرح پڑھنے اور مطالعہ کرنے کے ذریعے سیکھتا ہے؛ لیکن جہاں سے وہ خلیفہ اور اللہ کا جانشین ہے، اللہ الہی الہام کے ذریعے اس (کے علم) میں اضافہ کرتا ہے اور اس طرح اس پر احسان کرتا ہے؛ علی الخصوص جب امر، دین سے مربوط ہو؛ مثلاً اللہ سبحان کے وجود کا اثبات کرنا یا عام طور پر دین کے دفاع سے مربوط ہو؛ اما کچھ پست افراد کے سطحی اعتقادات کے بارے میں مثلاً تمام زبانوں کی پہچان کا فرض ہونا یا گفتار میں عصمت (بیان میں سہو نہ ہونا) اور جو کچھ اس جہالتوں کی طرح ہو؛ مثلاً (اللہ سبحان و تعالی) کے خلیفہ کو اس طرح وصف کرنا کہ ان کے پاوں کے نشان پتھر پر رہ جانا، اس مسائل میں بحث اور چھان بین اور ان لوگوں کی جہل کو واضح کرنا جن کی ایسی اعتقادات ہوں، آگے بیان ہوگا.

ممکن ہے خلیفۃ اللہ اپنی خلافت کے دور کے کچھ حصے میں خاموشی اختیار کرنے پر ناگزیر ہو جائے اور اپنے علم کا اظہار نہ کرے. جیسے کہ فترت کے ادوار میں (ایسے) تھا. اس بات اور اس کی دلیل بیان کر چکا ہوں جو کہ یہ ہے: حق کے قابل (قبول کرنے والے) کا نہ ہونا، یا کہ وہ کسی ضرورت کی وجہ سے جو اللہ سبحان نے ارادہ کی ہو، خاموشی اختیار کرے. شاید کہ اس سے زیادہ اہم کام کا ذمہ دار ہو اور وہ یہ ہے کہ اپنے بعد، اس شخص کو تیار کرے جسے خلافت الہی تسلیم کرنا ہے. خلافت الہی کو تسلیم کرنا (حوالہ کرنا)، ایسی امانت ہے کہ خلیفۃ اللہ اس پر مکلّف (ذمہ دار) ہے اور اس میں کوئی چارہ نہیں، جتنی طاقت رکھتا ہو اسے کرنا پڑے گا کہ یہ کام بہترین انداز میں انجام پائے کہ جس کے ذریعے لوگوں پر حجت اقامہ (انجام) ہو گی، اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے والے اور دین و خلیفۃ اللہ کی مخالفت کرنے والے کے پاس کوئی عذر و بہانہ نہیں بچے گا. اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (إِنّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدّوا الْأَمَانَات إِلَى أَهْلِهَا وَ إِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النّاسِ أَن تَحكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنّ اللّهَ نِعِمّا يَعِظُكُم بِهِ إِنّ اللّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا) (نساء، 58) (خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کردیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو خدا تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بیشک خدا سنتا اور دیکھتا ہے)

اور مراد (امانت کو ان کے صاحبان کو لوٹانا) خلافت الہی کو اگلے خلیفہ کے حوالے کرنا ہے؛ یہ ایک اہم امر ہے جو کہ ضرور پچھلے خلیفہ کو مکمل ترین صورت میں انجام دینا چاہیے؛ کیونکہ یہ (خلافت) اس کے ذمے پر الہی امانت ہے، اور اسی وجہ سے (خلیفہ الہی) کبھی خاموشی اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے. شاید اس (اگلے خلیفہ) کی زندگی کی

حفاظت کے لیے، یہاں تک کہ کچھ امور کے لیے جو اگلے خلیفہ کے لیے مختص ہیں یا حتیٰ اس کی ولادت کے لیے زمینہ فراہم ہو جائے. درج ذیل روایات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں:

کلینی: حسین بن محمد، معلیٰ بن محمد سے، حسن بن علی اور شاء، احمد بن عائذ سے، ابن اذینہ سے، برید عجلی سے روایت کرتا ہے: اس نے کہا: ابا جعفر (ع) سے اللہ عزوجل کے اس کلام کے بارے میں (إِنّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَ إِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ) سوال کیا، انھوں نے فرمایا: «اس سے مراد صرف ہم ہیں کہ پہلا (امام) اپنے بعد والے امام کو کتابیں اور علم و سلاح سپرد کرتا ہے اور جب لوگوں کو حکم کرتا ہے انصاف سے حکم کرتا ہے، پھر (اللہ عزوجل نے) لوگوں کو ارشاد فرمایا: اے اهل ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور خود میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو؛ صرف اور خاص طور پر ہمیں ارادہ کیا ہے. تمام مومنوں کو قیامت کے دن تک ہماری اطاعت پر امر فرمایا ہے. پھر اگر کسی مسئلے میں تنازع ہونے کا اندیشہ ہو اسے اللہ اور رسول اور آپ میں سے اولی الامر کی طرف پلٹا دیں اس طرح یہ آیت نازل ہوئی؛ اور کیسے اللہ عزوجل والیان امر پہ اطاعت کرنے پر امر کر دے جبکہ ان کے تنازعات میں ان (لوگوں) کو رہا کر دیا گیا ہو؟ حقیقت میں اس فرمان کے مخاطب وہ لوگ ہیں جنھیں کہا گیا ہے: (يَا أَيُّهَا الّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّهَ وَ أَطِيعُوا الرّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُم...)». [1]، [2]

اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (إِنّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا) یعنی خلیفہ اللہ یا امام امانت کو اسے تحویل دے جو خود کے بعد آئے گا اور یہ اس کا پہلی فرض ہے. اور اسی دلیل کے رو سے ممکن ہے، خلیفۃ اللہ اپنے علم کا اظہار نہ کرے اور لوگوں سے بات نہ کرے اس وقت تک کہ اپنا پہلا فرض نبھائے، اور یہ فریضہ اس فرد کے لیے زمینہ سازی کرنا ہے جو رسالت الٰہی کی ذمہ داری نبھانے کے لیے اس کے بعد آئے گا. یہ صورتحال امام علی بن موسی الرضا (ع) کے بارے میں رونما ہوئی:

احمد بن مھران سے محمد بن علی سے ابی الحکم ارمنی سے، اس نے کہا: عبد اللہ بن ابراھیم بن علی بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب سے یزید بن سلیط زیدی نے مجھ سے کہا: ابو الحکم نے کہا اور عبد اللہ بن محمد بن عمارۃ بن جرمی

1- کافی، کلینی، ج 1، ص 276.

2- اس منبع میں اور روایات بھی موجود ہیں جو اختصار کے لیے یہاں بیان نہیں کیا ہے. رجوع کر سکتے ہیں.

سے ،یزید بن سلیط نے مجھے خبر دی ہے: جب میں عمرہ کرنے جارہا تھا راستے میں امام کاظم (ع) سے ملاقات کی، میں نے کہا: آپ پر فدا ہو جاؤں جس مکان میں ہم موجود ہیں کیا اس کے بارے میں آپ کو یاد ہے؟ انھوں نے فرمایا: «جی ہاں تمھیں (بھی) یاد آرہا ہے؟» میں نے کہا: جی، میں اور میرے والد نے آپ سے یہیں ملاقات کی تھی اور آپ امام جعفر صادق (ع) کے ساتھ تھے جبکہ آپ کے بھائی ان کے ساتھ تھے. میرے والد نے امام جعفر صادق (ع) سے عرض کیا: میرے والد اور والدہ آپ پر فدا ہوں. آپ لوگ سب مطہر ائمہ ہیں اور کسی کو مرگ سے نجات نہیں؛ تو پھر مجھے باخبر کیجیے اس چیز کے بارے میں جسے میں اپنے پشت والے (میری اولاد) کو کہہ دوں کہ گمراہ نہ ہو جائے، انھوں نے فرمایا: «جی، اے اباعبد اللہ ! یہ میری اولاد ہیں اور یہ ان کا آقا ہے —اور آپ کی طرف اشارہ فرمایا— اور بے شک جس چیزوں میں لوگوں کو حکم و فہم و سخاوت و معرفت کی ضرورت ہے اور ان کے دین و دنیاوی امور جس چیز میں اختلاف رکھتے ہیں، اسے تعلیم دیا گیا ہے اور اس میں حسن خلق ہے اور نیک انداز میں جواب دیتا ہے اور وہ ایک باب ہے اللہ عزوجل کے ابواب میں سے، اور دوسری چیز جو ان سب سے بہتر ہے ان میں موجود ہے» پھر میرے والد نے امام صادق (ع) سے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: «اللہ عزوجل اس (کے صلب) سے خارج کرے گا. اور وہ اس امت کا فریاد رس اور اس امت کا علم و نور و فضل و حکمت ہے. وہ بہترین مولود اور بہترین نوجوان ہے جس کے ذریعے اللہ عزوجل مسلمانوں کے خون کو محفوظ کرے گا، لوگوں میں صلح اور دوستی قائم کرے گا، دوریوں کا خاتمہ کرے گا، عدم استحکام والی صورتحال کو مستحکم کرے گا، ننگے کو کپڑے پہنائے گا، بھوکوں کو کھانا دے گا، وحشت میں مبتلا لوگ کو امن دے گا، اس کے وجود کی برکت سے باران نازل ہوگی اور بندوں پر رحمت کرے گا. وہ بہترین مرد اور بہترین جوان ہے. اس کی گفتار، حکمت اور خاموشی علم سے ہے. وہ جس چیز میں، لوگ اختلاف کرتے ہیں ان کے لیے روشن کرے گا اور ان کے عشیرہ (خاندان) اور قبیلہ ان کے بالغ ہونے سے پہلے سروری اور شرافت کے مالک ہیں» پھر میرے والد نے امام (ع) سے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں، کیا وہ پیدا ہو چکا ہے؟ انھوں نے فرمایا: «جی اور کئی سال ان کی عمر سے گزر چکے ہیں» یزید نے کہا: ایسے شخص آگیا جس کی موجودگی میں ہم آگے مزید بات نہیں کر سکتے تھے .یزید نے کہا: اور امام کاظم (ع) سے عرض کی: اور آپ بتایئے جیسے کہ آپ کے والد (ع) نے مجھے باخبر کیا. انھوں نے مجھے فرمایا: «میرے والد اس دور میں تھے جو اس دور کی طرح نہیں تھا» میں نے ان (ع) سے عرض کی خدا کی لعنت ہو اس پر جو آپ کی بات کے اس مقدار تک راضی ہو جائے (یزید نے) کہا: امام

کاظم (ع) شدت سے ہنسے اور پھر فرمایا: «تمہیں خبر دیتا ہوں ! اے ابا عمارہ ! میں اپنے گھر سے خارج ہوا اور اپنے فلاں بیٹے (علی) پر وصیت کی اور ظاہر میں اپنی اولاد کو وصیت میں شریک قرار دیا اور خفیہ طور پر صرف اس پر وصیت کی اور اگر یہ امر میرے ہاتھ میں ہوتا اسے اپنے بیٹے قاسم میں قرار دیتا، اس پر میری رافت اور محبت کی وجہ سے. لیکن یہ (امر) اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے جسے جہاں چاہے قرار دیتا ہے؛ اور رسول اللہ (ص) نے اس کے بارے میں مجھے خبر دی ہے، پھر اسے اور جو اس کے ساتھ تھا مجھے دکھایا اور ایسا ہے کہ ہم میں سے کسی ایک پر وصیت ہوتا نہیں مگر یہ کہ رسول اللہ (ص) اور میرے جد علی صلوات اللہ علیہ اس کی خبر لیکر آئے۔ رسول اللہ (ع) کے ساتھ انگوٹھی اور تلوار اور عصا اور کتاب اور عمامہ کو دیکھا، میں نے کہا یا رسول اللہ یہ کیا ہیں؟ انھوں نے فرمایا: اما عمامہ، اللہ عزوجل کے سلطانی (بادشاہت) ہے، اما تلوار اللہ تبارک و تعالی کی عزت ہے اور اما کتاب اللہ تبارک و تعالی کا نور ہے اور اما عصا اللہ کی طاقت اور اما انگوٹھی یہ امور سب اس میں جمع ہیں. پھر انھوں نے مجھ سے فرمایا: اور امر تم میں سے خارج ہو کر کسی اور کو پہنچا ہے. میں نے کہا: اے رسول اللہ (ع)، مجھے دکھایئے گا ان میں سے کون ہے؟ پھر رسول اللہ نے فرمایا: اماموں میں سے، اس امر کی جدائی پر تم میں سے بے تاب کسی کو نہیں دیکھا ہے اور اگر امامت کی بنا محبت پر ہوتی تو اسماعیل تمہارے والد کے ہاں تم سے زیادہ محبوب تھا لیکن یہ امامت کا امر، اللہ عزوجل کی جانب سے ہے».

پھر امام کاظم (ع) نے فرمایا: « زندہ اور مردہ، اپنی تمام اولاد کو دیکھا. امیر المومنین (ع) نے فرمایا: یہ ان کا آقا ہے؛ اور میرے بیٹے علی کی طرف اشارہ فرمایا: پھر وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے، اور اللہ نیک لوگوں کے ساتھ ہے.» یزید نے کہا: پھر امام کاظم (ع) نے فرمایا: «اے یزید ! یہ آپ کے ہاں امانت ہے. پھر اس کے بارے میں کسی کو باخبر نہیں کرو مگر عاقل یا ایسے فرد کو جسے صادق جانتے ہو اور اگر تم سے کہیں کہ گواہی دو، تو ان کی گواہی دو اور یہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت کو اس کے اہل کو دو، اور ہمیں فرمایا ہے: اور اس سے ظالم کونسا شخص ہے جو اس گواہی کو چھپاتا ہے، جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے.»

اس نے کہا: امام کاظم (ع) نے فرمایا: «اور میں نے رسول اللہ (ع) کی طرف رخ کیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں ان کو میرے لیے جمع فرمائے ہو، پھر ان میں سے کونسا (امام) ہے؟ انھوں نے فرمایا: وہ ایسے شخص ہے جو اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ کی تفہیم سے سنتا ہے اور اللہ کی حکمت سے کلام کرتا ہے، صحیح کام کرتا ہے اور اس سے خطا سرزد نہیں ہوتی ہے۔ جانتا ہے اور جاہل نہیں، علم و حکمت اسے سمجھائے جاتے

ہیں ؛اور میرے بیٹے علی کے ہاتھ کو تھاما. پھر فرمایا: کیا کم (وقت) ہے تمہارااس کے ساتھ ہونا (تمہارے انتقال کاوقت آگیاہے)!! توپھر جب اپنے سفر سے واپس آوگے، وصیت کرواوراپنے امر کو اصلاح کرواور جس چیز کاارادہ کیاہے اس سے فارغ ہو جاؤ؛ کیونکہ تم ان سے منتقل اور ان کے غیر سے ہم نشین ہونے والے ہو. پھر جب ارادہ کرو، علی کو بلاؤ کہ تمہیں غسل و کفن دے اس میں آپ کے لیے پاکیزگی ہے اور ان کے سوا یہ (کسی اور کے ذریعے) انجام نہیں پائے گا، اور یہ سنت ہے جو ماضی میں ہوتا آیا ہے. پھر اس کے سامنے پہلو کی طرف لیٹ جاؤاور اس کے بھائیوں اور چچاؤں کو اس کے پیچھے ایک صف میں رکھو اور اس کو حکم کرو کہ تم پر نو تکبیر پڑھے؛ کیونکہ یہ اس کی وصیت اور سرپرستی کو تمہاری حیات میں قائم کرے گا. پھر اپنی اولاد کو ان کے بعد اس کے لیے بلاؤ؛ان کے لیے گواہی دو اور اللہ عزوجل کو شاہد کے طور پر لے لو اور اللہ گواہ کے لیے کافی ہے»یزید نے کہا: امام کاظم (ع) نے مجھ سے فرمایا: «اس سال میری روح قبض ہو جائے گی اور یہ امر (امامت) میرے بیٹے علی کو ملے گی جو کہ علی کے ہمنام ہے؛ لیکن پہلا علی، علی بن ابیطالب اور دوسرا علی بن الحسین (ع) ہے؛ پہلے والے کے فہم اور حلم اور نصرت اور دوستی اور دین اور محنت اور دوسرے والے کی محنت اور سختی پر صبر اسے عطا ہوئی ہے. اس کو ھارون کی موت کے چار سال بعد تک بولنے کا حق نہیں.» پھر انھوں نے مجھے فرمایا: «اے یزید! اور جب اس مکان سے گزروگے اور اسے ملاقات کروگے، اسے بشارت دینا کہ جلد اسے ایک امین اور مبارک بیٹا پیدا ہوگا، اور وہ تمہیں باخبر کرے گا کہ تم مجھ سے ملاقات کرچکے ہو؛اس وقت اسے خبر دو کہ جاریہ (کنیز) جو یہ غلام اس کا ہے، اھل بیت ماریہ سے، ابراہیم کی امی، رسول اللہ (ص) کی جاریہ ہے اور اگر میرا سلام اسے پہنچا سکتے ہو تو ایسا ہی کرو.»یزید نے کہا: امام موسی کاظم (ع) کی وفات کے بعد علی (ع) سے ملاقات کی. آنحضرت مجھ سے کلام کرنے لگے اور مجھے فرمایا: «عمرہ پر جانے کی تمہاری کیارائے ہے اے یزید؟» میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا، آپ کے پاس جانے کا خرچ ہے اور میرے پاس راستے کا خرچ موجود نہیں. انھوں نے فرمایا: «سبحان اللہ! تمہیں تکلیف نہیں دیتے اگر ہم تمہارے کفایت اور تمہیں خرچ نہیں دیتے!!» پھر ہم نکل گئے اور اس مکان تک پہنچ گئے، بعد میں آنحضرت مجھ سے کلام کرنے لگے، اور انھوں نے فرمایا: «اے یزید اس مکان میں بہت بار پروسی اور اپنے چچا سے ملاقات کی ہے؟!» میں نے عرض کیا: جی ہاں. پھر خبر کے بارے میں ان کو بتادیا. انھوں نے مجھ سے فرمایا: «لیکن وہ جاریہ ابھی آئی نہیں اور جب آئے گی تو ان کا سلام اسے پہنچادوں گا» مکہ کی جانب روانہ ہوگئے اور اسے اسی سال میں خرید لیا. کچھ مدت گزرگئی اور وہ حاملہ ہوگئی اور اس غلام کو جنم دیا؛اور علی کے بھائیوں کو امید تھی کہ

ان کے وارث بن جائیں. ان کے بھائیوں مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوئے بغیر میرے ساتھ دشمنی کرنے لگے. پھر اسحاق بن جعفر نے ان سے کہا: اللہ کی قسم وہ محفل میں ابا ابراہیم، کاظم (ع) کے پہلو میں بیٹھتا تھا جبکہ میں نہیں بیٹھتا تھا»[1].

تیسرا: حاکمیت الہی کی طرف دعوت

زمین حق اور ہدایت سے خالی نہیں ہوگی اور اگر حاکمیت الہی کی طرف دعوت دینے والا پرچم نہ ہو تو زمین حق اور ہدایت سے خالی ہو جائے. اسی دلیل سے حاکمیت الہی کی طرف دعوت، علی الخصوص جب صرف ایک فرد حق کی طرف دعوت کرنے والا موجود ہو، یہی حق کی معرفت جاننے والوں کے لیے ایک دلیل ہوگی جو کہ بیان کئے گئے نص کی دلیل سے حمایت اور دفاع کرتی ہے. نص کی شمولیت کے ساتھ حاکمیت الہی کی طرف دعوت، »دلیل« ہے؛ یعنی ایسی دلیل ہے جو نص کی حمایت کرتی ہے اور حق کی طرف مومنین کے یقین کو بڑھاتی ہے.

حاکمیت الہی سے مراد صرف تشریع (حلال و حرام کا حکم کرنے) کی سطح پر نہیں بلکہ اجرا (عمل) کی سطح پر بھی مشتمل ہے؛ کیونکہ ایسا کبھی ممکن ہی نہیں کہ تشریع کی سطح پر حاکمیت الہی کی قائل ہو جائیں جبکہ اجرا کی سطح پر اعتقاد نہ رکھیں؛ کیونکہ تشریع، قابل تجدید ہے اور ضرور کسی بھی نئی ایجاد اور نئے واقعے کے لیے اللہ سے متصل راستہ موجود ہونا چاہیے. ضروری نہیں کہ خلیفۃ اللہ خود ہی حکم کا اجرا کر دے، بلکہ یہ ضروری ہے کہ نظام اور حکومت اور علی الخصوص خون (لوگوں کی حیات) پر تسلط رکھتا ہو؛ یعنی مثال کے طور پر ایسے مسائل پر تسلط رکھتا ہو کہ جنگ اور صلح، یا قصاص –مثلاً پھانسی دینے کے احکام– سے مربوط فیصلوں پر مختص ہو.

1- کافی، کلینی، ج1، ص314و315.

پہلے اور دوسرے مبحث کے سوالات:

س 1: کیوں استخلاف ایک حتمی امر ہے؟

س 2. کیوں حجت کی شناخت کے قانون، پہلے خلیفہ سے قیامت تک ہمیشہ قائم ہونے چاہیے؟

س 3. حجت کی شناخت کے قانون کونسے ہیں؟

س 4. خلیفۃ اللہ پر نص دو اقسام پر مشتمل ہیں؛ بیان کیجیے.

س 5: کیوں لوگوں کے ہاں پچھلے خلیفہ سے نص، زیادہ واضح اور روشن ہے؟

س 6. قرآن میں سے ایسے متن کو لکھیے جو اللہ کے ذریعے خلفاء کی تنصیب (منصوب کرنے) کے بارے میں ہیں؟

س 7. اس بات کے لیے کیا دلیل موجود ہے کہ رویا نص کے مصداق ہے؟

س 8. رویا کے حجت ہونے کی حدود کیا ہیں؟

س 9. درج ذیل موضوعات کا کیسے جواب دیں گے؟

1. اس فرد کے جھوٹ بولنے کا احتمال جو کہتا ہے رویا دیکھا ہے.

2. شیطان (کی جانب) سے رویا دیکھنے کا احتمال

3. اس بات کا احتمال کہ رویا خواہشات نفسانی سے ہو

س 10. جو علم اللہ کے خلیفہ میں ہونا شرط ہے وہ کونسا ہے؟

س 11. اللہ کی حاکمیت کا کیا مطلب ہے؟

دوسرا باب

مھدیوں (ع) کا عقیدہ

اس باب کے مباحث

پہلا مبحث: مہدیوں (ع) کے حوالے سے مختصر بیان

دوسرا مبحث: مہدیوں (ع) پر ایمان لانے کی ضرورت اور اور ان کے بارے میں بیانات کی وضاحت۔

تیسرا مبحث: ائمہ اور مہدیوں (ع) سے متعلق روایات کی درجہ بندی۔

دوسرا باب: مھدیوں (ع) کا عقیدہ

پہلا مبحث: مہدیوں (ع) کے حوالے سے مختصر بیان[1]

آل محمد (ع) مہدیوں کے حوالے سے ہمیں آگاہ کرچکے ہیں. انھوں (ع) نے مہدیوں کے بارے میں مختلف عنوانات سے ذکر کیاہے؛ جو درج ذیل ہیں:

1. ان کا اھل بیت (ع) میں سے اور امام مھدی (ع) کی اولاد میں سے ہونا

ابا عبد اللہ امام صادق (ع) سے ایک لمبی حدیث میں روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اے ابا حمزہ! بے شک ہم میں سے قائم کے بعد گیارہ مھدی، حسین (ع) کی اولاد میں سے ہوں گے.»[2]

اور امام صادق (ع) سے روایت کی گئی ہے: «بے شک ہم میں سے قائم (ع) کے بعد بارہ مھدی حسین (ع) کی اولاد میں سے ہیں»[3]

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ امام صادق (ع) اس بات پر مزید روشنی ڈالتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بارہ مھدیوں ان میں سے ہیں اور فرماتے ہیں: «ہم میں سے» اور واضح طور پر نسل حسین (ع) سے ہیں اور مزید واضح طور پر نسل امام مھدی (ع) سے ہیں.

کسی ایک مشہور دعاوں میں سے امام صادق (ع) سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «خدایا اپنے ولی حجہ بن الحسن کے لئے، (تیرا درود ہو ان پر اور ان کے آباء طاہرین پر اس وقت میں اور ہر وقت میں سرپرست، محافظ، قائد، مددگار، رہنما اور نگہبان ہو جا، تاکہ ان کو اپنی زمین پر سکونت دے اور ان کو زیادہ زمانہ تک بہرہ مند کرتا رہے»[4]

---

1 - یہ مبحث کتاب «مہدیوں (ع)، دولت عدل الٰہی کے خلفا ہیں» امام مھدی پبلیشر سے اخذ کیا گیا ہے.

2 - غیبت شیخ طوسی، ص478؛ مختصر بصائر الدرجات، ص38 اور ص158؛ بحار الانوار، ج53، ص145؛ معجم احادیث امام مہدی (ع) ج4، ص77؛ الایقاظ من الھجعة بالبرہان علی الرجعة، ص362.

3 - مختصر بصائر الدرجات، ص49 اور ص182؛ بحار الانوار، ج53، ص148.

4 - بحار الانوار، ج94، ص349؛ مکیال المکارم، ج2، ص38.

اس لیے «اماماں وارث»، آنحضرت اور ان کی اولاد ہیں؛ جیسے کہ محمد وآل محمد پر صلوات و درود کی کیفیت میں امام مھدی (ع) کی کسی ایک دعا میں آیا ہے – یہاں تک کہ اپنے مبارک وجود تک پہنچتے ہیں –پھر فرماتے ہیں: «خدایا، ان میں اور ان کے اولاد اور شیعیوں اور لوگوں اور خاصہ اور عامہ اور دشمنوں اور تمام اھل دنیا میں، جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے اور جس کے ذریعہ وہ خوش ہوتے ہیں انہیں عطا فرما...» وہاں تک کہ فرماتے ہیں: «اور درود بھیجو اپنے ولی پر اور ان کے والیان عہد اور ان کی اولاد میں سے اماموں پر؛ اور ان کی حکومت کو طویل فرما اور ان کی عمر بڑھا دے اور دنیا وآخرت میں انہیں اپنے آرزوں کی انتہا تک پہنچا دے.»[1]

اور امام مھدی (ع) کے لیے عصر غیبت میں امام رضا (ع) کی دعا میں ہے: «خدایا ان میں اور ان کے گھر والوں اور اولاد اور ذریہ اور امت اور ان کے تمام لوگوں میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے اور جسے وہ خوش ہوتے ہیں عطا فرما، اور انہیں تمام سرزمینوں کی بادشاہی نصیب فرما...» یہاں تک کہ فرماتے ہیں: « خدایا ان کے والیاں عہد اور ان کے بعد والے اماموں پر درود بھیج اور ان کی تمناوں کو پورا فرما اور ان کی عمر بڑھائیں اور ان کی مدد کی قدر کریں۔...»[2]

اور امام صادق (ع) سے روایت کی گئی کہ انھوں نے فرمایا: «اس امر کی صاحب کو دو غیبتیں ہوں گی؛ ان دو میں سے ایک غیبت طویل ہو گی اتنی کہ ان میں سے بعض کہیں گے، وہ مر چکا ہے اور بعض کہیں گے مارا گیا ہے اور بعض کہیں گے جا چکا ہے. پھر ان کے اصحاب میں سے کچھ کم تعداد کے سوا، ان کے امر پر کوئی قائم نہیں رہے گا. اس کے اولیاء اور دوسروں میں سے کسی کو اس کے ٹھکانے کا علم نہیں ہے سوائے اس مولا کے جو اس کے معاملات کا ذمہ دار ہے.»[3]

نعمانی نے اس روایت کو یہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے نقل کیا ہے. «صاحب اس امر کے دو غیبتیں ہیں: اس میں سے ایک غیبت بہت طویل ہو گی اتنی کہ ان میں سے بعض لوگ کہیں گے کہ وہ مر چکا ہے اور بعض کہیں گے مارا گیا ہے اور بعض کہیں گے جا چکا ہے. پھر ان کے اصحاب میں سے ان کے امر پر سوائے کچھ لوگوں کے اور کوئی

---

1 - غیبت طوسی، ص186؛ جمال الاسبوع، ص301.
2 - جمال الاسبوع، ص309؛ مصباح المجتہد، ص409؛ مفاتیح الجنان، ص618.
3 - غیبت طوسی، ص167.

باقی نہیں رہے گا.. اس کے اولیاء اور دوسروں میں سے کسی کو اس کے ٹھکانے کا علم نہیں ہے سوائے اس مولا کے جو ان کے امر کا ذمہ دار ہے.»[1]

2. وہ ذخیرہ شدہ امانت دار باقی ماندگاں

امام رضا (ع) سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اے اللہ، ان پر اور ان کی آل پر جو آل طٰہٰ اور یٰس میں سے ہیں درود بھیجو اور اپنی ولی کو، اپنے نبی کے وصی، رسول کے بھائی، ان کے وزیر اور ولیعہد، امام المتقین اور خاتم الاوصیاء، جو خاتم النبیین حضرت محمد (ص) کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، اور ان کی دختر بتول (حضرت فاطمہ (س)) کے لیے خاص فرما اور ان کی بیٹی بتول بھی، اور اہل جنت کے اول سے آخر تک کے جنت کے دو سرداروں، نیز مہدیین کے راشدین ائمہ بھی، ماضی والے اور نیک پرہیزگار والے قائدین اور باقی رہنے والے فاضل ائمہ اور آپ کی سرزمین میں باقی رہنے والے، وعدے کے دن قائم بر حق، اور مہدیوں کے باقی ماندگان پر، وہ محفوظ شدہ امانت داران.»[2]

3. اپنے والد کے بعد حکمرانوں اور فرمانرواؤں

ابا جعفر (ع) سے اور ابا عبداللہ (ع) سے روایت ہوئی کہ کوفہ کی یاد میں انھوں نے فرمایا: «اس میں مسجد سھیل ہے اور اللہ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس میں نماز بجالائی ہو اور اس میں اللہ کے عدل ظاہر ہوگا اور اس میں ان کے قائم اور ان کے بعد والے فرمانروا ہوں گے اور وہ نبیوں اور اوصیا اور صالحین کی منزلیں ہیں.»[3]

4. امام مھدی(ع) کے والیان عہد

یونس بن عبد لرحمان سے روایت کی گئی ہے: امام رضا (ع) اس امر کے صاحب کے لیے یہ دعا پڑھنے کو حکم دیتے تھے –اور یہ ایک لمبی دعا ہے جس میں سے یہاں گواہ کے طور پر یہ حصہ پیش کرتے ہیں:

«بارالہا! ان کے والیان عہد اور اس کے بعد اماموں پر درود بھیج اور ان کے تمناوں کو پورا کردے اور ان کی عمر بڑھادے اور ان کی فتح کو عزیز فرما اور جو کچھ اپنے امر سے ان کی ذمہ ڈالا ہے ان کے لیے پورا فرما اور ان کے

---

1 - غیبت نعمانی، ص176.

2 - فقہ الرضا، ص403.

3 - وسائل الشیعۃ اسلامیہ، ج3، ص524.

ارکان کو مستحکم فرما اور ہمیں ان کی نصرت دینے والا اور اپنے دین کو مدد دینے والوں میں سے شامل فرما؛ کیونکہ وہ تمہارے کلموں کے کانوں اور علم کے خزانے، تمہارے توحید کے ارکان اور دین کے ارکان اور تمہارے والیان امر اور خالص بندے اور تمہاری مخلوق کے چنے گئے اور تمہارے اولیاء اور تمہارے اولیا کی اولاد اور تمہارے نبی کی اولاد کے چنے گئے ہیں، اور اس پر اور ان پر سلام اور اللہ کے رحمت وبرکات ہوں.»[1]

5. اماموں

حبہ عرنی سے روایت ہوئی ہے: امیر المومنین (ع) حیرہ کی طرف روانہ ہوئے اور فرمایا: «ضرور یہ اس پہ متصل ہو جائے گا– اور اپنے ہاتھ سے کوفہ اور حیرہ کی طرف اشارہ فرمایا– یہاں تک کہ ان دونوں کے درمیان ایک ذراع بھی دیناروں میں خرید و فروخت ہوئے گا، اور حیرہ میں ایک مسجد بنے گا جس کے پانچ سو دروازے ہوں گے اس میں خلیفہ قائم عجل اللہ تعالی فرجہ نماز ادا کرے گا؛ کیونکہ مسجد کوفہ ان کے لیے چھوٹی ہے، اور اس میں بارہ امام عدل نماز ادا کریں گے.»[2]

6. اوصیا

تیسرے شعبان کے دن کی دعا میں امام حسن عسکری (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «... اور اسیروں کے آقا– یعنی حسین- ان کی نصرت قیامت تک جاری رہے گی؛ وہ جس کے قتل ہونے کے عوض، ائمہ، ان کی نسل میں سے ہیں، شفا ان کی تربت میں ہے اور جیت ان کے ساتھ ہے ان کی رجعت (واپس آنے) میں، اور ان کے قائم اور ان کی غیبت کے بعد، ان کی عترت میں سے اوصیا، جو ان کی نسل سے ہیں، کہ انتقام لیں اور خونخواہی کریں اور وہ سب سے اچھے اصحاب ہوں گے»[3]

7. مھدیوں (ع) اھل بیت (ع) کے شیعہ ہیں

ابو بصیر سے روایت کی گئی ہے: صادق، جعفر بن محمد (ع) سے عرض کیا: اے رسول اللہ (ع) کے بیٹے، آپ کے والد (ع) سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا: «قائم کے بعد بارہ امام ہیں» امام صادق (ع) نے فرمایا: «میرے

---

1 - مصباح المجتہد، ص 409؛ مختصر بصائر الدرجات، ص 192؛ جمال الاسبوع، ص 309.
2 - تہذیب الاحکام، ج 3، ص 253؛ بحار الانوار، ج 52، ص 374؛ معجم احادیث امام مہدی، ج 2، ص 112.
3 - مصباح کفعمی، ص 543؛ مصباح المجتہد، ص 826.

والد نے صرف فرمایا: بارہ مھدی اور یہ نہیں فرمایا: بارہ امام؛ لیکن وہ ہمارے شیعیوں کا ایک گروہ ہیں جو کہ لوگوں کو ہماری مودت اور ہمارے حق کی معرفت کی طرف دعوت دیتے ہیں.»[1]

اور ان تمام عبارتوں میں بارہ مھدیوں کی طرف اشارہ ہیں.

---

1 - - کمال الدین و تمام النعمہ، ص358؛ مختصر بصائر الدرجات، ص212؛ بحار الانوار، ج53، ص115.

پہلا مبحث کے سوالات

س 1. اس روایت کا ذکر کریں جس میں موجود ہے کہ مھدیوں اھل بیت (ع) میں سے ہیں!

س 2 اس روایت کا ذکر کریں جس میں موجود ہے کہ مھدیوں امام مھدی (ع) کی نسل میں سے ہیں!

س 3. اس روایت کا ذکر کریں جس میں امام مھدی (ع) کی اولاد کو علیحدہ بیان کرتا ہے

س 4. اس روایت کا ذکر کریں جس میں آیا ہے کہ امام مھدی (ع) کے بارے میں معلومات اس مولا کے لیے مختص ہے جو اس امر کی ذمہ داری لیتا ہے!

س 5. اس روایت کا ذکر کریں جو امام مھدی (ع) کے بعد قائمان (فرمانروایاں) کے وجود کے بارے میں ہے.

س 6 اس روایت کا ذکر کریں جو اس بات پر تصریح کرتی ہے کہ امام مھدی (ع) کے والیان عہد ہوتے ہیں.

س 7 اس روایت کا ذکر کریں جس میں آیا ہے کہ مھدیوں (ع) امام ہیں.

س 8. اس روایت کا ذکر کریں جس میں آیا ہے کہ مھدی (ع) کے اوصیا ہوتے ہیں.

س 9 اس روایت کا ذکر کریں جو اس بات کو واضح کرے کہ مھدیوں (ع)، شیعہ ہیں

دوسرا مبحث: مهدیوں پر اعتقاد رکھنے کی ضرورت اور ان (ع) کے بارے میں جو کہا گیا ہے اس کا اظہار

1. مهدیوں (ع) پر اعتقاد رکھنے کی ضرورت

اس کے بعد کہ مهدیوں (ع) کے اثبات پر متواتر روایات بیان ہوئیں اور یہ کہ وہ امام مهدی (ع) کی نسل سے ہیں اور یہ وہ ہیں جو کہ امام مهدی (ع) کے بعد زمین پر خلافت کی ذمہ داری نبھائیں گے؛ نتیجتاً ان پر ایمان لانا ضروریات میں سے ہے؛ کیونکہ وہ ائمہ اور زمین پر اللہ سبحان کے خلفا ہیں اور ان میں سے ہر کوئی اپنے زمانہ کا امام ہے؛ نتیجتاً جو ان کو نہیں پہچانے گا، تو اس کی موت، جاہلیت کی موت ہو گی۔

2. مهدیوں (ع) سے مراد

مهدیوں (ع) کے بارے میں ایک مختصر حوالہ جس طرح اهل بیت (ع) نے واضح فرمایا، بیان کر دیا۔ یہاں پر ہم اس نظریات کو زیر بحث لائیں گے جو کہ مهدیوں کی روایات کی تشریح اور ان کی تشخیص کے بارے میں بیان ہوا ہے۔

پہلا نظریہ: روایات مهدیوں کے انکار

اس نظریہ کے صاحب کی بات اور اس پر بحث اور غور بعد میں بیان ہو گا۔ [1]

دوسرا نظریہ: روایات مهدیوں کو مقدم سمجھنا اور روایات رجعت کے انکار

سید محمد صادق صدر «مهدی کے بعد فرمانروایی» کے عنوان کے تحت کہتا ہے:

اس عنوان سے میری مراد، اس برتر حکمران کی طرف اشارہ ہے جو کہ مهدی کے بعد عالمی دولت عدل کی حکمرانی کی ذمہ داری اٹھائے گا اور اس بارے میں دو اصلی فرضیہ کی طرف توجہ مبذول کرتے ہیں:

پہلا فرضیہ: رجعت کو ماننے والے

اس کا مطلب اس بات پر اعتقاد رکھنا ہے کہ ائمہ معصومین دنیا میں واپس آئیں گے اس لیے کہ مهدی کے بعد حکومت کو جاری رکھیں۔

---

1 - علی بن یونس عاملی، وفات 877 ہجری، کتاب صراط مستقیم کا مصنف، روایات مهدیوں کو انکار کیا ہے جو کہ بعد میں اس پر بحث کریں گے۔

دوسرا فرضیہ: مھدی (ع) کے بعد اولیای صالح کی حکومت

(اس طرح) دیکھتے ہیں کہ وہ (محمد صادق صدر) رد و تائید کے بعد، مھدیوں کی قول کو اخذ اور منتخب کرتا ہے اور اسے رجعت کی قول پر مقدم جانتا ہے (اور) کہتے ہیں:

اس بحثوں کے بعد اور اس سے پہلے کہ ایک جامع مفہوم اولیای صالح کی حکومت (کے بارے میں) ان کو پیش کریں مجبوراً اس سوال کی جواب دینا چاہیے جو پڑھنے والوں کی ذہن میں پیش آتا ہے:

اور وہ یہ کہ کیسے ہو سکتا ہے اس واقعہ (مھدیوں) کی اثبات کے لیے روایات کو معتبر اور کافی سمجھے اور اسی حال میں رجعت کی اثبات پر روایات کو کافی اور معتبر نہ سمجھے. جبکہ رجعت کی روایات تعداد کی لحاظ سے زیادہ اور منابع کی لحاظ سے بہت زیادہ اور اکثر ذہنوں میں زیادہ واضح ہے؟! لیکن کافی ہونے کے زاویے سے اولیا کی روایات، اثبات واقعہ کے لیے –ہمارے طریقہ کے مطابق اس دور میں – قطعی طور پر اولیای صالحین کی روایت، بہت زیادہ اور (محکم اور) ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور بہت زیادہ ایک جیسے معنا کے حامل ہیں، اور اما روایات رجعت کے ساتھ، اس روایات کی تعارض کے زاویے سے، یہ بھی اس دو صورتوں کی شکست سے جو کہ مجلسی روایات کے مابین جمع کرنے کے لیے ذکر کیں ہیں، واضح ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اس وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مھدی (ع) کے بعد حکومت (ائمہ) معصومین (ع) کی ہوگی یا اولیای صالح کی.

اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ اخبار رجعت نا قابل اثبات ہیں اور (جیسے کہ جان گئے) اخبار اولیا (مھدیوں) اثبات کے قابل ہیں –جیسے کہ سنا ہے – طبعی طور پر ناگزیر ہوں گے کہ روایات اولیا کے معنا کو اخذ کریں، اور اس کے با وجود کہ صرف یہی مسئلہ دلیل کے طور پر کافی ہے، لیکن ہم اس مطلب کو زیادہ تفصیل کے ساتھ تشریح کریں گے.

قطعی طور پر روایات اولیا میں موجود مرکزی قوت کی بات، روایات رجعت میں موجود نہیں؛ اور وہ یہ ہے کہ روایات اولیا میں مشترکہ مضموں ہیں جس پر توافق اور ہماہنگی موجود ہے؛ روایات رجعت کے بالعکس.

جو کبھی خبر واحد سے زیادہ نہیں، موجود نہیں.

اور اس نکتہ نظر سے اس فرد کو جو روایات رجعت کو برتر سمجھتا ہے اسے ہم کہتے ہیں: تم اس اخبار کو مقدم کرنے پہ ترجیح دی جس میں سے بعض معین معنی کے حامل ہیں –مثلاً امام حسین (ع) کی بازگشت؟! – یا کہ روایات رجعت کے مجموع کو مقدم کرنے کو برتر سمجھا ہے؟!

تو پھر اگر تمہاری رائے روایات رجعت کے کچھ خاص حصہ کو مقدم سمجھنا ہے؛ نتیجتاً بلا شک یہ روایات، روایات اولیا کے مقابلہ میں تعداد کے لحاظ سے کم اور سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، بلکہ اس کی شہرت بھی کم ہے اور تمام تر تاکید کے ساتھ. یہی بات اس روایات (رجعت) کے ہر مخصوص قسم کے بارے میں سچ ثابت ہوتی ہے.

اس روایات کے علاوہ جو رجوع (رجعت) امام علی بن ابیطالب (ع) کی طرف دلالت کرتے ہیں جو کہ ہم جلد اس کی طرف اشارہ کریں گے؛ اور اگر تمہاری رای یہ ہے کہ روایات رجعت کے مجموع، روایات اولیا سے برتر ہیں، پھر اس نقطہ نظر سے، جیسے کہ ہم نے سمجھا، اخبار رجعت معارض اور مختلف معانی کے حامل ہیں.

اس عام مختصر معنا جو کہ دابہ الارض کے خروج پر منطبق ہونے کے لیے ہم نے دلیل کے طور پر پیش کیا کی وہ جس کے خروج کے بارے میں قرآن کریم نے بات کی ہے اور وہ (دابہ الارض) –لفظ روایات کے مطابق –خروج علی امیر المومنین (ع) کے معنا میں ہے اور رجعت کے لیے یہ (معنا) ہر مفہوم اور معنا ارو مستقل عقیدہ سے دور ہے: بلکہ (دراصل) یہ (خروج) کسی چیز میں رجعت کرنے (کی قسم) میں سے نہیں کیونکہ ان کی نظر میں، دابہ الارض کا مفہوم، رجعت کے مفہوم کے علاوہ ہے.

اور اس مفہوم اور حکومت اولیاء صالحین کے درمیاں کوئی تضاد نہیں اور اس روایات کے معارض نہیں جس پر دلالت کرتا ہے. حکومت اولیاء صالحین کی روایات کو ترجیح دینے کے بعد، ہم پر ہے کہ ایک ترقی پذیر مفہوم پیش کریں جو کہ ایک فکری تسلسل سے وابستہ ہے جس کے مطابق ہم اس کتاب میں سیر کر چکے ہیں... امام مھدی (ع) کبھی بھی ان کے بعد باقی ماندہ امت کو اپنے حال پر رہا نہیں کریں گے؛ نہ صرف اس دلیل کے لیے کہ وہ انحلال اور گمراہی میں رہیں گے- اگرچہ یہ مطلب مکمل طور پر صحیح ہے- بلکہ اس سے بھی زیادہ اور یہ وہی چیز ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ظہور کے بعد امام مھدی (ع) کی ایک اہم ذمہ داری، بشریت کے لیے مرکزی اور طویل المدت پبلک انفراسٹکچر کی ایجاد ہے جو کہ لمبے عرصہ (حیات بشر) تک چلے. بتدریج تربیت دینا کہ معصوم کے مد نظر اجتماعی نظام تک پہنچے. اس (نوعیت کی) تربیت کو (معاشرہ میں) لاگو کرنے کی ذمہ داری اٹھانا (ہر فرد) کے لیے ممکن نہیں مگر اس کامل صالح انسان کے لیے جو کہ عادل حکومت کے سربراہ ہوں. اور اس طرح کہ مرد کو امام مھدی (ع) کے سوا کوئی نہیں جانتا. اور شاید امام اس خاص تربیت (حاکم کامل صالح کی تربیت) کا خود ذمہ لیں جو کہ اس مرد کو اس اہم ذمہ داری نبھانے کے لیے شائستہ اور تیار کر دیتا ہے. اور اما اس بات کا احتمال کہ یہ مرد (جو کہ

حکومت کے لیے کامل و شائستہ ہو) الیکشن کے ذریعہ منتخب ہو، جس چیز کے مطابق ہم کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں کوئی چیز (روایت) میں آیا نہیں.

اسی لیے امام (ع) اپنے ولیعہد یا جانشین کے تعیین کے لیے اپنی حیات میں قیام کرتا ہے اور شاید اپنی عمر کے آخری سال میں، کہ وہ (منتخب فرد) ان کے بعد عالمی دولت عدل کا برتر سر براہ اور حکومت اولیای صالحین کے دور کا پہلا حاکم ہو.»[1]

یہ اس چیز کے خلاصہ ہے جو سید محمد صادق صدر اپنے موسوعہ (دائرۃالمعارف) میں بیان کرتا ہے.

سید محمد صدر کے بیانات کا تبصرہ:

1. سید محمد صدر تصور کرتا تھا کہ امام مھدی (ع) کے بعد حکومت کی کیفیت دو مفروضات پر مبنی ہے جو کہ ایک دوسرے سے متضاد ہیں جو ایک وقت میں دونوں پر ایمان رکھنا ممکن نہیں؛ یا کہ امام مھدی (ع) کے بعد، ائمہ واپس آئیں گے؛ اور یہ رجعت ہے؛ یا کہ امام مھدی (ع) اور ان کی اولاد زمین پر حکمرانی کریں گے.

اور یہاں سے وہ ان دونوں کے بارے میں بحث اور ان میں سے کسی ایک کو انتخاب اور دوسرے پہ مقدم کرنا چاہتا تھا؛ جبکہ حکومت مھدیوں (ع) کے قول، ائمہ کی رجعت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے جو وہ اس کے بارے میں کہتا ہے، جبکہ مھدیوں پر اعتقاد رکھنا، ایک ضروری عقیدہ حق ہے کہ زمین حجت سے خالی نہ رہے؛ اور روایات ان پر تصریح کرتے ہیں اور ان کی حکومت کو بیان کرتے ہیں؛ ویسے ہی رجعت بھی ایک عقیدہ ہے جو متون کے ذریعہ ثابت شدہ ہے. اور کوئی بھی عقلی اور شرعی رکاوٹ ان دونوں (مھدیوں اور رجعت) پر ایمان لانے کے خلاف نہیں نتیجتاً ان دونوں پر ایمان، دو متضاد (اقوال) کے بارے میں گفتگو کرنے کا باعث نہیں بنتا (کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی منافی نہیں اور جمع کرنے کے قابل ہیں).

2. سید محمد صدر، امام مھدی (ع) کے بعد مھدیوں (ع) کی وجود کو ثابت کر دیا ہے –اور یہ بات درست ہے –سوائے اس کہ (مھدیوں (ع) کے اثبات کے ذریعہ) رجعت کی نفی کی ہے اور ان تمام روایات جس سے رجعت ثابت ہوتی ہے قطع نظر کیا ہے اور یہ ایک بڑی غلطی ہے.

---

1 - تاریخ مابعد ظہور، ص 645، 646.

3. سید محمد صدر گمان کرتا تھا کہ رجعت اسی عالم مادی جس میں ہم رہتے ہیں واقع ہو گی جبکہ رجعت ایسا عالم ہے جو کہ مکمل طور پر اس عالم مادی سے الگ ہے اور — جس طرح کے بعد میں بیان ہو گا — اپنی ضروریات کے حامل ہے.

تیسرا نظریہ: مھدیوں امام مھدی (ع) کے بعد ہوں گے، اور ان کے بعد رجعت ہو گی

یہ وہی نظریہ ہے جو شیخ علی کورانی نے تصریح کیا ہے اور کہتا ہے:

«... اور رجعت پر اعتقاد رکھنا اگرچہ اسلام کی ضروریات میں سے نہیں اور مذھب شیعہ کی بھی ضروریات میں سے نہیں — اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر اعتقاد نہ رکھتے پر، انسان مذھب اھل بیت (ع) اور اسلام سے خارج نہیں ہوتا - اما رجعت کی احادیث اتنے زیادہ ہیں جو اطمینان اور اس پر اعتقاد کا سبب بنتی ہے. بعض روایات میں آیا ہے کہ رجعت حکومت مھدی (ع) کے بعد شروع ہو گی اور 11 مھدی ان کے بعد حکومت کریں گے. غیبت طوسی صفحہ نمبر 299 میں امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: ہم میں سے قائم کے بعد 11 مھدی حسین (ع) کی اولاد میں سے ہوں گے.»[1]

وہ اپنی کتاب، معجم موضوعی احادیث امام مھدی (ع)، صفحہ نمبر 299 میں بیان کرتا ہے:

«اما شیعہ منابع میں موجود روایات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وعدہ دی گئی حکومت الہی مسلسل سدیوں تک، مھدی (ع) کے ہاتھ پھر مھدیوں کے سپرد ہو گی جو ان کی اولاد میں سے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالی کا بروئے زمین زندگی کے لیے ایک ترقی پذیر پروگرام موجود ہے اور اس دنیاوی زندگی میں حضور (ص) اور ائمہ (ع) کی رجعت یا ملاقات کی صورت میں ہے یا طویل مدت تک حکمرانی کریں گے.»

اس کے جواب میں سب سے اہم ترین بات: وہ گمان کرتا ہے رجعت اسی عالم میں انجام پائے گی، جبکہ رجعت، ایک دوسرا عالم ہے جس میں اپنے مخصوص قوانین لاگو ہیں اور جو محض با ایمان ہیں یا محض کفر کرتے ہیں اس عالم میں واپس آئیں گے.

چوتھا نظریہ: مھدیوں (ع)، رجعت ائمہ (ع) کی دوسری تعبیر ہے

حر عاملی کہتا ہے:

---

1 - عصر ظھور کورانی، پھلی طباعت، ص 332 و 333، چھٹی طباعت، ص 271.

«صدوق کتاب «کمال الدین و تمام النعمہ» میں روایت کیا ہے: علی بن احمد بن موسی دقاق سے محمد بن عبد اللہ کوفی سے موسی بن عمران نخعی سے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے علی بن ابو حمزہ اپنے والد سے، انھوں نے کہا: امام صادق (ع) سے عرض کیا: سنا ہے آپ کے والد نے فرمایا: قائم کے بعد بارہ امام ہوں گے!! امام صادق (ع) نے فرمایا: میرے والد نے فرمایا بارہ مھدی اور نہیں فرمایا: بارہ امام! واما وہ شیعیوں کا ایک گروہ ہے جو کہ لوگوں کو ہماری ولایت اور ہمارے فضل کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے.

میں کہتا ہوں: یہ حدیث بیان کی گئی صورتوں کے ساتھ [1] تناسب رکھتی ہے، اور اس صورت کے موافق ہے جو (اگے) آئے گا؛ یہ اس فرض کے ساتھ کہ اس (حدیث) سے مراد رجعت کی نفی ہو تو یہ احتمال موجود ہے کہ یہ تقیہ کی وجہ سے ہو، جیسے کہ بعض محققین اس طرح تشریح کرتے ہیں.

وہ مطلب جو کہ کتاب غیبت میں روایت کیا گیا حدیث میں موجود ہے یا تقدیر کی وجہ سے اس بات کو ماننا کہ وہ حدیث کتاب غیبت میں مھدی (ع) کے بعد 12 نفر کے بارے میں ہو، اس صورت سے کوئی تضاد نہیں رکھتا کہ مھدیوں سے مراد وہی رجعت ہو، اس دلیل کے ساتھ کہ ممکن ہے لفظ «ابنہ» (ان کا بیٹا) تصحیف (وہ حرف جس کے نقطے بدل دیئے گئے ہوں) کیا گیا ہے اور اس کا اصل «ابیہ» (ان کا والد) ہو؛ اور اس عبارت سے، حسین (ع) مراد ہو اس دلیل کے ساتھ کہ بہت ساری احادیث میں وفات مھدی (ع) کے وقت رجعت حسین (ع) کے بارے میں روایت ہوئی ہے کہ آپ (ع) آنخضرت (ع) کو غسل دیں گے؛ اور اس تین اسماء سے منافات نہیں رکھتا ہے؛ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے متعدد اسماء و القاب کا احتمال موجود ہے. اگرچہ ان میں سے بعض ظاہر ہو چکے ہوں اور بعض نہیں، اور اس دلیل سے کہ اس دور میں حکمت الٰہی کے تقاضے کی وجہ سے، آنخضرت (ع) کے لیے اسماء دوبارہ وضع کرنے کا احتمال بھی ممکن ہے.

حدیث ابا حمزہ میں امام (ع) کی بات «بارہ مھدی حسین (ع) کی اولاد میں سے» بعید نہیں کہ اس کے لیے کوئی چیز تقدیر کے طور پر لی ہو جس کے ذریعہ کلام مکمل ہو جاتا ہے؛ مثلاً یہ کہ کہا جائے کہ ان میں سے اکثر حسین کی اولاد ہیں، جبکہ یہ چھپی بات نہیں کہ کسی کام کو ظاہر کرتے وقت، بولنے والا اپنے کلام میں بنیاد کو یا اکثریت پر غالب کرتا ہے یا اجمال پر (خلاصہ کرنے کا ارادے کرتا ہے)، اور ان چیزوں میں سے جو اس (اکثریت پر غالب کرنا

---

1 - وہ اس حدیث سے پہلے، صورتیں اور تأویلات کا ذکر کیا ہے.

یا اجمال کا ارادے کرنے کی بنیاد) کو قوت دیتا ہے اور (اس احتمالات کے) دور ہونے کے خدشہ کو زایل کرتا ہے، وہی چیز ہے جس کا بیان اس احادیث میں ہے کہ نص بارہ ائمہ پر ہوتا ہے: کہ وہ علی و فاطمہ کی اولاد میں سے ہیں، یہ حدیث اصول کلینی میں موجود ہے.

ناگزیر کلام کو اس چیز پر حمل کرنا ہے جو کہ ہم نے کہا ہے، اس لیے کہ امیر المومنین کے اس حکم (بارہ امام، علی و فاطمہ کی اولاد میں) سے خارج ہوتا ہے اور (ہم نے کلام کو ایسے حمل کیا) کہ (آنحضرت) بارہ (امام) میں داخل ہو جائں اور دونوں دعاوں میں بیان کئے گئے ضمیروں سے بھی یہ احتمال ہے کہ رسول خدا اور حسین (ع) کی طرف اشارہ ہو، اور احتمال ہے جیسے کہ گزرا، رجعت پر حمل ہو؛ لیکن (صرف) دوسری دعا میں نہ کہ پہلی والی میں، وہ بھی اس دعا میں لفظ «ان کی اولاد» کی وجہ سے.

اور دوسرا: اور حضور یا حسین (ع) کو اس میں داخل ہونے کی دلیل، کسی دوسرے حکمت کی وجہ سے ہے جو کہ یہاں لحاظ نہیں ہوئی ہے. اس امر کی مثالیں محاورات میں بہت ہیں؛ نام لینے سے مختص کرنا، حکم پہ مختص کرنے پر دلالت نہیں کرتا اور مقید کرنے پر تصریح نہیں کرتا ہے.

اور تیسرا: رجعت پر حمل ہوتا ہے. آپ جان گئے ہیں کہ رجعت امامان (ع) کی روایات میں وارد ہوئی کچھ احادیث خاص وجہ پر مبنی ہیں اور رجعت کی صحت پر وارد ہوئی کچھ احادیث عام وجہ پر مبنی ہیں. ان سب میں (رجعت مختص ہے) ان کے لیے جو محض ایمان یا محض کفر رکھتے ہیں اور ان دو قسموں کے ہر کوئی (خاص روایات رجعت یا عام) تواتر معنوی کے حدود کے کچھ درجات تک پہنچ چکے ہیں، جیسے کہ گذشتہ ابواب میں دیکھا ہے. !!

تو نتیجتاً یہ بات کہ وہ ائمہ جو ان (حضرت مھدی (ع)) کے بعد ہوں گے وہی ائمہ ہے جو ان سے پہلے تھے جو وفات پانے کے بعد رجعت کئے ہیں، ائمہ کے بارہ نفر ہونے سے کوئی تضاد نہیں رکھتا؛ کیونکہ رجعت کی وجہ سے تعداد زیادہ نہیں ہوتی، اور اسی طرح بارہ اور گیارہ امام کی روایات میں جمع حاصل ہوتا ہے؛ نتیجتاً پہلا گروہ (بارہ امام کی روایات) مھدی (ع) یا حضور (ص) کو اس میں داخل ہونے پر حمل ہوتا ہے اور دوسرا گروہ (گیارہ امام کی روایات) -دوسرا حکمت کی وجہ سے —ان دونوں (یعنی مھدی یا حضور ص) میں سے کسی ایک کو ائمہ میں داخل ہونا لحاظ نہیں ہوا ہے. اس طرح، محاورات میں بہت دیکھنے میں آتے ہیں اور نام سے مختص کرنا، حکم پہ مختص کرنے پر دلالت نہیں کرتا اور قید کرنے پر تصریح نہیں کرتا ہے.

کتاب غیبت میں روایت کی گئی حدیث ،جس چیز کی ضمانت کرتی ہے یا کہ تقدیر کی بنیاد پر اس بات کو قبول کرنا کہ یہ حدیث کتاب غیبت میں مھدی (ع) کے بعد بارہ نفر کے بارے میں ہے اس صورت کوئی منافات (تضاد) نہیں رکھتا کہ مھدیوں (سے مراد) وہی رجعت ہے، اس لیے کہ ممکن ہے لفظ «ابنہ» (ان کا بیٹا) تصحیف ہوا ہے اور اس کا اصل «ابیہ» (ان کا والد) ہو؛ اور اس سے حسین (ع) مقصود ہو، بہت سارے احادیث کی وجہ سے جو کہ مھدی (ع) کی وفات کے دوران امام حسین (ع) کی رجعت کے حوالہ سے نقل کئے گئے ہیں کہ آپ (ع) آنخضرت کو غسل دیں گے. اور ان تینوں اسماء سے بھی تضاد نہیں رکھتا؛ کیونکہ ان (ع) کے کسی بھی ایک کے لیے اسماوالقاب کی تعدد کا احتمال موجود ہے اگرچہ ان میں سے بعض ظاہر ہو چکا ہے اور باقی نہیں؛ اور اس دلیل سے کہ اس دور میں حکمت الہی کی اقتضا کی وجہ سے آنخضرت پر دوبارہ اسماء وضع ہونے کا احتمال موجود ہے. اگرچہ ان میں سے بعض ظاہر ہو چکا ہے اور باقی نہیں؛ اور اس دلیل سے کہ اس دور میں حکمت الہی کی اقتضا کی وجہ سے آنخضرت پر دوبارہ اسماء وضع ہونے کا احتمال موجود ہے. امام کی قول، حدیث ابا حمزہ میں «بارہ مھدی حسین (ع) کی اولاد میں سے» بعید نہیں اس کے لیے کہ کوئی چیز تقدیر کے طور پر لینا ہے جس کے ذریعہ کلام مکمل ہو جائے، مثلاً کہا جائے ان کی اکثریت حسین (ع) کی اولاد میں سے ہیں جبکہ پوشیدہ نہیں جب (امر مخاطب پر) ظاہر ہے. بولنے والا اپنے کلام میں بنیاد کو کثرت غالب پر رکھتا ہے یا تخلیص کا ارادہ کرتا ہے اور ان چیزوں میں سے جو کہ (یہ بنیاد، کثرت غالب یا تخلیص کا ارادے) کو قوت دیتا ہے اور (اس احتمالات کے) دور ہونے کو زایل کرتا ہے، وہی چیز ہے جو بارہ ائمہ پر نص کرنے والی احادیث میں وارد ہوا ہے: یہ کہ وہ علی و فاطمہ کی اولاد سے ہیں؛ اور یہ حدیث اصول کلینی میں موجود ہے اور ناگزیر کلام کو اس چیز پر حمل کرنا ہے جو کہ ہم بیان کر چکے ہیں. اس لیے کہ اس حکم سے (بارہ امام علی و فاطمہ کی اولاد سے) امیر المومنین خارج ہوتے ہیں (شامل نہیں ہوتے ہیں) اور (ہم نے اس کلام کو ایسے حمل کیا) کہ (آنخضرت) بارہ (امام) میں داخل ہو جائے (شامل ہو جائے)

احتمال ہے کہ دونوں دعاوں میں ذکر کئے گئے ضمیروں، رسول خدا اور حسین (ع) کی طرف ہو، اور ممکن ہے جیسے کہ گزرا رجعت پر حمل ہو جائے؛ اما (صرف) دوسری عا میں، نہ کہ پہلی والی میں، لفظ «ان کا بیٹا» کی وجہ سے جو اس دعا میں ذکر ہے. حدیث کعب اور وھب جو بعض لوگ جو کچھ یہ دو روایتیں بیان کرتے ہیں رجعت پر حمل

کرتے ہیں، لگتا ہے ان دونوں کی رائے حجت نہ ہو؛ اما ظاہراً یہ دونوں اس معنا کو بعض اھل بیت عصمت (ع) سے روایت کی ہے. اس باب کے بعض مضامین پر مزید تحقیق اور بحث آگے بیان ہوگی ان شاء اللہ»[1]

دیکھ رہے ہیں کہ حر عاملی کے مطابق مسئلہ مھدیوں (ع) دو وجوہات پر مبنی ہیں:

1- تقیہ: اس فرض کے مطابق کہ روایات مھدیوں رجعت کی نفی کرتے ہیں؛ تو پھر مھدیوں (ع) کے تمام احادیث تقیہ پر صادر ہوئے ہیں کہ رجعت کی نفی کرے. اور حر عاملی اس قول کو بعض محققین کی طرف منسوب کرتا ہے.

2. رجعت: یعنی روایات مھدیوں (ع)، رجعت پر حمل ہوتے ہیں اور نتیجتاً مھدیوں (ع) کی تعبیر، رجعت کی دوسری تعبیر محسوب ہوگی.

وہ آسانی سے بیان کرتا ہے کہ رجعت کے بارے میں وارد ہوئے روایات شریفہ، تواتر معنوی کے حد پار کیے ہیں اور اس کے بعد کہتا ہے ائمہ (ع) وہی مھدیوں (ع) ہیں اور مھدیوں (یعنی) وہ جو امام مھدی (ع) کے بعد آئیں گے، وہی ائمہ ہیں، اما اپنی وفات کے بعد رجعت کے ذریعہ، اور کیونکہ وہ رجعت میں ہیں، پہلے نام (یعنی ائمہ) کے علاوہ پکارے جاتے ہیں.

اور جہاں اس کے گذشتہ کلام کی وجہ سے، اس پر متعدد اشکالات وارد ہوتی ہیں، تو وہاں پر حر عاملی نے اس اشکالات کو جواب دینے کی ذمہ داری اٹھائی. اشکالات اور ان کے بارے میں بحث کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

1. روایات میں جیسے کہ 12 امام مذکور ہیں ویسے ہی 12 مھدی کا بھی ذکر موجود ہے، تو پھر رجعت میں تعداد (پہلے) جو تھی اس کی نسبت اختلاف نہیں رکھتی اور جس طرح ائمہ 12 ہیں وہی تعداد رجعت میں بھی موجود ہیں: نتیجتاً روایات مھدیوں (ع) 12 ائمہ (ع) کی تعداد کی منافی نہیں کہ کہا جائے 12 امام اور 12 مھدی جن کا جمع 24 ہوجائے بلکہ تعداد ایک جیسی ہے، پھر وہ 12 امام ہیں اس دنیاوی حیات میں اور وہ خود رجعت کے واسطہ مھدیوں کے عنوان سے آئیں گے؛ تو پھر رجعت میں تعداد میں اضافہ نہیں ہوگا.

---

1 - ایقاظ من الھجعۃ بالبرہان علی الرجعۃ، ص 369.

ان کی اس بات پر اس طرح اشکال کریں گے کہ روایات مھدیوں (ع) کبھی مھدیوں کو 12 نفر گنتے ہیں. جیسے کہ رسول اللہ (ص) سے روایت ہوئی ہے: «اے علی میرے بعد بارہ امام ہوں گے اور ان کے بعد 12 مھدی.»[1]

اور امام صادق (ع) سے روایت ہوئی: «بے شک ہم میں سے قائم (ع) کے بعد 12 مھدی حسین (ع) کی اولاد میں سے ہوں گے.»[2]

اور کبھی مھدیوں کو 11 نفر گنتے ہیں: امام صادق (ع) سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «بے شک ہم میں سے قائم کے بعد 11 مھدی حسین (ع) کی اولاد میں سے ہوں گے.»[3]

اس طرح تعداد میں تبدیلی آ رہی ہے؛ کبھی مھدیوں 12 نفر ہیں اور نتیجتاً ان کی تعداد ائمہ (ع) کی تعداد سے مطابقت رکھتی ہے اور کبھی مھدیوں 11 نفر ہیں اور نتیجتاً ان کی تعداد ائمہ (ع) کی تعداد سے کم ہیں؛ اور وہ اس اضطراب اور تشویش کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ 12 کی روایات میں مھدی (ع) یا حضور (ص) اس تعداد میں اخل ہوتے ہیں تو پھر جب ان دونوں میں سے کوئی ایک داخل ہو جائے تعداد 12 ہو گی؛ لیکن 11 کی روایات میں، ان دونوں (حضور (ص) اور امام مھدی (ع)) میں سے کوئی ایک کا داخل ہونا لحاظ نہیں ہوا اور اسی ترتیب سے 11 مھدی کی روایات اور 12 مھدی کی روایات کو ایک دوسرے سے جمع کیا ہے. (دونوں پر عمل کیا ہے)

2. اوا اس کے بعد، اس کو ایک مسئلہ کا سامنے کرنا پڑا ہے جس کا نتیجہ یہی ہے: کتاب غیبت میں شیخ طوسی وصیت کی روایت نقل کرتا ہے جو اس باتوں کی تصریح کرتا ہے؛ منجملہ:

الف) روایت وصیت تصریح کرتا ہے کہ وہ فرد جن کو مھدی (ع) (وصیت) اسے تسلیم کرتا ہے اور جن کا نام احمد اور عبد اللہ اور مھدی ہے وہ مھدی کا بیٹا ہے اور جو معلوم ہے یہ ہے کہ روایات رجعت تصریح کرتے ہیں اس بات پر کہ پہلا فرد جو کہ رجعت میں واپس آئے گا وہ حسین (ع) ہے جبکہ حسین (ع) مھدی (ع) کا بیٹا نہیں.

---

1 - غیبت طوسی، ص150.

2 - مختصر بصائر الدرجات، ص182؛ بحار الانوار، ج53، ص148.

3 - غیبت طوسی، ص309.

ب: بعض روایات تصریح کرتے ہیں کہ مھدیین حسین (ع) کی اولاد ہیں؛ ابا حمزہ سے روایت کی گئی کہ 12 مھدی حسین (ع) کی اولاد میں سے ہیں. تمام ائمہ حسین (ع) کی اولاد میں سے نہیں؛ اور نہ حضور (ص) اور نہ علی بن ابی طالب (ع)، حسین (ع) کی اولاد میں سے نہیں.

حر عاملی پہلے اشکال پر اس طرح جواب دیتا ہے: سند روایت سالم ہونے کی فرض پر، تصحیف کا احتمال موجود ہے یہ احتمال کہ اس قول «جب اپنی وفات کا وقت آ پہنچے اسے اپنے بیٹے کے حوالہ کردے»، سے مراد «اپنے والد» ہے نہ «اپنے بیٹے»؛ نتیجتاً لفظ «اپنے بیٹے» تصحیف ہوا ہے اور اس کا صحیح لفظ «اپنے والد» ہے.

اور اس (احتمال) کا سبب یہ ہے کہ، قطعاً حسین (ع) وہی ہے جو مھدی پر خارج ہوگا اور ان کی وفات کے بعد ان کو کفن و دفن کرنے کا متولی (ذمہ دار) ہوگا؛ اور اسی ترتیب سے (جملہ) «تسلیم کرے اسے اپنے والد (حسین) کو ہے نہ کہ «اپنے بیٹے» کو.

اور اگر کہوگے: فرض کرتے ہیں کہ یہ عبارت تصحیف کیا گیا ہے اور اس کا صحیح «اپنے والد» ہے نہ «اپنے بیٹے» اما (دوسرا اشکال یہ ہے کہ) ان کے والد حسین (ع) کا نام «احمد، عبداللہ اور مھدی» نہیں!

وہ جواب دیتا ہے: احتمال ہے کہ یہ تین اسماء، رجعت میں حسین (ع) کے اسماء ہوں گے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے متعدد اسماء اور القاب ہونے کا احتمال موجود ہے، جس طرح کہ رجعت میں اسماء کی تجدید کا احتمال کسی حکمت الہی کی وجہ سے موجود ہے.

لیکن دوسرے اشکال کے لیے ان کا جواب جو کہتا تھا: مھدیین حسین (ع) کی اولاد میں سے ہیں، اس صورت میں ہے کہ حر عاملی کلام میں ایک حذف کی گئی چیز کو تقدیر (لحاظ) کیا ہے، شاید کہا جاتا ہے: ان کی اکثریت حسین (ع) کی اولاد میں سے ہیں؛ یعنی ائمہ زیادہ تر حسین (ع) کی اولاد میں سے ہیں اور وہ خود رجعت میں واپس آئیں گے، نتیجتاً اس دلیل سے کہ اکثر ائمہ حسین (ع) کی اولاد میں سے ہیں، ائمہ (ع) پر، حسین (ع) کی اولاد اطلاق کیا گیا ہے.

یہ توجیہ واقعی عجیب اور بعید ہے –جیسے کہ وہ خود اس پر اعتراف کیا ہے –اپنی گفتار کی تایید کرنے کے لیے حدیث لوح جس میں 12 امام کو فاطمہ (س) کی اولاد گردان کرتا ہے، استناد کیا ہے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ وہ (ائمہ) علی بن ابیطالب (ع) کو اضافہ کرنے پر 12 نفر ہوں گے؛ جبکہ علی (ع)، اولاد فاطمہ (س) میں

سے نہیں، اور اس طرح جواب دیا جاتا ہے کہ اکثر ائمہ (ع) فاطمہ (س) کی اولاد میں سے ہیں اور نتیجتاً اس روایت 12 امام کو (اکثریت کے لحاظ سے)[1] فاطمہ کی اولاد میں سے شمار کیا ہے.

اشکالات اس حد تک ختم نہیں ہوئے بلکہ وہ ویسے ہی، اھل بیت (ع) سے جو کچھ روایت ہوئی ہے اس پر بھی حملہ آور ہوا ہے جب اپنے پچھلے کلام سے پہلے دو دعائیں (اھل بیت (ع) سے) نقل کی ہیں اور کہا ہے: اسی طرح شیخ مصباح کبیر میں صاحب الزمان (ع) کیجانب سے وارد ہوئی دعا روایت کی ہے جسے مکہ میں ابوالحسن ضراب اصفہانی کو (سکھائی ہے)، اس کی سند ہے جس کی تفصیلات کو ہم یہاں بیان نہیں کریں گے، پھر دعا کو مکمل ذکر کیا یہاں تک کہ کہا ہے: بارالہا! درود بھیج محمد مصطفیٰ پر اور علی مرتضی و فاطمہ زھرا و حسن رضا و حسین مصفا اور جمیع اوصیا، وہ اندھیروں میں روشن چراغوں... یہاں تک کہ فرمایا: اور درود بھیج اپنے ولی پر اور اپنے والیان امر پر اور ان کی اولاد میں سے اماموں پر اور ان کی حکومت کو طویل فرما اور ان کی عمر طولانی فرما اور ان کو دینی دنیاوی اور اخروی انتہائی آرزو کو پورا فرما. بے شک تم ہر چیز پر قادر ہو... اور کتاب مصباح میں بھی اس دعا کے بعد دوسرے باب میں امام رضا (ع) سے دعا وارد ہوئی ہے: یونس سے عبد الرحمٰن کو امام رضا (ع) سے روایت ہوئی ہے: آنحضرت ہمیشہ ہمیں امر فرماتے تھے کہ اس دعا سے صاحب امر (ع) کے لیے دعا کریں: بارالہا اپنے ولی و جانشین سے دور فرما.... یہاں تک کہ فرماتے تھے: بارالہا! درود بھیج ان کے والیاں عہد اور ان کے بعد اماموں پر، اور ان کی عمر طویل فرما اور انہیں اپنے آرزوں تک پہنچادے.

دیکھتے ہیں کہ پہلی دعا میں فرماتے ہیں: «... اور درود بھیج اپنے ولی اور والیان امر پر اور ان کی اولاد میں سے اماموں پر»؛ نتیجتاً ان کے والیان عہد اور ان کے بعد ائمہ خصوصی طور پر ان کی اولاد میں سے ہیں؛ یعنی امام مھدی (ع) کی اولاد میں سے. ضمیر امام مھدی (ع) کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ حسین (ع) مھدی کی اولاد میں سے نہیں کہ پچھلے جواز صحیح واقع ہو، یہ جواز کہ "اپنے بیٹے" سے مراد "اپنے والد" ہے، اس لیے کہ تصحیف ہونے کا احتمال موجود ہے؛ یا کہ مھدی (ع) کے بیٹے کے تین اسماء (احمد، عبد اللہ، مھدی) رجعت میں حسین (ع) کے اسماء ہوں گے. تو پھر یہ تصریح پچھلے تاویل سے مخالف ہے.

---

1 - فقہی اصطلاحات سے (مترجم).

جیسے کہ یہ مطلب ہمیں ملتاہے کہ دوسری دعامیں جو امام رضا (ع) سے روایت ہوئی ہے: «...اور درود بھیج اپنے والیان عہد اور ان کے بعد اماموں پر...» اور ان کے والیان عہد سے مراد وہی مہدیین ہیں اور ضمیر «عھدہ» اور «بعدہ» امام مھدی (ع) کی طرف اشارہ کرتا ہے.

اب یہ اشکال کیسے رفع ہوگی؟ حر عاملی کہتا ہے: اور احتمالاً دونوں دعاوں میں موجود ضمیریں رسول خدا اور حسین (ع) کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور رجعت پر حمل ہوتا ہے، جیسے کہ گزر گیا؛ لیکن (صرف) دوسری دعا میں، نہ کے پہلی دعامیں، پہلی دعامیں لفظ «ولدہ» موجود ہونے کی وجہ سے.

یعنی «ولدہ» میں ضمیروں (کے اشارے) پہلی دعامیں اور «عھدہ» اور «بعدہ» کے ضمیر دوسری دعامیں تین احتمالات کے حامل ہیں:

1- یہ احتمال موجود ہے کہ ضمایر رسول اللہ (ص) کی طرف اشارہ کرتے ہیں؛ تو پھر «ولدہ» سے مراد، رسول اللہ (ص) کے بیٹے؛ اور اسی طرح «عہدہ» اور «بعدہ» سے مراد یعنی عہد رسول اللہ اور رسول اللہ (ص) کے بعد؛

2. یہ احتمال ہے کہ ضمایر حسین (ع) کی طرف اشارہ کرتے ہیں؛

3. رجعت پر حمل کرنا؛ اما یہ احتمال دوسری دعا سے موافقت کرتا ہے نہ کہ پہلی دعا سے؛ کیونکہ پہلی دعا تصریح کرتی ہے کہ مھدیوں اولاد مھدی (ع) میں سے ہیں دوسری دعا کے خلاف جس میں لفظ «ولدہ» آیا نہیں.

یہ وہ مطلب ہے جو حر عاملی نے بیان کیاہے اور اس کے خلاصہ یہ ہے کہ مھدیوں سے مراد وہی ائمہ ہیں اس فرق کے ساتھ کہ رجعت میں ہوں گے.

حر عاملی نے جو بیان کیاہے اس کی تجزیہ اور تنقید

انصاف کرنے والا فرد بیان کئے گئے کلام کی ضعف ارو سستی پر غور کرتا ہے. جہاں وہ (حر عاملی) جتنے زور لگا سکتے تھے کوشش کی ہے کہ روایات مھدیوں کو رجعت سے تشریح کرے. اس کے باوجود وہ ایک مکمل اور درست مفہوم کو پیش نہ کر سکا، بلکہ صرف کچھ احتمالات کی بنیاد ڈالتاہے؛ شاید کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے جس کے بارے میں آرا اور اقوال کی تصادم موجود ہے تو ہر کوئی اپنی نظر کے مطابق اسے تفسیر کرے؛ جبکہ وہ اپنی کتاب «الایقاظ من الھجعۃ فی اثبات الرجعۃ» میں بیان کرتا ہے کہ نص اور دلیل پر توجہ کئے بغیر تأویل کرنا صحیح نہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اپنے گذشتہ تأویلات کے لیے کوئی دلیل پیش نہیں کرتا ہے، وہ کہتاہے: «تیسرا: بغیر نص و دلیل تأویل کا جائز نہ ہونا» اور جو روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں اسے ایک دوسرے کے بعد بیان کرتا ہے.

پہلی تنقید: روایات مھدیوں کے بارے میں تقیہ کے احتمال کو رد کرنا

روایات مھدیوں (ع) اس وقت تقیہ پر مبنی ہوتے ہیں جب رجعت کی نفی کرے یا کہ وہ خود بہ خود رجعت کے لیے کوئی دوسری تعبیر کے طور پر ہو.

2. واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حر عاملی تصور کرتا ہے کہ رجعت اس عالم میں ہوگی اور اس عالم کے علاوہ دوسرا عالم سے مربوط نہیں جو اپنے شرایط اور خصوصیات کے حامل ہو اور جیسا کہ بیان ہوگا. یہ طرز فکر (کہ رجعت اس عالم میں ہوگی) صحیح نہیں.

3. کوئی قابل توجہ جواز ہی نہیں ملتا ہے جس کے ذریعہ روایات مھدیین کو تقیہ پر حمل کر سکے؛ اگرچہ روایات مھدیین رجعت کی نفی کرے یا نہ کرے؛ کیونکہ رائج فہم کے مطابق یہ بات روز روشن کی طرح ہے کہ وہ ائمہ کے علاوہ ہیں اور امام مھدی (ع) کے بعد زمین پر حکمرانی کریں گے، یا کہ وہ ائمہ (ع) ہی ہیں جو کہ رجعت میں مھدیوں کے نام سے واپس آئیں گے جیسے کہ حر عاملی نے کہا ہے تو پھر تقیہ کے لیے کیا جواز موجود ہے؟

جی ہاں شاید یہ اس بات کی گواہی ہے جو شیخ صفار نے کتاب بصائر الدرجات میں اس روایت کی تشریح کے لیے ذکر کی ہے جس کے مطابق مھدیین (ع) اھل بیت (ع) کے شیعیوں کے ایک گروہ ہے، اور اسے شیخ محمد سند اپنے کلام کے آخر میں ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے: جو کچھ صاحب مختصر الدرجات ذکر کرتا ہے کہ مھدیین سے مراد، بارہ ائمہ کی رجعت ہے؛ اما اس دلیل کی وجہ سے کہ پوچھنے والا رجعت پر عقیدہ رکھنے کو برداشت نہیں کرتا ہے، (تو امام معصوم (ع) نے ایسا فرمایا) کہ رجعت کو انکار نہ کریں، (کیونکہ) نتیجتاً (اس کی انکار سے) کافر ہو جاوگے (مختصر الدرجات لکھنے والا نے) کہا ہے:

«جان لو – اللہ تعالی اپنی ھدایت سے آپ کو رہنمائی کرے- کہ علم آل محمد میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں. بے شک ان صلوات اللہ علیہم سے بہت سارے احادیث بارہ ائمہ کی رجعت کے حوالہ سے ہمارے لئے روایت ہوئی ہیں؛ شاید امام کو سوال پوچھنے والے سے اس خاص علم کو برداشت کرنے کی کمزوری کے حوالہ سے معلوم ہوا ہے؛ وہ علم جو اللہ سبحان اپنے خواص میں جس کو چاہے اسے مختص کر دیتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنی مخلوق میں سے جس کا ارادہ کرے اسے عزت دیتا ہے؛ جیسے کہ اللہ سبحان و تعالی فرماتا ہے:

(ذَلِکَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَ اللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ) (حدید، 21) (یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے.) نتیجتاً امام (ع) نے اس روایت کو ایسے خوبصورت تأویل سے بیان فرمایا

کہ سوال پوچھنے والے کے لیے مشکل نہ ہو کہ (اس صوت کے علاوہ) اس کا دل اس کو انکار کرے اور وہ کافر ہو جائے».[1]

اس بات پر تنقید اور بحث آگے بیان ہو گی. یہاں صرف اس بات پر اکتفا کرتے ہیں کہ جو شیخ صفار نے بیان کیا وہ صرف ان کے فہم کے مطابق تشریح ہے اور کوئی قطعی دلیل اس کے لیے بیان نہیں کرتا ہے.

اس کے علاوہ حق بنتا ہے کہ ہم پوچھیں: کیا تقیہ کی وجہ سے امام صادق (ع) مجبور ہوئے کہ بارہ مھدیوں کو ذکر کرے. جیسے کہ امام سجاد (ع) اور حضور (ص) کو مجبور کیا کہ اپنی وفات کی رات میں مھدیوں پر تصریح کریں، اور کیا حضور (ص) نے بھی علی بن ابیطالب (ع) کے لیے اپنی وصیت میں، اپنی وفات کی رات میں تقیہ کیا ہے جبکہ بارہ مھدیوں کو بیان فرمایا اور یہ کہ وہ امام مھدی (ع) کے بعد آئیں گے، اور ان کی اولاد اور والیاں عہد ہوں گے اور ان کی اولاد میں سے ائمہ ہوں گے؟!

روایات مھدیین (ع)، ائمہ (ع) کے ایک کثیر تعداد کی جانب سے مختلف ادوار میں اور مختلف الفاظ سے اور متعدد اسناد سے روایت ہوئیں ہیں اور یہ، تقیہ پر حمل ہونے کے احتمال کو باطل کر دیتا ہے.

نتیجتاً یہاں پر تقیہ پر حمل ہونے کا احتمال مکڑی کی جال سے بھی زیادہ کمزور ہے.

دوسری تنقید: روایات مھدیوں (ع) اور روایات رجعت کے درمیان تعارض کی وجود کے وہم کو دفع کرنا

یہ بات کہ روایات مھدیوں (ع) اور رجعت کے درمیاں تعارض موجود ہے صرف ایک وہم ہے؛ کیونکہ رجعت، دوسرا عالم میں واقع ہو گی اور اس (جسمانی) عالم میں نہیں ہو گی جس میں دولت عدل الہی قائم ہو گا اور مھدیین (ع) حکمرانی کریں گے بلکہ زیادہ غالب فہم کے مطابق جو ان کے درمیان موجود ہے وہ یہ ہے کہ: رجعت اس عالم میں واقع ہو گی تو پھر بھی روایات مھدیوں (ع) اور رجعت ائمہ (ع) کے درمیاں کوئی تضاد موجود نہیں.

شاید اس وہم کا سبب یہ روایت ہو جو شیخ کتاب غیبت اور طبری کتاب دلائل الامامہ میں محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری سے اپنے والد علی بن سلیمان بن رشید سے حسن بن علی خزاز سے روایت کرتا ہے: اس نے کہا: علی بن ابی حمزہ, ابو الحسن رضا(ع) کے محضر میں وارد ہوا اور پھر ان سے عرض کی: کیا آپ امام ہیں؟ انھوں نے فرمایا: «جی» پھر ان سے عرض کی: سنا ہے آپ کے جد جعفر بن محمد (ع) فرماتے تھے کوئی امام نہیں مگر اس کے عقب

---

1 - مختصر بصائر الدرجات، ص 112.

(اور نسل) موجود ہو. انھوں نے فرمایا: «اے شیخ، کیا تم بول چکے ہو یا خود سے بھلا چکے ہو؟ جعفر (ع) نے ایسے نہیں فرمایا جعفر (ع) نے فرمایا: کوئی امام نہیں مگر اس کے عقب (اور نسل) موجود ہو، مگر وہ امام جن پر حسین بن علی (ع) خارج ہوگا اور اس امام کے عقب (اور نسل) نہ ہوگا» پھر اس فرد نے امام رضا(ع) سے عرض کیا: صحیح فرمایا میں آپ پر فدا ہو جاؤں. ایسے ہی سنا تھا کہ آپ کے جد فرما رہے تھے.[1]

یہ روایت دو نکات پر روشنی ڈالتی ہے:

1- ضروری ہے کہ امام (ع) کے عقب اور نسل موجود ہو اور وہ امام جن پر حسین (ع) خارج ہوں گے اس بات سے مستثنی ہے؛ کیونکہ اس کے عقب اور اولاد نہیں.

2. اس روایت لفظ «امام» پر تصریح کرتا ہے اور کسی بھی امام کا نام نہیں لیتا.

جس روایات سے امام مھدی(ع) کی نسل ثابت ہوتی ہے سنجیدگی سے بہت زیادہ ہیں اور یہاں تک کہ بعض (فقہا) ان کو رجعت پر ترجیح دیئے ہیں. اس لیے وہ روایات جس سے امام مھدی (ع) کے لیے اولاد اور نسل ثابت ہوتے ہیں متواتر ہیں اور نتیجتاً اسے انکار کرنے کا امکان نہیں، اور یہ اس بات پر اضافہ ہے کہ وہ روایت جو ہم نے بیان کی جس کے مطابق وہ امام جن پر حسین(ع) خروج کریں گے عالم رجعت میں ہوگا، ان سے کوئی نام نہیں لیا گیا ہے؛ نتیجتاً اس امام کو امام محمد بن الحسن (ع) پر محدود کرنا اس اجتہاد اور رای پر مبنی ہے جس کی کوئی دلیل نہیں؛ کیونکہ روایات مھدیوں سے روایات رجعت کے عدم تعارض کے بعد اور یہ بات کہ رجعت بارہ مھدیوں کی حکمرانی کے بعد ہوگی اور یہ کہ ثابت ہوا کہ امام محمد بن حسن عسکری (ع) کی نسل موجود ہے، تو مکمل روشنی کے ساتھ واضح ہوتا ہے کہ اس امام سے مراد جن پر امام حسین(ع) خارج ہوں گے وہی بارہ مھدیین کے بارھواں مھدی ہوگا. تو پھر یہ روایت اس بات پر تاکید کرتی ہے کہ مھدیین، امام ہیں اور ان روایات میں اضافہ ہوتا ہے جس کے مطابق مھدیوں کو امام پکارا ہے؛ کیونکہ اس روایت میں بارھواں مھدی پر لفظ امام کا اطلاق ہوا ہے.

تیسری تنقید: اس بات کا رد کرنا کہ روایات مھدیوں (ع)، رجعت میں ائمہ کے معنی پر ہیں

1. حر عاملی تصریح کرتا ہے کہ مھدیین، وہی ائمہ ہیں جو رجعت میں ہوں گے اور یہ کہ ائمہ کی تعداد 12 ہیں اور مھدیوں کی تعداد بھی 12 ہیں اس دلیل سے تھا کہ مھدیوں خود ائمہ کے وسری تعبیر ہیں، نہ کہ ائمہ 12 ہوں

---

1 - غیبت طوسی، ص 224؛ دلائل الامامہ، ص 436.

اور مھدیوں (ع) بھی 12 جن کی تعداد مجموعی طور پر 24 نفر ہو جائے. رجعت میں تعداد کم یا زیادہ نہیں ہوتے ہیں.

اس مطلب کو ماننا کسی بھی صورت ممکن نہیں؛ کیونکہ روایات صریح ہیں اور اس تأویل کے خلاف ہے جسے حر عاملی رجعت پر دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے؛ جبکہ وہ وہم کا شکار ہو گیا تھا کہ روایات رجعت اور روایات مھدیوں (ع) کے مابین مواد میں تعارض موجود ہے؛ کیونکہ روایات وضاحت اور صراحت سے بیان کرتی ہیں کہ مھدیوں ائمہ (ع) کے علاوہ ہیں اور خود ائمہ محسوب نہیں ہوتے ہیں؛ جی مھدیوں –جیسے کہ آگے بیان ہو گا– ائمہ کی مثال ہیں؛ لیکن وہ خود ائمہ نہیں؛ تو پھر حضور (ص) کا ارشاد علی (ع) سے: «اے علی میرے بعد بارہ امام ہوں گے اور ان کے بعد بارہ مھدی...»[1] اور امام صادق (ع) کا ارشاد کہ «بے شک ہم میں سے قائم کے بعد بارہ مھدی، حسین (ع) کی اولاد میں سے ہوں گے»[2] یہ (شیخ حر عاملی) کی تأویل کو مکمل صراحت کے ساتھ رد کرتی ہے اور نتیجتاً اس تأویل کا کوئی اعتبار نہیں؛ کیونکہ ادلہ اس کی مخالف بات کا بیان کرتا ہے.

2. جس طرح کہ وہ خود (حر عاملی)، جب امام صادق (ع) کی حدیث کو دیکھتا ہے جس میں آنحضرت نے فرمایا: «بے شک ہم میں سے قائم کے بعد گیارہ مھدی حسین (ع) کی اولاد میں سے ہیں.» جہاں کہتا ہے کہ ائمہ کی تعداد بارہ ہیں جبکہ اس روایت میں مھدیین (ع) گیارہ ہیں، تب وہ بغیر دلیل، تأویل کرنے پر اقدام کرتا ہے اور کہتا ہے: بارہ نفر کی روایات میں مھدی یا حضور (ص) کو شامل کرنے پر حمل ہو گے اور جب ان میں سے کوئی ایک شامل ہو جائے، تعداد بارہ ہو جائے گی. لیکن گیارہ نفر والی روایات میں، ان میں سے (حضور (ص) یا امام مھدی (ع)) کوئی ایک کا شامل ہونا لحاظ نہیں کیا گیا ہے.

اگر جدل کرنے سے باز آجائے اور جو شیخ حر عاملی نے کہا ہے اسے قبول کرے، یہ کہ مھدیین وہی ائمہ (ع) ہیں جو رجعت میں آئیں گے، اور یہ کہ رجعت میں وہی واپس آئیں گے جو محض باایمان اور محض کافر تھے، تو طبعی طور پر حضور (ص) اور امام مھدی (ع) بھی واپس آئیں گے اور نتیجتاً رجعت کرنے والے تیرہ ہوں گے جبکہ حر عاملی اس بات پر پابند ہے کہ تعداد (بارہ نفر)، رجعت میں تبدیل نہیں ہو گی.

---

1 - غیبت طوسی، ص150.

2 - مختصر بصائر الدرجات، ص182؛ بحار الانوار، ج53، ص148.

اور یہ کہ وہ کہتا ہے ان میں سے کوئی ایک (حضور (ص) اور امام مہدی (ع)) رجعت میں واپس نہیں آئیں گے کہ ائمہ (ع) اور مھدیین (ع) کی تعداد کو یکساں ہونا محفوظ رہے، تو اس بات کو ثابت ہونے کے باوجود کہ رجعت میں وہ ہوں گے جو محض با ایمان ہیں، تو وہ ایسی رائے نہیں رکھ سکتا ہے؛ کیا کسی کا ایمان حضور (ص) کے ایمان یا امام مھدی (ع) کے ایمان سے اپنے دور میں بالاتر ہو سکتا ہے؟!

3. ایک روایت موجود ہے جو کہ تصریح کرتی ہے کہ «مھدیوں ہمارے شیعیوں کا ایک گروہ ہے» شیخ صدوق روایت کرتا ہے کہ ابوبصیر نے کہا: میں نے صادق جعفر بن محمد (ص) سے عرض کیا: اے رسول اللہ کا بیٹے! آپ کے والد (ع) سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا: «قائم کے بعد بارہ امام ہوں گے» پھر (صادق (ع) نے) فرمایا: «انھوں نے فرمایا: بارہ مھدی اور یہ نہیں فرمایا بارہ امام؛ اما وہ ہمارے شیعیوں کا ایک گروہ ہے جو کہ لوگوں کو ہماری محبت اور ہمارے حق کی معرفت کی طرف دعوت دیتے ہیں.»[1]

اس لیے امام صادق (ع) تصریح فرماتے ہیں کہ مھدیین ان کے شیعیوں کے ایک گروہ ہے جو کہ ائمہ اور مھدیوں کے درمیان فرق ہونے پر دلالت کرتا ہے. حال کیسے ممکن ہے کہ کہا جائے کہ مھدیین، رجعت میں ائمہ ہی ہیں؟

4. بعض روایات مھدیین کا پہلا فرد اور اسے تین اسماء «احمد، عبد اللہ اور مھدی» سے پکارنے پر تصریح کرتے ہیں، جبکہ ائمہ (ع) میں سے کوئی امام نہیں ملتا جن کو اس اسماء سے پکارا جاتا ہے، اور جہاں سے ثابت ہوا کہ ائمہ (ع) کی رجعت کے روایات میں، ان کا پہلا حسین (ع) ہے تو پھر ضرور یہ اسماء حسین (ع) کے لیے ہونا چاہیں، جبکہ امام حسین (ع) اس اسماء سے نہیں پکارے گئے ہیں!

حر عاملی جواب میں کہتا ہے کہ ممکن ہے یہ تین اسماء رجعت میں حسین (ع) کے اسماء ہوں، اس سبب سے کہ اس وقت اسماء کسی مصلحت کی وجہ سے تجدید (بحال) ہو جائیں!

یہ صرف ایک احتمال بعید ہے! کیسے اس بات کو ماں سکتے ہیں وہ بھی ضعیف ہونے کے باوجود اور اس متوں کے ساتھ مخالفت رکھنے کے باوجود جو واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ یہ اسماء مھدی (ع) کے بیٹے کے لیے ہیں؛ وہ جو پہلے مومنین میں سے ہے؟!

---

1 - کمال الدین و تمام النعمۃ، صدوق، ص 358.

5. بعض روایات اس بات پر تصریح کرتی ہیں کہ مھدیوں اولاد حسین (ع) میں سے ہیں، لیکن اس رائے کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ مھدیین، رجعت میں وہی ائمہ ہیں، (جبکہ) تمام ائمہ حسین (ع) کی اولاد میں سے نہیں ہوں گے، نہ حضور (ص)، نہ علی بن ابیطالب (ع) اور نہ امام حسن (ع)!!

(شیخ حر عاملی) جواب دیتا ہے: اس روایت کے سند کو سالم ہونے کے فرض پر، احتمال موجود ہے کہ اس گفتار میں حضور (ص) «فاذا حضرته...» (جب ان کی وفات کا وقت آپہچا تو اسے اپنے بیٹے کے حوالہ کرے) تصحیف پیش آیا ہے؟ دراصل «ابیہ: یعنی حسین (ع) تھا، نہ «ابنہ» پھر لفظ «ابنہ» تصحیف ہوا ہے اور صحیح «ابیہ» ہے

یا کوئی دوسری صورت کا احتمال دیتا ہے: یہ کہ: کلام میں، تقدیری طور پر محذوف (حذف شدہ) موجود ہو سکتا ہے؛ مثلاً لفظ «اکثر ہم»؛ پھر نتیجتاً ان میں سے اکثر حسین (ع) کی اولاد ہیں؛ اور نتیجتاً اس دلیل سے کہ زیادہ تر ائمہ حسین (ع) کی اولاد میں سے ہیں اور وہ خود رجعت میں واپس آئیں گے ان سب پر «حسین (ع) کی اولاد میں سے» اطلاق کیا گیا ہے.

لیکن یہ کلام، محض ایک احتمال اور روایات کے ظاہر کے خلاف ہے اور جہاں سے خلاف ظاہر کے تقدیر پر توجہ نہیں کیا جاتا ہے سوائے یہ کہ کوئی قرینہ موجود ہو جو اسے مجاز کرے، نتیجتاً تقدیر کو قرینہ کے سوا استعمال کرنا صحیح نہیں جبکہ موجودہ صورتحال میں ایسے کوئی قرینہ موجود نہیں.

حتی وہ خود بھی اس تأویل کے بعید ہونے پر اعتراف کر چکا ہے اور نتیجتاً وہ کوشش کر رہا ہے کہ اس حدیث سے مدد لے جس میں اس بات پر تصریح کرتا ہے کہ اولاد فاطمہ (س) میں سے بارہ ائمہ (ع) ہوں گے جبکہ علی (ع) فاطمہ (س) کے بیٹے نہیں. اس ترتیب سے یہ «تعبیر» اس وجہ سے ہوا تھا کہ زیادہ تر ائمہ اولاد فاطمہ (س) ہیں اور نتیجتاً یہ روایت اغلب اور اکثر کے حساب سے آیا ہے!! جبکہ یہ حدیث دیگر احادیث کے مفہوم میں آیا ہے جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں. اب کیا یہ سب روایات باب تغلیب (اکثریت) سے آیا ہے؟! یہ بغیر دلیل[1] کی بات ہے!! اس کتاب کا پہلا مبحث میں، روایات کی تقسیم بندی پیش کیا گیا ہے؛ اس لیے معزز پڑھنے والوں (سے درخواست ہے) کہ جو کہا گیا اسے حر عاملی کے کلام سے قیاس کریں.

---

1 - انصار امام مھدی پبلیکیشن کے کچھ مباحث کی رجوع کریں جو کہ دلالت کرتے ہیں کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں: مثلاً کتاب جامع ادلہ، کتاب بعد از بارھواں امام، کتاب گفت و گوی داستانی در بارہ دعوت مبارک یمانی اور دیگر کتب، جو کہ اس تمام شبھات کی جواب دے چکے ہیں.

چوتھی تنقید: اس بات کی جواب کہ معصوم (ع) کے ارشاد میں «ولدہ: اپنے بیٹے» میں ضمیر رسول اللہ (ص) پر اشارہ کرتا ہے

دو دعائیں اھل بیت (ع) سے روایت ہوئیں ہیں: پہلی امام مھدی (ع) سے اور دوسری امام رضا (ع) سے. پہلی دعا میں آیا ہے: «اور درود بھیج اپنے ولی اور والیان امر اور ان کے بیٹوں میں سے اماموں پر» اور دوسری میں آیا ہے: «اور درود بھیج اپنے عہد کے والیاں اور ان کے بعد ائمہ پر اور ان کی عمر بڑھادے اور ان کی تمناوں کو پورا فرما»

اس کے باوجود کہ واضح ہے کہ عبارت تصریح کرتی ہے کہ مھدیوں (ع) امام مھدی (ع) کی اولاد ہیں، تو حر عاملی کو دیکھتے ہیں کہ احتمال دیتا ہے کہ (ضمایر) رسول اللہ (ص) پہ اشارہ کرتے ہیں اور نیتجتاً پہلی دعا میں «اپنے بیٹے» کا مطلب رسول اللہ (ص) کے بیٹے ہوتا ہے اور «اپنے بیٹے» میں ضمیر رسول اللہ (ص) کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ویسے ہی دوسری دعا میں دو الفاظ «اپنے عہد» اور «ان کے بعد» میں ضمایر رسول اللہ (ص) کی طرف اشارہ کرتے ہیں.

یا کہ رجعت پر حمل ہوتا ہے؛ لیکن یہ احتمال دوسری دعا سے ملتا ہے نہ کہ پہلی دعا سے؛ کیونکہ پہلی دعا تصریح کرتی ہے کہ مھدیین ان کے بیٹوں یعنی امام مھدی (ع) سے ہیں، (دوسری) دعا کے بالعکس جس میں لفظ «اپنے بیٹے» وارد نہیں ہوا ہے.

نتیجتاً ہم اس تأویل میں واضح پریشانی اور شرعی دلیل سے استناد کیے بغیر، اجتہاد کرنے کے شاہد ہیں.

نیتجتاً جو کچھ (حر عاملی) نے ضمیر کو حضور (ص) کی طرف اشارہ دینے کے حوالہ سے لایا ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی ہے سوائے یہ کہ کوئی قطعی قرینہ موجود ہو، اس صورت کے علاوہ بہترین حالت میں یہ صرف ایک احتمال کی صورت میں باقی رہتا ہے، اس بات کے علاوہ کہ یہ تأویل ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ فقہا کے ہاں معروف یہ ہے کہ ضمیر زیادہ قریب تر (مرجع) کی طرف اشارہ کرتا ہے اور زیادہ قریب (مرجع) جس متون میں ذکر کیا گیا ہے؛ امام مھدی (ع) ہے. نتیجتاً ضمیر کے رجوع «ان کے بیٹے» اور «ان کے عہد» اور «ان کے بعد» کے الفاظ میں آنحضرت (ع) کی اشارہ کرتا ہے نہ کہ رسول اللہ (ص) کی طرف.

اس کے علاوہ اس بات پر قائل ہونا کہ ضمیر حضور (ص) کی طرف اشارہ کرتا ہے ان کے وہ نحوی قواعد اور عربی ذوق کو نقض کرتا ہے جس پر وہ فخر کرتے ہیں اور اسے میزان کے طور پر لیتے ہیں ایسے کہ جو بھی اس کی مخالفت کرے تنقید اور برائی کے تیغ سے محفوظ نہیں رہتا ہے.

دوسرا مبحث کے سوالات

س 1. کونسے دلیل کے مطابق مھدیوں (ع) پر اعتقاد رکھنا، ایک دینی ضرورت شمار کیا جاتا ہے؟

س 2. مھدیوں (ع) پر ایمان نہ لانا یا جو روایات ان پر دلالت کرتے ہیں اسے تشریح نہ کرنا, روایات میں تعارض اور تھاتف (تفریق اور بے مقصد ہونے) کا باعث بنتا ہے. اس مطلب کی تشریح کریں.

س3. ان نظرات کے بارے میں لکھیئے جو کہ علماے شیعہ مھدیوں (ع) کی ھویت (کونیت) کے بارے میں بیان کیا ہے.

س 4. کس دلیل سے سید محمد صدر روایات مھدیوں (ع) کو روایات رجعت پر مقدم کیا ہے؟ ان کی سوچ پر کیسے تبصرہ کریں گے؟

س 5. شیخ حر عاملی کہتا ہے روایات مھدیوں (ع) رجعت کا دوسری تعبیر ہے. وہ کیسے اس بات کو تشریح کرتا ہے؟ اور کیا اشکالات (نقص) ان پر وارد ہوتا ہے؟

س 6 شیخ طوسی کتاب غیبت میں اور طبری کتاب دلائل امامہ میں «محمد بن عبد اللہ بن جعفر حمیری سے اپنے والد علی بن سلیمان بن رشید سے حسن بن علی خزاز سے روایت کرتا ہے: اس نے کہا: علی بن ابی حمزہ, ابوالحسن رضا(ع) کے محضر میں وارد ہوا اور پھر ان سے عرض کی: کیا آپ امام ہیں؟ انھوں نے فرمایا: «جی» پھر ان سے عرض کی: سنا ہے آپ کے جد جعفر بن محمد (ع) فرماتے تھے کوئی امام نہیں مگر اس کے عقب (اور نسل) موجود ہو. انھوں نے فرمایا: «اے شیخ، کیا تم بول چکے ہو یا خود سے بھلا چکے ہو؟ جعفر (ع) نے ایسے نہیں فرمایا جعفر(ع) نے فرمایا: کوئی امام نہیں مگر اس کے عقب (اور نسل) موجود ہو، مگر وہ امام جن پر حسین بن علی (ع) خارج ہوگا اور اس امام کے عقب (اور نسل) نہ ہوگا» پھر اس فرد نے امام رضا(ع) سے عرض کیا: صحیح فرمایا میں آپ پر فدا ہو جاؤں. ایسے ہی سنا تھا کہ آپ کے جد فرما رہے تھے»

بعض اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ بارھویں امام کی نسل موجود نہیں. ان کو کیسے جواب دیں گے؟

س 7. شیخ صدوق روایت کرتا ہے کہ ابوبصیر نے کہا: میں نے صادق جعفر بن محمد (ص) سے عرض کیا: اے رسول اللہ کا بیٹے! آپ کے والد (ع) سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا: «قائم کے بعد بارہ امام ہوں گے» پھر (صادق (ع) نے) فرمایا: «انھوں نے فرمایا: بارہ مھدی اور یہ نہیں فرمایا بارہ امام؛ اما وہ ہمارے شیعیوں کا ایک گروہ ہے جو کہ لوگوں کو ہماری محبت اور ہمارے حق کی معرفت کی طرف دعوت دیتے ہیں».

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ مھدیوں شیعوں کا ایک گروہ ہے اور امام محسوب نہیں ہوں گے. کیسے جواز پیش کریں گے کہ مھدیوں امام ہیں اور وہ اھل بیت (ع) کے شیعہ ہیں؟

س 8. حر عاملی اعتقاد رکھتا ہے کہ روایت وصیت میں تصحیف ہوا ہے اور بیان کرتا ہے کہ یہ تصحیف اس طرح ہوا ہے کہ آپ (ص) کا ارشاد «فلیسلمھا الی ابیہ» (ابیہ کی جگہ) «ابنہ» تھا.

الف: کیوں وہ تصحیف کے قائل ہے؟

ب: کیسے اس کے تصحیف والے ادعا کو جواب دیتے ہیں؟

س 9. حر عاملی نے کہا ہے کہ معصوم (ع) کے اس کلام میں: «اور درود بھیج اپنے ولی اور والیاں امر اور ان کے بیٹے میں سے اماموں پر» ضمیر «اپنے بیٹے» حضور (ص) کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ امام مھدی (ع) پر! اس بات کو کیسے جواب دیں گے؟

تیسرا مبحث: ان روایات کو منقسم کرنا جو ائمہ اور مھدیوں (ع) کے بارے میں ہیں، اور تیرہ امام کی روایات

یہ روایات معصومین (ع) کی تعداد پر دلالت کرنے کی لحاظ سے، پانچ گروہ پہ منقسم ہوتے ہیں:

پہلا گروہ: وہ روایات جس میں مذکور ہے کہ ائمہ (ع) بارہ نفر ہیں؛

دوسرا گروہ: وہ روایات جو کہ دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں؛

تیسرا گروہ: وہ روایات جو کہ دلالت کرتی ہیں کہ مھدیوں (ع) بارہ نفر ہیں؛

چوتھا گروہ: وہ روایات جو کہ دلالت کرتی ہیں کہ مھدیوں (ع) گیارہ نفر ہیں؛ وہ یہ دو روایتیں ہیں.[1]

پانچواں گروہ: وہ روایات جو کہ دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ (ع) بارہ نفر اور مھدیوں (ع) بھی بارہ نفر ہیں؛ منجملہ وصیت کی روایت جو کہ شیخ طوسی اسے روایت کرتا ہے.

اما بارہ ائمہ سے مربوط روایات (پہلا گروہ) کے بارے میں کوئی بحث نہیں کرتے ہیں؛ کیونکہ شیعہ اس پر اتفاق نظر رکھتے ہیں. بحث اور مناقشہ دیگر چار اقسام میں ہوتے ہیں.

اس لحاظ سے کہ دوسرا، تیسرا اور چوتھا گروہ کی روایات ایک یکساں موضوع کے بارے میں بات کرتے ہیں، تو ان تمام تین اقسام کے بارے میں بحث یکساں اور پانچواں گروہ کے بارے میں بحث الگ ہے؛ یہ گروہ (پانچواں گروہ) وہ روایات ہیں جو کہ دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ بارہ نفر اور مھدیوں بھی بارہ نفر ہیں اور یہ وہی خاص بات ہے جو کہ وصیت کی روایت اسے بیان کرتی ہے، تو پھر اس گروہ کے بارے میں بحث روایت وصیت کے گرد گھوم رہا ہے.

---

1 - چوتھا مبحث میں اس روایات کے بارے میں بات ہوگی.

پہلا محور: وہ روایات جو کہ بیان کرتے ہیں کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں

پہلی روایت: شیخ کلینی اپنے سند کے ساتھ زرارہ سے روایت کرتا ہے، انھوں نے کہا: سنا ہے ابا جعفر (ع) فرماتے تھے: «بارہ امام آل محمد (ع) سے ہیں جو کہ سب رسول خدا کیجانب سے کلام کرتے ہیں اور اولاد علی سے ہیں اور رسول خدا (ص) اور علی (ع) دونوں ان کے باپ ہیں...»[1]

یہ روایت بیان کرتا ہے کہ بارہ امام، سبھی رسول خدا اور علی صلوات اللہ علیہم کی اولاد سے ہیں؛ فرماتے ہیں: «بارہ امام آل محمد (ع) سے ہیں جو کہ سب رسول خدا (ص) کیجانب سے کلام کرتے ہیں اور وہ سب علی کی اولاد سے ہیں» اور اسی ترتیب سے ائمہ (ع) کی تعداد امیر المومنین علی (ع) کے ساتھ تیرہ نفر ہوتے ہیں!

دوسری روایت: شیخ کلینی کافی میں اپنے سند کے ساتھ ابو جعفر (ع) سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کرتا ہے جابر نے کہا: میں فاطمہ (س) کے محضر میں وارد ہوا، جبکہ ان کے سامنے ایک لوح تھا جس میں ان کی اولاد میں سے اوصیا کے نام درج تھے. میں نے بارہ نفر گن لیا جن کا آخری قائم (ع) تھا؛ ان میں سے تین (نفر) محمد اور تین (نفر) علی تھے.[2]

اس روایت کو امام باقر (ع) جابر سے روایت کرتے ہیں.[3] جابر نے ایسے روح دیکھا ہے جس میں اولاد فاطمہ (س) سے اوصیا کے نام درج تھے اور وہ بارہ نفر تھے. اب اگر ان میں ان کے والد، امیر المومنین (ع) کو اضافہ کرے تو مجموعی طور پر تیرہ نفر ہوتے ہیں.[4]

تیسری روایت: شیخ کلینی کافی میں اپنے سند کے ساتھ روایت کرتا ہے: ابو جارود سے ابو جعفر (ع) سے کہ انھوں نے فرمایا: رسول خدا (ص) نے فرمایا: «بے شک میں اور میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر اور تم اے علی زمین

---

1 - کافی، ج1، ص531.

2 - کافی، ج1، ص532.

3 - .اس روایت میں شبہہ وارد ہوتا ہے؛ یہ کہ احمد الحسن کیسے روایت بیان کرتا ہے جبکہ غیر معصوم کیجانب سے روایت کی گئی ہے. تو جواب یہ ہے کہ امام باقر (ع) نے ابو بصیر سے روایت فرمائے ہیں.

4 - یہ روایت کہتا ہے: «ان میں سے تین محمد اور تین علی تھے» لیکن دیگر منابع میں آیا ہے: «اور ان میں سے چار علی تھے» صدوق نے فقیہ، عیون اخبار الرضا، کمال الدین والمفید فی الارشاد میں روایت کرتا ہے: ابا جارود سے ابا جعفر (ع) سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے، کہ انھوں نے کہا: فاطمہ (س) کے محضر میں حاضر ہوا جبکہ ان کے سامنے ایک لوح تھا جس میں اوصیا کے اسماء تھے میں نے بارہ نفر گن لیا. ان کا آخری قائم (ع) تھا ان میں سے تین محمد اور ان میں سے چار علی تھے.

کے ستونیں ہیں؛ یعنی کیلیں اور اس کے پہاڑیں؛ ہمارے واسطہ سے اللہ نے زمین کو قائم رکھا کہ اپنے بسنے والوں کو نگل نہ دے، اور جب میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر چلے جائیں گے زمین اپنے بسنے والوں کو نگل دے گا اور انہیں مہلت نہیں دیا جائے گا.»[1]

اس روایت کے مطابق: حضور (ص) نے فرمایا: «بے شک میں اور میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر اور تم اے علی...»

حضور (ص) کے بیٹوں کے ساتھ حضرت علی (ع) کو ملا کر تیرہ نفر ہوتے ہیں.

چوتھی روایت: شیخ کلینی نے کافی میں اپنے سند کے ساتھ روایت کرتا ہے: ابا جعفر (ع) سے کہ انھوں نے فرمایا: رسول خدا (ص) نے فرمایا: «میرے بیٹوں میں سے بارہ نقیب ہوں گے، نجیب و فاضل، سب محدث (غیب سے خبر دینے والے) اور فہیم (وہ جنہیں سمجھایا جاتے ہیں) ان کا آخری حق پہ قائم ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کرے گا جیسے کہ ظلم وجور سے بھر چکی ہو گی.»[2]

یہ روایت، رسول خدا (ص) کے بیٹوں میں سے بارہ نفر کو گنواتا ہے جبکہ علی بن ابیطالب (ع) رسول خدا (ص) کے بیٹوں میں سے نہیں.

پانچواں روایت: شیخ کلینی نے کافی میں اپنے سند کے ساتھ امیر المومنین (ع) سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اس امت کو اپنے نبی کی اولاد سے بارہ ھدایت کرنے والے امام ہیں اور وہ مجھ سے ہیں.»[3]

یہ روایت تصریح کرتی ہے کہ یہ بارہ نفر علی (ع) کے بیٹوں میں سے ہیں اسی دلیل سے علی (ع) فرماتے ہیں: «اور وہ ــ یعنی بارہ نفر ــ مجھ سے ہیں»؛ تو پھر حضرت علی (ع) کو ان پر اضافہ کرنے سے مجموعی طور پر تیرہ نفر بنتے ہیں.

چھٹی روایت: خزاز قمی کفایت الاثر میں اپنے سند کے ساتھ محمد بن حنفیّہ سے روایت کرتا ہے: امیر المومنین (ع) نے فرمایا: سنا ہے رسول خدا (ص) فرماتے تھے: -ایک طویل حدیث میں یہاں تک کہ فرمایا- : «اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے اور تم میرے بھائی اور وزیر ہو اور جب میری وفات کا وقت آ پہنچے تو اس قوم

---

1 - کافی، ج1، ص534.

2 - کافی، ج1، ص534.

3 - کافی، ج1، ص532.

کے سینوں میں تمھارے لیے (موجود) بغض ظاہر ہو جائے گا اور میرے بعد تلوار سے سخت فتنہ ہوں گے جس میں ہر قریبی اور بھروسہ والا دوست کٹ جائے گا اور وہ اس دور ہے جس میں تمھارے شیعہ تمھارے ساتھویں بیٹوں میں سے پانچویں سے بچھڑ جائے گا؛ ان کی فقدان میں زمین وآسماں والے نڈھال ہو جائیں گے اور ان کے غائب ہونے سے بہت سارے مومن مرد اور عورت افسوس اور حسرت سے دچار ہو جائیں گے (اور) سر گرداں ہوں گے. پھر آنحضرت ایک لمبے وقت تک سکوت اختیار فرمایا. پھر اپنے سر کو اوپر کی طرف اٹھایا اور فرمایا: میرے ماں باپ اس پر فدا. وہ میرے ہم نام اور میرے شبیہ ہے اور موسی بن عمران کے شبیہ. ان کے لیے نور سے جامہ ہے –یا کہ فرمایا نور سے فراخ (گشادہ) جامہ- جس کہ انوار درخشاں قدسی نور ہے... .»[1]

اور ہمارے گواہ حضور (ص) کہ یہ کلام ہے انھوں نے فرمایا: : «اور وہ اس دور ہے جس میں تمھارے شیعہ تمھارے ساتھویں بیٹوں میں سے پانچویں سے محروم ہو جائے گا.» علی (ع) کے بیٹوں میں سے ساتھویں بیٹے کا پانچواں بیٹا کون ہے؟

اگر علی (ع) سے ائمہ (ع) کی گنتی شروع کریں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ساتواں، امام موسی کاظم (ع) ہے جبکہ اگر حسن (ع) سے گنتی شروع کریں تو ساتواں امام رضا (ع) ہوں گے۔ نتیجتا امام رضا (ع)، علی (ع) کے بیٹوں میں سے ساتواں ہے. اب کون علی (ع) کے بیٹوں میں سے ساتواں کے پانچواں بیٹا ہے؟

امام مہدی محمد بن الحسن (ع) ساتواں بیٹے میں سے چوتھا ہے؛ کیونکہ ان سے پہلے امام جواد، امام علی ھادی اور امام حسن عسکری ہیں؛ تو پھر علی (ع) کے بیٹوں میں سے ساتواں بیٹے کے پانچواں کون ہے؟! جبکہ یہ فرد اس روایت میں ائمہ (ع) کے ساتھ گن لیا گیا ہے؟!

ساتویں روایت: انس بن مالک سے روایت ہوئی: رسول خدا (ص) سے ، عیسی کے حواریوں کے حوالہ سے سوال کیا۔ آنحضرت (ص) نے فرمایا: «منتخب اور اعلی ترین میں سے تھے اور وہ بارہ افراد تھے...» اور حدیث

---

1 - کافی، ج1، ص532.

1 - کافی، ج1، ص53 کفایۃ الاثر، ص156؛ بحار الانوار، ج26، ص349؛ غایۃ المرام، ج1، ص47؛ معجم احادیث امام مہدی (ع)، ج1، ص 440.

1 - کتاب سلیم بن قیس با تحقیق محمد باقر انصاری، ص379؛ بحار الانوار، ج22، ص148.

جاری رہی اتنے کہ انھوں (ع) نے فرمایا: «میرے بعد ائمہ بارہ نفر ہے علی (ع) اور فاطمہ سلام اللہ علیھا کے صلب سے،اور وہ میرے انصار اور حواریون ہیں،اللہ کے سلام و درود ان پر ہو.»

یہ روایت علی (ع) اور فاطمہ (س) کے صلب سے بارہ افراد کے وجود کو ثابت کردیتاہے اور اگر ان پر امام علی (ع) کو اضافہ کرے تو مجموعی طور پر تیرہ افراد ہوں گے۔

آٹھویں روایت: رسول خدا (ص) نے فرمایا: «اور بے شک اللہ نے زمین والوں پر ایک نظر ڈالا،اور ان میں سے دو مردوں کو چنا؛ان دونوں میں سے ایک میں تھا؛پھر مجھے نبی بنایا اور دوسرا علی بن ابی طالب تھا اور مجھے وحی کیا کہ علی کو میرے بھائی اور دوست اور وزیر اور وصی اور جانشین قرار دے. آگاہ ہو جاو اور اللہ تعالی دوسری نظر کی اور ہمارے بعد بارہ وصی میری اھل بیت میں سے اختیار کیا؛انہیں میری امت کے منتخب شدہ قرار دیا. ایک دوسرے کے بعد؛آسمان کے تاروں کی طرح جیسے کہ کوئی تارہ غائب ہو جاتا ہے تو دوسرا طلوع کرتا ہے....»[1]

یہ روایت رسول خدااور علی صلوات اللہ علیہما وآلہما کے بعد بارہ امام کی وجود کو بیان کرتی ہے؛کیونکہ وہ فرماتا ہے «آگاہ ہو جاو اور اللہ تعالی دوسری نظر کی اور ہمارے بعد بارہ وصی میری اھل بیت میں سے اختیار کیا» «ہمارے بعد اختیار کیا» یعنی رسول خدااور علی علیہما وآلہما السلام کے بعد؛پھر ان بارہ نفر کی تعداد علی (ع) کے ساتھ تیرہ نفر ہو جائیں گے.

نویں روایت: جنادہ بن ابی امیہ سے روایت ہوئی ہے؛انھوں نے کہا: حسن بن علی (ع) کے محضر میں داخل ہوا جب وہ اس بیماری کی حالت میں تھے جو ان کی وفات کا سبب بنا اس حالت میں کہ ان کے سامنے ایک طشت (ٹب) تھا جس میں اس زہر کی وجہ سے جو معاویہ (لعنۃ اللہ) انہیں پلایا تھا- خون قی کررہے تھے اور ان کی جگر ٹکرے ٹکرے ہو کر خارج ہو رہا تھا... میں نے عرض کیا: اے میرے مولا، کیوں خود کی علاج نہیں کروارہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: «اے عبداللہ ! موت کی علاج کس چیز سے کروں؟» میں نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون. پھر آنخضرت میر طرف متوجہ ہو کر فرمایا: «اللہ کی قسم یہ وہ عہد ہے جسے رسول اللہ (ص) نے ہم سے لیا ہے، کہ

---

1 - کتاب سلیم بن قیس با تحقیق محمد باقر انصاری، ص 379؛ بحار الانوار، ج 22، ص 148.

اس امر کو علی (ع) و فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بیٹوں میں سے بارہ امام مالک ہوں گے؛ ہم میں سے نہیں مگر یہ کہ اسے زہر دیا جاتا ہے یا مارا جاتا ہے.»[1]

اور اس روایت میں شاہد مثال (گواہ)، امام (ع) کے یہ کلام ہے: «اس امر کو علی (ع) و فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بیٹوں میں سے بارہ امام مالک ہوں گے.» تو پھر اس روایت تصریح کرتی ہے کہ علی و فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بیٹوں میں سے ائمہ بارہ نفر ہیں، اور یہ تعداد اپنے والد سید موحدین، امیر المومنین علی بن ابیطالب (ع) کے ساتھ مجموعی طور پر تیرہ نفر ہوں گے.

دسویں روایت: ابوسعید خدری سے روایت ہوئی ہے: اس نے کہا: جب ابو بکر ھلاک اور عمر اس کے جانشین ہوا میں (وہاں) حاضر تھا. بزرگان یثرب میں سے ایک یہودی جو کہ شہر کے یہودی گمان کرتے تھے کہ وہ اپنے دور کے سب سے زیادہ عالم ہے آیا اور عمر کے پاس پہنچا. اس نے کہا: اے عمر میں تمہارے پاس آیا کہ اسلام لاوں. مجھے خبر دو جس چیز کے بارے میں سوال کرتا ہوں؛ کیونکہ تم اصحاب میں سے اس کتاب و سنت اور جو کچھ میں پوچھنا چاہتا ہوں، میں سب سے زیادہ عالم ہو. اور عمر نے اسے کہا: میں ویسا نہیں ہوں؛ لیکن تمہیں رہنمائی کرتا ہوں اس شخص کی طرف جو ہماری امت میں کتاب و سنت اور اس تمام چیزوں سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو سب سے زیادہ عالم ہے؛ اور وہ یہ فرد ہے —اور علی (ع) کی طرف اشارہ کیا- ... یہاں تک کہ اس نے کہا: امیر المومنین (ع) اسے فرمایا: «بے شک اس امت کے بارہ ھدایت کے امام ہیں اپنے نبی کی نسل سے، اور وہ مجھ سے ہیں، اور اما ہمارے نبی (ص) کی منزل جنت میں ہے؛ وہ مقام سب سے اچھی اور شریف جنت یعنی جنت عدن ہے. اور اما جو ان کے ساتھ ان کے مقام میں ہوں گے؛ وہ ان کی ذریت میں سے بارہ نفر ہوں گے اور ان کی ماں، اور ان کی جد—یا ان کی امی—اور انکی اولاد ہیں جو کہ کوئی بھی دوسر افراد اس میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوگا.»[2]

اس روایت میں گواہ، امام (ع) کے یہ کلام ہے: «بے شک اس امت میں بارہ امام ھدایت ہیں اپنے نبی کی نسل سے، اور وہ مجھ سے ہیں.» اس عبارت تصریح کرتا ہے کہ ائمہ، حضور (ص) اور علی (ع) کے بیٹے کی نسل سے بارہ نفر ہیں؛ یہ کہ امام فرماتے ہیں. «اور وہ مجھ سے ہیں»؛ یعنی بارہ امام علی بن ابی طالب (کے بیٹوں میں سے) ہوں گے جو کہ اپنے والد علی (ع) کے ساتھ ان کی تعداد تیرہ نفر ہیں.

---

1 - کفایۃ الاثر، ص 226.

2 - غیبت طوسی، ص 152.

گیارھویں روایت: رسول خدا (ص) نے فرمائے: «اے علی میں اپنی بیٹی فاطمہ، «عالمین کی عورتوں کے سردارن کو اور وہ جو تمہارے بعد میرے لیے سب سے زیادہ محبوب ہے تمہاری ساتھ رشتہ کرادوں گا. تمہارے (بیٹوں میں) سے دو اھل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے،اور میرے بعد زمین پر مغلوب خون سے لت پت شھیداں؛ وہ نورانی فاضل لوگ جو کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ ظلم کے خاتمہ اور حق کو زندہ کرے گا اور باطل کو موت دے گا. ان کی تعداد سال کے مہینوں کی تعداد میں ہیں؛ جو کہ عیسیٰ بن مریم ان کے آخری فرد کے پیچھے نماز ادا کرے گا.»[1]

اس روایت میں گواہ حضور (ص) کی یہ بات ہے: «ان کی تعداد سال کے مہینوں کی تعداد کے برابر ہے.» تو پھر یہ جو علی و فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد سے ہیں اور ان کی تعداد سال کے مہینوں کے برابر ہیں —اور سال کے مہینے بارہ ہیں- (یعنی) علی (ع) و فاطمہ (س) کی اولاد میں سے ائمہ کی تعداد بارہ نفر ہیں نتیجتاً اپنے والد علی بن ابیطالب کے ساتھ ان کی تعداد تیرہ امام بنتے ہیں.

بارھویں روایت: اصبغ بن نباتہ سے روایت ہوئی ہے: امیر المومنین (ع) کی خدمت میں آیا، میں نے دیکھا کہ آنخضرت ہاتھ میں لکڑی لیے ہیں اور سوچتے ہوئے اسے زمین پر مارتے ہیں. ان سے عرض کیا: اے امیر المومنین! کیا ہوا آپ کو دیکھ رہا ہوں کے سوچتے ہوئے لکڑی کو زمین پر مار رہے ہیں؟ کیا اس زمین سے کوئی رغبت رکھتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: «نہیں، خدا کی قسم میں کبھی زمین اور دنیا پہ کوئی رغبت نہیں رکھتا، اما اس مولود کے بارے میں سوچ رہا ہوں جو کہ میرے بیٹوں کے گیارھویں نسل سے ہے. وہ وہی مھدی ہے جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا جیسے کہ ظلم وجور سے بھر چکی ہو گی. اس کی حیرت اور غیبت ہوں گے جس میں بعض اقوام گمراہ اور بعض ھدایت پائیں گے.» میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین حیرت وغیبت کتنے مدت کے لیے ہوں گے؟ آنخضرت نے فرمایا: «چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال.» میں نے عرض کیا: کیا حقیقت میں یہ واقعہ رونما ہو گا؟ انھوں نے فرمایا: «جی، جیسا کہ وہ خلق کیا گیا ہے.» میں نے عرض کیا: کیا میں اس دور میں ہوں گا؟

1 - غیبت نعمانی، ص 58.

انھوں نے فرمایا: «اے اصبغ! نہیں اس امر سے کیا کام ہے؟ وہ اس امت کے نیک افراد ہیں اس عترت کے نیک افراد کے ساتھ» میں نے عرض کیا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ انھوں نے فرمایا: «اس کے بعد جو اللہ چاہے ہو جائے گا؛ کیونکہ اللہ کے ہاں بدائیں (تبدیلیاں)، ارادے اور غایات (اختتام) اور سرانجام ہوں گے.»[1]

گواہ: امام (ع) کا یہ کلام ہے: «اما اس مولود...» علی (ع) کی اولاد میں سے گیارھواں امام محمد بن الحسن عسکری (ع) ہے، اور جو امام محمد بن الحسن (ع) کے پشت سے بیٹا ہے وہی تیرھواں امام ہے.

دوسرا محور: اس روایات کے حوالہ سے علمائے شیعہ کا موقف

اکثر شیعہ علما نے اس روایات کو چھوڑ دیا اور اس پر بحث نہیں کی، اور کچھ دوسرے علما نے اس روایات پر اعتراض کیا اور اس روایات کی نسبت منفی موقف اختیار کرلیا، جس کا خلاصہ درج ذیل ہیں:

پہلا ادعا: یہ روایات یا تحریف شدہ ہیں یا تصحیف شدہ

دوسرا ادعا: اس روایات کی تأویل

پہلے ادعا کے جائزے (ادعاے تحریف یا تصحیف)

تحریف

«یعنی کسی چیز کو اپنی سمت سے تبدیل کرنا. پھر تحریف کا مطلب کلام کو اپنی سمت سے تبدیل کرنا ہے. تحریف کبھی کلام میں کسی چیز کو زیادہ کرنے سے ہوتا ہے، جیسے کہ حدیث میں آیا ہے: «تجی یوم القیامه اغر ما کانت» (قیامت کا دن آئے گا اس سے زیادہ عزیز جو پہلے تھا) اور ثوری اسے اس طرح روایت کی ہے: «اغزر ما کانت» (جو تھا بہت ہو گیا) اور تحریف کبھی کسی چیز کو اس سے کم کرنے سے واقع ہوتا ہے: مثلاً: «مسح وجهه زمن الفتح» (وہ اپنی چہرے فتح کے وقت مسح کیا) اور ان میں سے بعض لوگ نے اس کلام کو تحریف کیا انھوں نے کہا: «من القبح» (قیامت سے): اور کبھی بعض عبارات کو تبدیل کرنے سے اور کبھی کلام کو اس کے مطلب کے بغیر حمل کرنے سے بھی (تحریف) واقع ہوتا ہے.

---

1 - کافی، ج1، ص379؛ دلائل الائمہ، ص530؛ اختصاص، ص209؛ غیبت طوسی، ص165 و ص339؛ ہدایۃ الکبری، ص362؛ معجم احادیث امام مہدی (ع)، ج3، ص62؛ نہج السعادۃ، ج7، ص464، مکیال المکارم، ج1، ص113.

اما تصحیف: یعنی حروف کے نقطے یا حرکات (زیر، زبر پیش) میں تبدیلی ایسے کہ عبارت کے ظاہر ویسے ہی رہے؛ اور اس دلیل سے واقع ہوتا ہے کہ کتاب کے نقل اتارنے والا، لفظ کو صحیح طریقہ سے اس کے مد نظر معنی کے حساب سے نہ سمجھے؛ اگر لفظ کے ظاہر بغیر نقطے کے ہو جو کہ پڑھنے والا اسے دوسری صورت میں پڑھتا ہے؛ مثلاً «فحمة» جب اس کے نقطے نہ ہو تو اسے «قحمة» یا «فخمة» پڑھتے ہیں. اس طرح عبارات کو صحیح طریقہ سے تعیین نہیں کیا جا سکتا مگر شیوخ کی زبان سے سننے کے علاوہ.

زمخشری ربیع الابرار میں کہا ہے: تصحیف، ایسا تالا ہے جس کی چابی گم ہوئی ہے تحریف، تصحیف سے زیادہ عام ہے.

تحریف یا تصحیف پر قائل ہونے والوں کی تنقید اور جائزے

سید مرتضی عسکری اپنی کتاب «معالم المدرستین» میں کہتا ہے:

«مکتب اهل بیت (ع) کی حدیث کے کتابوں کے اعتبار کے لحاظ سے جیسے کہ شاھد ہیں مکتب اهل بیت (ع) کے جامع احادیث (احادیث کی کتاب) کے اسناد میں رسول خدا (ص) تک تسلسل کے باوجود، حدیث کی کتابوں کی نقل اتارنے میں غلطیاں رونما ہوئیں ہیں؛ نتیجتاً مکتب اهل بیت (ع) کے فقیہوں نے جوامع حدیث کے کسے بھی جامع کو جو ان کے ہاں ہے « صحیح» کے نام سے نہیں لکھا—اسی طرح کہ خلفا کے مکتب والوں نے کیا اور بعض اپنے جوامع حدیث کو « صحیح» نام رکھا- اور اس کام سے (یعنی بعض جوامع حدیث کو صحیح کے عنوان سے نام رکھنے سے) تفکر کرنے کا راستے بند نہیں کرتے اور علمی بحث کے دروازے کو کسی بھی دور کے لمحہ کے لیے بند نہیں کرتے. وہ ہر حدیث جو ان کے جوامع میں ہوتی درایہ حدیث کے قواعد پر عرضہ (پیش) کرتے اور اس مطالعات کے نتائج کے تابع تھے اور یہ اس جہت سے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ اس احادیث کے راویاں خطا اور نسیان سے —جو کہ کسی بھی فرد کے لیے جو اللہ نے اسے معصوم نہیں بنایا رونما ہوتا ہے —معصوم نہیں تھے عملی طور پر بھی مکتب اهل بیت کے سب سے زیادہ مشہور کتب حدیث یعنی کتاب (اصول) کافی —میں خطا سرزد ہوئی ہے؛ اس جیسے خطاوں کی طرح جو چار احادیث میں نمبر 7 اور 9 اور 14 اور 17 اور 18، کتاب حجت کافی میں، وہ باب جو بارہ (امام) کے بارے میں اور ان پر نص کے حوالے سے روایت ہوئی ہے، واقع ہوا ہے، کہ اس مطلب کو آگے تشریح کریں گے:

پہلا: ساتھویں اور چودھویں حدیث: [1] اصول کافی کے اس دونوں احادیث میں: سند کے ساتھ ابن سماعہ سے علی بن حسین بن رباط سے ابن اذینہ سے زرارہ سے روایت ہوئی ہے: اس نے کہا: سنا ہے ابو جعفر (ع) فرما رہے تھے: «آل محمد (ع) سے بارہ امام ہیں جو کہ سب محدث ہیں، رسول خدا (ص) اور علی (ع) کے بیٹوں میں سے ہیں. رسول خدا اور علی (ان کے) دو باپ ہیں.»

اور ساتویں حدیث کے الفاظ میں اس کے بعد (آیا ہے): «علی بن راشد نے کہا... متن حدیث» [2]

اما دونوں حدیثوں کی مغز اور جان یہ ہے کہ اھل بیت (ع) سے ائمہ کی تعداد تیرہ نفر ہیں؛ امام علی اپنے بیٹوں میں سے بارہ امام کے ساتھ!

جبکہ اس روایت کو مفید ارشاد میں اور طبرسی اعلام الوری میں کافی سے نقل کیا ہے اور ان دونوں کے الفاظ ایسے ہیں: «بارہ امام جو کہ سب محدث ہیں آل محمد سے ہیں، علی بن ابیطالب اور ان کے بیٹوں میں سے گیارہ نفر، اور رسول خدا اور علی صلوات للہ علیہما، دونوں (ان کے) باپ ہیں.» [3]

---

1 - ان کا مطلب ساتھویں حدیث سے وہ حدیث ہے جو کہ شیخ کلینی نے اپنے سند کے ساتھ زرارہ سے نقل کی ہے: سنا ہے ابا جعفر (ع) فرما رہے تھے: «بارہ امام آل محمد (ع) سے سبھی رسول خدا (ص) سے کلام کرتے ہیں اور علی کے بیٹوں میں سے ہیں، اور رسول خدا اور علی (ع) ان کے آباء ہیں...»

اور چودھویں حدیث، وہ حدیث ہے جو کہ شیخ کلینی نے کافی میں اپنے سند کے ساتھ ابو جارود سے ابا جعفر (ع) سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول خدا (ص) نے فرمایا: «بے شک میں اور میری اولاد سے بارہ نفر اور تم اے علی زمین کے ستونیں ہیں، یعنی کیلیں اور اس کے پہاڑیں؛ ہمارے واسطہ سے اللہ زمین کو قائم رکھا کہ اپنے اھل کو نگل نہ دے اور جب میری اولاد میں سے بارہ نفر چلے جائیں گے تو زمین اپنے اھل کو نگل دے گا اور انہیں مہلت نہیں دیا جائے گا.»

2 - یہ ساتھویں حدیث کے مکمل متن ہے: 7- محمد بن یحیٰی، عبد اللہ بن محمد خشاب سے، ابن سماعۃ سے علی بن حسن بن رباط سے، ابن اذینہ سے، زرارہ سے، کہ اس نے کہا: سنا ہے ابا جعفر (ع) فرما رہے تھے: «بارہ امام آل محمد (ع) سے سبھی رسول خدا (ص) سے کلام کرتے ہیں اور علی کے بیٹوں میں سے ہیں، اور رسول خدا (ص) اور علی (ع) ان کے آباء ہیں.» علی بن راشد جو کہ علی بن حسین کے بھائی کی ماں سے تھا اور اسے قبول نہیں کیا. پھر ابو جعفر (ع) نے اصرار کیا اور فرمایا: «اما تمہاری ماں کا بیٹا ان میں سے ایک ہے.» کافی، ج1، ص531.

3 - اس حدیث کو شیخ مفید نے رشاد میں اس سند سے بیان کیا ہے: ابو قاسم نے مجھے خبر دی کہ محمد بن یعقوب سے ابو علی اشعری سے (حسن بن عبید اللہ) سے حسن بن موسی خشاب سے علی بن سماعہ سے علی بن حسن رباط سے عمر بن اذینہ سے زاررہ نے کہا: سنا ہے ابو جعفر (ع) فرما رہے تھے: «بارہ....» ارشاد، ج2، ص347.

اور صدوق بھی اپنی کتاب «عیون اخبار الرضا» اور «خصال»[1] اس روایت کو کلینی سے نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

«ہم آل محمد سے بارہ امام ہیں، جو کہ رسول خدا (ص) کے بعد سب محدث ہیں اور علی بن ابی طالب ان میں سے ہے.»

بحث اور قیاس کے نتیجہ: کافی کے اس حدیث کو اور جنھوں نے اسے اخذ کیا ہے یعنی شیخ صدوق و مفید و طبرسی کے جائزے لینے سے پتا چلتا ہے کہ نسخ اتارنے والے، شیخ مفید کے دور کے بعد حدیث کی کتابت میں غلطی سے دوچار ہوگئے اور ہم نہیں کہتے ہیں کہ طبرسی کے دور سے پہلے؛ کیونکہ طبرسی اپنے اخبار کو اعلام الوری میں شیخ مفید کی کتاب ارشاد سے لیتا رہا اور اپنے کلام کو اس کے حساب سے مرتب کرتا تھا».[2] ختم کلام سید مرتضی عسکری

سید مرتضی عسکری کے کلام پر وقف گاہیں:

پہلا وقف گاہ:

پہلا: جیسے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ غلطی مفید کے دور کے بعد والے ناسخاں کی جانب سے ہو، اسی طرح احتمال ہے کہ نقل اتارتے ہوئے غلطی شیخ مفید (کے ناسخاں کی جانب) سے بھی ہو اور کوئی ترجیح ایک احتمال کے لیے دوسرے پر موجود نہیں.

حتی کہہ سکتے ہیں کہ غلطی شیخ مفید کے ناسخاں کے علاوہ، دوسروں کی طرف سے نہیں ہوئی؛ کیونکہ بعید ہے کہ نقل اتارنے میں غلطی تمام پانچ گانہ احادیث میں جو کہ شیخ کلینی نے کافی میں روایت کی ہے تکرار ہو جائے. اور اس کے باوجود اس نسخوں کے متن -اس احادیث کے متون میں اختلاف ہونے کے باوجود- اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں۔ حال کیا ممکن ہے کہ اس متون میں اختلاف ہونے کے باوجود اور اس کے باوجود کہ یہ سب تیرہ نفر پر دلالت کرتے ہیں، کہا جائے کہ تیرہ نفر پر دلالت ہونے پر مکرر تصحیف واقع ہوا ہے؟!

---

1 - عیون اخبار الرضا (ع)، ج2، ص60 وخصال، ص480 ؛ صدوق اس حدیث کو ان دونوں کتابوں میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے: محمد بن علی بن ماجیلو نے ہمیں خبر دیا ہے: علی بن سماعہ سے، علی بن حسن بن رباط سے، اپنے والد سے، ابن اذینہ سے، زرارہ بن اعین سے، اس نے کہا، سنا ہے ابا جعفر (ع) فرماتے تھے: « ہم آل محمد سے بارہ امام ہیں، جو کہ رسول خدا (ص) کے بعد سب محدث ہیں اور علی بن ابی طالب ان میں سے ہے.»

2 - معالم المدرستین، ج3، ص259.

دوسرا: اور اما سید مرتضی عسکری کی یہ بات: «اور صدوق بھی اپنی کتاب «عیون اخبار الرضا» اور «خصال» میں اس روایت کو کلینی سے نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

«ہم بارہ امام آل محمد (ع) سے ہیں جو کہ سب رسول خدا (ص) کے بعد محدث ہیں اور علی بن ابی طالب ان میں سے ہیں»؛ اس کا امکان زیادہ ہے کہ یہ روایت، دوسری روایت ہو، اگرچہ اس کا سند، پہلی روایت کے سند جیسے ہوتا ہو. اس طرح کی مثال روایات میں بہت واقع ہوا ہے اور بہت ساری روایات یکساں سند اور دو مختلف متون کے ساتھ آئے ہیں اور ان دونوں کے متن ایک دوسرے کے نزدیک ہیں لیکن اس دلیل سے یہ دونوں ایک روایت محسوب نہیں ہوتی ہے.

دوسرا وقف گاہ:

سید مرتضی عسکری دوسری روایت پر تشریح لکھتا ہے روایت کا متن: «شیخ کلینی کافی میں روایت کرتا ہے سند کے ساتھ ابا جعفر (ع) سے جابر عبد اللہ انصاری سے، اس نے کہا: میں نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کے محضر میں وارد ہوا جبکہ ان کے سامنے ایک لوح تھا جس میں ان کے بیٹوں میں سے اوصیا کے نام لکھے ہوئے تھے؛ پھر میں نے بارہ نفر گن لیا، جن کے آخر میں قائم (ع) تھا. ان میں سے تین محمد اور تین علی تھے».[1]

اور کہتا ہے:

«اس حدیث کو مفید اپنی کتاب ارشاد میں کافی سے اس الفاظ سے نقل کرتا ہے.[2] اور طبرسی اعلام الوری میں اس کی تبعیت کرتا ہے[3] اس حدیث کے عام مفہوم اس الفاظ سے تین کتابوں میں یوں ہے کہ حضور (ص) کے اوصیا کے ائمہ کی تعداد تیرہ نفر ہیں: امام علی، اولاد فاطمہ میں سے اپنے بارہ نفر بیٹوں کے ساتھ؛ جبکہ صدوق اس حدیث

---

1 - کافی، ج1، ص532؛ کلینی اس کو سند کے ساتھ محمد بن حسین سے، ابن محبوب سے، ابو جارود سے، ابا جعفر (ع) سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے.

2 - ارشاد، ج2، ص346، ابو القاسم جعفر بن محمد نے مجھ خبر دیا، محمد بن یعقوب سے، محمد بن یحیٰی سے، (محمد بن حسین) سے، ابن محبوب سے، ابو جارود سے، ابو جعفر محمد بن علی (ع) سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے، اس نے کہا: میں فاطمہ (س)، رسول خدا (ص) کی بیٹی کے محضر میں وارد ہوا جبکہ ان کے سامنے ایک لوح تھا جس میں ان کے بیٹوں میں سے اوصیا اور ائمہ کے اسماء موجود تھے انہیں گن لیا، بارہ تھے جن کا آخری قائم تھا فاطمہ کی اولاد میں سے، ان کے تین محمد اور ان کے چار علی تھے».

3 - اعلام الوری، ج2، ص166.

کو اپنے سند کے ساتھ روایت کرتا ہے اور کافی سے نقل نہیں کرتا ہے اسے عیون اخبار الرضا میں دو سند[1] اور کمال الدین میں ایک سند کے ساتھ نقل کرتا ہے :[2] محمد بن حسین سے، پھر اس کے سند کو کافی کے سند کے ساتھ جابر تک جمع کرتا ہے، پھر اس سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا« فاطمہ (س) کے محضر میں وارد ہوا جبکہ ان کے سامنے ایک لوح تھا جس میں اوصیا کے نام تھے، انہیں گن لیا بارہ نفر تھے، ان کا آخری قائم تھا، ان میں سے تین محمد اور ان میں سے چار علی تھے.»

بحث اور قیاس کا نتیجہ: واضح ہوا کہ یہ عبارت «فاطمہ کے بیٹوں میں سے» جو کہ کافی کے نسخہ میں آیا ہے، زائد اور عبارت «ان میں سے تین بھی تحریف ہوا ہے، اور یہ کہ شیخ مفید اپنی کتاب ـ ارشاد ـ میں اس سے نقل کیا ہے، اور قطعی طور پر صحیح اور درست وہ چیز ہے جو کہ اس روایت کے الفاظ میں آیا ہے جو شیخ صدوق نے عیون و خصال[3] میں ذکر کیا ہے اس صورت میں: «ان میں سے چار علی» اس عبارت «فاطمہ کے بیٹوں میں سے» کو اضافہ کیے بغیر.[4] ختم کلام مرتضی عسکری

جواب:

پہلا: اس قیاس کا نتیجہ پچھلے قیاس سے مختلف ہے؛ کیونکہ پہلی روایت میں قیاس کا نتیجہ جو گزارا شیخ مفید کہ حق میں تھا جبکہ اس روایت میں قیاس شیخ صدوق کے حق میں ہے؛ اس جگہ جہاں پہلی روایت میں اپنے قیاس میں کہا ہے:

---

1 - دو سندیں درج ذیل ہیں: پہلا احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ہمیں کہا: میرے والد محمد بن حسین بن ابوخطاب نے ہمیں کہا: حسن بن محبوب، ابو جارود سے، ابا جعفر سے، جابر بن عبد اللہ انصاری سے .

دوسرا: حسین بن احمد بن ادریس نے ہمیں کہا: میرے والد نے ہمیں کہا: احمد بن محمد بن عیسی و ابراہیم بن ہاشم سے، سب حسن بن محبوب سے، ابو جارود سے، ابا جعفر (ع) سے، جابر بن عبد اللہ انصاری سے. عیون اخبار الرضا (ع)، ج 2، ص 52 .

2 - اس سند سے روایت کی ہے: محمد بن موسی بن متوکل نے ہمیں کہا: محمد بن یحییٰ عطار اور عبد اللہ بن جعفر حمیری نے مجھے کہا: محمد بن حسن بن ابی خطاب سے، ابن محبوب سے، ابو جارود سے، ابو جعفر (ع) سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے. کمال الدین، ص 269.

3 - خصال میں اس سند کے ساتھ آیا ہے: میرے والد نے ہمیں کہا: سعد بن عبد اللہ نے ہمیں کہا: محمد بن حسن بن ابی خطاب نے ہمیں کہا: حسن بن محبوب ہے، ابو جارود سے، ابو جعفر (ع) سے، جابر بن عبد اللہ انصاری سے اس نے کہا: «فاطمہ (س) کے محضر میں داخل ہوا جبکہ ان کے سامنے ایک لوح تھا جس میں اوصیا کے اسماء تھے، انہیں گن لیا، بارہ نفر تھے، ان میں سے ایک قائم تھا، ان میں سے تین محمد اور ان میں سے تین علی تھے» خصال، ص 477.

4 - معالم المدرستین، ج 3، ص 262.

«کافی کے اس حدیث کو اور جنھوں نے اسے اخذ کیا ہے یعنی شیخ صدوق و مفید و طبرسی کے جائزے لینے سے پتا چلتا ہے کہ، شیخ مفید کے دور کے بعد حدیث کی کتابت میں غلطی سے دوچار ہوگئے اور ہم نہیں کہتے ہیں کہ طبرسی کے دور سے پہلے؛ کیونکہ طبرسی اپنے اخبار کو اعلام الوری میں شیخ مفید کی کتاب ارشاد سے لیتا رہا اور اپنے کلام کو اس کے حساب سے مرتب کرتا تھا». [1]

جبکہ یہاں کہتا ہے:

واضح ہوا کہ یہ عبارت «فاطمہ کے بیٹوں میں سے» جو کہ کافی کے نسخہ میں آیا ہے، زائد اور عبارت «ان میں سے تین بھی تحریف ہوا ہے، اور یہ کہ شیخ مفید اپنی کتاب –ارشاد– میں اس سے نقل کیا ہے، اور قطعی طور پر صحیح اور درست وہ چیز ہے جو کہ اس روایت کے الفاظ میں آیا ہے جو شیخ صدوق نے عیون و خصال [2] میں ذکر کیا ہے اس صورت میں: «ان میں سے چار علی» اس عبارت «فاطمہ کے بیٹوں میں سے» کو اضافہ کیے بغیر.

ہر کوئی حق رکھتا ہے کہ سید مرتضی عسکری سے پوچھے: کیا یہ قیاس جو آپ نے بتایا کہ لفظ «فاطمہ کے بیٹوں میں سے» کا زائد ہونے کو روایت میں

ثابت کیا ہے (کیا یہ) اسی طرح لفظ «ان میں سے تین» کا تحریف ہونے کو ثابت کرتا ہے ایسے کہ سید عسکری اس پہ قطع و یقین حاصل کیا ہے؟ اور کیا اگر ہر نسخہ میں یہ آجائے کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں، وہ سب غلط ہیں ایسے کہ عسکری اور دوسرے اپنے آپ کو مشکل میں ڈالتے ہیں کہ ایسی تعبیر پیش کرے کہ بارہ امام پر اشارہ دے؟! اور اگر مفید کے نسخہ میں کوئی ایسی چیز آجائے کہ تأیید کرے کہ ائمہ بارہ نفر ہیں تو اس کا نسخہ صحیح ہے لیکن اگر مفید کے نسخہ میں کوئی چیز ظاہر ہو جائے کہ بیان کرے ائمہ تیرہ نفر ہیں تو حق صدوق کے ساتھ ہے جس کہ نسخہ میں آیا ہے ائمہ بارہ نفر ہے کیا یہ ایک علمی تحقیق ہے جس میں ہمیں دیکھنا چاہیے کہ روایات کیا کہتے ہیں نہ کہ پہلے سے روایات پر حکم چلا دے؟

---

1 - معالم المدرستین، ج3، ص259.

2 - خصال میں اس سند کے ساتھ آیا ہے: میرے والد نے مجھے کہا: سعد بن عبداللہ نے ہمیں کہا: محمد بن حسن بن ابی خطاب نے ہمیں کہا: حسن بن محبوب ہے، ابو جارود سے، ابو جعفر (ع) سے، جابر بن عبداللہ انصاری سے اس نے کہا: «فاطمہ (س) کے محضر میں داخل ہوا جبکہ ان کے سامنے ایک لوح تھا جس میں اوصیا کے اسماء تھے، انہیں گن لیا، بارہ نفر تھے، ان میں سے ایک قائم تھا، ان میں سے تین محمد اور ان میں سے تین علی تھے» خصال، ص477.

دوسرا: وہ عامل جو سبب بنا کہ سید مرتضی عسکری اور جوان کے پیروکار ہیں تصحیف اور تحریف پہ قائل ہو جائے، یہ اعتقاد تھا جس کے مطابق روایات، ائمہ کی تعداد کو بارہ پہ منحصر کیا ہے؛ اسی دلیل سے ہر وہ روایت کے بارے میں جسے اس تعداد (12) کے خلاف ظاہر ہو جائے حکم کرتے ہیں کہ یہ ضرور ناسخوں کی غلطی کی وجہ سے ہوا ہے یا کہ تحریف ہوا ہے یا تصحیف واقع ہوا ہے .

پہلے کہا گیا کہ بارہ نفر کی روایات سے، انحصار ثابت نہیں ہوتا ہے.

تیسرا: وہ روایات جو دلالت کرتے ہیں کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں، مختلف سیاق کے حامل ہیں اس کے باوجود کہ سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں. متون میں یہ مختلف اقسام ہونے کے باوجود جو کہ سبھی تیرہ ائمہ پر دلالت کرتے ہیں، تصحیف یا تحریف ہونے کے احتمال کو ضعیف بناتا ہے.

تیسرا وقف گاہ:

پھر سید مرتضی عسکری جو کچھ کلینی نے کافی میں لایا ہے اسے سند کے ساتھ نقل کیا ہے: ابو جارود سے ابو جعفر (ع) سے، انھوں نے فرمایا: رسول خدا (ص) نے فرمایا: «بے شک میں اور میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر اور تم اے علی زمین کے ستونیں ہیں، یعنی کیلیں اور اس کے پہاڑیں؛ ہمارے واسطے سے اللہ تعالی زمین کو قائم رکھا کہ اپنے رہنے والوں کو نگل نہ دے، اور جب میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر چلے جائیں گے تو زمین اپنے رہنے والوں کو نگل دے گا اور انہیں مہلت نہیں دیا جائے گا.»[1]

وہ دوسری روایت کو نقل کرتا ہے اور پھر ان دو روایتوں کی قیاس کرتا ہے دوسری روایت کو پچھلی روایت کے بعد جو کہ اس سند سے نقل ہوا ہے، یہاں پر لاتا ہے: «محمد بن یحیٰی، محمد بن احمد سے، محمد بن حسین سے، ابو سعید عصفری سے عمرو بن ثابت سے ابو جارود سے ابو جعفر (ع) سے».

اس نے کہا ہے:

«اور اصل عصفری (کی کتاب) میں: عباد، عمرو سے، ابو جارود سے، ابو جعفر (ع) سے کہ انھوں نے فرمایا: رسول خدا (ص) نے فرمایا: «بے شک میں اور میرے بیٹوں میں سے گیارہ نفر اور تم اے علی زمین کے ستونیں ہیں، یعنی کیلیں اور اس کے پہاڑیں؛ ہمارے واسطے سے اللہ تعالی زمین کو قائم رکھا کہ اپنے رہنے والوں کو نگل نہ

---

1 - کافی، ج1، ص534.

دے، اور جب میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر چلے جائیں گے تو زمین اپنے رہنے والوں کو نگل دے گا اور انہیں مہلت نہیں دیا جائے گا.»

موازنہ کا نتیجہ: اور «اثنی عشر من ولدی» (میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر) اور «الاثنا عشر من ولدی» (میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر) کافی کے نسخہ میں تحریف موجود ہے، اور صحیح وہ چیز ہے جو کہ اصل عصفری (کی کتاب) میں آیا ہے: اور « احد عشر من ولدی» (میرے بیٹوں میں سے گیارہ نفر) اور «و الاحد عشر من ولدی» (میرے بیٹوں میں سے گیارہ نفر) اور جو کلینی سے حدیث روایت کی ہے (وہ بھی تحریف ہوا ہے).» [1] ختم کلام سید مرتضی

جواب:

یہ موازنہ اس وقت صحیح ہوگا جب دونوں روایتوں کے سند ایک ہی ہو—البتہ اگر بنیاد کو اس بات پر رکھے کہ دونوں سند کا ایک ہونا اس بات کا سبب بنتا ہے کہ روایت کے متن ایک ہو جائے، جبکہ یہ بعید ہے —نہ کہ اس وقت کہ اسناد مختلف ہوں؛ کیونکہ شیخ غیبت کی کتاب میں یوں نقل کیا ہے، کہا: «کسی جماعت نے ابو مفضل شیبانی سے، محمد حمیری سے، اپنے والد سے، اشعری سے، عمرو بن ثابت سے ابو جارود سے، ابو جعفر (ع) سے». [2]

اور مجلسی مراۃ العقول میں دوسرے سند سے جو کہ شیخ طوسی اسے غیبت میں بیان کیا ہے، تصریح کیا ہے اور کہا ہے: شیخ غیبت کی کتاب میں دوسرے سند سے عمرو بن ثابت سے ابو جارود سے اس روایت کی طرح نقل کیا ہے اور اس میں «میں اور میرے بیٹوں میں سے گیارہ نفر» موجود ہیں اور یہ اظہر (زیادہ واضح) ہے. اس ترتیب سے دوسری روایت پہلی روایت کے علاوہ ہو سکتی ہے اور صرف ذکر کرنا کہ «میں اور میرے بیٹوں میں سے گیارہ نفر» اس معنی میں نہیں کہ پہلی روایت تحریف یا تصحیف ہو گئی ہے.

اور کم از کم تصحیف اور تحریف کی موجودگی کے لیے، قطع و یقین حاصل نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ دوسری روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو کہ «میں اور میرے بیٹوں میں سے گیارہ نفر اور تم اے علی زمین کے ستون ہیں» والی روایت

---

1 - معالم المدرستین، ج3، ص264.

2 - غیبت طوسی، ص 137 اور اس کے بعد.

سے موافق ہیں جبکہ اس کے متون مختلف ہیں، اماان کا تیرہ نفر پر دلالت یکساں ہیں اور اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ تصحیف واقع نہیں ہوا ہے.

دوسرے ادعا کا جائزے: روایات کی تاویل

شیخ مجلسی اور ان کے تعاقب میں سید کاظم حائری –تغلیب کے ادعا سے استناد کرتے ہوئے –ان روایات کی تاویل پر مایل ہوگئے جو کہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ کی تعداد تیرہ نفر ہیں.

سید حائری ایک عنوان «اس روایات کے جائزے جو کہ اس وہم کو ایجاد کیا ہے کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں» کے نام سے لایا ہے. وہ اس عنوان کو اس روایات کے بعد لایا ہے کہ دلالت کرتا ہے کہ ائمہ بارہ نفر ہیں اور کہا ہے:

«ائمہ کے بارہ نفر ہونے میں انحصار کے مفہوم جو کہ ہم اس روایات سے سمجھے ہیں جو کہ گنتی سے باہر ہیں –کے مد مقابل واحد نادر اخبار ملتے ہیں جو کہ اس وہم کو ایجاد کرتی ہے کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں. یہ روایات کافی میں آئے ہیں. ہم اسے ذکر کریں گے اور جائزے لیں گے:

پہلا: اس باب کا ساتواں حدیث: محمد بن یحیٰی سے عبد اللہ بن محمد خشاب سے –اور ان کا نام رجال کے کتب میں مذکور نہیں –ابن سماعہ سے علی بن حسن بن رباط سے ابن اذینہ سے زارره سے، کہ اس نے کہا: سنا ہے ابا جعفر (ع) فرماتے تھے: «بارہ امام آل محمد میں سے اور وہ سب محدث ہیں؛ رسول خدا اور علی کے اولاد میں سے ہیں. رسول خدا اور علی (دونوں) (ان کے) دو باپ ہیں.»

پوشیدہ نہیں کہ اس عبارت کے ظاہر، بارہ ائمہ کو بیان نہیں کرتا، اس صورت میں کے بعض اس روایت کو تفسیر کیے ہیں. اس روایت کے ظاہر کے مطابق، وہ بارہ نفر اور رسول خدا اور علی کے بیٹوں میں سے ہیں. شاید علی رسول خدا کی مانند ائمہ کے دائرہ سے خارج ہے اور آنحضرت اور رسول خدا ائمہ کے باپ ہیں.

مجلسی مراۃ العقول میں اس روایت کو تغلیب پر حمل کیا ہے؛ یعنی جہاں سے اکثر ائمہ ایک فرد کے سوا، رسول خدا اور علی کے بیٹوں میں سے ہیں؛ ان سے «وہ سب محدث ہیں؛ رسول خدا اور علی کے بیٹوں میں سے ہیں» کے عنوان سے تعبیر کیا ہے.[1]

---

1 - تغلیب کا کیا مطلب ہے؟ ایک مثال سے تشریح کرتا ہوں: اگر دس آدمی دو عورتوں کے ساتھ آئے، تو ان میں سے اکثر تعداد مردوں کی ہے. اس حالت میں اگر کوئی آپ سے پوچھے کون آیا ہے؟ آپ کہیں گے: ایک جماعت آیا ہے اور نہیں کہیں گے واضح طور پر کہ دو عورتیں آئی ہیں اور اسی ترتیب سے عورتیں بھی مردوں کی طرح مخاطب واقع ہوئیں ہیں.

یہ حدیث دوسری بار کافی کی کتاب میں نمبر 14 سے ابو علی اشعری سے حسن بن عبید اللہ سے ـاور شاید صحیح حسین بن عبید اللہ ہو ـحسن بن موسی خشاب سے علی بن سماعہ سے علی بن حسن بن رباط سے ابن اذینہ سے زرارہ سے روایت ہوئی ہے کہ اس نے کہا: سنا ہے ابا جعفر (ع) فرماتے تھے: «بارہ امام آل محمد سے ہیں. وہ سب محدث ہیں اور رسول خدا کے بیٹوں میں سے اور علی بن ابی طالب کے بیٹوں میں سے ہیں؛ پھر رسول خدا اور علی دونوں (ان کے) باپ ہیں.»

سید نذیر حسنی نے کہا ہے: شیخ مفید اس روایت کو کتاب ارشاد، ج 1، ص 347 میں اس طرح نقل کیا ہے: «بارہ امام آل محمد میں سے ہیں؛ وہ سب محدث ہیں؛ علی بن ابیطالب اور ان کے بیٹوں میں سے گیارہ نفر؛ اور رسول خدا اور علی دونوں باپ ہیں.»

اور صدوق خصال کی کتاب اور عیون کی کتاب میں کہا ہے: محمد بن علی ماجیلویہ نے ہم سے کہا: محمد بن یعقوب کلینی نے ہم سے کہا: ابو علی اشعری حسین بن عبید اللہ سے حسن بن موسی خشاب سے علی ابن سماعۃ سے علی بن حسن بن رباط سے اپنے والد سے ابن اذینہ سے زرارہ ابن اعین سے، کہ اس نے کہا: سنا ہے ابا جعفر (ع) فرماتے تھے: «بارہ امام آل محمد میں سے ہیں، وہ سب محدث ہیں رسول خدا کے بعد اور علی بن ابیطالب ان میں سے ہیں.»

یہ روایت، نسخہ کافی کو جو شیخ مفید تک پہنچا ہے تایید کرتی ہے.»[1] اس کا ختم کلام

حائری کے کلام پر کچھ وقف گاہ:

پہلا وقف گاہ: بارہ امام میں ائمہ کا حصر ہونے کا جواب

پہلا: حائری اس روایات کو اس طرح کا عنوان دیا ہے: «وہ روایات جو اس توھم کو ایجاد کی ہے کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں.» اور واقعیت یہ ہے کہ یہ روایات اس گمان کو کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں، ایجاد نہیں کی ہے بلکہ اس پر صراحت کرتا ہے! اور جو اس بات پر قائل ہے کہ یہ روایات بارہ کے عدد پر دلالت کرتے ہیں، شائستہ ہے کہ وہ اس بات پر وصف ہو جائے کہ وہ توہم کا شکار بنا ہے نہ کہ وہ شخص جو کہتا ہے کہ یہ روایات تیرہ امام پر دلالت کرتے ہیں! تو پھر

---

1 - اصول الدین حائری، ص 196.

حائری خود وہ شخص ہے جو توہم کا شکار بنا ہے نہ کہ وہ جو اس کے خلاف ہے اور کہا ہے کہ یہ روایات تیرہ کے عدد پر دلالت کرتے ہیں.

دوسرا: حائری ادعا کرتا ہے کہ «تعداد» پر مختصر ہونے کی روایات «بارہ» پہ دلالت کرتے ہیں اور کہتا ہے:

«اس کے مد مقابل، وہ روایات جو گنتی سے خارج ہیں اس سے ہم بارہ نفر پر ائمہ کا انحصار ہونے کا مفہوم لیتے ہیں.»

تو پھر ناگزیر اس ادوات کو جاننا چاہیے جسے حصر بیان ہوتا ہے. علما نے کہا ہے کہ «حصر» کا مفہوم اس ادوات مثلاً «انما» اور استثنا کے ادوات، نفی کے بعد مثلاً «الا» اور «غیر» اور «سوی» اور «عدا» اور مفعول کو مقدم کرنے سے معلوم ہوتا ہے؛ مثلا ہم کہتے ہیں «ایاک نعبد» جو کہ عبادت کو اللہ تعالی کے لیے منحصر کرنے پر دلالت کرتا ہے.

شہید محمد باقر صدر نے کہا ہے جو حصر پر دلالت کرتا ہے ان میں سے ایک «عام» کا استعمال ہے «موضوع» کے عنوان سے معرفہ ہونے کے ساتھ، اور «خاص» کا استعمال «محمول» کے عنوان سے ہے؛ مثلاً ہم کہے: «ابنک ھو محمد» اس کی جگہ «محمد ھو ابنک»؛ جو کہ یہ عبارت عرف کے لحاظ سے «بیٹا» کو محمد کے لیے حصر کرنے پر دلالت کرتا ہے.[1]

حال اگر اس روایات کے جائزے لیں جو کہ بارہ ائمہ پر دلالت کرتے ہیں اس میں بارہ کے عدد پر انحصار نہیں دیکھنے میں آتا ہے، اور اس حصر کو حائری کے سوا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے اگر حصر کا ادعا قابل قبول ہوتا، تو سید مرتضی جب بارھواں امام محمد بن الحسن العسکری (ع) کے بعد وجود امام کے مسئلہ کو بیان کرتا تھا اس وقت مسئلہ حصر کو بھی بیان کرتا؛ جہاں وہ کہتا ہے:

«اگر محمد بن حسن عسکری (ع) کے بعد امام کی وجود پر اعتقاد رکھیں تو شیعہ اثنا عشری کے عقیدے سے خارج ہو جائیں گے، اور اگر بارھواں امام کے بعد کوئی بھی امام کی وجود پر اعتقاد نہ رکھیں تو ہم نے اس مذہب کے اہم ترین ستون کو باطل قرار دیئے ہیں؛ یعنی زمانہ کو امام سے خالی ہونے کا قبح کا اصل ... اس میں کوئی اشکال نہیں کہ امام مھدی (ع) کے بعد یہ دنیا طویل مدت تک قائم رہے لیکن جائز نہیں کہ امام مھدی (ع) کے بعد زمانہ امام سے

---

1 - دروس در علم اصول، ج 2، ص 11.

خالی رہے اور جائز ہے کہ آنحضرت کے بعد، ائمہ کے کچھ تعداد ہوں جو کہ دین کی حفاظت اور اھل دین کے مصالح کے لیے قیام کریں اور یہ بات اس راستے کو جس پر ہم امامت کے ذریعہ گامزن ہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا؛ کیونکہ جس چیز پہ ہم مکلّف ہوئے ہیں اور اس پہ پابند ہیں، یہ ہے کہ: ہم ان بارہ نفر کی امامت کو پہچان لیں اور ہم بھی اسے ایک محکم بیان سے واضح کر چکے ہیں... اور یہ بات ہمیں شیعہ اثنا عشری کہنے سے خارج نہیں کرتا ہے؛ کیونکہ یہ نام ہماری نظر میں اس فرد پر اطلاق ہوتا ہے کہ بارہ امام کی امامت پر اقرار کرتا ہے، اور ہم بھی اسے اثبات کر چکے ہیں اور کوئی دوسرا اس مذہب پر ہم سے موافقت نہیں کرتا؛ تو پھر صرف ہم اس نام سے دوسروں سے الگ اور پہچانے جاتے ہیں اور نہ کوئی دوسرا۔[1]

اس لیے اگر سید مرتضی معتقد ہوتا کہ بارہ امام سے مربوط روایات، انحصار کو پہنچاتا ہے قطعی طور پر بارھواں امام کے بعد کسی امام کے وجود کی نفی کے لیے اس حصر کو بیان کر دیتا اور جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا اسے زبان پر جاری نہیں کرتا؛ بلکہ افضل تو یہ تھا کہ مفہوم حصر سے استناد کرتے ہوئے دلیل لاتا اور جس رنج و محنت سے وجوہات پیش کیا اسے اپنے آپ سے دور کرتا۔

دوسرا وقف گاہ: نسخہ کلینی کا مکمل نہ ہونے والا ادعا کی جواب

سید حائری مذکورہ دوسری روایت (حدیث لوح سے مشہور حدیث) نقل کرنے کے بعد کہا ہے:

«اس کا یہ کلام «فاطمہ کے بیٹوں سے» ایسے گمان کا باعث بنتا ہے کہ بارہ امام، فاطمہ کے بیٹوں میں سے ہیں اور اگر علی بن ابیطالب پر اضافہ ہو جائے تو ان کے جمع تیرہ نفر بنتے ہیں۔

حال اگر یہ نسخہ درست اور مکمل ہو ــ جیسے کہ گزرا ــ تغلیب پر حمل ہوتا ہے؛ لیکن بحث نسخہ کے کلیت پر ہے؛ کیونکہ صدوق اس روایت کو اپنے سند کے ساتھ بغیر اس طرح کے تشویق اور بی چینی کے روایت کی ہے؛ وہاں جنھوں نے کہا ہے: احمد بن محمد بن یحیٰ عطار نے ہمیں کہا ہے: میرے والد نے مجھے کہا ہے: محمد بن حسین بن ابوخطاب سے حسن بن محبوب سے ابوجارود سے ابو جعفر (ع) سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے، اس نے کہا: «فاطمہ کے محضر میں وارد ہوا جبکہ ان کے سامنے ایک لوح تھا جس میں اوصیا کے نام تھے، انہیں گن لیا، بارہ نفر تھے، ان کے آخر میں قائم تھا، ان میں سے تین محمد اور ان میں سے چار علی تھے۔»

---

1 - رسائل المرتضی، ج3، ص145.

اور روایت کی ہے: حسین بن احمد بن ادریس نے ہمیں کہا ہے: میرے والد نے مجھے کہا ہے: دونوں افراد احمد بن محمد بن عیسی اور ابراھیم بن ھاشم سے، حسن بن محبوب سے ابو جارود سے ابو جعفر (ع) سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے؛ اور اسی روایت کو نقل کی ہے، اور دوسرا سند کو بھی اسی متن سے عیون اخبار الرضا میں ذکر کیا ہے.»[1]

جواب:

پہلا: حائری اس نسخہ کے مکمل ہونے پر شک و تردید کرتا ہے اور اس کا سبب یہ بات ہے کہ صدوق، اسی روایت کو نقل کی ہے. وہ کہتا ہے:

کیونکہ صدوق اس روایت کو اپنے سند کے ساتھ بغیر اس طرح کے تشویق اور بی چینی کے روایت کی ہے؛ وہاں جنھوں نے کہا ہے: احمد بن محمد بن یحیٰ عطار نے ہمیں کہا ہے: میرے والد نے مجھے کہا ہے: محمد بن حسین بن ابوخطاب سے حسن بن محبوب سے ابو جارود سے ابو جعفر (ع) سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے، اس نے کہا: «فاطمہ کے محضر میں وارد ہوا جبکہ ان کے سامنے ایک لوح تھا جس میں اوصیا کے نام تھے، انہیں گن لیا، بارہ نفر تھے، ان کے آخر میں قائم تھا، ان میں سے تین محمد اور ان میں سے چار علی تھے.»

لفظ «تشویش اور بی چینی» سے حائری کا مطلب وہ روایت ہے جو صدوق نے بیان کی ہے اس میں عبارت فاطمہ کے بیٹوں میں سے» موجود نہیں؛ نتیجتاً عبارت «فاطمہ (س) کے بیٹوں میں سے» حذف کرنے کے بعد یہ روایت –کلی طور پر– اوصیا کو بیان کرنا چاہتی ہے نہ کہ صرف وہ اوصیا جو کہ فاطمہ (س) کے بیٹوں میں سے ہیں اور اس بنیاد پر اگر علی بن ابیطالب (ع) کے نام اس لوح میں موجود ہوتا –جو کہ قطعی طور پر موجود تھا– تو ناگزیر اوصیا کے چار افراد کا نام علی ہونا چاہیے نہ کہ تین نفر کا! اور یہ بات روایت صدوق کے مطابق ہے جو کہ سات نام کو ذکر کیا ہے؛ ان میں سے تین محمد اور ان میں سے چار علی. نہ کہ وہ روایت جو کلینی نے بیان کی ہے اس صورت کہ ان میں سے تین محمد اور ان میں سے تین علی تھے. اسی ترتیب سے ادعا کیا گیا یہ تشویش اور بی چینی رفع ہو جائے گا.

دوسرا: حائری کہتا ہے: «حال اگر یہ نسخہ کامل تھا –جیسے کہ گزرا– تغلیب پر حمل ہوتا ہے» تغلیب کا باطل ہونے کا ادعا پہلے تشریح کیا گیا ہے؛ کیونکہ یہ ادعا، اس تأویل کو منحرف کرنے کے لیے ہے جو کہ ظاہر کے خلاف

1 - اصول الدین، ص198.

ہے، اور یہ تأویل حائری جیسے لوگ کے اعتقاد کے نتیجہ میں تھا جو کہ اس بات پر مبنی تھا کہ جو روایات بارہ امام پر دلالت کرتے ہیں حصر کو پہنچاتے ہیں؛ جبکہ پہلے بتایا گیا ہے روایات بارہ امام، بارہ کی تعداد میں کوئی انحصار کو نہیں پہنچاتا ہے.

تیسرا وقف گاہ: روایات تیرہ کی تعداد کا نادر ہونے کے ادعا کی جواب

حائری چوتھی روایت پر تعلیق (حاشیہ نویسی) لکھا ہے؛ یہ روایت: شیخ کلینی کافی میں اپنے سند کے ساتھ روایت کرتا ہے ابو جعفر (ع) سے کہ انھوں نے فرمایا: رسول خدا (ص) نے فرمایا: «میرے بیٹوں میں سے بارہ نقیب ہوں گے، نجیب اور فاضل، سبھی محدث (غیب سے خبر دینے والے) اور فہیم (وہ لوگ جنہیں سمجھایا جاتا ہے) ہیں. ان کے آخری حق پہ قائم ہے جو کہ زمین کو عدل و انصاف سے پر کرے گا جیسے کہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی.»

اس نے کہا ہے:

«اور یہاں مجلسی مراۃالعقول میں اس احتمال کو دور سمجھا ہے کہ مراد، فاطمہ اور ان کے بیٹوں میں سے گیارہ نفر ہوں؛ اس اعتبار سے کہ لفظ «نقیب» لفظ «امام» کے معنی کے قریب ہے؛ لیکن یہاں پر واضح طور پر کوئی دوسرا احتمال دکھائی دے رہا ہے اور وہ احتمال «تغلیب» ہے.

بہر حال ہم پچھلے وجوہات سے صرف نظر کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اگر اس (تیرہ ائمہ والے) روایات میں سے بعض تمام اور مکمل بھی ہو تو پھر بھی اس کے سامنے جو پیش کیا گیا کہ بارہ امام کے اخبار جو کہ گنتی سے باہر ہیں، ایک واحد و نادر خبر محسوب ہوتا ہے.

ائمہ اطہار (ع) کی امامت کے بارے میں بحث طولانی ہے اور یہاں انتہائی اختصار سے کچھ مطالب بیان ہوا؛ اور میں موٹی کتابوں کی مطالعہ، عزیز پڑھنے والوں پر چھوڑ دیتا ہوں.»

جواب:

پہلا: میں قطعی طور پر کہتا ہوں کہ جو حائری نے مجلسی سے نقل کیا ہے جو کہ تصریح کرتا ہے کہ اس روایت سے مراد، فاطمہ اور ان کے بیٹوں میں سے گیارہ نفر ہیں، ایک بعید احتمال ہے؛ وہ بھی اس دلیل سے کہ لفظ «نقیب» کا آنا جو کہ لفظ «امام» کے قریب ہے، اور جہاں سے فاطمہ (س) امام نہیں تو پھر مراد، فاطمہ اور ان کے بیٹوں میں سے گیارہ نفر نہیں.

وہ یہاں دوسرا احتمال یعنی «تغلیب» کی پناہ لیتا ہے؛ یعنی جہاں سے اکثر ائمہ حضور (ص) کے بیٹوں میں سے ہیں تو پھر علی (ع) بھی – تغلیب کے باب سے – حضور (ص) کے بیٹوں میں شمار کیے گئے ہیں!

اسی ترتیب سے ان کو اس حال میں دیکھتے ہیں کہ اس روایات کی توجیہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں کہ بارہ امام کی روایات سے یکجا اور ھماہنگ ہو جائے؛ جبکہ یہ روایات – جیسے کہ کہا گیا – اس کوششوں کی ضرورت کے بغیر بھی، یکجا اور ھماہنگ ہیں.

دوسرا: ایسے لگ رہا ہے کہ حائری اس وجوہات سے راضی نہیں، اور اسی دلیل سے کہا ہے:

«بہر حال ہم پچھلے وجوہات سے صرف نظر کرتے ہیں». جو کہ اس بات پر اشارہ کرتا ہے کہ یہ وجوہات اس کی نظر سے قابل قبول نہیں ہیں.

پھر کہتا ہے:

«اگر اس (تیرہ ائمہ والے) روایات میں سے بعض تمام اور مکمل بھی ہو تو پھر بھی اس کے سامنے جو پیش کیا گیا کہ بارہ امام کے اخبار جو کہ گنتی سے باہر ہیں، ایک واحد و نادر خبر محسوب ہوتا ہے.»

تو پھر ظاہری طور پر وہ اس اخبار کے مکمل ہونے کے بارے میں تردید کرتا ہے اور پھر کہتا ہے حتی اگر (اس روایات کی دلالت) مکمل ہو؛ تو پھر اس کی بنیاد پر کوئی اعتقاد لے نہیں سکتے ہیں؛ کیونکہ یہ روایات اخبار واحد و نادر ہیں اور ان کی نظر میں اخبار واحد سے عقیدے ثابت نہیں ہو سکتے. مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ حائری کی نظر سے، کیسے نیابت خاصہ کا اختتام، توقیع سمری سے ثابت ہوا ہے؟!! جبکہ توقیع سمری، ایک خبر واحد ہے جس کی دلالت میں اختلاف نظر موجود ہے جیسے کہ سند کے اعتبار سے بھی اس میں اختلاف ہے؛ بعض معتقد ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اور بعض اس کے راوی کے مجھول ہونے پر اعتقاد رکھتے ہیں.

کیا نیابت خاصہ کی وجود یا عدم موجودگی کا اثبات، امامت کے مبحث سے مربوط امور سے نہیں جو کہ بذات خود ایک اعتقادی بحث ہے؟

اس کے علاوہ وہ روایات جو تیرہ نفر پر دلالت کرتے ہیں بارہ امام کے روایات کے مقابلہ میں نادر نہیں ہیں اس کے علاوہ وہ بارہ امام اور تیرہ امام کے روایات کے درمیان تعارض (اختلاف) ہونے کے قائل ہے جبکہ ادعاے تعارض کا مکمل نہ ہونا ثابت ہو گیا ہے.

تیسرا: اس روایات کے مجموعہ کو خبر واحد کے عنوان سے وصف نہیں کر سکتے ہیں؛ کیونکہ انسان اس

روایات کے اخذ کیے گئے معنا اور مفاد پر جو کہ دلالت کرتے ہیں کہ ائمہ (ع) تیرہ نفر ہیں، قطع اور یقین حاصل کرتا ہے؛ علی الخصوص اس اسلوب کو مد نظر رکھتے ہوئے جس کے ذریعہ میں نے تیرہ امام (ع) پر اس روایات کی دلالت کو واضح کیا نتیجتاً انسان قطع ویقین حاصل کر دیتا ہے کہ یہ روایات بغیر کوئی مقصد اور بغیر علت والے ہدف نہیں تھے بلکہ کوئی ھدف اور مقصد کے لیے ہیں.

چوتھا: حائری نے پچھلے روایت کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد شیخ مجلسی کے کلام کو اپنی کتاب مراۃالعقول میں نقل کرتے ہوئے کہا ہے:

«اور یہاں مجلسی مراۃالعقول میں ایک احتمال کو بیان کیا ہے؛ یہ کہ بارہ نفر سے مراد، فاطمہ اور ان کے بیٹوں میں سے گیارہ نفر ہیں؛ کیونکہ اس حدیث میں ذکر نہیں ہوا ہے کہ وہ بارہ نفر امام ہیں، اور صرف یہ کہا ہے کہ وہ زمین کے ستونیں ہیں... اور مجلسی نے کہا ہے: شیخ غیبت کی کتاب میں دوسرے سند سے عمرو بن ثابت سے جارود سے اس روایت کی طرح دوسری روایت بیان کی ہے اور اس میں: «میں اور میرے بیٹوں میں سے گیارہ نفر» موجود ہیں اور یہ اظہر ہے».

میں اسی پچھلے جواب پر جو شیخ مجلسی کو دیا ہے اکتفا کرتا ہوں اور خود کو پھر سے جواب دینے کی تعب سے بچاتا ہوں؛ اس جگہ جہاں مجلسی وہی دوسرے عبارت کو بیان کیا ہے؛ میرا مقصد «میں اور میرے بیٹوں میں سے گیارہ نفر» ہے.

شیخ مجلسی کے کلام کا تجزیہ:

شیخ مجلسی بحارالانوار میں غیبت شیخ طوسی سے پچھلے روایت نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: [1]

«بیان: ... اور یہ روایت کافی میں محمد بن یحیٰی سے، محمد بن احمد سے، محمد بن حسین سے، ابوسعید غضفری سے، عمرو بن ثابت سے روایت کی گئی ہے، ان کے یہ کلام تک: «بے شک میں اور میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر اور تم...»؛ تو پھر بارہ نفر فاطمہ (س) کے ساتھ ہیں، یا یہ کہ لفظ «بیٹے» کو امیرالمومنین (ع) پر «تغلیب» کے رو

1 - وہ اسے بحار میں اس سند سے روایت کی ہے: غیبت شیخ طوسی، جماعت، ابو مفضل شیبانی سے، محمد حمیری سے ان کے والد سے اشعری سے، عمرو بن ثابت سے، ابو جارود سے، ابو جعفر (ع) سے.

سے اطلاق فرمائے ہیں اور «انت» کو اس پر عطف کیا ہے جو کہ عام پر عطف خاص کے قسم سے ہے؛ تاکید اور تشریف کی وجہ سے؛ مثلاً جبرئیل کا عطف ملائکہ پر.[1]

میں کہتا ہوں: اس سند سے واضح ہوتا ہے کہ اشعری شیخ کے سند میں [2] غضفری کا تصحیف ہو[3] تو پھر غور کرو...

مجلسی کے کلام کا اختتام

جواب

جو مجلسی نے بیان کیا ہے تین پیراگرافوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

پہلا: وہ کہتا ہے یہ بارہ نفر، فاطمہ اور باقی ائمہ (ع)، علی بن ابیطالب (ع) کے سوا ہیں؛ کیونکہ حضور (ص)، علی (ع) کو الگ کر کے فرمایا ہے: «بے شک میں اور میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر اور تم اے علی»؛ تو پھر بارہ نفر ہونے کے لیے کوئی چارہ نہیں مگر یہ کہ فاطمہ کو ان کے ساتھ بارہ کی تعداد میں اضافہ کریں اور نتیجتاً ائمہ فاطمہ (س) کے ساتھ بارہ نفر ہیں.

دوسرا: رسول خدا(ص) باب تغلیب سے امیرالمومنین کے لیے لفظ بیٹا کو اطلاق کیا ہے، اس اعتبار سے کہ اکثر ائمہ رسول خدا (ص) کے بیٹوں میں سے ہیں؛ اور نتیجتاً رسول خدا(ص) نے علی (ع) کو باب تغلیب سے اپنے بیٹوں میں سے شمار کیا ہے.

تیسرا: لفظ «انت» کا عطف اس گفتار میں رسول خدا(ص) کے ذریعہ: «بے شک میں اور بارہ نفر میرے بیٹوں میں سے اور تم اے علی» عام پر عطف خاص کے قسم سے ہے، تاکید اور تشریف کی وجہ سے؛ مثلاً ملائکہ پر جبرئیل کا عطف.

تمام یہ تینوں وجوہات جسے بیان کیا ہے صرف ایسے تأویلات ہیں جس کے لیے کوئی دلیل نہیں سوائے اس وہم کے کہ یہ روایت بارہ ائمہ کی روایات سے تعارض رکھتے ہیں؛ اور پہلے بیان کیے ہیں کہ تعارض کا ادعا، درست

---

1 - اس کا مقصد اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے: (تَنَزّلُ الْمَلَئکَةُ وَ الرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبهِّم مِّن كُلِ أَمْر) (قدر، 4) (اس میں روح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں) اس لحاظ سے کہ روح جو کہ جبرئیل ہے ملائکہ پہ عطف ہوا ہے. جبکہ وہ ان میں سے ہے. اس لیے یہ عطف، خاص پر عطف عام کے اقسام میں سے ہے.

2 - اس کا مقصد شیخ طوسی ہے جو کہ کتاب غیبت میں ایک سند میں لایا ہے: (اشعری)، عمرو بن ثابت سے، ابو جارود سے، ابو جعفر (ع) سے.

3 - بحار الانوار، ج 36، ص 259.

نہیں؛ کیونکہ بارہ امام کے روایات – زیادہ ہونے اور ان کے الفاظ میں اختلاف ہونے کے باوجود – کسی حصر کو بیان نہیں کرتے ہیں.

تیسرے مبحث کے سوال:

س 1: جس روایات میں آل محمد (ص) کا ذکر ہیں؛ کئی گروہوں میں منقسم ہوتے ہیں؛ان گروہوں کا ذکر کریں اور ہر گروہ کے لیے ایک ایک مثال ذکر کیجیے.

س 2: ایسے روایت ذکر کریں جو کہ دلالت کرتی ہے کہ ائمہ کی تعداد تیرہ نفر ہیں.

س 3. ایسے روایات ہیں جس میں ائمہ کی تعداد تیرہ نفر ہے کیا یہ روایات بارہ ائمہ کے روایات یا بارہ مہدیوں کے روایات سے تعارض رکھتے ہیں؟

س 4. وہ لوگ تیرہ ائمہ پر دلالت کرنے والے روایات پر دو ادعاوں کا بیان کرتے ہیں. تشریح کیجیے.

س 5. تیرہ ائمہ پر دلالت کرنے والے روایات پہ تصحیف کا ادعا کو کیسے جواب دیتے ہیں؟

س 6. سید کاظم حائری کی تشریح ان روایات کے بارے میں جو تیرہ ائمہ پر دلالت کرتے ہیں کیا ہے؟ اور اسے کیسے جواب دیتے ہیں؟

س 7. سید کاظم حائری ادعا کرتا ہے بارہ ائمہ کے روایات میں حصر موجود ہے۔ آپ اس ادعا کو کیسے جواب دیں گے؟

س 8. وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ روایات نادر ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ائمہ کی تعداد تیرہ نفر ہیں اس کی یہ بات کو کیسے تجزیہ کرتے ہیں؟

س 9. علامہ مجلسی کی تشرح اس روایت کے بارے میں کیا ہے؟ «بے شک میں اور میرے بیٹوں میں سے بارہ نفر اور تم اے علی»؟ اور کیسے اس کی جواب دیتے ہیں؟

چوتھا مبحث: روایات مہدیوں (ع) کا ذکر اور روایات کے درمیان جمع

1. رسول خدا (ص) کی وصیت اپنی وفات کی رات میں؛ یہاں تک کہ امام علی (ع) سے فرماتے ہیں: « اے علی، میرے بعد بارہ امام ہیں اور ان کے بعد بارہ مہدی ....» [1]

2. اباعبد اللہ (ع) سے روایت ہے: «ہم میں سے قائم (ع) کے بعد بارہ مہدی، امام حسین (ع) کے بیٹوں میں سے ہوں گے.» [2]

3. امام علی بن حسین (ع) سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: «ہمارا قائم قیام کرے گا اور ان کے بعد بارہ مہدی ہوں گے.» [3]

4. ابو بصیر سے روایت نقل ہوئی ہے، اس نے امام صادق جعفر بن محمد (ع) سے عرض کیا: اے رسول خدا(ص) کے بیٹے، آپ کے والد سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا: «قائم کے بعد بارہ امام ہوں گے.» آنحضرت نے فرمایا: «میرے والد نے فرمایا بارہ مہدی نہ کہ فرمایا بارہ امام....» [4]

یہ روایات بیان کرتی ہیں کہ مہدیوں کی تعداد بارہ (نفر) ہے، اور وہ دوسرا گروہ ہے؛ یعنی پہلا گروہ بارہ امام اور دوسرا گروہ بارہ مہدی...

دو روایات موجود ہیں جو کہ بیان کرتی ہیں کہ مہدیوں کی تعداد گیارہ نفر ہیں یہ دو روایات:

1. ذریح محاربی سے، ابا عبد اللہ (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ اس نے کہا: حضور (ص) کے بعد ائمہ کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا: پھر انھوں نے فرمایا: «علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ، حضور (ص) کے بعد امام تھے...» پھر انھوں نے مجھے فرمایا: «اس بات کو کہہ دیا کہ تم زمین پر اللہ کے گواہوں میں سے ہو جاؤ! ہم میں سے رسول خدا (ص) کے بعد سات وصی ہوں گے جو کہ واجب الاطاعت ائمہ ہیں. ان کا ساتواں قائم ہے اگر ان کے لیے یہ چاہے (اگر اللہ ان کے لیے یہ چاہے)، بے شک اللہ، عزیز و حکیم ہے، جو چاہے آگے بڑھائے

---

1 - یہ حدیث خاص باب میں آئے گی.

2 - منتخب الانوار المضیئہ، ص353 و354؛ مختصر بصائر الدرجات، ص49؛ بحار الانوار، ج53، ص148.

3 - شرح الاخبار، قاضی نعمان مغربی، ج3، ص400.

4 - کمال الدین و تمام النعمہ، ص358.

گا اور جو چاہے مؤخر کرے گا اور وہ عزیز و حکیم ہے؛ پھر قائم کے بعد، گیارہ مہدی، حسین کے بیٹوں میں سے ہوں گے...» [1]

2. ایک لمبی حدیث میں ابا عبداللہ (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اے ابا حمزہ! بے شک ہم میں سے قائم کے بعد گیارہ مہدی، حسین (ع) کے بیٹوں میں سے ہیں.» [2]

روایات کے درمیان جمع

پہلے کہا گیا کہ ائمہ (ع) کی تعداد بیان کرنے والی روایات پانچ گروہوں میں منقسم ہوتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلا گروہ: وہ روایات جو بیان کرتی ہیں کہ ائمہ (ع) بارہ نفر ہیں. (روایات کا یہ گروہ) مختلف الفاظ سے روایت ہوئی ہیں.

دوسرا گروہ: وہ روایات جو دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں.

تیسرا گروہ: وہ روایات جو دلالت کرتی ہیں کہ مہدیوں (ع) بارہ نفر ہیں.

چوتھا گروہ: وہ روایات جو دلالت کرتی ہیں کہ مہدیوں (ع) گیارہ نفر ہیں.

پانچواں گروہ: وہ روایات جو دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ (ع) بارہ نفر اور مہدیوں (ع) بارہ نفر ہیں؛ منجملہ روایت وصیت ہے جو کہ شیخ طوسی نے نقل کی ہے.

پہلے گروہ کی روایات دوسرے گروہ کی روایات سے تعارض نہیں رکھتی ہیں؛ کیونکہ پہلے گروہ میں حصر موجود نہیں کہ تیرہ نفر کی تعداد کو نفی کرے کہ دوسرے گروہ کی روایات سے پتہ چلتا ہے.

ویسے ہی دوسرے گروہ کی روایات تیسرے گروہ کی روایات سے کوئی تعارض نہیں رکھتی؛ کیونکہ ان دو گروہوں سے کوئی ایک گروہ، فرماتا ہے کہ ائمہ کی تعداد تیرہ نفر ہیں جبکہ دوسرے گروہ مھدیوں کی تعداد کا تعیین کرتا ہے اور یہ کہ وہ گیارہ نفر ہیں؛ نتیجتًا دو مختلف موضوعات بیان ہوئے ہیں اور کوئی تعارض موجود ہی نہیں.

---

1 - سولہ اصول: ص 90.

2 - غیبت- شیخ طوسی: ص 478.

تیسرے گروہ کی روایات بیان کرتے ہیں کہ مھدیوں کی تعداد بارہ ہے پہلے اور دوسرے گروہ سے تعارض نہیں رکھتے؛ کیونکہ ان کے موضوع مختلف ہیں؛ پہلے اور دوسرے گروہ دونوں، ائمہ (ع) پر نظر رکھتے ہیں جبکہ تیسرا گروہ مھدیوں پر اور یہ دونوں مختلف موضوعات ہیں.

اب تیسرا گروہ بچا جو کہ بیان کرتا ہے کہ مھدیوں بارہ نفر ہیں جبکہ چوتھا گروہ بیان کرتا ہے کہ مھدیوں گیارہ نفر ہیں اور پانچواں گروہ بیان کرتا ہے کہ ائمہ بارہ نفر ہیں اور مھدیوں بھی بارہ نفر ہیں۔اب کیسے ممکن ہے کہ ان کے درمیان ہم آہنگی اور موافقت موجود ہو؟

جواب: ان روایات کی دلالت پر کوئی اشکال موجود نہیں جو کہ بیان کرے کہ مھدیوں بارہ نفر ہیں کیونکہ اس بات کے لیے دلائل موجود ہیں.

نتیجتاً اس روایات کے مسئلے کا حل جو بیان کرتے ہیں کہ مھدیوں گیارہ نفر ہیں اس بات پر منحصر ہے کہ اسے ان روایات کے ساتھ ہمکنار کرے جو بیان کرتے ہیں کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں؛ نیتجتاً اوصیاء میں سے ایک، کبھی ائمہ کے ساتھ ذکر ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں ان کی تعداد تیرہ نفر بنتی ہے اور مھدیوں کی تعداد گیارہ نفر اور کبھی دیگر مھدیوں کو ساتھ گن لیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں مھدیوں کی تعداد بارہ نفر اور ائمہ کی تعداد بھی بارہ نفر بنتے ہیں.

اس جمع کرنے کی دلیل، روایت وصیت ہے جس میں ائمہ کی تعداد بارہ نفر اور مھدیوں کی تعداد بھی بارہ نفر مذکور ہے.

ایک بات رہ جاتی ہے؛ کیوں اوصیاء میں سے ایک، کبھی ائمہ کے ساتھ ذکر ہوتا ہے اور کبھی مھدیوں کیساتھ؟

جواب: یہ ان کے مقام اور منزلت کی وجہ سے ہے. وہ ائمہ اور مھدیوں کے درمیان حائل ہے اور وہ وہی پہلا مہدی ہے —جیسے کہ آگے ذکر ہوگا— وصیت ان پر تصریح فرمائی ہے.

دوسری شکل میں جمع کرنا (تقریب) اور ان روایات کے درمیان تعارض ہونے کے وہم کو دور کرنا

کچھ لوگ وہم کا شکار ہوگئے کہ یہ روایات ایک دوسرے سے تعارض رکھتی ہیں؛ کیونکہ ان میں سے کچھ کہتے ہیں کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ائمہ بارہ نفر ہیں؛ بعض روایات بیان کرتے ہیں کہ مہدیوں کی تعداد بارہ ہے جبکہ دیگر روایات کہتی ہیں کہ مہدیوں کی تعداد گیارہ نفر ہے.

اسی دلیل سے کچھ لوگ جو کہ حقیقت سے بے خبر ہیں سوچتے ہیں کہ ان روایات کے درمیان تعارض موجود ہیں، جبکہ بالکل تعارض موجود نہیں، سوائے اس (وہم) کے جو کچھ افراد کے ذہن میں فتور کرتا ہے؛اس کے باوجود کہ اس قاعدہ (دستور) کی بنیاد ڈالی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے: «الجمع اولی من الطرح» یعنی «جمع کرنا دور پھینکنے سے بہتر ہے»[1] البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ تعارض موجود ہو، حال یہ کہ یہاں پر تعارض موجود ہی نہیں؛ کیونکہ جو تعارض کے وجود کو تصور کرتا ہے، درج ذیل چند صورتوں سے خارج نہیں:

پہلی: بارہ ائمہ کی روایات کا تعارض ان روایات سے جو بارہ مھدیوں پر دلالت کرتے ہیں اس ادعا کے ساتھ ہے کہ جو روایات بارہ ائمہ پر دلالت کرتی ہیں ائمہ کی تعداد کو بارہ نفر میں منحصر کرتے ہیں نیتجتًا ان کے بعد دیگر ائمہ کے وجود مکمل طور پر منتفی ہو جاتا ہے؛ یعنی پہلے اور تیسرے گروہ والی روایات کے درمیان تعارض.[2]

دوسری: بارہ ائمہ پر دلالت کرنے والی روایات کا تعارض ان روایات کے ساتھ جو دلالت کرتے ہیں کہ ائمہ کی تعداد تیرہ نفر ہے؛ یعنی پہلے اور دوسرے گروہ والے روایات کے درمیان تعارض.

تیسری: اس روایات کا تعارض جو تصریح کرتے ہیں کہ مہدی گیارہ نفر ہیں اس روایات کے ساتھ جو کہ تصریح کرتے ہیں کہ مھدیوں بارہ نفر ہیں؛ یعنی تیسرے اور چوتھے گروہ والی روایات.

یہ تین صورتیں ہیں جس کے درمیان تعارض ہونے سے ،وہ وہم اور گمان سے دوچار ہوگئے ہیں اور کوئی اور صورت موجود نہیں آگے بیان کی گئیں صورتوں کو بحث اور تجزیہ کریں گے، نیتجتًا ان افراد کا وہم کیا گیا تعارض واضح ہو جائے گا.

اما پہلی صورت: یعنی بارہ ائمہ والی روایات سے ان روایات کے ساتھ تعارض موجود ہونے کا وہم جو دلیل کرتے ہیں کہ مھدیوں بارہ نفر ہیں. اس تعارض کا موجود ہونا اس بات پر وابستہ ہے کہ اس روایات میں جو تصریح کرتے ہیں کہ ائمہ بارہ نفر ہیں حصر کے وجود کا اثبات کرے کہ اسی ترتیب سے ان کے بغیر والے منتفی ہو جائیں؛ جبکہ ان روایات میں جو کہ دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ (ع) بارہ نفر ہیں ان میں کوئی حصر دکھائی نہیں دیتا کیونکہ حصر کو آلات اور ادویات کی ضرورت ہے؛ ان ادوات میں سے «انما» اور ادوات استثنا نفی کے بعد مثلًا «الا»

---

1 - منتہی المطلب، علامہ حلی، ج1، ص45.

2 - منجملہ افراد سے جو کہ ایسے تصور کرتے ہیں ایک شیخ حر عاملی ہے. وہ کہتا ہے: «اور بارہ امام میں، حصر ائمہ (ع) کی احادیث واقعی میں بہت ہیں». الایقاظ من الھجعۃ بالبرہان علی الرجعۃ، ص365.

اور «غیر» اور « سوی» اور «عدا» اور مفعول کو مقدم کرنا ہے؛ مثلًا ہم کہتے ہیں: «ایاک نعبد» جو کہ اللہ تعالی کے لیے عبادت کو منحصر ہونے پر دلیل ہے.

شہید محمد باقر صدر نے کہا ہے منجملہ چیزوں سے جو کہ حصر پر دلالت کرتی ہیں، «عام» کو «موضوع» کے عنوان سے معرفہ ہونے کے ساتھ استعمال کرنا ہے اور «خاص» کو «محمول» کے عنوان سے استعمال کرنا ہے؛ مثلًا کہے کہ «ابنک ھو محمد» اس کی جگہ «محمد ھو ابنک»؛ جو کہ یہ عبارت عرف کے لحاظ سے «بیٹے» کے حصر محمد پر دلالت کرتا ہے. جبکہ یہ ادوات حصر ہماری بحث میں لاپتہ ہے اور نتیجتاً ادعا کیا گیا حصر بالکل موجود ہی نہیں.

اما ہو سکتا ہے کہ کہا جائے: اس روایات کے بارے میں جو کہ تصریح کرتی ہیں کہ ائمہ (ع) کی تعداد بارہ نفر ہیں، یہی کہ ائمہ بارہ نفر ہیں اس سے زیادہ ہونے کو منتفی کرنے پر دلالت کرتا ہے وگرنہ یہ تعداد کیوں بیان ہوئی؟ نتیجتاً اس عدد کا بیان، حصر کو پہنچاتا ہے.

(جواب میں) ہم کہتے ہیں:

1- یہ کلام درست اور مکمل ہے، اگر کہا جائے «تعداد» کا مفہوم حجت رکھتا ہے (دلیل کے طور پر ہے)؛ یعنی اگر دلیل میں کوئی تعداد آجائے کیا اس «تعداد» کا اثبات، دوسری «تعداد» کی نفی کرتا ہے یا نہیں؟

شیخ مظفر کہتا ہے:

«اس بات میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ کسی خاص عدد سے موضوع کا تعیین کرنا، اس خاص عدد کے علاوہ حکم کو منتفی ہونے پر دلالت نہیں کرتا. پھر اگر کہا جائے ہر مہینے میں تین روز روزہ رکھو، یہ (حکم) ان تین دنوں کے علاوہ روزہ مستحب نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا اور نتیجتاً دوسرے دنوں میں روزہ مستحب ہونے کی دلیل کا معارض نہیں. جی ہاں اگر –مثال کے طور پر– حکم واجب کرنے کے لیے ہو اور عدد کا تعیین کرنا زیادہ ہونے کے لحاظ سے بلند حدود کے بیان کے لیے ہو، تو اس صورت میں کوئی شبہہ موجود ہی نہیں کہ اس عدد اور بلند حدود کا تعیین کرنا اس سے زیادہ پر واجب نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے؛ مثلاً ماہ رمضان کے تیس دنوں کے روزے کی دلیل؛ اما یہ دلالت اس مسئلے کے خاص ہونے کے لحاظ سے ہے. نا کہ تعداد تعیین کرنے کے اصل کے لحاظ سے کہ ہم کہہ سکیں

کہ تعداد خود مفہوم کے حامل ہے. تو پھر حق اس بات پر ہے کہ عدد سے تعیین کرنا، (دوسرے) مفہوم کا حامل نہیں.» 1

سید خوئی کہتا ہے:

عدد کا مفہوم: اگر عدد سے مراد یہ ہو کہ اس کام کے لیے مثلاً «پانچ درہم صدقہ دو» تو یہ ثابت کرتا ہے کہ صدقہ پانچ درہم سے کم کافی نہیں، اگرچہ واقعیت میں بھی ایسا ہی ہو، امااُس روسے نہیں کہ عدد، اس مفہوم پر دلالت کرے؛ بلکہ اس روسے ہے کہ پانچ درہم سے کم صدقہ دینے کے لیے «مأمور بہ (جس کام کوانجام دینا ہے یعنی پانچ درہم صدقہ دینا)»2 نہیں آیا ہے؛ یعنی جس کام کوانجام دیا ہے (پانچ درہم سے کم صدقہ دینا) ماموربہ پر منطبق نہیں ہوتا کہ وہ مبری ہو (اور کافی ہو اور کہا جائے کہ وہ اس نے امر کو انجام دیا ہے)؛ مثلاً جب مولا کہتا ہے: «زید کو اکرام کرو مثلاً جمعہ کے دن میں»؛ تو پھرا گراس نے زید کو جمعرات کے دن اکرام کرے تو یہ کافی نہیں، اس جہت سے کہ مامور، جس چیز کوانجام دیا ہے اس پر منطبق نہیں؛ ویسے ہی جب فرماتے ہیں: «قبلے کی طرف نماز پڑھو» اور وہ کسی اور کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے (تو کافی نہیں)؛ ویسے ہی (دوسری مثالوں میں) اور دوسری عبارت میں «پانچ درہم صدقہ دو» والی بات دلالت نہیں کرتی سوائے پانچ درہم سے صدقہ دینے کی وجوب پر، امااس کم ترین مقدار (یعنی پانچ درہم) پراضافہ کرنے والا معاملہ، ساکت ہے؛ خواہ نفی کی روسے ہو یا اثبات کی روسے؛ یعنی نہ اسے نفی کرنا اور نہ ہی اس سے زیادہ مقدار میں صدقہ دینے کی وجوب پر دلالت نہیں کرتا ہے. امااس سے کم پر کفایت نہ کرنے کے بارے میں، یہ اس روسے ہے کہ «مامور بہ» اس بات میں کم مقدار پر منطبق نہیں ہوتا، امااس مقدار سے زیادہ کے حوالے سے، اگر کوئی قرینہ بیان ہوا ہو کہ مولانے اس تعداد کی تعیین اور منحصر کرنے میں، اس پر اضافہ نہ ہونے کی شرط کالحاظ کیا ہو، تو یہ بات اضافہ کرنے کی وجوب کی نفی پر دلالت کرتی ہے؛ یعنی چھ درہم سے صدقہ دینا نہ کہ صرف واجب نہیں بلکہ نقصان دہ بھی ہے؛ مثلاً نماز میں

---

1 - اصول فقہ، ج1، ص181.

2 - ماموربہ، وہ چیز ہے جسے انجام دینے یا نہ دینے پر حکم دیا گیا ہے، دوسری عبارت میں وہ چیز ہے جس میں مصلحت ہونے کی وجہ سے، حکم کرنے والا کا مطلوب ہوتا ہے اور وہ «مأمور» کو اسے خارج میں ایجاد کے لیے، امر کے فعل کو استعمال کرتے ہوئے، روانہ کر دیتا ہے (مترجم، منبع، ویکی فقہ سائٹ).

اضافہ کرنا، اور اگر اس بات پر کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو پھر مولا کے کلام کا اطلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اضافی کا مقدار، «مامور بہ» حاصل ہونے کی رکاوٹ نہیں بنے گا.» [1]

2. تعارض صرف اثبات کرنے والی دلیل اور دوسری دلیل کے درمیان واقع ہوتا ہے اس طرح کہ جو کچھ پہلی دلیل کے ذریعے ثابت ہوا ہے اس کی نفی کرتا ہے، اس طرح کہ تنافی (ایک دوسرے کے انکار) سے دوچار ہو جاتے ہیں. اسی دلیل سے تعارض کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ تعارض: «دو دلیلوں کے مدلول کے درمیان تنافی ہے». [2] اور کہا گیا ہے: «اور اس وقت ہوگا جب دو دلیلوں کے درمیان، تعارض واقع ہو جاتا ہے؛ کیونکہ دو دلیلوں میں سے کوئی ایک، دوسری دلیل کے مدلول کی نفی کرتا ہے.» [3]

اسی دلیل سے کہا گیا ہے کہ اثبات کرنے والے جملوں کے درمیان، کوئی تعارض موجود نہیں. محمد باقر ملکی کہتا ہے: «تعارض صرف نفی اور اثبات کے درمیان تصور کیا جاتا ہے اور اثبات کرنے والے جملوں میں تعارض حاصل نہیں ہوتا ہے؛ کیونکہ ضرور کسی چیز کا اثبات کسی اور چیز کے لیے، اس چیز کے اثبات سے دیگر چیز کے لیے تعارض کا سبب نہیں بنتا ہے.» [4]

جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا اس کے مطابق، اس روایات کے مابین جو ثابت کرتی ہیں کہ ائمہ اطہار (ع) بارہ نفر ہیں اور وہ روایات جو ثابت کرتی ہیں مهدیوں بارہ نفر ہیں کوئی تعارض موجود نہیں.

ویسے ہی اس دلیل کے تحت کہ اثبات کرنے والے جملات کے درمیان تعارض واقع نہیں ہوتا، دوسری صورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے درمیان کے ائمہ بارہ نفر ہیں یا کہ تیرہ نفر ہیں کوئی تعارض موجود نہیں.

بارہ امام کے روایات ثابت کرتی ہیں کہ وہ بارہ نفر ہیں اور تیرہ امام والی روایات ثابت کرتی ہیں وہ تیرہ نفر ہیں؛ تو پھر یہ دونوں جملات اثبات کرنے والے ہیں اور جیسے کہ گزرا تعارض صرف نفی کرنے اور اثبات کرنے والے کے درمیان ہوتا ہے نہ کہ دو اثبات کرنے والی دلیلوں کے درمیان.

---

1 - اصول فقہ پر گفتگوئیں، خوئی، ج5، ص150.

2 - دروسی در علم اصول، ج3، ص217.

3 - دروسی در علم اصول، ج3، ص416.

4 - توحید امامیہ، محمد باقر ملکی، ص155.

جس طرح کہا گیا وہ روایات جو بیان کرتی ہیں کہ ائمہ (ع) بارہ ہیں حصر پر دلالت نہیں کرتیں اور اسی ترتیب سے کوئی تعارض موجود نہیں سوائے ایک سادے وہم کے جو کہ مکڑی کے جال سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

اما تعارض کی صورتوں کی تین اقسام جو کہ گزرا، یعنی ان روایات کے درمیان تعارض جو کہ مہدیوں کو بارہ نفر اور وہ روایات جو کہ مھدیوں کو گیارہ نفر ذکر کرتے ہیں، یہ مسئلہ بھی اسی دلیل سے جو کہ اثبات کرنے والوں کے درمیان تعارض موجود نہیں، تعارض نہیں رکھتے۔ بارہ مھدیوں والی روایات ثابت کرتی ہیں کہ مھدیوں بارہ نفر ہیں اور وہ روایت جس کے مطابق مھدیوں گیارہ نفر ہیں، ثابت کرتی ہے کہ مھدیوں گیارہ نفر ہیں؛ تو پھر یہ دونوں گروہ اثبات کرنے والی قسم سے ہیں اور جیسے کہ کہا گیا ہے اثبات کرنے والے جملات کے درمیان تعارض موجود نہیں سوائے یہ کہ کہا جائے وہ روایات جو مھدیوں کو بارہ نفر ذکر کرتی ہیں یا وہ روایات جو ان کو گیارہ نفر بیان کرتی ہیں مذکورہ تعداد کے لحاظ سے، حصر کے مفہوم کو پہنچاتی ہیں اور یہ قول اس بات پر مبنی ہے کہ ہم اس عدد کے لیے «مفہوم» کے وجود پر قائل یا حصر کے وجود پر قائل ہو جائیں، جب کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت موجود نہیں ہے۔

اسی لیے تعارض والا قول، دیگر اوھام کی طرح جو کہ جاہلوں کے اذہان میں بھر دیا ہے، وہم و گمان سے بالاتر نہیں۔ باقی یہ کہ ہمیں دوامر کے بارے میں معلوم ہونا چاہیئے:

1. وہ روایات جو ائمہ کو تیرہ نفر گنواتی ہیں ان روایات سے یکساں سمت میں ہیں جو کہ مھدیوں کو گیارہ نفر بیان کرتی ہیں۔

اسی دلیل سے کہ پہلا مہدی (سید احمد الحسن (ع)) کبھی ائمہ کے ساتھ گنوایا جاتا ہے اور اسی ترتیب سے ائمہ (ع) کی تعداد تیرہ نفر ہوتی ہے اور کسی وقت مہدیوں (ع) کو گیارہ نفر بنتے ہیں اور کبھی مہدیوں (ع) سے گنوایا جاتا ہے اور ان (مہدیوں) کی تعداد بارہ نفر ہوتی ہیں اور اسی ترتیب سے ائمہ (ع) کی تعداد بھی بارہ نفر بنتی ہے۔

یہ کہ پہلے مہدی کو ائمہ کے ساتھ گنتے ہیں، ان کے مقام و منزلت کی عظمت کی وجہ سے ہے؛ کیونکہ پہلا مہدی دونوں مقام رسالت اور ولایت کے حامل ہے، جیسے کہ سید احمد الحسن (ع) نے اس بات کو کتاب توحید میں بیان فرمایا۔

2. پچھلی بیان ہوئی روایات واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ بیان کی گئیں اقسام کے پانچواں گروہ جوکہ روایت وصیت کو ذکر کرتا ہے–وہ روایت جو ثابت کرتی ہے کہ ائمہ بارہ نفر اور مہدی بھی بارہ نفر ہیں-روایات کو جمع کرنے میں مرجع ہے. یہ حدیث (حدیث وصیت) ان تمام اقسام کی ماں ہے؛ کیونکہ دونوں اس میں موجود ہیں؛ اور اسی روسے، ہم اس شریف وصیت کی اہمیت سے واقف ہوتے ہیں.

امام مہدی (ع) خاتم اوصیاء اور آخرین اوصیاء ہیں [1]

روایات میں آیا ہے کہ امام مہدی (ع) خاتم اوصیاء اور آخرین خلیفہ ہیں. اور مہدیوں (ع) کی موجودگی سے تعارض وجود میں آتا ہے درج ذیل روایت کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

کمال الدین و تمام النعمۃ میں آیا ہے: «اور ابراھیم بن محمد علوی کے استناد سے کہ اس نے ہے: طریف ابونصیر نے مجھے بتایا: حضرت صاحب الزمان (ع) کے محضر میں پیش ہوا. انھوں (ع) نے فرمایا: «میرے لال جوتے لیکر آیئے» اسے ان کے لیے لیکر آیا. انھوں نے فرمایا: «کیا مجھے جانتے ہو؟» میں نے عرض کیا: آپ آقا اور میرے آقا کے بیٹے ہیں.

انھوں نے فرمایا: «اس کے بارے میں تم سے سوال نہیں پوچھا.» طریف نے کہا: میں نے عرض کیا: اللہ تعالی مجھے آپ پر فدا کرے؛ میرے لیے واضح فرمایئے. انھوں نے فرمایا: «میں اوصیاء کا خاتم ہوں اور میرے ذریعے اللہ تعالی بلاوں کو میرے خاندان اور شیعیوں سے دفع فرماتا ہے.»

اس مسئلے کی شرح:

اگر اس روایت سے اس طرح اخذ کریں کہ آخرین اوصیاء کا مطلب، ان کے بعد وصی کا موجود نہ ہونا ہے، تو اس صورت میں مہدیوں کی روایات سے تعارض پیش آئے گا؛ اما اس کا متواتر روایات کے ساتھ تعارض پیدا ہونا، اس روایات کو نا معمول روایات کے گروہ میں ڈال دیتا ہے؛ جبکہ ائمہ (ع) نے ہمیں حکم دیئے ہیں کہ ان کی مشہور اور معروف روایات کو اخذ کریں؛ اس روایت کی مانند جس کا نام «مقبولہ عمر بن حنظلہ» رکھا گیا ہے.

1 - یہ عنوان (ذراسا تبدیلی کے ساتھ) اور اس کے بعد مطالب، کتاب جامع الادلہ ڈکٹر عبدالرزاق دیراوی سے اخذ ہوا ہے.

اسی دلیل سے کوئی چارہ نہیں سوائے یہ کہ اس روایت کی ظاہر سے اس چیز کی سمت گزرے جو کہ مہدیوں (ع) والی روایات سے ہم آہنگ ہو اور یہ در حقیقت وہی بات ہے کہ بعض روایات مثال کے طور پر وہ روایات جو شیخ صدوق نے عیون میں روایت کی ہیں۔ اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں:

«محمد احمد بن حسین بن یوسف بغدادی نے ہمیں کہا ہے: علی بن محمد بن عینیہ نے ہمیں کہا ہے: حسن بن سلیمان ملطی نے، علی بن ابی طالب کے مشہد میں ہمیں کہا ہے: محمد بن عباس بن موسی علوی، قصر بن ھبیرہ اور دارم بن قبیصہ بن نمشل نھشلی نے ہمیں کہا ہے: علی بن موسی بن جعفر رضا (ع) نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے، اپنے آبا سے اور وہ علی بن ابیطالب (ع) سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے ہمیں فرمایا: رسول خدا (ص) نے فرمایا:

«اے علی! میں اپنے پالنے والے سے کوئی چیز نہیں مانگتا مگر یہ کہ اس کی مانند تمہارے لیے بھی درخواست کرتا ہوں؛ صرف اس فرق کے ساتھ کہ اللہ نے فرمایا: آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ تم خاتم الانبیاء ہو اور علی خاتم الاوصیا ہیں.»

کتاب مدینہ المعاجز میں آیا ہے: ابا جعفر امام باقر (ع) سے سورج کا امیر المؤمنین (ع) سے اتباع اور کلام کرنے والی روایت جو کہ ایک طویل روایت ہے اس کا وہ حصہ اخذ کیا ہے جو کہ ہماری بحث سے مربوط ہے اور وہ حصہ، رسول خدا (ص) کا کلام ہے جو کہ فرماتے ہیں: «واما ان کی بات کے بارے میں اور آخری، وہ آخری اوصیاء ہیں اور میں آخری انبیاء اور رسولوں کا خاتم ہوں.» [1]

اس بات سے کہ اس روایات میں علی (ع) خاتم اوصیاء کے طور پر متعارف ہوئے ہیں ہم یہ نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے کہ وہ ان کے آخری اوصیاء ہیں اور ان کے بعد دوسرے وصی نہیں ہوں گے.

اور اس زاویے سے کہ یہ بات – یعنی امام علی (ع) کے بعد اوصیاء کا وجود – مسلم اور ثابت شدہ ہے. تو پھر کوئی چارہ نہیں سوائے یہ کہ ان روایات کو اس طرح تأویل کریں کہ امام علی (ع) کے بعد اوصیاء کے وجود سے تعارض نہیں رکھتا ہو؛ اسی طرح یہی بات بھی کہی جاتی ہے جو کہ امام مہدی (ع) کے بارے میں وارد ہوئی ہے کہ وہ خاتم اوصیاء اور آخرین خلیفہ ہیں۔ (کتاب جامع الادلۃ سے نقل کے آخری حصہ).

---

1 - مدینۃ المعاجز، سید ہاشم بحرانی، ج3، ص 161 اور اس کے بعد.

چوتھے مبحث کے سوالات

س1. روایات بارہ مہدی اور روایات گیارہ مہدی کے درمیان موہوم تعارض کا کیسے جواب دیں گے ؟

س2. روایات بارہ امام اور وہ روایات جو کہ بارہ مہدی پر دلالت کرتیں ہیں ان کے درمیان موہوم تعارض کا کیسے جواب دیں گے ؟

س3. کہا گیا ہے کہ وہ روایات جو دلالت کرتیں ہیں کہ مہدی (ع) آخری اوصیاء ہے، امام مہدی (ع) کے بعد مھدیوں (ع) کے وجود سے تعارض رکھتی ہیں. کیسے اس اشکال کا جواب دیتے ہیں؟

پانچواں مبحث: ان اعتراضات کے جوابات جو روایاتِ مہدیوں (ع) کے متعلق کیے جاتے ہیں

شیخ علی بن یونس عاملی (متوفی 877 ہجری) نے اپنی کتاب "الصراط المستقیم، جلد 2، صفحہ 152" میں مہدیوں (ع) کے بارے میں موجود روایات پر اعتراضات پیش کیے ہیں۔ وہ کہتا ہے:

"وہ شیخ ابو جعفر طوسی کی کتاب رجال میں موجود اس روایت کو علی (ع) کی طرف حوالہ دیتے ہیں کہ نبی اکرم (ص) نے اپنی وفات کے وقت حضرت علی (ع) کو اپنی وصیت املا کروائی۔ اس وصیت کے بعض حصوں میں ہے: میرے بعد بارہ امام ہیں جن میں سے پہلے آپ ہیں۔ پھر وہ اپنے بیٹوں کو گنتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک وصیت کو اپنے بیٹے کے حوالے کر دے۔ اور فرمایا: اور ان (بارہ ائمہ) کے بعد بارہ مہدی ہوں گے۔ (شیخ عاملی اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ بارہ ائمہ کے بعد بارہ مہدیوں سے متعلق روایات شاذ (نادر) ہیں اور صحیح متواتر اور مشہور روایات کے خلاف ہیں جو کہ بتاتی ہیں کہ قائم کے بعد کوئی حکومت نہیں ہو گی اور [ان کے بعد] دنیا چالیس دن سے زیادہ باقی نہیں رہے گی جس میں فتنہ و فساد، مردوں کا نکلنا اور قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ اس لیے حضرت نبی (ص) کے کلام میں موجود "اس کے بعد" کا مطلب "وقت کے لحاظ سے بعد" کے معنی میں ہونا ضروری نہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فمن یہدی من بعد اللہ"۔ للہٰذا یہ ممکن ہے کہ یہ امام کے زمانے یا ان کے نائبین کے دور میں موجود ہوں۔

اگر آپ کہتے ہیں: کہ روایت میں آیا ہے: «جب اپنی وفات کا وقت آئے۔ یعنی مہدی۔ اسے (خلافت) اپنے بیٹے کے حوالے کر دے» اس تاویل کی نفی کرتا ہے: تو ہم کہتے ہیں: یہ جملہ دلالت نہیں کرتا اس بات پر کہ ان کے بعد کوئی باقی رہے جو کہ وصی ہونے کی ذمے داری نبھائے تا ان کی موت جاہلیت پر ختم ہو؛ بلکہ جائز ہے امام مہدی کے بعد کوئی باقی رہے جو کہ امام مہدی (ع) کی امامت کی طرف دعوت دے، اور یہ ائمہ کو بارہ نفر میں منحصر کرنے پر (امام مہدی اور ان کے آباء) کوئی اشکال کا باعث نہیں بنتا۔

مرتضی کہتا ہے: ہم یقین نہیں رکھتے کہ امام مہدی (ع) کی وفات کے بعد تکلیف زائل ہو جائے گی؛ بلکہ جائز ہے کہ ان کے بعد کچھ ائمہ موجود ہوں جو دین اور اہل دین کے مصالح کی حفاظت کے لیے قیام کریں؛ اور یہ کلام،

ہمیں اثنا عشری شیعہ کہلانے سے خارج نہیں کرے گا؛ کیونکہ ہم پر تکلیف (حکم) ہے کہ ان کی امامت کو پہچان لیں؛ کیونکہ اختلاف کی بات، یہی ہے اور ہم اسے کافی اور روشن انداز سے بتادیئے ہیں اور دوسرا کوئی اور ان کے بارے میں ہم سے موافق نہیں؛ تو پھر ہم اسی نام سے دوسروں سے —ان کی مخالفین سے- الگ اور مختلف ہیں.

اور میں کہتا ہوں: یہ روایت، خبر واحد ہے جو کہ ظن کا باعث ہوتی ہے، جبکہ امامت کا مسئلہ، علمی مسئلہ ہے، اور دوسری بات یہ کہ ان کو پہچاننے کی ضرورت ہونے کے باوجود، حضور (ص) نے ان کے تمام اسما کو گزرے ہوئے لوگوں کے لیے بیان نہیں فرمایا اور ان کی صفات سے روشناس نہیں کرایا، تو پھر یہ تاخیر حاجت بیان کرنے کو ضروری کرتا ہے: ویسے ہی افزودگی (ائمہ کی تعداد) شاذ (اور نادر) ہے ایسے کہ معروف شایع شدہ (تعداد) کے سامنے کوئی تعارض کا باعت نہیں بنتا ہے.

اگر آپ کہتے ہیں کہ: ان دو (روایات) کے گروہ میں کوئی تعارض موجود نہیں، کیونکہ روایات کا آخری مقصد «میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے: ،« میرے بعد ائمہ، بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد میں ہوں گے» اور اس طرح کے دیگر روایات؛ تو ہم کہتے ہیں: اگر یہ (تعارض نہ ہونا) ممکن ہو، تو بارہ کے عدد کو ذکر کرنا بیہودگی اور گمراہی کا سبب بنتا ہے؛ اور وہاں سے کہ اکثر روایات اور «حسین کے بیٹوں میں سے نو نفر» اور خبر میں حصر مبتدا واجب ہونا (ویسے ہی ہے)؛ اور اسی دلیل سے کہ وہ توریت اور مسیحیت کے اشعار میں اور اس کے علاوہ ذکر نہیں ہوتے؛ حضور (ص) بھی اپنی شب اسرا (معراج) میں اپنے رب کے محضر پہ ان سے متعلق کوئی خبر نہیں دی.

اور جب ائمہ کو بارہ نفر گنا حسن (ع) کو فرمایا: زمین ان سے خالی نہ ہوگی اور آنحضرت اس کلام سے تکلیف کے دور کو ارادہ فرمائے: جبکہ اگر ان کے بعد کوئی ائمہ ہوں زمین ان (بارہ ائمہ) سے خالی ہوگی؛ اور بعید ہے کہ «(زمین کو) خالی ہونے» سے مراد» ان کے بیٹے ہوں کیونکہ یہ مجاز ہے جبکہ کوئی ضرورت نہیں کہ ہمیں مجاز کی ضرورت پڑے.»[1]

ختم کلام صاحب کتاب صراط المستقیم.

وہ نو اشکالات کو بیان کیے ہیں. اور ہم یہاں پر اس کے اشکالات کو ایک ایک تجزیہ کر کے جائزہ لیں گے:

1- اشکال، روایات بارہ مہدیوں کا شاذ ہونے کی جواب

پہلا اشکال جو حر عاملی اپنے پچھلے کلام میں بیان کرتا ہے، روایات مہدیوں کا شاذ ہونا ہے: اس نے کہا: «روایت بارہ (مہدی) بارہ (امام) کے بعد شاذ ہے»

اس کی جواب درج ذیل ہے:

1. «شاذ» - اس چیز کے مطابق جو علمائے درایہ تصریح کرتے ہیں- وہ خبر ہے جو کہ ثقہ اس کی روایت کرتا ہے اور اس کے مضمون ان چیزوں کی خلاف ہیں جو کہ اکثریت اسے روایت کرتے ہیں،اور ایک سے زیادہ سند نہیں رکھتا ہے،اور شاذ مشہور کے مد مقابل ہے. «فوائد الرجالیہ» کا مصنف نے اس بات پر تصریح کیا ہے. وہاں پر جو کہتا ہے:

«اور «شاذ» سے مراد اہل درایہ کی نظر میں،وہ چیز ہے جو کہ ثقہ کا راوی،اس چیز کے مخالف جو اکثریت روایت کرتے ہیں، روایت کی ہے،اور «شاذ» مشہور کے مد مقابل ہے، روایت شاذ کچھ افراد کی نظر میں، مطلق طور پر مردود ہے اور کچھ اور کی نظر میں، مقبول،اور وہ لوگ بھی ہیں جو کہ تفصیل پہ قائل ہیں: اس صورت میں کہ (مشہور روایات کے راوی جو کہ) اس کے مخالف ہیں (جو شاذ راوی نے روایت کی ہے)، اگر احفظ واضبط و اعدل ہوں، نتیجتا (روایت شاذ) مردود ہوتی ہے اور اگر بالعکس ہو (روایت شاذ) رد نہیں ہوتی، کیونکہ ان دونوں کے ہر ایک میں (ضابط ہونا اور اغلب ہونا)، راجح و مرجوح صفت ہے؛ نتیجتا ایک دوسرے سے تعارض میں ہیں»[1]

اور سید حسن صدر، شیخ انصاری سے نقل کرتے ہوئے شاذ کے لیے دوسری تعریف پیش کی ہے، وہ کہتا ہے:

اور ہمارے شیخ، علامہ مرتضی انصاری نے کہا ہے: «شاذ سے مراد وہ چیز ہے جو کہ کم لوگوں کے سواد دوسرے اسے نہیں پہچانتے..» [2]

نتیجتا شاذ کی تعریف میں علما دو اقوال پر تقسیم ہوگئے ہیں:

---

1 - فوائد الرجالیہ، ص34؛ علم درایہ میں تحقیقات، ص45.

2 - نہایۃ الدرایہ، ص220.

پہلا: وہ تعریف جو کتاب فوائد الرجالیہ میں آئی ہے کہ «شاذ» یہ ہے کہ: جو ثقہ راوی نے اس چیز کے خلاف روایت کی ہے جو اکثریت روایت کرتے ہیں اور شاذ مھشور کے مدمقابل ہے.

دوسرا: جو شیخ انصاری سے نقل ہوئی ہے کہ شاذ وہ چیز ہے کم لوگوں کے سوا دوسرے اسے نہیں پہچانتے ہیں.

اس اختلاف کے کچھ انجام ہمیں، کبھی ان میں سے کوئی ایک خبر کو شاذ وصف کرتا ہے جبکہ دوسرے کی نظر میں شاذ نہیں اور نتیجے میں ان کے بعد والے وقایع بھی مختلف ہوں گے؛ جو فرد اسے نہیں جانتا اس سے اخذ کرتا ہے اور دوسرا جو اسے شاذ جانتا ہے اس سے اخذ نہیں کرتا ہے؛

اسی ترتیب میں شاذ کے وجود کی حقیقت میں اختلاف موجود ہے دونوں تعریفوں کے مطابق، روایت وصیت اور مہدیوں (ع)، شاذ نہیں ہیں کیونکہ نہ ہی شاذ کے لیے پہلی تعریف کے مطابق، اور نہ ہی دوسری تعریف کے مطابق، صفت شاذ اس پر منطبق نہیں ہوتی ہے.

اما پہلی تعریف: اس تعریف میں، قید معارضہ اخذ ہوا ہے؛ یعنی کوئی خبر شاذ نہیں مگر یہ کہ دوسرے اخبار سے تعارض میں ہو، جبکہ روایت وصیت اور روایات مہدیین دوسرے اخبار سے تعارض نہیں رکھتے ہیں- جیسا کہ اس کا بیان آئے گا اور اسی دلیل سے سید حسن صدر نے کہا ہے: اگر ثقہ بغیر کوئی مخالفت روایت کرے، شاذ نہیں؛ بلکہ متفرد ہے.... [1]

لیکن دوسری تعریف کے مطابق –جو کہ شیخ انصاری نے کہا ہے- بھی روایات وصیت و مہدیین پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا؛ کیونکہ یہ روایات شیعہ کے اہم ترین کتب میں روایت ہوئی ہیں اور بہت سارے فقہا مثلا مفید و مرتضی و طبرسی و عاملی اور دوسرے، اس روایات پر بحث اور تجزیہ کئے ہیں؟؟ تو پھر اس روایات کے بارے میں کہہ نہیں سکتے ہیں:

«سوائے کم لوگ کے اسے جانتے نہیں ہیں»؛ اسی لیے شاذ کی دوسری تعریف سے خارج ہوتا ہے.

اسی لیے روایت وصیت اور روایات مہدیین کو شاذ روایات سے وصف کرنا، دلیل کے بغیر بات ہوگی؛ بلکہ اس روایات پر «مفرد» کا اصطلاح مطابقت رکھتا ہے: جس طرح ملا حبیب اللہ شریف کاشانی نے اپنے منظومہ درایہ میں ایسے کہاہے:

---

1 - نہایۃ الدرایہ، ص220.

اور جو کچھ ایک نفر نے روایت کی ہے وہ منفرد ہے، تو پھر اس روایت کے لیے اصطلاح مفرد ہے.[1]

اس لئے سوال یہ ہے کہ کیا خود فقہا کے بنے ہوئے قواعد کے مطابق، روایت مفرد قابل قبول ہے یا نہیں؟

شیخ مہدی کجوری کہتا ہے:

«مفرد وہ روایت ہے جو کہ راویوں کے جماعت کے درمیان، صرف ایک راوی نے اسے نقل کیا ہو، یا صرف ایک معلوم شہر کے رہنے والوں نے اسے نقل کیا ہو؛ مثلا مکہ یا بصرہ. حدیث مفرد صرف اس دلیل (کہ مفرد ہے) خود باخود تضعیف نہیں ہوتی ہے، بلکہ دوسری علتوں کی وجہ سے تضعیف ہوتی ہے؛ مثلا اگر شاذ روایات سے ملحق ہو جائے، جو کہ اس دلیل سے رد ہوتی ہے.»[2]

نتیجتا مفرد روایت، رد نہیں ہوتی ہے، مگر یہ کہ شاذ روایت سے ملحق ہو جائے اور شاذ وہ روایت ہے جس کے معارض موجود ہو.

پہلے کہا گیا کہ روایات وصیت اور مہدیوں، دیگر روایات سے تعارض نہیں رکھتے ہیں؛ اس لیے شاذ محسوب نہیں ہوتے.

2. جیسا کہ فوائد الرجالیہ سے پہلے نقل ہوا، وہ روایت شاذ کے بارے میں تین نظریہ پیش کرتے ہیں:

پہلا: عام طور پر رد ہوتا ہے

دوسرا: مکمل طور پر قبول ہوتی ہے.

تیسرا: دو اقسام پر منقسم ہوتے ہیں:

1- اگر روایت «شاذ» کے مخالف حدیث کے راویوں، احفظ واضبط واعدل ہوں تو روایت شاذ رد ہوتی ہے.

2- اگر اس کے بالعکس ہو، اس صورت میں کہ «روایت شاذ» کے راویوں، احفظ واضبط واعدل ہوں تو اس صورت میں تعارض پیدا ہوگا.

حال شاذ کے بارے میں جو کہا گیا کہ تین نظریہ موجود ہیں، اس کے مطابق، اگر ہم –جدل سے- دور رہیں اور کہہ دیں کہ روایت وصیت اور روایات مہدیوں شاذ ہیں، تو صرف شاذ ہونے کی وجہ سے رد نہیں ہوتے ہیں مگر

---

1 - الدرۃالفاخرۃ، ص357،وما رواہ واحد مفرد فالاصطلاح لاسم ذالک المفرد.

2 - فوائد الرجالیہ، ص192.

پہلے نظریہ کے مطابق جو کہ گزرااور نہ سب کے نظریہ کے مطابق؛ تو پھر روایت شاذ کو قبول کرنااور قبول نہ کرنا، اختلاف کا باعث ہے؛ حال کیسے روایات اہل بیت، اس قواعد کے مطابق جس میں اختلاف موجود ہیں، رد ہوتے ہیں؟!

3- وہ خود روایت سمری پہ اس کے باوجود کے صرف شیخ صدوق نے اسے نقل کیاہے اور دور سے ان سے نقل کیئے ہیں، عمل کرتے ہیں اور پاک اور مقدس خونوں کو ضائع کرنے کا فتویٰ دیاہے وہ بھی توقیع سمری کے تفسیر کے مطابق جو کہ متشابہ ہے اور سوائے ان کے اہل کے محکم نہیں ہوتا؛ یہ اس کے علاوہ ہے کہ دیگر اشکالات بھی اس روایت کے بارے میں موجود ہیں، خواہ مرسل ہونے کی وجہ سے اور خواہ راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے. [1]

حال کیوں وہ لوگ سند کی وثاقت موجود ہونے کے باوجود اس روایات پر عمل نہیں کرتے ہیں جو کہ صرف شیخ طوسی نے اس روایات کو نقل کیاہے؟! اس بات کے علاوہ کہ کچھ قرائن موجود ہیں جو کہ اس (روایات) کی صحت پر تاکید کرتے ہیں؟!

4- وہ لوگ (روایات) «مقبول» پر قطعی طور پر عمل کیے ہیں؛ اور اس جیسے مندرجات پر عمل کرنا مشہور ہے، خواہ ان کے راوی ثقہ ہوں یا نہ ہوں؛ مثلاً «مقبولہ عمر بن حنظلہ» دو متخاصم کے درمیان حکم- اگرچہ اس روایت مقبولہ کی سند میں، غیر ثقہ راوی موجود ہے- اسے مقبول شمار کیاہے، اسے قبول کرکے اس کے مندرجات پر عمل کیاہے، اور حتی مقبولہ عمر بن حنظلہ کو ادلہ تفقہ (اجتہاد) کے ستون مان گئے اور اسکا مقبولہ نام رکھاہے. اب کیوں یہ سب روایات جس میں مہدیوں (ع) بیان ہوتے ہیں اور وہ روایات جو کہ امام مہدی (ع) کی نسل اور ذریت کو ثابت کرتے ہیں اور امام مہدی (ع) کے بعد میں قائمین کی روایات کو- اس کے سند کی وثاقت کے باوجود- رد ہوتے ہیں؟!

---

1 - اس توقیع کا نقد وجائزہ پیش کیاجائے گا.

5-روایت وصیت بہت سارے قرائن سے محفوف ہے[1] جس کی صحت پر تاکید کرتا ہے اور اسے اس اقسام سے خارج کرتا ہے؛ نتیجتاً نہ شاذ ہے اور نہ ہی منفرد؛ کیونکہ روایات شاذ اور منفرد میں سے ہر ایک اس قرائن سے خالی ہیں جو ان کی صحت کا سبب بن جاتے ہیں. لیکن روایت وصیت، اس قرائن سے محفوف ہے جس کی صحت کا سبب بنتا ہے اور اسے خبر واحد کے اقسام سے خارج کرتا ہے. شیخ حر عاملی کہتا ہے:

«علما اس نظریہ پر متفق ہیں کہ تقسیم ـ یعنی خبر کے اقسام ضعیف و صحیح و موثق و حسن ـ سے مراد خبر واحد قرینہ کے بغیر ہے؛ جبکہ آپ کو معلوم ہوا کہ ہماری مشہور کتابوں کے اخبار، قرائن سے محفوف ہیں اور جدید اصطلاح کے اصحاب بہت ساری جگہوں پر اس پہ اعتراف کر چکے ہیں جو کہ ہم ان کے بعض (اعترافات) کو نقل کر چکے ہیں تو پھر مذکور تقسیم بندی کی ضعف اور قابل اعتماد کتب کے بارے میں اس کا موضوعیت نہ ہونا، واضح ہو گیا. کاب المنتقی کے صاحب نے کہا ہے: اکثر حدیث کے اقسام جو کہ درایہ الحدیث میں متاخرین کے درمیان ذکر ہوئے ہیں، مستخرجات عامہ سے ہے. وہ بھی ان کے حدیثوں میں اس کے معانی واقع ہونے کے بعد، اور اس طرح کی اکثر چیزیں ہماری احادیث میں کوئی مقام نہیں رکھتی ہیں اور اگر تامل کروگے تو مذکور تقسیم بندی کو اس طرح کے پاؤگے.»[2]

2. اشکال، روایات مہدیوں (ع) کا صحیح روایات سے مخالف ہونے کا جواب

دوسرا اشکال کا خلاصہ جو کہ کتاب «صراط المستقیم» کے مصنف نے نکالا ہے کچھ یوں ہے: روایت وصیت اور روایات مہدیوں (ع) ان مشہور متواتر صحیح روایات سے مخالف ہیں جو کہ بیان کرتے ہیں کہ قائم کے بعد، کوئی حکومت نہیں اور دنیا سے چالیس دن سے زیادہ نہیں گزرے گا جس میں فتنہ و آشوب ہوں گے اور خروج اموات کی نشانی اور قیام قیامت ہوگی؛ یہ دوسرا اشکال کا خلاصہ. کتاب صراط المستقیم کے صاحب نے دوسری جگہ میں بھی اس مطلب کو ذکر کیا ہے اور حضور (ص) کی روایت کو اس میں اضافہ کیا ہے اور کہا ہے:

---

1 - قرینہ سے محفوف خبر: ایسا خبر واحد جس کے ساتھ کوئی ایسی قرینہ ہو جو اس کے صدق پر دلالت کرے۔ قرینہ سے محفوف خبر، قرینہ سے مجرد خبر کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے، اور اس کا مطلب وہ خبر واحد ہے جو قطعی یا اطمینان بخش قرائن کے ساتھ ہو۔۔۔ قرینہ، شہرتِ روایتی، فتوائی یا عملی روایت ہو سکتی ہے، یا عقل، نصِ کتاب، سنت اور اجماع کے موافق ہو سکتی ہے۔ (مترجم، منبع: سائٹ ویکی فقہ).

2 - وسائل الشیعہ، چاپ آل البیت، ج30، ص262.

«وارد ہوئی روایات کے مطابق، مہدی (ع) کے بعد کوئی حکومت نہیں ہوگی؛ مگر ایک شاذ روایت میں جو کہ مہدی (ع) کے بیٹوں کا قیام کو، ان کے بعد بیان کرتی ہے، اور یہ وہ روایت ہے جسے ابن عباس حضور (ص) کی قول سے روایت کی ہے: « کبھی بھی وہ امت ہلاک نہ ہوگی جس کی ابتدا، میں ہوں اور عیسی بن مریم اس کے آخر اور مہدی اس کے درمیان ہیں .» اور اس روایت کی مانند، انس سے روایت ہوئی ہے. یہ دو (روایت) دلالت کرتے ہیں اب بات پر کہ حکومت مہدی کے بعد، کوئی حکومت موجود ہوگی، لیکن اکثر روایات بیان کرتے ہیں کہ قیامت سے پہلے چالیس دن سے زیادہ نہیں گزرے گا اور وہ دور آشوب و فتنہ، اور مردوں کے خروج کی نشانی، حساب (قیامت) کے لیے ہے.» 1

اور جہاں سے کہ یہ روایات دلالت کرتے ہیں کہ قیامت تک چالیس دن کے فاصلے میں ، زمین حجت سے خالی ہو جائے گی، شیخ حر عاملی اس کے بعد کے پچھلی بات کو بیان کرتا ہے اس روایات پر تعلیق (حاشیہ) لکھا ہے اور اسے متعدد جوابات دیئے ہیں جو یہاں پر ان سب کا بیان ہمارے لیے ممکن نہیں ؛ ان کی کتاب «الایقاظ من الهجعة بالبرهان علی الرجعہ، ص 365» کی رجوع کر سکتے ہیں.

اما جو ہمارے لیے اہمیت رکھتا ہے دو نکتوں پر توجہ رکھنا ہے:

پہلا: روایت وصیت اور روایت مہدیوں (ع) کو مشہور متواتر صحیح روایات سے مخالف ہونے کا ادعا، جس کے مطابق قائم کے بعد کوئی حکومت نہیں ۔

دوسرا: روایت وصیت کی وصف اس بات پر کہ شاذ ہے؛ اور اس وہم و گمان کا جواب پہلے دیا گیا ہے کہ یہ روایت شاذ نہیں.

اسی لیے ہمارا کلام پہلے نکتے میں محدود ہوتا ہے جو کہ خود دو فروعات پر منقسم ہوتا ہے:

پہلی قسم کے بارے میں، کہا گیا ہے کہ روایات مہدیوں (ع) روایات صحیح سے مخالف نہیں.

---

1 - کتاب سلیم بن قیس، محمد باقر انصاری کی تحقیق سے، ص 478؛ ارشاد: ج 2 ص 387؛ تاج المواليد: ص 77؛ صراط المستقيم: ج 2 ص 254؛ روضة الواعظين: ص 266. اس اشکال کو کوئی دانشور منجملہ شیخ مفید و شیخ طبرسی بیان کیے ہیں. شیخ طبرسی کی بات کو نقل کر رہا ہوں: «اور روایت صحیح آئی ہے کہ دولت قائم کے بعد کوئی حکومت نہیں مگر جو کچھ ان کے بیٹے کے قیام، سے- ان شاء اللہ تعالی روایت ہوئی ہے، اور قطع و یقین سے روایت اور ثابت شدہ صورت میں اس پر نہیں آیا ہے، اور اکثر روایات بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت دنیا سے نہیں جائیں گے مگر چالیس دن قیامت سے پہلے، جو کہ اسی چالیس دن میں فتنہ و آشوب ہوگا اور مردوں کا زندہ ہونے کی نشانیاں اور انھیں حساب و جزا کے لیے آنے (کی نشانیاں) واقع ہوں گے اور اللہ زیادہ جانتا ہے.» اعلام الوری، ج 2، ص 265.

اما دوسری قسم کے بارے میں- یعنی یہ ادعا کہ قائم (ع) کے بعد کوئی حکومت نہیں- حقیقت میں یہ بات بھی ایک محض وہم کے علاوہ کچھ نہیں؛ کیونکہ دولت مہدیوں وہی دولت امام مہدی محمد بن الحسن (ع) کے سلسلے کی ایک کڑی ہے اور کوئی اور (منتقل) حکومت شمار نہیں کی جاتا ہے؛ اور یہ وہ نکتہ ہے جو کہ شیخ حر عاملی نے اسے ذکر کیا ہے، جہاں وہ کہتا ہے کہ:

«مراد یہ ہے کہ: حکومت مہدی کے بعد، کوئی نئ حکومت نہیں؛ تو پھر رجعت سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا ہے؛ کیونکہ رجعت دوسری حکومت ہے اور یہ احتمال ہے کہ ان دو حکومتوں کے درمیان چالیس دن کا فاصلہ ہو.»[1]

اور یہ بات- میرا مطلب ان کی بات ہے- : «حکومت مہدی کے بعد، کوئی نئ حکومت نہیں؛ تو پھر رجعت سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا ہے؛ کیونکہ رجعت، دوسری دولت ہے.» درج ذیل روایت اس پر دلالت کرتی ہے:

ابان بن تغلب سے، سلیم بن قیس ہلالی سے، سلمان فارسی سے روایت ہوئی ہے کہ اس نے کہا: رسول خدا (ص) نے فرمایا: «اے لوگوں! کیا تمھیں مہدی کی بشارت نہ دوں؟» لوگوں نے کہا: جی ہاں؟ انھوں نے فرمایا:

«تو پھر جان لیں اللہ تعالی میری امت پر، عادل سلطان اور انصاف کرنے والا امام مبعوث کرے گا جو کہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا، جیسے کہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی، اور وہ میرے بیٹے حسین کے نواں بیٹوں میں سے ہے، اس کا نام میرے نام اور اس کی کنیت، میری کنیت ہے! آگاہ ہو جاؤ اس کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں اور اس کی دولت ختم نہیں ہوگی مگر قیامت سے چالیس دن پہلے.» [2]

یہ بات معلوم ہے کہ ان (ع) کی حکومت آخری حکومتوں میں سے ہے؛ تو پھر ناگزیر ایک لمبی مدت تک قائم ہونا چاہیئے، اور یہ کہ قیامت، امام مہدی (ع) کی شہادت کے چالس دن بعد ہوگی، دلیل سے خالی بات ہے؛ اور حتی اس کے خلاف دلیل بیان ہوئی ہے؛ کیونکہ روایات مہدیوں (ع) اس بات کو باطل کردیتا ہے؛ جیسے کہ ذہنی ادراک بھی اس کو کوئی مدد نہیں دیتا ہے. کیونکہ کیسے (ممکن ہے) کہ اسلام اور مسلمان ایک لمبی مدت کے لیے انتظار کریں کہ مہدی (ع) کا خروج ہو جائے اور اللہ ان کی دین کو تمام ادیان پر غالب کرے اگرچہ مشرکین کو اچھا

---

1 - الایقاظ من الہجعۃ بالبرہان علی الرجعۃ: ص 367.

2 - کتاب سلیم بن قیس، با تحقیق محمد باقر انصاری: ص 478.

نہ لگے، اور پھر مہدی (ع) سات سال کے بعد- جیسے کہ بعض روایات میں آیا ہے- دنیا سے رخصت ہو جائے اور ان کے بعد رجعت شروع ہو جائے؟!

اما حر عاملی بھی اس وہم سے دچار ہو گیا ہے کہ اخبار مہدیوں اور روایات رجعت کے درمیان تضاد اور اختلاف موجود ہے؛ لیکن در حقیقت ان کے درمیان اختلاف موجود نہیں، اس اختلاف موجود ہونے کی سوچ کے علت، حر عاملی- جیسے کہ خود صراحت سے بیان کرتا ہے- کا اس بات پر معتقد ہونا ہے کہ جو روایات بارہ ائمہ پر دلالت کرتے ہیں وہ حصر کا مفوم کو پہنچادیتے ہیں؛ وہ کہتا ہے: «اور ائمہ (ع) کو بارہ نفر میں حصر کرنے والے احادیث، سنجیدگی سے بہت ہیں.» [1] اور بارہ نفر میں حصر کا نہ ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے.

ممکن ہے اس وہم کے سبب، وہ روایت ہو جو کہ شیخ نے کتاب غیبت اور طبری کتاب دلائل الامامہ میں محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری نے اپنے والد علی بن سلیمان بن رشید سے حسن بن علی خزاز سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: علی بن ابو حمزہ نے ابو الحسن رضا (ع) کے محضر میں پیش آیا اور پھر ان سے عرض کیا:

کیا آپ امام ہیں؟ انھوں نے فرمایا: «جی» پھر ان سے عرض کی: سنا ہے آپ کے جد جعفر بن محمد (ع) فرماتے تھے: کوئی امام نہیں مگر یہ کہ اس کی عقب (اور نسل) موجود ہو. انھوں نے فرمایا: «اے شیخ، کیا واقعی بھول گئے ہو یا جان بوجھ کر بھولنے کا تاثر دے رہے ہو؟ جعفر (ع) نے ایسے نہیں فرمایا. جعفر (ع) نے فرمایا: کوئی امام نہیں مگر یہ کہ اس کی عقب (اور نسل) ہو، سوائے اس امام کہ جن پر حسین بن علی (ع) خارج ہوں گے اور اس امام کی عقب (نسل) نہ ہوگا.» امام رضا (ع) سے عرض کیا: آپ نے صحیح فرمایا میں آپ پر فدا ہو جاوں ویسے ہی سنا تھا کہ آپ کے جد فرمارہے تھے. [2]

اور اس لحاظ سے کہ حر عاملی کے ذہن میں یہ تفکر تھا کہ امام مہدی کے بعد رجعت ہوگی تو پھر روایت میں وارد ہوا لفظ امام کو امام مہدی (ع) پر حمل کیا ہے: «کوئی امام نہیں مگر یہ کہ اس کی عقب (اور نسل) ہو، سوائے اس امام کہ جن پر حسین بن علی (ع) خارج ہوں گے اور اس امام کی عقب (در نسل) نہ ہوگا.» جبکہ وہ روایات جس کے مطابق امام مہدی (ع) کے لیے ذریت و نسل کو ثابت کرتے ہیں واقعی میں بہت ہیں، اور یہ رویات ان کی نظر سے مشہور فہم کے لحاظ سے؛ یعنی رجعت امام مہدی (ع) کے بعد- اس روایات کے ساتھ اختلاف رکھنے کہ

---

1 - الایقاظ من الہجعۃ بالبرہان علی الرجعۃ: ص 365.

2 - غیبت طوسی: ص 224؛ دلائل الائمہ: ص 436.

قابل نہیں؛ کیونکہ روایات مہدیوں (ع) کے مطابق، ان کے لیے ان کے والد کے بعد امامت اور یہ کہ وہ اپنے والد کے والیان عہد ہیں ثابت ہوتا ہے۔

اس کہ علاوہ وہ روایات جو کہ حکومت مہدیوں (ع) کی قائل ہیں اور یہ روایت جو کہ شیخ نعمانی نے روایت کی ہے ان کے درمیان جمع، کرتا ہے کہ اس امام سے مراد جس کی کوئی نسل نہیں، بارھواں مہدی ہے: « سوائے اس امام کہ جن پر حسین بن علی (ع) خارج ہوں گے اور اس امام کی عقب (اور نسل) نہ ہو گا.» اور نتیجتا روایات رجعت اور روایات مہدیوں کے درمیان تعارض نہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے؛

جیسے کہ روایات بارہ ائمہ اور روایات مہدیوں (ع) کے درمیان کوئی تعارض موجود نہیں.

سید محمد صادق صدر بھی اسی ترتیب سے اس اشکال کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

«اما یہ کہ کہا جاتا ہے کہ دولت قائم کے بعد، کوئی بھی دولت (حکومت) موجود نہیں ہو گی، یہ بات درست ہے؛ کیونکہ اگر دولت قائم سے مراد، قائم کی حکومتی سسٹم اور نظام مراد ہو تو یہ ایسا لگاتار نظام ہو گا، اس چیز کے مطابق جو ہم تک پہنچی ہے، نہایت بشریت تک- تقریبا یا حقیقتاً –اور اس کے بعد کوئی اور حکومت نہیں.

لیکن اگر مراد، امام مہدی (ع) کی حکومت ہو اس وقت تک کہ آنحضرت قید حیات تک ہوں گے، اس صورت میں کہ بشریت امام مہدی کی حیات کے فورا بعد ختم ہو جائے، تو ایسا امر کا احتمال نہیں؛ کیونکہ اکثر روایات –مثلا روایات رجعت، روایات اولیا اور وہ روایات جو بیان کرتی ہیں کہ قیامت، قائم نہیں ہو گی مگر خلق خدا کے شریر ترین پر اور دیگر روایات –اسے نفی کرتے ہیں؛ حتی قرآن کے بعض آیات نے –مثلاً آیت دابہ الارض، اس بات کو جانتے ہوئے کہ مہدی کے دور میں دابہ الارض خروج نہیں کرے گا اس نکتے پر دلالت کرتا ہے.

اس لیے امام مہدی (ع) کے بعد بشریت باقی رہے گی اور وہ نظام بھی جاری وساری رہے گا، اور اس گفتار سے صرف یہ نکتہ مد نظر تھا کہ حکومت قائم کے بعد، منحرفین و مشرکین میں سے کسی کے بھی حکومت جیسے کہ آنحضرت کے ظہور سے پہلے تھی، برقرار نہیں رہے گی »

وہ اور کہتا ہے:

«اور ان کی یہ بات: اور اکثر روایات جو بیان کرتے ہیں کہ وہ دنیا سے نہیں جائیں گے مگر قیامت سے چالیس دن پہلے .... اس روایات کو ہم سنتے ہیں اور اس کو دلیل کے طور پر لاتے ہیں یعنی چالیس دن قیامت سے

پہلے، حجت اٹھایا جائے گا۔ یعنی حجت وفات پائے گا-اور ہم دیکھیں گے کہ حجت سے مراد- شخص امام مہدی (ع) نہیں، بلکہ مراد دوسرا شخص ہے؛اس طرح کہ امام مہدی (ع) کے دور کے بعد لمبی زندگانی ہو گی.» [1]

میں کہتا ہوں: سید صدر کی اس روایت میں جو مفہوم آیا ہے اس طرف اشارہ، کرتا ہے: اباعبداللہ (ع) سے نقل ہوا ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اس وقت تک کہ زمین قائم ہے اللہ تعالی کی حجت اس میں موجود ہے جو کہ حلال کو حرام سے (لوگوں کو) آگاہ کرے گا اور اللہ کی راہ میں دعوت دے گا اور حجت زمین سے نہیں اٹھائی جائے گی مگر قیامت سے چالیس دن پہلے اوجب حجت اٹھائی گئی تو توبہ کا باب بند ہو جائے گا اور نتیجتا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہو تو اس کے لیے ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں.... آیت کے آخر تک. وہ لوگ اللہ کی مخلوقات میں سے شریر ترین لوگ ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر قیامت قائم ہو گی.» [2]

جو کچھ اس روایت میں موجود ہے حجت کا انقطاع (ختم ہونا) ہے اور امام مہدی (ع) کا نام اس میں نہیں اور مہدیوں (ع) بھی حجت ہیں.

علامہ مجلسی نے کہا ہے: «اور اگرچہ انبیاء کے اوصیاء اور ائمہ کے اوصیاء، بھی حجت ہیں» [3]

تو پھر جیسے کہ گزری ہوئی روایات میں ثابت ہوا- مہدیوں ، امام مہدی (ع) کے اوصیا ہیں؛اس لیے وہ بھی حجت ہیں، اور روایات میں حجت کی عبارت وارد ہونے کی وجہ سے ، حر عاملی اپنی کتاب میں «الایقاذ من الھجہ» وجوہات میں سے ایک اور وجہ میں ان روایات کو جمع کرنے میں جو کہ زمین کو حجت سے خالی نہ ہونے کو بیان کرتے ہیں اور وہ روایات جو کہتا ہے کہ چالیس دن (زمین حجت سے) خالی رہے گی اور اس کے بعد قیامت بر پا ہو گی، (حجت کو) عقل پر تفسیر کیا ہے اور کہا ہے:

«یا یہ کہ حجت اس روایات میں، امام سے زیادہ عام مفہوم پر، اور عقل پر حمل ہوتا ہے؛ اس دلیل سے کلینی اور دوسرے، اھل بیت (ع) سے روایت کئے ہیں کہ: «بے شک اللہ تعالی کی لوگوں پر دو حجتیں ہیں: ظاہر و باطن؛ (حجت) ظاہری، انبیاء اور ائمہ (ع) ہیں اور (حجت) باطنی، عقل ہے» [4]

---

1 - تاریخ مابعد ظہور: ص 415.

2 - کمال الدین: ص 339.

3 - بحار الانوار: ج 53 ص 149.

4 - الایقاظ من الہجعۃ بالبرہان علی الرجعۃ: ص 367.

3. مفہوم «بَعد میں» کے اشکال کا جواب

تیسرا اشکال: اشکال کا خلاصہ:

عبارت «بعد میں» رسول خدا (ص) کہ اس ارشاد میں: «ان کے بعد میں»[1] زمان کے لحاظ سے «بعد» کا اقتضا نہیں کرتا ہے، بلکہ اللہ تعالی کہ اس کلام کی طرح ہے (فَمَن يهديه مِن بَعد اللّهِ) (اللہ کے بعد کون اسے ہدایت کرے گا)؛ اور اسی ترتیب سے یہ افراد امام مہدی (ع) کے دور میں حاضر ہو سکتے ہیں اور آنحضرت کے نائبین ہو سکتے ہیں.

پھر اس کے بعد، اشکال وارد کرتا ہے اور جواب دیتا ہے؛ وہ کہتا ہے:

«اگر آپ کہتے ہو: یہ کہ روایت میں آیا ہے: «پھر جب ان کی وفات کا وقت آگیا – یعنی مھدی کی وفات –تو اسے اپنے بیٹے کے حوالے کرے» اس تاویل کو نفی نہیں کرتا ہے؛ تو میں کہتا ہوں: یہ جملے اس پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ ان کے بعد کوئی باقی بچے کہ وصی ہونے کی ذمہ داری نبھائے کہ ان کی موت جاہلیت پر نہ ہو؛ بلکہ جائز ہے کہ امام مھدی کے بعد کوئی باقی رہے کہ مہدی (ع) کی امامت پر دعوت دے، اور یہ ائمہ کو بارہ نفر (امام مھدی (ع) اور ان کے آباء) میں منحصر کرنے پر کوئی اشکال وارد نہیں کرتا»

حر عاملی کے کلام کے بارے میں کچھ نکات موجود ہیں:

پہلا نکتہ: «بَعد میں» دو دستوں میں منقسم ہوتا ہے:

پہلا: «بعد» زمان کے لحاظ سے، جس میں زمان کے لحاظ سے تاخیر مراد ہے؛ مثلاً آپ کہتے ہو: علی محمد کے بعد آیا؛ جو عرف کے لحاظ سے اس تعبیر سے سمجھ میں آتا ہے، «بَعد» زمان کے لحاظ سے ہے؛ یعنی علی کے آنے کا دور محمد کے آنے کا دور کے بعد میں محقق ہوتا ہے.

دوسرا: «بعد» رتبہ کے لحاظ سے، جس میں تاخیر «رتبہ اور مرتبت» کے لحاظ سے موجود ہے؛ حق تعالی کے اس کلام کی طرح: (مِنْ بَعْدِ وَصِيةٍ يوصَى بِهَا أَوْ دَينٍ) (اس وصیت کے انجام کے بعد جس پر سفارش کی گئی ہے یا وہ دَین جو کہ (مستثنی ہونا چاہیئے))؛ یعنی ارث کا مرتبہ، وصیت اور دَین سے متاخر (بعد میں) ہے؛ اور نتیجتاً پہلا دَین اور جو میت اس کی وصیت کی ہے، مقدم ہوتے ہیں اور پھر ارث کی نوبت آئے گی.

---

1 - اس بات سے مراد آنحضرت (ع) ہیں: «پھر ان کے بعد بارہ مہدی ہوں گے.»

اسی دلیل سے سید خوئی اخراج خمس کے مبحث میں مؤنہ (اخراجات) کے بعد کہا ہے:

«اورا ما ظاہری طور پر بعد سے مراد، «بعد» زمان کے لحاظ سے نہیں کہ اخراج مونہ کے بعد خمس حادث ہونے پر لالت کرے؛ بلکہ «بعد» سے مراد رتبے کے لحاظ سے ہے؛ حق تعالی کے اس کلام کی طرح: (مِنْ بَعْدِ وَصِيةٍ يوصَى بِهَا أَوْ دَين) (اس وصیت کے انجام کے بعد جس پر سفارش کی گئی ہے یا وہ دَین جو کہ (مستثنی ہونا چاہیئے))، یعنی خمس کا رتبہ، مؤنہ کے بعد میں ہے؛ جیسے کہ ارث کا رتبہ، وصیت و دَین کے بعد میں ہے...» [1]

اس کے بعد کہ ہم «بعد میں» اس دو مفہوم کو سمجھ گئے، تو میں کہتا ہوں:

پہلا: «بَعد میں» سے مراد جو کہ آیت شریفہ –جو اپنے اشکال میں ذکر کرتے ہیں –موجود ہے:(فَمَن يهديه مِن بَعد اللّهِ) (اللہ کے بعد کون اسے ہدایت کرے گا) زمان کے لحاظ سے نہیں؛ کیونکہ اللہ جلال و ثناوہ زمان اور اس کے ابعاد سے بالاتر ہے اور حتی ہر چیز سے جو کہ مخلوق کی صفات میں سے ہے، بالاتر ہے. وہی جو مکان کا تعیین کرتا ہے اور وہ اول ہے اور آخر...

اما حضور (ص) کے اس کلام «ان کے بعد بارہ مہدی ہوں گے» سے قیاس، مع الفارق قیاس ہے؛ کیونکہ اس آیت میں، «بعدیت» کا تاؤیل واجب ہے، کیونکہ قطعی طور پر اللہ تعالی زمان اور اس کے ابعاد سے منزہ ہے؛ اما کونسی چیز حضور (ص) کے اس کلام «ان کے بعد بارہ مہدی ہوں گے» کے تاؤیل کا باعث بنتا ہے؟

دوسرا: اس تاؤیل کے خلاف دلیل موجود ہے اور اشکال کرنے والا خود، اسی روایت وصیت میں قرینہ کی وجود پر اعتراف کرتا ہے جو کہ اس تاؤیل کو باطل کردیتا ہے مگر یہ کہ وہ پھر سے دوسرے تاؤیل سے تاؤیل کرے جس کے لیے اس کے پاس دلیل موجود نہیں، اور یہ تاؤیل بھی ایک احتمال سے زیادہ کچھ نہیں، اور دین احتمالات کا مجموعہ نہیں جس پر کوئی فرد معتقد ہو جائے اور دوسرا شخص اعتقاد نہ رکھتا ہو. اس نے کہا ہے: «اگر کہو گے: روایت میں کہا گیا ہے: «اور جب ان کی وفات ہو جائے– یعنی مہدی (ع) –اسے اپنے بیٹے کے حوالے کردیں،» اس تاؤیل کی نفی کرتا ہے....»

---

1 - کتاب خمس: اول، شرح: ص 270.

تیسرا: حضور (ص) فرماتے ہیں: « فذلک اثنا عشر اماماً، ثم یکون من بعدہ اثنا عشر مهدیاً » «یہ بارہ امام تھے، پھر ان کے بعد بارہ مہدی ہوں گے.» جہاں سے حرف «ثم: پھر» آیا ہے اور «ثم» حرف عطف ہے جو کہ عربی زبان میں حکم میں تشریک اور ترتیب پر دلالت کرتا ہے؛ جوہری نے کہا ہے: «ثم حرف عطف ہے جو کہ ترتیب اور تراخی پر دلالت کرتا ہے»[1] اور یہ (عبارت میں ثم کا استعمال) دو امروں پر دلالت کرتا ہے:

پہلا ائمہ (ع) اور مھدیوں (ع) کے درمیان مرتبہ؛ اس معنی میں کہ ائمہ (ع) پہلے مرتبہ پر ہیں اور ان کے بعد مھدیوں (ع) کا مرتبہ آئے گا.

دوسرا: مہدیوں (ع) کو اس بات میں شریک کرنا کہ وہ حجت ہیں؛ جیسے کہ ائمہ حجت ہیں؛ اور یہ معنی دیگر روایات میں آیا ہے جس میں یہ امکان موجود نہیں کہ وہ مرتبے کے لحاظ سے بعدیت پر حمل ہو جائے.

ابا عبد اللہ (ع) سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اے ابا حمزہ! بے شک ہم میں سے قائم کے بعد، گیارہ مھدی، حسین کے بیٹوں میں سے ہوں گے.» [2]

اور آنحضرت (ع) سے روایت ہوئی کہ انھوں نے فرمایا: «بے شک ہم میں سے قائم (ع) کے بعد بارہ مھدی، حسین (ع) کے بیٹوں میں سے ہوں گے.»

ابو بصیر سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے کہا: صادق جعفر بن محمد (ع) سے عرض کیا: اے رسول اللہ کے بیٹے! آپ کے والد (ع) سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا: «قائم کے بعد بارہ امام ہوں گے.» پھر (امام صادق (ع)) نے فرمایا: «انھوں نے فرمایا بارہ مھدی اور نہیں فرمایا بارہ امام؛ لیکن وہ ہمارے شیعیوں کا ایک گروہ ہے جو کہ لوگوں کو ہماری مودت اور ہمارے حق کی معرفت کی طرف دعوت دیتے ہیں.» [3]

حال کیا صحیح ہے کہ کہا جائے ان سب روایات میں «بعد» رتبہ و مرتبت کے لحاظ سے آیا ہے؟! اور اسے حق تعالی کہ اس کلام سے قیاس کرلے: (فَمَن يهديه مِن بَعدِ اللّه) (اللہ کے بعد کون اسے ہدایت کرے

---

1 - تاج العروس: ج 16 ص 89.

2 - غیبت طوسی: ص 478؛ مختصر بصائر الدرجات: ص 38 و ص 158؛ بحار الانوار: ج 53 ص 145؛ معجم احادیث امام مہدی (ع): ج 4 ص 77؛ الایقاظ من الھجعة بالبرہان علی الرجعة: ص 362.

3 - مختصر بصائر الدرجات: ص 49 و ص 182؛ بحار الانوار: ج 53 ص 148.

گا)؟! کیا ایک عرب زبان انسان اس روایت سے اخذ کرتا ہے کہ ان سب سے مراد، «بعد» رتبہ کے لحاظ سے ہے نہ کے زمان کے لحاظ سے؟!

چوتھا: حضور (ص) علی (ع) کو حکم فرمایا کہ اس (وصیت کو) حسن و حسین (ع) کے حوالہ کر دے اور ویسے ہی ہر امام بھی اپنے بعد اسے دوسرے کے حوالے کر دے.

حال اگر «بعد» آخری امام میں زمان کے لحاظ سے ہو تو مھدیون میں بھی اسی صورت میں ہو گا، اور اگر رتبہ و مرتبت کے لحاظ سے ہو تو وہ بھی اسی صورت میں ہو گا؛ کیونکہ پوری حدیث میں ایک ہی قسم کی ہماہنگی موجود ہے.

پانچواں: «بعد» خواہ زمان کے لحاظ سے ہو اور خواہ مرتبے کے لحاظ سے، تو ہمارے مقصد کو ثابت کر دیتا ہے؛ جیسے کہ حضور (ص) کے اس کلام میں آیا ہے: «جو شخص چاہتا ہو کہ میری طرح زندگی بسر کرے اور میری موت پہ مرے اور اس بہشت عدن میں سکونت اختیار کرے جسے میرے رب نے اگایا ہے تو پھر اس فرد کو چاہیے میرے بعد علی سے دوستی کرے اور میرے بعد کے اماموں پر اقتدا کرے؛ کیونکہ وہ میری عترت ہیں جو میرے طینت (فطرت) سے خلق ہوئے ہیں.»[1]

علامہ امینی کہتا ہے:

«یہ تعابیر، ہمیں اس خبر سے آگاہ کر دیتا ہے کہ صاحب رسالت کے لیے ولایت جس مرتبے میں ثابت ہوا ہے اس کے برابر مرتبے میں امیر المؤمنین (ع) کے لیے بھی ثابت ہوا ہے؛ البتہ (حضور (ص) کو علی (ع) پر پہلے ہونے اور اولویت رکھنے کے دو مرتبہ میں فرق کو مد نظر رکھتے ہوئے، خواہ عبارت «میرے بعد» سے زمان کا مفہوم کا ارادہ ہو جائے اور خواہ «میرے بعد» رتبہ و مقام کے مفہوم کو پہنچا دے» [2]

اور سید علی میلانی نے کہا ہے:

اس حدیث کے الفاظ میں، لفظ «میرے بعد» موجود ہونے کی وجہ سے، سب یا ان کے اکثر میں، لفظ «میرے» اس معنی پر تصریح کرتا ہے؛ کیونکہ یہ «میرے بعد» یا کہ زمان کے لحاظ سے ہے یا رتبے و مرتبت کے لحاظ سے. شاید پہلی نظر میں ایسے لگے کہ «رتبہ و مقام» مراد ہو «علی میرے بعد آپ کے ولی ہے» یعنی میرے علاوہ، رتبہ و مرتبت کے لحاظ سے علی آپ کے ولی ہے؛ اما اگر لفظ «میرے بعد» زمان و ظرف کی معنی میں

---

1 - مناقب ابن شہر آشوب: ج 3 ص 5.

2 - الغدیر: ج 1 ص 377.

ہو، «علی میرے بعد آپ کے ولی ہیں» دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ امیر المؤمنین رسول خدا کے بعد مومنین کے ولی وسرپرست ہیں بغیر کوئی فاصلے کا؛ اس صورت کے علاوہ ان میں سے بعض لفظ «میرے بعد» کو حدیث میں سے حذف نہیں کرتے تھے اور اس حدیث کو لفظ« میرے بعد» کو حذف کرنے سے تحریف نہیں کرتے تھے.» 1

رسول اللہ (ص) کے اس کلام میں بھی صورتحال ویسے ہی ہے: «اے علی، میرے بعد بارہ امام ہیں اور ان کے بعد بارہ مہدی.» خواہ «میرے بعد» زمان کے لحاظ سے ہو اور خواہ مرتبے کے لحاظ سے، تو ثابت ہوتا ہے کہ مہدیوں (ع) بھی ائمہ کے بعد -زمان کے لحاظ سے اور رتبے کے لحاظ سے- حجت ہیں.

علی بن ابي طالب (ع) حضور (ص) کے بعد حجت ہیں، خواہ بعدیت کو زمان کے لحاظ سے تفسیر کریں یا خواہ، رتبے کے لحاظ سے. یہی معنیٰ احمد الحسن امام مہدی (ع) کے وصی کے بارہ میں بھی جاری ہوتا ہے اور جہاں سے علی بن ابي طالب (ع) زمان کے لحاظ سے بھی اور رتبے کے لحاظ سے بھی رسول خدا (ص) کے بعد واقع ہیں، مہدی اول احمد الحسن (ع) کی بھی یہی صورت ہے؛ اور یہاں سے اس کے یہ کلام کا باطل ہونا واضح ہوتا ہے: «اگر کہوگے: یہ روایت فرماتا ہے: پھر جب ان کی وفات کا وقت آیا- یعنی مہدی- تو اسے (خلافت کو) اپنے بیٹے کے حوالے کردے، یہ تاویل نفی ہوتا ہے. میں کہتا ہوں: یہ ان کے بعد، ان کے باقی رہنے پر دلالت نہیں کرتا ہے....»

اور جو شیخ حر عاملی نے اس جگہ کہا ہے حیرت کا باعث ہے:

«یہ کہ ان کے کلام «میرے بعد: ان کے بعد» مجبوراً مضاف کو تقدیر میں مدنظر رکھا جاتا ہے؛ تو پھر ممکن ہے کہ « من بعد ولادتہ» ان کی ولادت کے بعد» یا «من بعد غیبہ: ان کی غیبت کے بعد» تقدیری صورت میں ہو اور انس و جن سے سفیروں اور وکیلوں کی طرف اشارہ کرتا ہو یا حضرت کے دوران غیبت میں علمای شیعہ کے بزرگوں پر، اور ممکن ہے تقدیری صورت میں «من بعد خروجہ: ان کے خروج کے بعد» ہو اور نتیجتا وہ آنحضرت کے نائبین ہوں.....» 2

---

1 - محاضرات في الاعتقادات: ج 1 ص 165.

2 - الایقاظ من الهجعة بالبرهان علی الرجعة: ص 369.

جبکہ کسی بھی وجہ سے کوئی بھی دلیل مضاف کو تقدیر کے طور پر لینے کے لیے موجود نہیں کہ «ان کی ولادت کے بعد «سفیروں اور وکیلوں کی طرف اشارے کے طور پر لے سکے یا کہ تقدیری صورت میں «ان کی غیبت کے بعد» آنحضرت کی غیبت کے دوران امام کے سفیروں سے اعیان اور بزرگ علمائے شیعہ کی طرف اشارہ ہو یا تقدیری صورت میں «ان کے خروج کے بعد »مد نظر ہو کہ اس ترتیب کے مطابق وہ آنحضرت کے نائبین کے طور پر ہوں.

شاید (شیخ حر عاملی) اس روایت کو جو کہتا ہے کہ مہدی ہمارے شیعیوں کا ایک گروہ ہیں، تیسرا احتمال پر گواہ کے طور پر لیا ہے؛ کیونکہ وہ ان کو پچھلے گفتار کے بعد لایا ہے.

اور نتیجہ یہ ہے کہ: حر عاملی نے سوچا ہے کہ روایات مہدیوں –ایک سمت سے- روایت رجعت سے تضاد میں ہیں اور دوسرے سمت سے اس نے سوچا کہ امام مہدی (ع) –جیسے کہ پہلے کہا گیا- ان کے فرزند اور نسل نہیں؛ اور ہم آگے اس نکتے کی طرف اشارہ کریں گے.

چھٹا: اس کی یہ بات: «ان کے بعد کوئی باقی رہے تا کہ وصی ہونے کی ذمہ داری کو سنبھالے تا کہ ان کی موت جاہلیت پر نہ ہو.» در حقیقت، میں اس عبارت کے لئے کوئی علمی وجوہ کا ادراک نہیں کرتا ہوں؛ کیونکہ امام مہدی (ع) کسی فرد پر وصیت کریں جس کی کوئی حجت نہ ہو تو اس کا کیا فائدہ جبکہ وہ خود کہتے ہیں کہ مہدی کے بعد، چالیس دن تک فتنہ و آشوب ہوگا اور پھر قیامت قائم ہو گی؟!

واضح ہے کہ وصی اپنے بعد والے وصی کی وصیت کرتا ہے؛ تو پھر ناگزیر ہمیں اس بات پر قائل ہونا چاہیئے کہ مہدی (ع) جن پر وصیت کرتا ہے وہ خود ہی وصی ہے؛ یہ اوصیا کی سنت ہے جو کے سب لیے معلوم و واضح ہے. حال کیوں امام مہدی (ع) کو اس سنت سے جدا ہونا چاہیئے؟! اور کیا دلیل موجود ہے کہ صرف آنحضرت اس شخص کی وصیت کریں جو ان کے وصی نہیں ہیں؟!

اس کہ علاوہ میں اس کی پیش کیئے ہوئے جواز سے حیرت زدہ ہوں: «کہ ان کی موت جاہلیت پر نہ ہو.» یعنی اس لیے کہ اگر امام مہدی (ع) وصیت کرتے ہیں وہ وصی امام نہیں، بلکہ صرف جاہلیت کی صورت میں نہ ہو؟! وہ کہتا ہے مہدی جس فرد پر وصیت کرتا ہے وہ وصی امام نہیں، بلکہ صرف جاہلیت کی موت کی مشکل کو رفع کرنے کے لئے لیے ہے، اور اسی صورتحال میں وہ کہتے ہیں کہ حضور (ص) اپنی وفات کے وقت وصیت نہیں فرمائے؟! کیا اس صورت میں طریق اولی کے حساب، (حضور کی) جاہلیت کی موت سے نہیں ہوئی ہے؟! کیا امام مہدی (ع)

اپنے جد محمد (ص) سے برتر ہیں؟! یا کہ محمد (ص) اس نکتے سے غافل تھے کہ وصیت کے بغیر موت، جاہلیت کی موت ہے؟! یا کہ کوئی خاص دلیل موجود تھی کہ محمد (ص) وصیت سے مستثنی ہوئے ہیں؟!

ساتواں: اس نے کہا ہے: «بلکہ جائز ہے امام مہدی (ع) کے بعد کوئی باقی رہے کہ امام مہدی کی امامت کی دعوت کرے، اور یہ ائمہ کو بارہ نفر (امام مہدی او ان کے آباء) پہ منحصر کرنے پر کوئی اشکال کا سبب نہیں بنتا ہے.»

میں کہتا ہوں: جو فرد امام مہدی (ع) کے بعد باقی رہے گا جو کہ امام مہدی (ع) کی امامت کی طرف دعوت دینے والا ہوگا وہ دو صورتوں میں قابل غور ہوگا:

پہلا: وہ ایک عادی انسان کی طرح ہے نواب اربعہ کی طرح جو کہ غیبت صغری کے دور میں تھے؛ اور یہ وہی احتمال ہے جو کہ شیخ پیش کرتا ہے وہ کہتا ہے:

«اور ہو سکتا ہے جن افراد کا ذکر ہوا وہ امام مہدی (ع) کے دور میں حاضر ہو سکتے ہیں اور وہ آنحضرت کے نائبین ہو سکتے ہیں؛ ہر نائب ایک ناحیہ (علاقہ) کے لئے یا ایک خاص مدت کے لئے.» [1]

اس بات کو قبول نہیں کر سکتے؛ کیونکہ روایات فرماتی ہے امام مہدی (ع) کی وفات کے بعد؛ نیابت کو کیا مطلب ہو سکتا ہے؟! کیونکہ نیابت حیات کے دوران ہوتا ہے نہ کہ وفات کے بعد!

دوسرا: جو فرد امام مہدی (ع) کے بعد باقی رہے گا، امام مہدی (ع) کا وصی ہے اور اس صورت میں ان کو ضرور معصوم ہونا چاہیے۔

اور اما پہلی صورت: اس صورت کے لیے دلیل موجود نہیں۔

اور اما دوسری صورت: اس صورت کے لیے دلیل موجود ہے؛ کیونکہ —جیسے کہ کہا گیا- روایت وصیت اور روایات مہدیوں (ع) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ مہدی (ع) کے اوصیا اور ان کے والیاں عہد اور امام مہدی (ع) کے بعد ائمہ ہوں گے.

حال کیسے ہم بغیر دلیل کے احتمال کو مقدم کریں؟! اگر اس کے بالعکس دلیل موجود ہو تو

---

1 - الایقاظ من الهجعة بالبرهان علی الرجعة: ص369.

اور اس کا یہ کلام: "اور یہ ائمہ کو بارہ افراد (امام مہدی اور ان کے آباء) تک محدود کرنے پر کوئی اشکال وارد نہیں کرتا۔"

پھر اشکال کا سبب نہیں بنتا ہے: «یہ وہ بات ہے جس میں کوئی اختلاف موجود نہیں. آنحضرت — یعنی امام مہدی (ع) -ائمہ کے خاتم ہیں اور مہدیوں (ع) کی وجود پر اعتقاد رکھنا اس باب کو نفی نہیں کرتا ہے اور یہ وہی نکتہ ہے کہ یہی اشکال نکالنے والا شخص، سید مرتضی سے نقل کرتا ہے:

«مرتضی کہتا ہے: ہم یقین نہیں رکھتے کہ امام مہدی (ع) کی وفات کے بعد تکلیف زائل ہوتا ہے؛ بلکہ جائز ہے کہ ان کے بعد ائمہ ہوں جو کہ دین اور اہل دین کہ مصالح کی حفاظت کے لیے قیام کرے؛ اور یہ بات ہمیں شیعہ اثنا عشری کہلانے سے خارج نہیں کرتی؛ کیونکہ ہمیں یہ تکلیف (فرض) ملی ہے کہ ان کی امامت کو پہچان لیں؛ کیونکہ جو اختلاف کا سبب ہے یہی بات ہے اور ہم اسے روشن اور کافی بیان سے بتا چکے ہیں اور کوئی دوسرا اہم سے اس کے بارے میں موافق نہیں؛ تو پھر اسی نام سے دوسرے -ان کے مخالفین سے- جدا اور متمائز ہوئے ہیں۔" [1]

4. اس اشکال «روایت وصیت، خبر آحاد ہے» کا جواب [2]

صاحب کتاب صراط المستقیم کے اشکالات میں سے چوتھے اشکال کا خلاصہ: وہ روایت جو رسول خدا (ص) کی وصیت کو بیان کرتی ہے، آحاد خبر ہے جو (صرف) ظن کا سبب بنتا ہے جبکہ امامت، علمی مسئلہ ہے اور نتیجتاً قطع و یقین کے سوا ثابت نہیں ہوتا ہے.

یہاں پر —اے میرے بیٹے- اس کلام پر رکتے ہیں اور اسے موضوعی طور پر بحث اور جائزے لیں گے کہ ہم ایک علمی نتیجہ تک پہنچیں اور دیکھیں کہ کیا یہ اشکال کو علمی تنقید کے سامنے اٹھ کھڑے ہونے کی طاقت ہے کہ نہیں؟ اس نے ادعا کیا ہے کہ رسول اللہ (ص) کی وصیت اخبار آحاد میں سے ہے اور اخبار آحاد ظن کا باعث ہوتا ہے، جبلکہ مسئلہ امامت کو علمی یقینی قطعی غیر ظن طریقے سے ثابت ہونا چاہیئے، اور اسی ترتیب سے روایت وصیت

---

1 - صراط المستقیم: ج 2 ص 152؛ الایقاظ ن الھجعۃ: ص 368.

2 - اس اشکال کو ہم یہاں اس لیے بیان کرتے ہیں کہ کتاب صراط المستقیم کے مصنف کے اشکالات میں سے ایک تھا اور ہم چاہتے تھے کہ اس کے اشکالات کو ایک ہی جگہ جمع کر دیں.

امامت کو ان کے لیے جو امام مہدی (ع) کے بعد آئیں گے ثابت نہیں کر سکتے: (کیونکہ (یہ روایت) قطع ویقین کا باعث نہیں، بلکہ صرف ظن وگمان کا سبب ہے.

کچھ نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس اشکال کا جواب دیتے ہیں:

پہلا نکتہ: شیخ طوسی اس کے بعد کہ روایت وصیت اور روایات کا ایک مجموعے کا ذکر کرتے ہیں، کہتے ہیں :

"اگر کہا جائے: پہلی بات یہ کہ اس روایات کی صحت کے لیے دلیل لائیں؛ کیونکہ یہ روایات اخبار آحاد ہیں. جو کہ علمی طریقے سے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اور حال یہ کہ یہ مسئلہ (امامت) ایک علمی مسئلہ ہے. پھر دلیل لائیے کہ اس روایات سے مراد وہی ہیں جن کی امامت پر آپ اعتقاد رکھتے ہیں؛ کیونکہ وہ اخبار جو آپ اپنے مخالفین سے روایت کرتے ہیں اور اکثر مطالب جو کہ خاصہ (یعنی شیعہ) سے روایت کرتے ہیں اگر سالم ہوں تو اس چیز کی صحت اس میں موجود نہیں جس پر آپ اعتقاد رکھتے ہیں؛ کیونکہ یہ روایات صرف ایک خاص عدد کی ضامن ہیں اور اس کے سوا کسی اور عدد کو شامل نہیں ہوتے ہیں. تو پھر آپ کہاں سے اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ کے ائمہ وہی ہیں جو اس روایات کے واسطے ارادہ ہوئے ہیں اور نہ کوئی اور؟

تو ہم کہتے ہیں: جو اس روایات کی صحت پر دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ امامیہ شیعہ اس روایات کو تواتر، نسل با نسل اور پشت در پشت روایت کئے ہیں؛ اور ان کا صحیح شمار کرنے والا طریقہ امامیہ کی کتابوں میں امیر المومنین (ع) پر وارد ہوئے نصوص میں موجود ہے، اور یہ طریقہ (تمام ائمہ اطہار (ع) کے بارے میں اس روایات کا صحیح ہونا) یکساں ہے."[1]

دوسرا نکتہ: روایت وصیت کو شیخ طوسی نے روایت کیا ہے اور شیخ طوسی کو کسی تعارف کی ضرورت نہیں وہ ویسے ہی مشہور ہیں اور ممکن نہیں ایسی روایت نقل کریں جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ اس غیر موافق صفات میں سے ہے جس کو شیخ طائفہ پر نسبت نہیں دے سکتے ہیں. شیخ حر نے کہا ہے:

"بلکہ سیرت و تواریخ کے بزرگوں کے حال سے واضح ہے کہ وہ غیر قابل اعتماد کتابوں سے نقل نہیں کرتے تھے؛ تو پھر یہ کونسا ظن ہے رئیس محدثین، ثقہ السلام اور رئیس طائفہ حقہ کی نسبت؟!"[2]

---

1 - غیبت شیخ طوسی: ص 156.

2 - وسایل الشیعہ چاپ آل البیت: ج 30 ص 253.

تیسرا نکتہ: مشہور ہے کہ اخبار آحاد، جب قائن سے محفوف ہوں، تو اس چار اقسام سے خارج ہوتا ہے جس کے مطابق احادیث کو منقسم کرتے ہیں اور یہی مفہوم کو شیخ حر عاملی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے:

"علما اس بات پر متفق ہیں کہ جو منقسم ہوتا ہے- یعنی خبر کو ضعیف و صحیح و موثق و حسن پر منقسم کرنا- اس سے مراد خبر واحد قرینہ کے بغیر ہے؛ جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے مشہور کتابوں کے اخبار، قرائن سے محفوف ہیں اور نئے اصطلاح (عبارت) کے اصحاب بہت ساری جگہوں پر اس کا اعتراف کرچکے ہیں جو کہ ہم بعض (اعترفات) کو نقل کرچکے ہیں. تو پھر مذکورہ اقسام کی ضعف اور قابل اعتماد کتابوں کے بارے میں موضوعیت نہ ہونا، واضح ہوگیا. صاحب کتاب المنتقی نے کہا ہے: اکثر احادیث کی اقسام جو کہ درایہ الحدیث میں متاخرین کے مابین ذکر ہوئیں ہیں، مستخرجات عامہ (اھل سنت سے لیا گیا ہے) میں سے ہیں؛ وہ بھی ان کی احادیث میں ان کی معانی واقع ہونے کے بعد، اور یہی اکثر چیزیں ہماری احادیث میں کوئی مقام نہیں رکھتے ہیں اور اگر غور کروگے تو مذکور اقسام کو اسی طرح پاؤگے." [1]

اور پہلے کہا گیا کہ روایت وصیت، بہت زیادہ قرائن سے محفوف ہیں جو اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے اور اسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں.

چوتھا نکتہ: اس کی یہ بات: "اور امامت، علمی مسئلہ ہے اور نتیجتا قطع یقین کے سوا ثابت نہیں ہوتا ہے." میں کہتا ہوں: ایسے جواب دیا جاتا ہے کہ:

پہلا: اگر مسئلہ امامت، علمی مسئلہ ہے اور قطع یقین کے سوا ثابت نہیں ہوتا ہے تو پھر کیوں یہ گروہ توقیع سمری (سے تمسک کرتے ہوئے) صاحب العصر والزمان (ع) کے مشاہدہ کے عدم امکان پر اعتقاد رکھے ہوئے ہیں؟! جبکہ ان کی نظر میں توقیع سمری اخبار آحاد میں سے شمار کیا جاتا ہے، اور حتی اس کی سند میں راوی کو مرسل ہونا یا مجہول ہونے پر خدشہ موجود ہے، اور اس موازین کے مطابق جو وہ خود اس کی تبعیت کرتے ہیں ایسے اخبار قطع کا باعث نہیں بنتا؟! اور حال یہ کہ مشاہدہ امام کا مسئلہ اور آنحضرت کی جانب سے سفیر ہونے کا ادعا بھی علمی مسئلہ ہے!

---

1 - وسائل الشیعہ چاپ آل البیت: ج30 ص262.

دوسرا: قطع ویقین حاصل ہوتا ہے؛ کیونکہ روایت وصیت ایسے قرائن سے محفوف ہیں جو کہ قطع ویقین کا سبب بنتے ہیں؛ جو کہ پہلے بتایا، اسی لیے اس روایت سے امامت کے لیے دلیل لا سکتے ہیں

5. اس اشکال کے جواب کہ حضور (ص) نے مہدیوں کے نام کا ذکر نہیں فرمایا

پانچواں اشکال: حضور (ص) نے بعد میں آنے والے تمام ائمہ (یعنی مہدیوں) کے نام بیان نہیں فرمائے اور ان کی معرفت کی ضرورت کے باوجود ان کی خصوصیات سے پردہ نہیں اٹھایا؛ تو پھر یہاں پر حاجت سے بیان کی تاخیر، ضروری ہوتی ہے؛

کچھ نکات کی مدد سے اس وہم کا تجزیہ کر سکتے ہیں:

پہلا نکتہ: تمام چیزوں کو بیان کرنا، رسول اللہ (ص) اور ائمہ (ع) پر لازم نہیں؛ بلکہ ہر چیز کا اپنا وقت اور اہل ہوتا ہے اور وہ ہم سے اس وقت کے بارے میں بہتر جانتے ہیں؛ اس کے علاوہ امام مہدی (ع) سے متعلق بہت سارے اسرار موجود ہیں جسے اہل بیت (ع) نے خفیہ رکھا ہے اور وہ اصلی مسائل کی طرف اشارہ کیے ہیں جس کے ذریعے امت اپنے امام کو پہچانتی ہے. اور یہ وہ نکتہ ہے جو بہت ساری روایات سے واضح ہوتا ہے. اے میرے بیٹے، اس روایات میں سے بعض آپ کے حضور میں پیش کی جائیں گی.

شیخ صدوق نے روایت کی ہے: « اور ایسے ہے قائم (ع) کا طریقہ، اس کے پاس علم ہے جب اس کا خروج کا وقت آ جائے تو اس علم کو نشر کرے گا.»[1]

اور یہ حکمت کی ضروریات میں سے ہے؛ کیونکہ ہر وقت اور دور، اپنا خاص علم رکھتے ہیں کہ اسی دور میں نشر ہوتا ہے نہ کہ کسی اور دور میں؛ اور اس نکتے پر بہت ساری روایات گواہی دیتی ہیں. منجملہ درج ذیل روایت:

اور ابا عبداللہ (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «علم ستائیس حروف پر مشتمل ہیں اور جو کچھ انبیاء نے لائے ہیں دو حروف ہیں. لوگ آج تک دو حروف کے علاوہ نہیں جانتے ہیں. پھر جب ہمارا قائم قیام کرے گا پچیس حروف کو خارج اور لوگوں کے درمیان نشر کرے گا اور اس دو حروف کو بھی اس کے ساتھ ملائے گا اور ستائیس حروف کو نشر کرے گا.»[2]

---

1 - کمال الدین و تمام النعمۃ: ص 155؛ بحار الانوار: ج 36 ص 208.

2 - مختصر بصائر الدرجات: ص 117.

اس روایات صراحت سے دلالت کرتے ہیں کہ «ذخیرہ شدہ علم» موجود ہے جسے قائم (ع) لائیں گے اور اسی وجہ سے سید خوئی کہتا ہے:

«اور اسی وجہ سے بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ صاحب الامر (ع) کے پاس احکام باقی ہے اور آنحضرت (ع) اپنے ظہور کے بعد لوگوں کے لیے اس احکام کو بیان فرماتے ہیں.» [1]

اور بعض روایات میں ملتے ہیں جو فرماتے ہیں کہ مہدی (ع) کا نام بیان نہ کرنا منجملہ چیزوں میں ہے کہ رسول خدا (ص) نے علی بن ابی طالب (ع) سے اس کا عہد لیا ہے.

ابا جعفر (ع) سے روایت ہوئی ہے: عمر بن خطاب نے امیر المومنین (ع) سے پوچھا: مجھے مہدی کے بارے میں بتاؤ کہ ان کا نام کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: «اما ان کے نام کے بارے میں، میرے حبیب نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ ان کے نام کے بارے بات نہ کروں اس وقت تک کہ اللہ ان کو بھیجے....» [2]

اور امیر المومنین (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: « اور گواہی دیتا ہوں حسین کے بیٹوں میں سے ایک مرد پر کہ نہ اس کا نام لیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کی کنیت، اتنے کہ اس کا امر ظاہر ہو جائے اور زمین کو عدل وداد سے پر کرے، جس طرح کہ ظلم وجور سے بھر چکا ہے....» [3]

کچھ روایات بھی ملتے ہیں کہ بیان کرتے ہیں کہ اہل بیت (ع) صاحب الامر کے کردار کے نگہبان اور حافظ اور چھپانے والے ہوتے تھے؛ کیونکہ صاحب الامر کا کردار اسرار میں سے تھا.

احمد بن محمد بن ابی نصر سے روایت ہوئی ہے کہ اس نے کہا: امام رضا (ع) سے ایک مسئلے کے بارے میں پوچھا. انھوں نے بتایا نہیں اور ذرا رک گئے اور فرمایا: «اگر جو چیز مانگتے ہو تمہیں دے دیں تمہارے لیے ایک شر بنے گا اور صاحب الامر (ع) کے گریبان پکڑیں گے.» [4]

یہ سب روایات اور دیگر روایت تاکید کرتے ہیں کہ آل محمد (ع) اس کردار کو اہمیت کے حامل ہونے کی وجہ سے چھپائے ہوئے ہیں اور بہت سارے امور کو جو ان سے تعلق رکھا ہے ابہام کے پردہ میں رکھے ہوئے ہیں اور

---

1 - محاضرات فی اصول الفقہ: ج5 ص320.
2 - امامت وتبصرہ: ص117؛ کمال الدین: ص638؛ بحار الانوار: ج51 ص36.
3 - غیبت نعمانی: ص 68 اور اسے درکتاب وسائل، از ابا جعفر (ع) روایت کیا ہے: وسائل الشیعہ چاپ آل البیت: ج16 ص238.
4 - بحار الانوار: ج72 ص77؛ کافی: ج2 ص224.

جبکہ واضح فرمائے ہیں. اسی ترتیب سے آل محمد (ع) کے حکمت جلوہ گر ہوتا ہے، جہاں اس امر کو مضبوط اور مدعیوں کو اس تک رسائی سے روکا ہے کہ اپنے وقت میں اسے شافی ووافی طور پر بیان فرمائے۔

شیخ مفید کہتا ہے:

«ائمہ (ع) کے کلام ایک ظاہر پر خارج ہوتے تھے جو ان کی باطن سے موافق تھے، جبکہ اس کے انجام سے پر امن تھے، اور تقیہ اور مجبوری کے تحت ان کے بعض کلام ایک ظاہر پر خارج ہوتے تھے جو ان کے باطن کے خلاف تھے، اور ان کے بعض کلام کے ظاہر میں واجب اور فرض ہونا موجود ہے جبکہ اس کے اندرون میں مستحب اور نافلہ ہوتا ہے. اور بعض دیگر کی ظاہر میں نافلہ و مستحب ہے جبکہ (باطن میں) فرض ہوتا ہے؛ اور منجملہ کچھ کلام ہیں جو کہ عام ہیں لیکن اس کا خاص مقصود ہے اور خاص کلام ہے جس سے عام مقصود ہے اور اس کی ظاہر اس کے علاوہ ہے جس کے لیے کلام کی حقیقت لائی گئی ہے اور گفتار میں بھی اصلاح و مدارا اور خونریزی سے محفوظ ہونے کا کنایہ موجود ہے اور یہ نہ ان کی جانب سے عجیب ہے اور نہ ہی نئی بات ہے. اس قرآن کی قسم جو اللہ کا کلام ہے اور اس میں شفا اور ارشاد ہے، ہو سکتا ہے ان کے کلام کی ظواہر ایک دوسرے سے مختلف ہوں اور لوگ ان کے معانی پھر اعتقاد رکھنے پر ایک دوسرے سے اختلاف سے دوچار ہوگئے ہیں....» [1]

تو پھر ائمہ دین کے مقاصد کی حقیقت سے- جس طرح کی شیخ مفید نے بیان کیا —ہماری جہل اور آگاہ نہ ہونا ایک طرف سے اور دوسری طرف سے کہ ہمیں معلوم ہوا کہ اہل بیت (ع) عصر ظہور سے مربوط امور کو عمدی طور پر خفیہ رکھتے تھے، تو صحیح نہیں کہ کہا جائے: کیوں حضور (ص) آنے والے ائمہ کو اپنے نام اور خصوصیات سے ذکر نہیں کیا ہے؟ اس کی وجہ کو روایات نے بیان کیا ہے کہ یہ راز، آل محمد (ع) کا تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ اس سے باخبر ہوں؟ بہت سارے دلائل سے:

منجملہ: یہ کہا گیا کہ ہر علم کے اپنے اہل اور اپنا وقت ہوتا ہے، اور وہ لوگ (ائمہ (ع)) اس وقت کو سب سے بہتر جانتے ہیں.

منجلہ: اپنے راز فاش ہونے سے خوفناک ہونا: اور اسی دلیل سے ہم دیکھتے ہیں کہ اہل بیت (ع) اپنے راز کتمان کرنے پر تاکید کرتے ہیں.

---

1 - المسائل السرویۃ: ص76.

اباحمزہ سے، علی بن حسین (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اللہ کی قسم آرزو کرتا ہوں اپنے بازو کے گوشت کے ایک حصے کو فدیہ کے طور پر دوں ہمارے شیعیوں کی دو خصلتوں پر (کہ ختم ہو جائے): حماقت اور راز کتمان کرنے کی قلّت.» 1

ابا جعفر (ع) سے روایت ہوئی ہے: «اللہ کی ولایت کے بارے میں خفیہ طور پر جبرئیل (ع) کو کہا گیا، اور جبرئیل اسے محمد (ص) کو خفیہ طور پر کہا، محمد (ص) نے خفیہ طور پر علی (ع) کو کہا، اور علی نے اسے خفیہ طور پر جسے اللہ نے چاہا کہہ دیا؛ اور اب تم لوگ اسے ظاہر کر دیتے ہو! کون ہے جو کہ جس بات کو سنے اسے دوسروں کو نہیں کہے؟» ابو جعفر (ع) نے فرمایا: «حکمت آل داوود میں شائستہ ہے کہ مسلمان اپنے نفس کا مالک ہو، اپنے مقام کی طرف متوجہ ہو، اپنے زمانے کے اہل کا عارف ہو؛ پھر تقوی الہی اختیار کرے اور ہماری حدیث کو برملا نہ کرے» 2

دوسرا نکتہ: مسئلہ «حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر کی قباحت» میں اختلاف موجود ہے؛ اور یہ اشکال بنیادی ہے؛ کیونکہ علما کہ ایک گروہ اس اشکال کو قبول کرتے ہیں اور دیگر گروہ اسے رد کر دیتے ہیں، اس لیے بیان کی گئی اشکال اس پر وارد نہیں جسے قبول نہیں کرتا ہے؛ کیونکہ یہ تنازعہ، بنیادی ہے.

منجملہ وہ افراد جو قباحت پر قائل ہیں، علامہ حلی اور معالم کے صاحب ہیں؛ جہاں پہلے والا کہتا ہے:

«حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر، جائز نہیں؛ وگرنہ وہ حکم لازم ہو جاتا جسے برداشت نہیں کر سکتے ہیں.....»

اور دوسرے نے کہا:

«جان لو کہ عدل کرنے والوں کے ہاں حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر کے بارے میں جواز نہ ہونے پر کوئی اختلاف نہیں؛ اما خطاب کے وقت سے حاجت کے وقت تک اس کی تاخیر کو، بعض مطلق طور پر جائز سمجھتے ہیں اور بعض مطلق طور پر اسے منع کر دیتے ہیں....» 3

---

1 - کافی: ج2 ص221.

2 - کافی: ج2 ص224.

3 - معالم الدین وملازم المجتھدین: ص157.

منجملہ افراد سے جو اس قاعدہ کے صحیح نہ ہونے پر اعتقاد رکھتا ہے محقق نایینی ہے؛ جہاں اس نے کہا ہے: «اما صحیح یہ ہے کہ کہا جائے عقلاء جب بیان کرنے کے مقام میں ہوتے ہیں اگرچہ بنیاد ان تمام چیزوں کا بیان ہے جس کے احکام سے تعلق رکھتا ہے اور اسے گفت وگو کے مقام سے موخر نہ کرنے پر بھی ہے- اور کہاں یہ کہ حاجت کے مقام میں (بیان کی تاخیر کرے) اما «حاجت کے مقام میں بیان کی تاخیر» صرف اس جگہ ہوتی ہے کہ متکلم کی عادت- کسی مصلحت کی وجہ سے- قرائن منفصلہ کے ساتھ اپنے کل مقصد کا اظہار جاری نہ ہو جائے.

اس لیے کسی مصلحت کی وجہ سے جو کہ تاخیر کو ضروری بناتا ہے ضرورت کے وقت بیان کی تاخیر قبیح نہیں. اور کہاں یہ کہ خطاب کے وقت ایسا کرے؛ اور چونکہ فرض کیا گیا ہے کہ متکلم حکیم ہے اور اپنے مقصد کے بیان میں حکمت و مصلحت کو، کسی بھی وقت میں اسی وقت کے مطابق، رعایت کرتا ہے، اس کے مقصد کے کچھ حصے کی تاخیر، ضرورت کے وقت، قبیح اور نفرت انگیز نہیں.» 1

اور اس کے شاگرد سید خوئی نے کہا ہے:

«پھر اس مقام میں حق یہ ہے کہ کہا جائے: حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر کی قباحت صرف درج ذیل دو صورتوں میں سے کسی ایک پر منحصر ہے اور تیسری صورت موجود نہیں:

پہلا: حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر باعث بنتی ہے کہ مکلّف مشقت اور مشکل حالت سے دوچار ہو جائے؛ اس کے علاوہ کہ عمل میں اس کی کوئی ضرورت موجود ہو؛ مثلا جب فرض کرتے ہیں کہ عام حکم ظاہر میں ضروری حکم پر مشتمل ہو، لیکن اس کے بعض افراد دراصل ترخیصی حکم پر مشتمل ہوں: نتیجتا قطعی طور پر مکلّف کے لیے ضروری ہونے کا باعث اور اسے (مشقت میں) داخل کر دیتا ہے؛ اس کے علاوہ کہ وہ مباح افراد کسی بھی وجہ اور ضرورت سے مشقت اور مشکل سے دوچار ہوتے ہیں اور یہ حکیم سے قبیح ہے.

دوسرا: حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر، مکلّف کو مفسدہ میں داخل کرنے کا باعث یا مکلّف سے کسی مصلحت کے فوت ہونے کا سبب بنتا ہے؛ مثلا جب فرض کرتے ہیں کہ «علم» ظاہر میں ترخیصی حکم (مباح، مستحب، مکروہ) پر مشتمل ہو، اما اس کے بعض افراد (مصادیق) دراصل حرام یا واجب ہوں؛ نتیجتا پہلی صورت کی بنیاد پر

---

1 - تقریر بحث نائینی مصنف سید خوئی: ج1 ص508.

مکلّف سے لازم مصلحت کا فوت ہونے کا سبب بنتا ہے اور دوسری صورت کی بنیاد پر مکلّف کو مفسدہ میں ڈالنے کا باعث بنتا ہے؛ اور مولاے حکیم سے ان دونوں کا صدور قبیح ہے.

اما ظاہر سی بات ہے کہ ایسے قبیح کسی مضبوط مصلحت کی ضرورت کی بنیاد پر، نظر انداز ہو جانے کے قابل ہے؛ اگر یہ ضرورت باعث بنے کہ مکلّف کسی مفسدہ میں داخل ہو جائے یا کوئی مصلحت اس سے فوت ہو جائے، یا اسے کسی مشقت اور مشکل میں ڈالے، کہ اس صورت میں بلکل اس میں کوئی قباحت نہیں ہو گئ؛ نتیجتا اگر ایک وقت میں، حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر کی قباحت ایسی نہ ہو مثلا ظلم کی قباحت، تو اس سے جدا ہونا ناممکن ہو گا؛ بلکہ یہ (بیان کی تاخیر) جھوٹ کی قباحت کی طرح ہے، یعنی جھوٹ بولنا بذات خود قبیح ہے، اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ کوئی بھی نیک عنوان اس پر عارض ہو جائے.

اگر فرض کرتے ہیں کہ ایک مصلحت کے لیے، حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر ضروری ہوتی ہے اور وہ مصلحت، تاخیر کی مفسدہ سے زیادہ مضبوط ہو، یا بیان کو مقدم کرنے پر، تاخیر سے زیادہ مضبوط مفسدہ در کار ہو، تو اس صورت میں طبیعی طور پر بیان کی تاخیر اس حالت میں قبیح نہیں؛ بلکہ نیک اور ضروری ہے .... نتیجتا حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر کی قباحت، جہاں سے ذاتی ہے- یعنی علت تامہ کے بغیر ضروری ہونا- تو حاجت کے وقت اس کی تاخیر میں کوئی رکاوٹ موجود نہیں، جب کوئی لازم مصلحت، تاخیر کی مفسدہ سے مضبوط موجود ہو یا بیان کو مقدم کرنے میں، بیان کی تاخیر کی مفسدہ سے زیادہ مضبوط موجود ہو؛ تو اس دوران قبیح نہیں.

دوسری عبارت میں کلام میں حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر کی کیفیت، شریعت مقدس کے اصل میں بیان کی تاخیر کی کیفیت کی مانند ہے؛ کیونکہ احکام کا بیان آہستہ آہستہ، یکی بعد دیگر تھا، لوگوں کے لیے احکام کو آسان کرنے کی مصلحت کی وجہ سے؛ اس نکتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ احکام کا بیان عرفی طور پر ایک بار کی صورت میں، لوگوں کے لئے مشقت کا باعث بنتا ہے اور یہ طبیعی طور پر نفرت اور دین سے رو گردانی اور دین سے عدم رغبت کا سبب بنتا ہے اور واضح ہے کہ یہ مفسدہ کی وجہ سے ضروری ہے کہ احکام کا بیان آہستہ آہستہ طور پر ہو کہ لوگوں کو اس کی طرف رغبت ہو جائے، اس کے باوجود کہ احکام کے متعلقات شروع سے ہی مصالح اور مفاسد پر مشتمل تھے؛ نتیجتا بیان کی تاخیر اور بیان کا آہستہ آہستہ ہونا، اس مصلحت کی وجہ سے ہے کہ اسے لازم قرار دیتا ہے—اور وہ لوگوں کے لیے آسانی اور دین کی طرف ان میں رغبت پیدا کرتا ہے- اور واضح ہے کہ یہ مصلحت اس حقیقی مصلحت سے زیادہ مضبوط ہے جو مکلّف سے فوت ہوتا ہے.

اسی دلیل سے بعض روایات میں آیا ہے کہ صاحب الامر (ع) کے پاس احکام باقی ہیں اور آنحضرت (ع) اپنے ظہور کے بعد اس احکام کو لوگوں کے لیے بیان فرمائیں گے اور معلوم ہے کہ بیان میں یہ تاخیر، اس میں مصلحت کی وجہ سے ہو یا اس کے بیان میں مفسدہ کی وجہ سے ...... اس لیے نبی کریم (ص) کے دور میں آئے ہوئے کتاب وسنت کے عمومات کی تخصیص (مختص کرنا) اور ائمہ اطہار (ع) کے دور میں وارد ہوئی تخصیصات میں کوئی اشکال موجود نہیں؛ کیونکہ کوئی مصلحت اسے حاجت و عمل کے وقت سے تاخیر کرنے کو ضروری بناتا تھا یا اسے مقدم کرنے میں کوئی مفسدہ ساتھ تھا کہ اسے انجام دینے سے روکنے کا سبب بنتا تھا.»[1]

اس کلام کے مطابق جو کہ نایینی اور خوئی نے بیان کیے ہیں حتی اگر مہدیوں (ع) کا نام مذکور نہ ہونا، حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر میں سے ہو، تو پھر بھی قبیح نہیں؛ کیونکہ حضور (ص) اس کے بیان سے زیادہ مضبوط مصلحت ہونے کی وجہ سے، ان کے ناموں کو خفیہ رکھا ہے.

تیسرا نکتہ: مہدیوں (ع) کے اسماء کا ذکر نہ کرنا، حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر میں سے نہیں، بلکہ خطاب کے وقت بیان کی تاخیر کی قسم ہے، اور یہ –اجماع سے– جائز ہے.

اما خطاب کے وقت بیان کی تاخیر کے جواز کے بارے میں، بہت سارے علما خطاب کے وقت بیان کی تاخیر کے جواز پر تصریح کئے ہیں؛ شیخ طوسی نے کہا ہے:

«ہماری نظر میں خطاب کے وقت بیان کی تاخیر جائز ہے، اور صرف (بیان کی تاخیر) حاجت کے وقت سے جائز نہیں.»[2]

اما یہ بحث جو ہمارے سامنے ہے خطاب کے وقت بیان کی تاخیر کی قسم ہے، اور وہی بات ہے جو کہ پہلے نکتے میں کہا گیا؛ اس کے علاوہ روایت بھی ہے جو کہ شیخ نعمانی اپنی کتاب غیبت میں اسے روایت کی ہے:

معاذ بن کثیر سے ابو عبداللہ جعفر بن محمد (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «وصیت مہر لگی کتاب کی صورت میں رسول اللہ (ص) پر اتری، اور کوئی کتاب مختوم اور مہر لگی ہوئی رسول اللہ (ص) پر نہیں اتری سوائے وصیت کے. جبرئیل نے فرمایا: اے محمد (ص)، یہ آپ کی وصیت آپ کی امت میں آپ کے اہل بیت کے لیے ہے. رسول اللہ (ع) نے فرمایا: میرے کونسے اہل بیت پر، اے جبرئیل؟ انھوں نے فرمایا: اللہ کی نظر میں ان

1 - محاضرات فی اصول فقہ: ج5 ص320.
2 - عدۃ الاصول (ط.ق): ج3 ص11.

کے سب سے زیادہ فضیلت والا، اور ان کے بیٹے، کہ ابراہیم سے پہلے والے نبوت کے علم کو تم سے ارث میں لے؛ اور اس پر کچھ خاتم تھے. پھر علی (ع) نے پہلے خاتم کو کھول دیا اور اس میں جو امر تھا اسے انجام دیا. پھر حسن (ع) نے دوسرا خاتم کو کھولا اور جو کچھ ان کو امر ہوا تھا انجام دیا. پھر حسین (ع) تیسرا خاتم کو کھولا اور اس میں ملا : جنگ کرو، مارو اور قتل ہو نگے، اور شہید ہونے کے لیے ایک قوم پر خروج کرو اور ان کے لیے شہادت نہ ہو گی مگر تمہارے ساتھ ؛ انھوں نے ویسا ہی کیا، پھر وصیت کو علی بن حسین (ع) کے حوالے کیا اور (وقت) گزرا، اتنا کہ علی بن حسین (ع) نے چوتھے خاتم کو کھولا؛ اس میں ملا کہ خاموش ہو جاو اور بات مت کرو اور چپ ہو جاو؛ کیونکہ علم پوشیدہ ہو گیا. پھر اسے محمد بن علی (ع) کے حوالے کر دیا اور انھوں نے پانچواں خاتم کو کھولا اور اس میں ملا! اللہ تعالی کی کتاب کی تفسیر اور اپنے والد کی تصدیق کرو اور علم کو اپنے بیٹے کی میراث پر چھوڑ دو اور امت کو حکم کرو اور خوف اور امن میں حق کو بیان کرو اور اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو، اور انھوں نے ویسا کیا. پھر وصیت کو اگلے والے کو دیا. » معاذ بن کثیر کہتا ہے: امام سے عرض کیا: اور وہ اگلے والے آپ ہیں؟ انھوں نے فرمایا: « تمھیں اس سے کیا کام؟! تمھیں صرف چلے جانا چاہیے —اے معاذ- اور اس کو مجھ سے روایت کرو؛ جی ہاں میں وہ ہوں.» اتنے کہ میرے لیے بارہ اسماء ذکر کئے اور پھر خاموش ہوگئے. میں نے عرض کیا: پھر کون؟ انھوں نے فرمایا: «تمہارے لیے کافی ہے.» [1]

دیکھتے ہیں کہ اس روایت میں ہر امام کا خاتم ہوتا ہے کہ اس میں جو کچھ ہے اسی کے مطابق عمل کرتا ہے؛ کیونکہ وہ اللہ تعالی کی جانب سے اس خاتم پر عمل کرنے پر مکلّف ہوئے ہیں، ہر کوئی اپنے دور کے مطابق اور اپنے وقت پر؛ اور یہ حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر کو ضروری نہیں کرتا ہے یہ، امت کی ہدایت اور تبلیغ میں پیشرفت کے موافق ہے. اس کے علاوہ کہ امام فرماتے ہیں: «تمہارے لیے کافی ہے» اشارہ کرتا ہے کہ اس کلام کے بعد، اور کلام ہے جس کو بتانے کا وقت سوال کرنے والے کے دور میں نہیں آیا.

اس کے علاوہ ہم مہدیوں (ع) کی شناخت پر مکلّف نہیں ہیں مگر ان (ع) کے پہلے والے کے ظہور کے وقت. پھر کیسے «ان کے اسما کو ذکر نہ کرنے میں بیان کی تاخیر»، «حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر» کے

1 - غیبت نعمانی: ص 60؛ بحار الانوار: ج 36 ص 210.

قسم میں شامل ہوتا ہے؟! کیونکہ اس صورت میں لازم ہوتا ہے کہ پچھلے شرائع میں ائمہ معصوم کے اسماء کے ذکر کی تاخیر، حاجت کے وقت سے بیان کی تاخیر کے قسم میں سے ہو؛ جبکہ ممکن نہیں کوئی اس طرح بولے.

سید مرتضی نے کہا ہے:

«مرتضی کہتا ہے: ہم یقین نہیں رکھتے ہیں کہ امام مہدی (ع) کی وفات کے بعد تکلیف زائل ہو جاتی ہے؛ بلکہ جائز ہے کہ ان کے بعد ائمہ ہوں کہ دین اور اہل دین کے مصالح کی حفاظت پر قیام کریں؛ اور یہ بات، ہمیں اثناعشری شیعہ کہلانے سے خارج نہیں کرتی ہے؛ کیونکہ ہم مکلّف ہیں کہ ان کی امامت کو پہچان لیں؛ کیونکہ اختلاف والی بات یہی ہے اور ہم اسے روشن و کافی انداز سے بیان کر چکے ہیں اور کوئی اور اس کے بارے میں ہم سے موافق نہیں؛ پھر ہم اس نام سے دوسروں سے ان کے مخالفین سے- مختلف اور جدا ہو گئے ہیں.» [1]

ہمیں متوجہ ہونا چاہیئے کہ اشکال کرنے والا خود اپنی کتاب کے دوسری جگہ پر اس کا جواب دیا ہے؛ جہاں اس نے کہا ہے:

«اگر کہا جائے: اگر دین میں امامت ایک رکن کی حیثیت رکھتا ہے تو پھر در حقیقت اللہ اور ان کے رسول نے غدیر کے دن سے پہلے اس میں کوتاہی کی ہے؛ یہ آیت: (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ)«آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا» غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس ترتیب سے لازم ہوتا ہے کہ جو اس سے پہلے مرا ہے، وہ مومن نہیں تھا؛ کیونکہ اس کے ایمان سے ایک رکن فوت ہو گیا. اور اس میں، حاجت (کے وقت) بیان کی تاخیر ہے؛ لیکن اگر رکن نہ ہو تو اسے ترک کرنے میں کوئی نقصان نہیں؛ ہم کہتے ہیں: امامت، حضور (ص) کی وفات کے بعد ایک رکن ہے، کہ امام، آنحضرت کے قائم مقام ہو جائے: اور نتیجتاً حاجت سے تاخیر کرنا نہیں، اور اس میں شک نہیں کہ رسول (ص) کا دین آہستہ آہستہ اور واقعات کے مطابق مکمل ہوتا تھا، اور (آیت کی) خطاب، حاضرین کے لیے تھی، اور دین کا تکمیل غیر حاضرین کے لیے نہیں تھا؛ کیونکہ حضور (ص) دعوت کی شروعات سے ہی الگ الگ مقامات پر علی پر تصریح فرمائے تھے.....» [2]

ہم کہتے ہیں: یہی بات جو بیان کر رہا ہے بلکل مہدیوں (ع) کے بارے میں بھی جاری ہوتی ہے.

---

1 - صراط المستقیم: ج 2 ص 152.

2 - صراط المستقیم: ج 2 ص 314.

چوتھا نکتہ: حضور (ص) اور ان کے پاک خاندان، مہدیوں (ع) کو امت کے لیے متعارف کرایا اور یہ کہ وہ امام مہدی کے بعد ہوں گے؛ اما ائمہ (ع) نے اس مہدیوں کے اسماء کو جو کہ مہدی اول (ع) کے بعد آئیں گے بیان نہیں فرمائے ہیں، اور مہدیوں مختصر طور پر بیان ہوئے ہیں؛ اسی طرح شرع نے بہت سارے امور کو مختصر طور پر بیان کیا ہے؛ مثلا عالم برزخ اور جنت اور جہنم؛ اور ہمیں اس بات پر توجہ دینی چاہیے کہ یہ مختصر بیان، اس عوالم کو انکار کرنے کا جواز نہیں بنتا؛ کیونکہ انکار نہ کرنے کا معیار، علم تفصیلی نہیں؛ اس صورت کے علاوہ، بہت سارے حقائق جو اللہ تعالی، انبیاء الٰہی اور ان کے اوصیا (ع) نے اس کے بارے میں باخبر کیے ہیں وہ سب کا انکار ہونا چاہیے تھا; لیکن ہم رجعت پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے کہ دلیل موجود ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ ہمارے لیے تفصیلی صورت میں بیان ہوا ہے.

جس صورحال میں ہم موجود ہیں، کیفیت بھی اسی طرح ہے: اہل بیت (ع)، مہدیوں (ع) کو اس وصف سے بیان فرمائے ہیں کہ وہ امام مہدی محمد بن الحسن (ع) کے اوصیا اور ان کے بعد قائمان ہیں، اور روایات، ان کے کردار کو تفصیل سے واضح کر چکی ہیں. آخری چیز جو ہم کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان کے اسماء بیان نہیں ہوئے ہیں- اگرچہ میں معتقد ہوں کہ اہل بیت (ع) ہمیں روایات میں بیان کیے ہیں لیکن ہم اس سے، باخبر نہیں اما یہ موضوع ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ مہدیوں (ع) کے بارے میں تمام روایت ہوئی احادیث کو رد کردیں؛ اور ان احادیث کے بعض پہلے بیان ہوگئے ہیں.

6. اشکال «متن حدیث وصیت میں اضافہ زائد کی موجودگی» کی جواب

چھٹا اشکال: روایت وصیت میں، اضافی متن موجود ہے اور یہ اضافی متن شاذ ہے، نہ کہ ایک پھیلا ہوا شایع تعارض. یہ اضافی متن، حضور (ص) کے ذریعے مہدیوں (ع) کا ذکر ہے، اور یہ چیز اس چیز سے تضاد میں ہے جو کہ کتابوں کے مولفین اور مصنفین کے درمیان شایع ہے؛ یعنی (یہ بات کہ) قائم کی حکومت کے بعد کوئی حکومت نہیں، بلکہ امام مہدی (ع) کی شہادت کے بعد، رجعت ہوگی؛ اور یہ تعارض اس روایت کو رد کیے بغیر برطرف نہیں ہوتی. میرے یہ چھٹا اشکال تھا اور چند نکات سے اسے واضح کریں گے:

پہلا نکتہ: یہ والا ادعا کہ روایت وصیت میں، شاذ زائد موجود ہے، اور یہ شاذ زائد، پھیلے ہوئے شایع سے تعارض رکھتا ہے.

میں کہتا ہوں: وہ «اضافی زائد» سے جو کہ وصیت میں آیا ہے، حضور (ص) کے اس کلام کو ارادہ کیا ہے:

«اور جب ان کی وفات- یعنی محمد بن الحسن عسکری (ع) –کا وقت آ جائے، اسے اپنے بیٹے جو کہ اولین مقربین ہے حوالے کر دیں؛ اس کے تین نام ہیں: میرا نام اور میرے والد جیسا نام –اور وہ عبداللہ ہے اور احمد- اور تیسرا نام مہدی ہے، وہ اولین مومن ہے.»

پہلے کہا گیا کہ یہ اضافی مطلب جو کہ ذکر ہوا، صرف وصیت میں نہیں آیا ہے، بلکہ بہت ساری روایات میں جو کہ پہلے اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں، آیا ہے؛ منجملہ روایت حذیفہ بن یمان، جس میں وہی تین اسماء جو کہ روایت وصیت میں موجود ہیں مذکور ہیں.

منجملہ: وہ روایت جو بیان کرتی ہے کہ امام مہدی (ع) کے زمانہ غیبت کبریٰ میں ایک فرزند ہے جو ان کے حالات سے آگاہ ہے۔

منجملہ: وہ روایت جو دلالت کرتا ہے کہ پرچم، وصیتوں کے صاحب کے بیٹے کو دیا جائے گا، اور وصیتوں کے صاحب، امام مہدی (ع) ہیں، اور پرچم ان کے بیٹے کو دیا جائے گا جو کہ وصیت میں مذکور ہے.

منجملہ: وہ روایات جو کہ بارہ مہدیوں پر دلالت کرتے ہیں جو کہ امام مہدی (ع) کے بعد میں آئیں گے.

منجملہ: وہ روایات جو کہ ایک جوان کے وجود پر دلالت کرتے ہیں جو کہ مشرق سے خروج کرے گا اور امام مہدی (ع) کے اہلبیت میں سے ہے.

منجملہ: وہ روایات جو کہ امام مہدی کی نسل اور ذریت کی موجودگی کو ثابت کرتی ہیں اور ذریت سے مراد، بارہ مہدیوں (ع) ہیں.

منجملہ: روایات موجود ہیں جو امام مہدی (ع) کے بعد قائمان کی موجودگی پر دلالت کرتے ہیں؛ اور یہ سب روایات –اے میرے فرزند گرامی- پچھلے مباحث میں بیان ہو گئی ہیں.

یہ سب روایات کے باوجود جو اس چیز پر دلالت کرتی ہیں جسے وہ «اضافی» نام رکھا ہے- خواہ اس پر نص صریح مثلا روایت حذیفہ بن یمان جو کہ بیان ہو گیا، یا خواہ اشارہ کرنے سے، دوسری روایات کی طرح- تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اضافی مطلب «شاذ» وصف ہو جائے؟!

اما اس «اضافی مطلب» کو روایات شایع کے ساتھ تعارض رکھنے کے بارے میں- جیسے کہ وہ کہتا ہے- یہ وہم اور کسی دلیل کے بغیر گمان کے سوا کچھ نہیں؛ کیونکہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ روایات مہدیوں، بارہ ائمہ کی

روایات کے ساتھ تعارض نہیں رکھتا ہے، جس طرح کہ روایات رجعت کے ساتھ تعارض نہیں رکھتے ہیں؛ ویسے ہی ان روایات کے ساتھ جس میں آیا ہے کہ زمین سے حجت، چالیس دن کے لیے اٹھایا جائے گا، تعارض نہیں رکھتا ہے؛ جیسے کہ پہلے آپ کے سامنے پیش ہوا اور آگے بھی آئے گا۔

تعارض موجود ہونے کے قول، صرف محض وہم، اور کسی بھی دلیل کے بغیر ظنی اجتہاد کا پھل ہے.

دوسرا نکتہ: یہ اضافی شاذ اس تفکر کے ساتھ تعارض رکھتا ہے جو کہ مولفین اور مصنفین میں شایع ہے جو کہ کہتے ہیں کہ قائم کی حکومت کے بعد کوئی حکومت نہ ہو گی .

ہم اس کا جواب دیتے ہیں:

پہلا: بہت سارے علما روایات مہدیوں (ع) کے بارے میں بحث کئے ہیں اور اطمینان سے اس کی نفی نہیں کرتے ہیں، جس طرح کہ وہ امام مہدی کے بعد والی تکلیف کو نفی نہیں کیے ہیں. حال کیوں وہ روایات مہدیوں (ع) سے کوئی تعارض اخذ نہیں کیے ہیں؟

سید مرتضی کہتا ہے:

«ہم یقین نہیں رکھتے ہیں کہ امام مہدی (ع) کی وفات کے بعد تکلیف زائل ہوتی ہے؛ بلکہ جائز ہے ان کے بعد ایسے ائمہ ہوں جو کہ دین اور مصالح اہل دین کی حفاظت کے لیے قیام کریں؛ اور یہ بات، ہمیں شیعہ اثنا عشری کہنے سے خارج نہیں کرتا ہے؛ کیونکہ ہم مکلّف ہیں کہ ان کی امامت کی معرفت حاصل کریں، کیونکہ اختلاف کی بات، یہی ہے اور ہم اسے واضح و کافی انداز سے بتا دیئے ہیں اور کوئی اور ان کے بارے میں ہمارے ساتھ متفق نہیں؛ تو پھر ہم اسی نام سے دوسروں سے- مخالفین سے- الگ اور جدا ہو گئے ہیں.»

شیخ طبرسی نے کہا ہے:

«اور روایت صحیح میں آیا ہے کہ دولت قائم (ع) کے بعد کوئی دولت نہیں سوائے اس چیز کہ ان کے بیٹے کے قیام سے- ان شاء اللہ تعالی —روایت ہوئی ہے، اور قطع و یقین سے اور ثابت شدہ انداز میں ان پر روایت وارد نہیں ہوا ہے، اور اکثر روایات بیان کرتے ہیں کہ آنخضرت (ع) دنیا سے رخصت نہیں کریں گے مگر قیامت سے

چالیس دن پہلے، جس میں آشوب و فتنہ برپا ہوگا، اس کی نشانی مُردوں کا خروج اور قیامت کا واقع ہونا ہے؛ اور اللہ بہتر جانتا ہے.» [1]

سید مرتضی کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فرقہ اثنا عشری کے نام کی حفاظت کرنے کی مقصد سے دشمنوں کے لیے دلیل لانا چاہتا ہے؛ اسی لیے وہ کہتا ہے یم یقین نہیں رکھتے ہیں کہ امام مہدی (ع) کی وفات کے بعد ہم سے تکلیف اٹھالیا جائے گا، بلکہ جائز ہے ان کی شہادت کے بعد کچھ لوگ دین و مصالح اہل دین کی حفاظت کے لئے قیام کریں؛ اور یہ کلام، ہم کو شیعہ اثنا عشری کہلانے سے خارج نہیں کرتا؛ کیونکہ ہم مکلّف ہیں کہ ان کی امامت کی معرفت حاصل کریں؛ کیونکہ ہمارے اور دوسروں کی اختلاف کی بات، یہی ہے، اس لیے ہمارے علاوہ ان کی امامت کو نہیں مانتے جبکہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں؛ تو اسی ترتیب سے ہم اسی نام سے دوسروں سے الگ اور جدا ہوگئے ہیں.

اور سید مرتضی کے کلام اس پر صراحت کرتا ہے کہ:

پہلا: امام مہدی (ع) کی شہادت کے بعد تکلیف ساقط ہونے پر یقین نہ رکھنا

دوسرا: اس بات کا جائز ہونا کہ امام مہدی (ع) کی شہادت کے بعد کچھ لوگ باقی رہیں جو آنحضرت کے بعد دین و مصالح اہل دین کی حفاظت کے لیے قیام کریں.

اور ساتھ ہی سید مرتضی کہتا ہے کہ ان دونوں امور کو ماننے سے، ہمیں شیعہ اثنا عشری ہونے سے خارج نہیں کرتا؛ «کیونکہ ہمیں تکلیف ملی ہے کہ ان کی امامت کی معرفت حاصل کریں؛ کیونکہ اختلاف کی بات یہی ہے اور ہم اسے واضح و کافی انداز سے بتادیئے ہیں اور کوئی دوسرا ان کے بارے میں ہمارے ساتھ موافقت نہیں رکھتا؛ تو پھر ہم اسی نام سے دوسروں سے —ان کی مخالفین سے- الگ وجدا ہوگئے ہیں.

تو پھر سید مرتضی کے کلام اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہے کہ شیعہ، اثنا عشری کے نام سے منفرد ہیں اور ان کا مقصد صرف دفاع اور حفاظت ہے اس بات کی کہ اثنا عشری کہلائیں.

حتی یہ نکتہ، خود اشکال کرنے والا فرد کے کلام سے واضح ہے؛ وہاں پر کہ وہ سید مرتضی کی عبارت کو اپنے کلام کی تایید کے لیے ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے:

---

1 - اعلام الواری بأعلام الہدی: ج 2 ص 295.

«اگر آپ کہتے ہو کہ: یہ کہ روایت میں آیا ہے: «جب ان کی وفات کا وقت آپہنچے- یعنی مہدی (ع) تو اسے اپنے بیٹے کے حوالہ کردیں» اس تاویل کی نفی کرتا ہے؛ تو میں کہتا ہوں: یہ جملہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ ان کے بعد کوئی باقی رہے کہ وصی کی ذمہ داری نبھائے کہ ان کی موت جاہلیت پر نہ ہو؛ بلکہ جائز ہے کہ امام مہدی کے بعد کوئی باقی رہے کہ امام مہدی (ع) کی امامت کی دعوت دے، اور یہ بات ائمہ کو بارہ نفر (امام مہدی (ع) اور کے آباء) میں حصر کرنے پر کوئی اشکال وارد نہیں کرتا ہے.

مرتضی کہتا ہے: ہم یقین نہیں رکھتے ہیں کہ امام مہدی (ع) کی وفات کے بعد تکلیف ساقط ہوتا ہے؛ بلکہ جائز ہے ان کے بعد ائمہ ہوں جو کہ دین اور مصالح اہل دین کی حفاظت کرنے پر قیام کریں؛ اور یہ کلام ہمیں شیعہ اثناعشری کہلانے سے خارج نہیں کرتا ہے؛؛ کیونکہ ہم مکلّف ہیں کہ ان کی امامت کو پہچان لیں؛ کیونکہ اختلاف والی بات یہی ہے اور ہم اسے روشن و کافی انداز سے بیان کرچکے ہیں اور کوئی اور اس کے بارے میں ہم سے موافق نہیں؛ پھر ہم اس نام سے دوسروں سے ان کے مخالفین سے- مختلف اور جدا ہوگئے ہیں»-

اور طبرسی کی بات بھی اسی طرح ہے؛ وہ بھی مہدیوں کے وجود کو جو کہ امام مہدی (ع) کی اولاد ہیں، نفی نہیں کرتا اور صرف اس کی نظر میں یہ بات، قطع و یقین سے ثابت نہیں ہوئی ہے؛ اور ہوسکتا ہے مطمئن نہ ہونے کا سبب، اس بات پر ان کا تصور ہو کہ وہ روایات جس کے مطابق قیامت سے چالیس دن پہلے، حجت دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور روایات مہدیوں (ع) کے درمیان تعارض موجود ہے، اور اس بات کی تایید ان کا کلام ہے جو اس روایات پر عدم یقین کا ذکر کرتا ہے جو امام (ع) کی اولاد کے قیام آنخضرت کے بعد پر دلالت کرتے ہیں؛ جہاں وہ کہتا ہے: «اور اکثر روایات بیان کرتی ہیں کہ آنخضرت (ع) دنیا سے رخصت نہیں کریں گے مگر قیامت سے چالیس دن پہلے...» [1]

---

1 - شیخ مفید ارشاد میں، ج2، ص386؛ اور ابن ابوالفتح اربلی کشف الغمۃ میں، ج3، ص266 یہ بات بھی کہی گئی ہے.

شیخ صدوق کتاب کمال الدین وتمام النعمہ ص67 میں کہا ہے: «.... یہ کہ ائمہ (ع) کی تعداد بارہ نفر ہے؛ وہ وہی فرد ہے جو کہ زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا؛ پھر ان کے بعد؛ یا وہی فرد ہوگا جسے کہا گیا ہے آنخضرت کے بعد امام ہے، یا قیامت ہوگی، ہم اس بات پر مکلّف نہیں ہوئے ہیں، مگر بارہ امام پر اعتقاد رکھنے پر...» منجملہ وہ اشخاص جو امام مہدی (ع) کے بعد مہدیوں (ع) پر تصریح کرتے ہیں، شیخ علی نمازی ہے. انھوں نے کہا: «اس میں کوئی اشکال نہیں اور روایات ان پر تصریح کرتی ہیں....» رجوع کریں مستدرک سفینہ البحار، ج10، ص516.

دوسرا: جیسے کے پچھلے مباحث میں بیان کئے ہیں، مہدیوں کی حکومت اور رجعت کے درمیان کوئی تعارض موجود نہیں اور اسے دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں.

تیسرا نکتہ: امام مہدی (ع) کی شہادت کے بعد رجعت ہو گی۔

اس نکتے کا جواب جو پچھلے مباحث میں گزرا واضح ہوتا ہے؛ کیونکہ رجعت، امام محمد بن الحسن المہدی (ع) کہ بعد نہیں، بلکہ بارہویں مہدی (ع) کے بعد ہو گی اور وہ وہی مہدی ہیں جن پر حسین (ع) خروج کریں گے؛ اور وہ وہی مہدی ہیں جن کے بارے میں روایات میں کہا گیا ہے کہ ان کی کوئی اولاد نہیں.

چوتھا نکتہ: یہ تعارض برطرف نہیں ہو گا مگر روایت وصیت کو انکار کرنے سے.

اس نکتے کا جواب واضح ہے؛ اس کے بعد کہ آپ کے لیے واضح ہوا کہ روایات مہدیوں اور روایات رجعت کے درمیان تعارض موجود نہیں اور تعارض ہونے کو فرض کرنا صرف حجت کے بغیر وہم ہے اور حتی- جیسے کہ بیان ہوا—اس کے بالعکس، دلیل و حجت موجود ہے.

اس کے اس کلام سے «مگر وصیت کو انکار کرنے سے- میری حیرت کا کوئی اختتام نہیں، جبکہ اہل بیت (ع) کی روایات اس بات پر تصریح کرتی ہیں کہ ان کی روایات کو رد کرنا جائز نہیں؛ اور—اے میرے بیٹے —ان روایات میں سے بعض کو آپ کے حضور میں پیش کرتا ہوں:

ابو عبیدہ حذاسے، ابو جعفر (ع) سے روایت ہوئی ہے، اس نے کہا: سنا ہے انھوں نے فرمایا: «آگاہ ہو جاؤ! اللہ کی قسم میرے ہاں میرے اصحاب میں سے سب سے محبوب، ان میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار و رفہیم اور ہماری حدیث کے کتمان کرنے والا ہے؛ اور بے شک ان میں سے سب سے برا اور میرے ہاں سب سے زیادہ مغضوب وہ ہے جو ہمارے کلام کو سنے جو ہم پر منسوب اور ہم سے روایت ہوا ہے، تو اسے درک نہ کرے اور اس کا دل اسے قبول نہ کرے، اس سے بیزار ہو جائے اور اسے جھوٹا قرار دے اور اس کے اخذ کرنے والے کو، تکفیر کرے؛ جبکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید حدیث ہماری طرف سے صادر ہوئی ہے اور ہماری طرف مستند ہو اور نتیجتاً اپنے اس کام سے ہماری ولایت سے خارج ہوتا ہے.» [1]

1 - بصائرالدرجات، ص 557.

حضور (ص) نے فرمایا: «جو فرد میری حدیث کو رد کرے جو اسے میری طرف سے پہنچی ہے، میں قیامت کے دن اس کا دشمن ہوں اور جب مجھ سے آپ کو کوئی حدیث پہنچے اور اگر اسے نہیں پہنچانو گے تو کہہ دو واللہ اعلم (اللہ بہتر جانتا ہے)» [1]

ابو بصیر سے، ان دو حضرتوں (ع) میں کسی ایک سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «وہ حدیث جو کسی مرجئہ[2]، یا قدریہ[3] یا ایک خارجی[4] تمھارے لیے لایا ہے اور ہماری طرف منسوب ہے، تکذیب مت کرنا؛ کیونکہ آپ کو نہیں معلوم ہو سکتا ہے حق کا ایک کونہ ہو، اور اسی ترتیب سے اللہ عزوجل کو اپنے عرش کے اوپر تکذیب کریں گے.»

7. ائمہ کے اس قول «اور حسین (ع) کی اولاد میں سے نو نفر» سے استفادہ کرنے والی حصر کے اشکال کا جواب

ساتواں اشکال: اکثر روایات میں «اور حسین کی اولاد میں سے نو نفر» آیا ہوا ہے اور خبر میں حصر مبتدا، واجب ہوتا ہے...

---

1 - میزان الحکمۃ، ج 1، ص 549.

2 - فرقہ مرجئہ، اسلام میں انحرافی شعب اور فرقوں میں سے ایک محسوب ہوتا ہے. مرجئہ اھل سنت کے مذاہب کلام میں سے ایک ہے. یہ عقیدہ اور سوچ حکومت اموی میں ہوتا تھا، لیکن مکتب کلام کے عنوان سے پہلی صدی کے اواخر میں ظاہر ہوا. یہ اصطلاح ان کے عقیدہ سے مأخوذ ہے، اس معنی میں کہ عمل، نیت و ایمان سے موخر ہوتا ہے اور ایمان کو نقصان نہیں پہنچاتا اور نتیجتاً رجاء (امید رکھنا) بھی اس فرقے میں معنا رکھتا ہے اور کہتے ہیں کہ جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے، ابد تک آگ میں نہیں. بلکہ اس کا انجام اللہ کے حوالے ہوتا ہے. (مترجم، منبع: ویکی فقہ وب سائٹ)

3 - قدریہ سے مراد وہ گروہ ہے جو انسان کے اختیاری افعال کو (علی الخصوص اس کی گناہوں کو) مشیت و قدرت الٰہی کے دائرہ سے خارج سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں: سب کچھ قضا و قدر الٰہی سے انجام پاتا ہے، سوائے انسان کے گناہوں کے. ان کا مقصد اس نظریے کو پیش کرنے سے، عدل الٰہی سے دفاع اور اللہ کی ساحت کو ظلم اور ناروا افعال سے پاک و منزہ کرنا تھا؛ کیونکہ وہ معتقد تھے کہ جب انسان کے افعال اللہ کے ارادہ و قدرت سے تعلق رکھتے ہوں تو پہلا: انسان مجبور ہوتا ہے اور بغیر اختیار کے انسان کی تکلیف، منصفانہ نہیں اور دوسرا: انسان ناروا افعال کا مرتکب ہوتا ہے اور اگر اس کے افعال قدرت الٰہی سے تعلق رکھتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ برے کاموں کو خدا کی طرف منسوب کیا جائے۔ (مترجم، منبع: ویکی فقہ وب سائٹ).

4 - خوارج، مسلمین کے فرقوں میں سے ہے جنھوں نے جنگ صفین کے آخری ایام میں، امیر المومنین (ع) کے ساتھ مخالفت کرتے ہوئے ان کے کفر پر حکم دیا اور ان کے ساتھ جنگ کے لیے جواز بنایا. یہ اور جو ان لوگوں کی طرح عقیدہ رکھتے تھے خوارج کہلاتے ہیں. روایات میں ان لوگ سے «مارقین» سے بھی تعبیر ہوا ہے. خوارج امام (ع) کے خلاف بغاوت اور بیعت شکنی کے لحاظ سے باغی محسوب ہوتے ہیں اور احکام بغی ان پر لاگو ہیں اور اعتقادی لحاظ سے وہ کافر ہیں. (مترجم، منبع: ویکی فقہ وب سائٹ) .

اس مسئلے کا جواب:

پہلا: یہ روایات ائمہ (ع) کے بارے میں ہیں اور ان روایات کے ساتھ جو مھدیوں (ع) کا ذکر کرتے ہیں، تضاد نہیں رکھتے ہیں.

دوسرا: بعض لوگ اس قانون کے دائمی ہونے کا انکار کرتے ہیں، اور نتیجتاً حصر مبتدا خبر میں دائمی طور پر واجب نہیں. محدث بحرانی حدائق میں، اس صیغہ کی بحث میں جس میں طلاق واقع ہوتی ہے نے کہا ہے:

«اس (مطلب) میں حصر مبتدا اس کے خبر میں واقع نہیں ہوتا؟ کیونکہ اس (خبر میں حصر مبتدا) دائمی نہیں؛ جیسے کہ اپنی جگہ تاکید کیا گیا ہے.» [1]

اسی باب میں حاشیہ دسوقی میں آیا ہے:

«اور جان لو جب مبتدا «ال» معرفہ جنس کے ساتھ ہو اور اس کی خبر ظرف یا جار اور مجرور ہو، تو حصر واقع ہوتا ہے؛ یعنی خبر میں حصر مبتدا مثلاً «الکرم» عرب میں و «الائمہ» قریش سے؛ یعنی لا کرم الا فی العرب (کرامت صرف عرب میں ہے) ولا ائمہ الا من قریش (ائمہ صرف قریشی ہیں). [2]

یہاں پر مبتدا «تسعۃ: نو نفر» ہے جبکہ «ال» کا معرف جنس نہیں۔

تیسرا: اگر مجادلہ سے دستبردار ہو کر، اس قانون کو قبول کریں، تو پھر بھی اس قانون کو ہمارے مبحث سے کوئی رابطہ نہیں؛ کیونکہ یہ قاعدہ، نص نہ ہونے کی صورت میں صحیح ہے. جبکہ نصوص، حسین (ع) کی اولاد میں سے مھدیوں (ع) کی وجود پر دلالت کرتے ہیں یہ ادعا کیا گیا واجب کو۔ یعنی خبر میں حصر مبتدا کے وجوب (لزوم) کو- نظر انداز کیا جاتا ہے تو پھر یہ روایات، اس ادعا کیا گیا حصر کی پایداری کو برطرف کرے گی.

چوتھا: اھل بیت (ع) سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے اپنے شیعیوں کو امر فرمایا کہ ان کے آخری کلام پر عمل کریں. ابا عبد اللہ (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اگر اس سال تمہارے لیے حدیث بیان کر دوں اور اگلے سال جب آو گے تو پچھلی حدیث کے خلاف تمہیں کہہ دوں تو ان دونوں میں سے کس پر عمل

---

1 - حدائق الناظرہ: ج25 ص203.

2 - حاشیہ دسوقی: ج4 ص415.

کروگے؟» میں نے عرض کیا: آخری حدیث پر عمل کروں گا. انھوں نے مجھے فرمایا: «اللہ تم پر رحمت کرے.» 1

معلیٰ بن خنیس سے، ابا عبد اللہ (ع) سے روایت ہوئی ہے. اس نے کہا: امام صادق (ع) سے عرض کیا: اگر آپ میں سے کسی ایک سے حدیث ہم تک پہنچے اور دوسری حدیث ان کے بعد والے امام سے ہم تک پہنچے، تو کس پر عمل کریں؟ انھوں نے فرمایا: «ان میں سے کسی ایک پر عمل کریں جب تک کہ زندہ امام سے آپ تک کوئی بات پہنچے اور جب زندہ امام سے بات پہنچ جائے تو اس پر عمل کریں» اس نے کہا: پھر ابو عبد اللہ (ع) نے فرمایا: «اللہ کی قسم، ہم آپ کو کسی چیز میں داخل نہیں کریں گے مگر یہ کہ آپ کی برداشت کے حد میں ہو.»

اور کافی میں اس خبر نقل کرنے کے بعد کہا ہے: اور دوسری حدیث میں: «جو زیادہ نئی ہو اس پر عمل کریں»2

واضح ہے کہ روایت وصیت سب سے آخر اور سب سے نئے جملات جو کہ حضور (ص) نے اپنی وفات کے آخری گھنٹوں میں فرمائی ہیں، بیان کرتا ہے، اور بتائی گئی روایات کی روشنی میں اس جملات پر عمل ہونا چاہیے.

اس کے علاوہ آجکل کے حوزہ علمیہ کے فقہ میں، معروف ہے کہ اگر مجتہد کا فتوا تبدیل ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ آخری فتوا پر عمل کریں؛ حال اگر وہ لوگ حضور (ص) کو حتیٰ ایک مفتی کے طور پر محسوب کریں. جس طرح کہ آنحضرت اور ان کے اھل بیت کو عادی افراد کے طور پر محسوب کرتے ہیں اور ان کے جملات کو اس مفاہیم پر حمل کرتے ہیں جو ان سے عام انداز سے اخذ ہوتا ہے، جبکہ ان کے اکثر کلام، جو عامیانہ انداز میں سمجھے جاتے ہیں اس کے مطابق بیان نہیں ہوتے ہیں. نہ کہ اللہ تعالیٰ کیجانب سے رسول کے حساب سے، تو پھر ان پر واجب ہے ان کے ساتھ ایک فقیہ کی طرح برتاؤ کریں جس کی رائے کسی مسئلے میں تبدیل ہوتی ہے اور آخری فتوا پر عمل کرنا چاہیے اور یہ وصیت آخری چیز ہے جو کہ حضور (ص) نے اپنی وفات کی رات اس کے بارے میں بیان فرمایا؛ تو پھر وصیت کو رد کرنے کے لیے یہ سب اصرار کس وجہ سے ہے؟!

اس نکتے کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ رسول خدا (ع) کے بعد جو ائمہ (ع) آئے ہیں. جیسے کہ پہلے اشارہ ہوا- کئی روایت میں وصیت کے مضامین پر تاکید فرمائے ہیں.

---

1 - کافی، ج 1، ص 67.
2 - کافی، ج 1، ص 67.

کیاان سب کے باوجود، قرآن وسنت کے موازین کی ضرورت کے مطابق کیا صحیح ہے کہ وصیت رد ہو جائے اور قابل قبول نہ ہو؟!

مگر یہ کہ منجملہ کہہ دے کہ تیسرا ثقل موجود ہے جس کے بارے میں رسول خدا(ص) نے کچھ فرمایانہیں! اور یہ منجملہ معیاروں اور موازین سے ہے جس کے ذریعے روایات کی چھان بین کرتے ہیں! اور اسی ترتیب سے حضور (ص) کی گفتار سے مخالفت کرتے ہیں جو کہ ہدایت کو قرآن و عترت میں منحصر فرمایاہے؛ در حقیقت اس فرد کی طرح ہوں گے جو کہتاہے: «اللہ کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے.»

اس کلام « اللہ کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے.» کے کہنے والا کو نہایت میں جو کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ وہ دو ثقلین میں سے ایک پر اکتفا کیاہے یعنی قرآن پر؛ جبکہ وہ لوگ تیسرے ثقل کااضافہ کیے ہیں یعنی فقیہوں کے رائے اور خیال؛ نتیجتاًہر چیز میں —حتی وہ اعتقادات اور ضروریات جو کہ خود فقہاکی رائے کے مطابق اس میں تقلید نہیں کرنا چاہیے —فقہاکی رائے اور گفتار کے پابند اور پیروکار بن گئے ہیں!

اور نتیجتاً: نہ اس کا طریقہ صحیح ہے جو کہ قرآن پر اکتفا کیاہے اور نہ اس کا جو تیسرے ثقل کااضافہ کیاہے اور دو ثقلوں پر اکتفانہیں کیاہے!

اگر غور سے دیکھیں تو پتا چلے گا کہ جو اللہ کی کتاب پر اکتفا کیا ہے در حقیقت وصیت کو انکار کیا ہے رسول خدا(ص) کو ہذیان کہنے پر قابل الزام ٹھہرایا ہے —اور کبھی بھی اللہ کے منتخب (آنحضرت) کی ساحت میں ایسا نہیں— اور اسی ترتیب سے دیکھیں گے کہ جو ثقلین کے ساتھ تیسرے ثقل کااضافہ کرتاہے آخر میں اسی نتیجے پر پہنچتاہے اور حضور (ص) کی وصیت مقدس کوانکار کرکے اور اسے ایک طرف رکھ دیاہے

8. اشکال «مھدیوں کا ذکر توریت اور دیگر کتب میں نہ ہونا» کا جواب

آٹھواں اشکال: مھدیوں کا نہ توریت اور نہ دیگر کتابوں میں ذکر آیاہے اور حضور (ص) نے بھی اپنی شب معراج میں اپنے رب کے محضر میں ان کی کوئی خبر نہیں دی، اور جہاں سے کہ نہ توریت اور نہ دیگر کتب میں ان کے بارے میں کوئی بات ہوئی ہے اور نہ ہی رسول خدا(ص) بھی جب معراج تشریف لے گئے ان کی کوئی خبر نہیں دی، تو پھر روایت وصیت اور ان روایات پر جو مھدیوں کا ذکر کرتے ہیں، عمل نہیں کرسکتے ہیں.

اس وہم کا جواب:

پہلا: پچھلی کتابوں میں مھدیوں کے نہ آنے پر اعتقاد، صرف بولنے والے کی جہل و نادانی سے پردہ اٹھاتا ہے؛ کیونکہ پچھلی کتابوں میں موجود متون، ائمہ و مھدیوں (ع) کی طرف اشارہ کرتے ہیں. پچھلی کتابوں میں سے متن آپ کے حضور میں پیش کرتے ہیں:

چوتھا اصحاح میں آیا ہے: (1- اس کے بعد میں نے دیکھا، اچانک آسمان میں ایک دروازہ کھلا، اور پہلی آواز جو سنی صور کی آواز کی طرح تھی جو مجھ سے کلام کر رہی تھی اور کہا گیا: یہاں تک اوپر آجاو کہ تمہیں دکھاوں جو کچھ اس کے بعد تمہیں ڈھونڈنا ہے، 2- فوراً روح میں داخل ہو گیا، اور اچانک آسمان میں ایک تخت تھا اور اس پر کوئی بیٹھا ہوا تھا. 3- اور وہ بیٹھنے والے کا چہرہ، یشم و عقیق کی پتھر کی طرح اور اس کے تخت کے ارد گرد قوس وقزح ہے جو کہ زمرد سے شباہت رکھتا ہے 4- اور تخت کے ارد و گرد چوبیس تخت ہیں، اور ان تختوں پر چوبیس پیر بیٹھے ہوئے تھے جو کہ سفید جامہ زیب تن کیے تھے؛ جبکہ ان کے سروں پر تاج زرین تھے 5- اور تخت سے، کرنیں، گرجیں اور آوازیں آتی تھی...) [1]

اور یہ چوبیس نفر وہی ائمہ و مھدیون ہیں؛ جیسے کہ سید احمد الحسن یمانی (ع) نے کتاب «نامہ ھدایت» میں بیان فرمایا.

دیکھ لیجئے کہ یہ متن وصیت سے مکمل طور پر ہماہنگ ہے.

دوسرا: لیکن ان کی یہ بات «اور حضور (ص) بھی اپنی معراج میں اپنے رب کے محضر میں ان سے متعلق کوئی خبر نہیں دی.»

میں کہتا ہوں:

1- جس طرح کہا گیا ہے کسی حاجت کے وقت، بیان کو موخر کرنا، کسی اور اہم مصلحت کے موجودگی کی وجہ سے، برا نہیں، تو کہاں اسے خطاب کے وقت موخر کرے. جو کہ عام طور پر کوئی بھی فرد اس کی قباحت پر اعتقاد نہیں رکھتا. ہماری بحث کا موضوع اسی نوع کا ہے؛ جس طرح کہ مرتضی و طبرسی اس پر تصریح کیے ہیں؛ وہاں جو کہ واضح طور پر بیان کیے ہیں کہ ہم بارہ ائمہ کی معرفت حاصل کرنے پر مکلّف ہیں اور یہ اس بات کی رکاوٹ نہیں

---

1 - انجیل، اصحاح چہارم، ص 399.

کہ امام مھدی (ع) کے بعد کوئی آئے اور زمین پر ان کا جانشین بنے اور—اے میرے بیٹوں-ان دونوں کے گفتار اس سے پہلے آپ کے حضور (ص) میں پیش کردیئے گئے. تو پھر یہ کہ رسول خدا مھدیوں کے بارے میں خبر نہیں دیتے ہیں یا تو کتمان کرنے کا مصلحت زیادہ اہم تھا کیونکہ اس دور میں ان لوگوں کے لیے خبر دینے کی حاجت (ضرورت) ہی نہیں تھی. جیسے کہ آہستہ آہستہ احکام کو پہنچانا اور ان واقعیات سے پردہ اٹھانا جو لوگ برداشت نہیں کرسکتے تھے، یہ آنخضرت کی طرف سے ایک عہد (وعدہ) تھا؛

کیونکہ ان کے امر صعب (مشکل) ہے اور مستقعب (سخت)؛ جیسے کہ امیرالمومنین (ع) نے فرمایا ہے: «بے شک ہمارے امر صعب ہے اور مستقعب؛ اسے کوئی برداشت نہیں کرے گا مگر وہ مومن بندے جن کے قلب کو اللہ تعالی نے ایمان کے لیے آزمایا ہے، اور ہماری حدیث کو یاد نہیں کرے گا مگر امین سینے اور ہوشیار عقلیں.» 1

2-رسول خدا محمد (ص) حکیم ہیں اور حقائق کے بیان میں آہستہ آہستہ عمل کرنے کی ضرورت کو جانتے تھے؛ کیونکہوہ حضرات پر امر کیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل کے حساب سے کلام کریں؛ جیسے کہ حضور (ص) نے فرمایا: «ہم پیغمبروں کے گروہ کو حکم ملا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل کے حساب سے کلام کریں.» 2

وہ (مناسب) وقت کے بارے میں جانتے ہیں —جیسا کہ امام صادق (ع) نے فرمایا3- نہ کہ ہم حضور (ص) پر حکم چلائیں کہ کیوں مھدیوں کو صرف اپنی وفات کی رات میں بیان فرمائے، اور جب تک وہ ایسے ہیں (یعنی پیغمبرؐ

---

1 - نہج البلاغہ شرح محمد عبدہ کیساتھ، ج2، ص129.

2 - کافی، ج1، ص23؛ اور اسے اس سند سے روایت کی ہے: ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت، احمد بن محمد بن عیسی سے، حسن بن علی بن فضال سے، ہمارے بعض اصحاب میں سے، اباعبداللہ (ع) سے.

3 - ابن شہرآشوب، المناقب میں روایت کی ہے: ابراھیم، اباحمزہ سے، مامون رقی سے، اس نے کہا: اپنے آقا صادق (ع) کے محضر میں تھا کہ سھل بن حسن خراسانی وارد ہوا. ان پر سلام کیا اور بیٹھا. ان سے عرض کی: اے رسول خدا کے بیٹے! آپ رافت و رحمت کے خاندان ہیں اور آپ اھل بیت امامت ہیں کیا چیز رکاوٹ بنتی ہے کہ اپنے حق کے لیے قیام نہیں کرتے جبکہ ایک لاکھ شیعہ حاضر ہیں کہ آپ کی راہ میں تلوار اٹھائیں؟! امام (ع) نے فرمایا: «بیٹھ جاؤ اے خراسانی —اللہ تمہارے حق کو مد نظر رکھے—پھر فرمایا: اے حنیفہ! تندور میں آگ جلاؤ.» تندور کو جلایا اتنا کہ آگ کے شعلہ بلند ہوگئے اور اس کی چنگاریاں سفید ہو رہی تھیں. امام (ع) نے فرمایا: اے خراسانی اٹھو اور تندور میں بیٹھ جاو خراسانی نے کہا: اے میرے آقا! اے رسول خدا کے بیٹے! مجھ آگ سے عذاب مت دیں، مجھے معاف کیجیے، اللہ آپ سے در گزر کرے! امام (ع) نے فرمایا: «تمہیں معاف کردیا.» اسی حال میں ھارون مکی آیا جبکہ ان کی شہادت والی انگلی میں انگوٹھی تھی. عرض کیا: آپ پر سلام ہو اے رسول خدا کے بیٹے! امام (ع) نے فرمایا: انگوٹھی انگلی سے اتارو اور تندور میں بیٹھ جاؤ. مأمون کہتا ہے: ھارون نے انگوٹھی انگلی سے اتاری اور تندور میں بیٹھ گیا اور امام (ع) نے خراسانی کی طرف رخ کیا اور خراسان کی صورتحال کو اس کے لیے ایسے بتانا شروع کیا جیسے کہ ان کو دیکھ رہے ہیں. پھر فرمایا: «اے خراسانی! اٹھو اور

نے وہ کام مکمل نہ کیا ہو جو مھدیوں کو اپنی وفات سے پہلے بتانے کا تھا) جس چیز کے بارے میں وہ انجام دیتے ہیں سوال نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اللہ نے ہمیں امر فرمایا ہے کہ جو کچھ نبی (ص) کیجانب سے آتا ہے اس کے فرمانبردار رہیں. اللہ تعالی فرماتے ہیں: (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ)[1] (سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو۔ اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بیشک خدا سخت عذاب دینے والا ہے) اور جو کچھ عترت کیجانب سے آتا ہے اس کے بارے میں بھی (فرمانبردار رہو).

3- یہ کہ حضور (ص) اسراء اور معراج میں مھدیوں (ع) کے مشاہدہ کے بارے میں خبر نہیں دیتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنی شب وفات میں ان کے بارے میں خبر دینے کا جواز موجود نہیں. کیا کوئی فرد رسول خدا (ع) پر ولایت رکھتا ہے کہ ان کے کاموں کی اصلاح کر سکے؟! یا کہ رسول خدا (ع) مومنین کی نسبت ان سے زیادہ حقدار ہیں؟ اور آنحضرت طبعی طور پر اسلام کی مصلحت کو مد نظر رکھتے ہیں. اسی ترتیب سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس دور میں رسول خدا مھدیوں (ع) کے بارے میں خبر نہیں دیتے، زیادہ اہم مقصد اور زیادہ اہم مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے جو کہ اسلام سے مربوط ہے.

اللہ تعالی فرماتا ہے: (بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتَى صُحُفًا مُنَشَّرَةً)[2] (اصل یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھلی ہوئی کتاب آئے)

امیر المومنین (ع) نے فرمایا ہے: «لگتا ہے وہ کتاب کے امام ہیں اور کتاب، ان کا امام نہیں!»[3]

تندور میں دیکھو.» وہ کہتا ہے: میں اٹھا اور ھارون کو دیکھا کہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھا ہوا ہے. وہ تندور سے باہر آیا اور ہم پر سلام کیا امام (ع) نے فرمایا: «اس کی طرح کتنے بندے خراسان میں موجود ہیں؟ »خراسانی نے کہا: اللہ کی قسم، ایک بھی نہیں. امام (ع) نے فرمایا: جی ہاں، حتی ایک نفر.» پھر امام (ع) نے فرمایا: «ہم اس دور میں خروج نہیں کریں گے کہ (حتی) پانچ اصحاب موجود نہ ہوں. ہم وقت کو بہتر جانتے ہیں. »مناقب آل ابوطالب، ج 3، ص 362.

1 - حشر، 7.

2 - مدثر، 52.

3 - نہج البلاغہ، ج 2، ص 31.

9. اشکال بارہ ائمہ کے بعد زمین کو حجت سے خالی ہونے کا جواب

نواں اشکال: جب حضور (ص) بارہ ائمہ کو گنوائے تو حسن (ع) کو فرمایا: «زمین ان سے خالی نہ ہو گی» اور ان کا مقصد تکلیف کا دور تھا. حال اگر ان کے بعد ائمہ ہوں تو زمین ان (یعنی بارہ اماموں) سے خالی ہو جائے گی اور بعید ہے کہ یہ خالی ہونا اس بات پر حمل ہو جائے کہ مقصد ان کا بیٹا ہو؛ کیونکہ ایسی تعبیر مجاز ہے اور یہاں پر کوئی ضرورت نہیں کہ مجاز آ جائے.

اس مسئلے کا جواب

وہ روایات جو تصریح کرتی ہیں کہ زمین ان (ع) سے خالی نہ ہو گی، اس تین الفاظ سے آئی ہیں:

پہلا: حجت کے لفظ کے ساتھ: جیسے کہ امیر المومنین (ع) نے فرمایا: «زمین اس حجت سے خالی نہیں ہو گی جو اللہ کے لیے قیام کرے؛ خواہ (یہ حجت) مشہور ظاہر ہو اور خواہ گم نام و ناشناس خائف ہو؛ کہ الہی حجتیں اور ان کے دلائل باطل نہ ہو جائیں.» [1]

اور ابا عبد اللہ (ع) سے روایت ہوئی ہے: «اگر زمین پر دو افراد سے زیادہ زندہ نہ رہے تو قطعی طور پر ان دونوں میں سے ایک اپنے ہم نشین پر حجت ہے.» [2]

اور ابا عبد اللہ (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «زمین کبھی اس عالم حجت سے خالی نہ ہو گی جو کہ حق سے جو کچھ مرتا ہے اسے زندہ کرتا ہے.» پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: (يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُواْ نُورَ اللّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَ يَأْبَى اللّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَفِرُون).[3] (یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے.) [4]

اور آنحضرت (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «زمین قائم نہیں مگر یہ کہ اس میں اللہ کی حجت موجود ہو جو کہ حلال کو حرام سے پہچان لے اور اللہ کی راہ میں دعوت دے اور حجت زمین سے منقطع نہیں ہو گی مگر قیامت سے چالیس دن پہلے، اور جب حجت اٹھالی جاتی ہے تو توبہ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں؛ پھر ایمان کسی کو

---

1 - نہج البلاغہ باشرح محمد عبدہ، ج4، ص37.

2 - بحار الانوار، ج32، ص52.

3 - توبہ، 32.

4 - بصائر الدرجات، ص507.

فائدہ نہیں نہیں پہنچاتا اگر وہ اس نشانی سے پہلے نہیں مانتے تھے تو وہ اللہ کی مخلوقات میں سے سب سے بدتر ہیں اور یہ وہی ہیں جن پر قیامت برپا ہوگی.»[1]

دوسرا: امام کے لفظ کے ساتھ؛ ابا حمزہ ثمالی سے روایت ہوئی ہے کہ اس نے کہا: ابا عبداللہ (ع) سے عرض کی: کیا زمین بغیر امام کے باقی رہے گی؟ انھوں نے فرمایا: «اگر زمین بغیر امام کے باقی رہے تو قطعی طور پر اپنے آپ کو نگل جائے گی.»[2]

تیسرا: لفظ بارہ (نفر) کے ساتھ: ابا جعفر امام باقر (ع) نے اپنے والد سے، اپنے جد سے، فرمایا: رسول خدا (ص) نے فرمایا: «میں اور میرے اھل بیت میں سے بارہ نفر جن کا پہلا علی بن ابیطالب ہے، زمین کی کیلیں ہیں جن کے واسطے اللہ نے اسے قائم رکھا کہ اپنے اھل کو نگل نہ جائے؛ اور جب میرے اھل بیت کے بارہ نفر چلے جائیں گے تو زمین اپنے اھل کو نگل جائے گی اور انہیں مہلت نہیں دی جائے گی.»[3]

اور اسی لیے کہ ہم دیکھتے ہیں جس روایت میں اشکال کرنے والا، اس پر اشکال کرتا ہے، عبارت «ہدایت کرنے والا عترت» ذکر ہے جو کہ وہی آل محمد (ع) ہیں؛ اور اسی رو سے ایک بار لفظ حجت، امام پر عطف ہوا ہے اور دوسری بار لفظ امام، حجت پر عطف ہوا ہے: «میں نے کہا: اے رسول خدا آپ کا یہ کلام ہے کہ زمین حجت سے خالی نہیں ہوگی؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں، علی، امام اور میرے بعد حجت ہے اور تم ان کے بعد حجت و امام ہوگے»، یہ ان دلائل میں سے ہے جو کہ دلالت کرتا ہے کہ وہ زمین میں الہی حجتیں ہیں، جیسے کہ رسول خدا (ص) نے اسی روایت میں تصریح فرمائی ہیں: «اور بے شک تم، اپنی زمین کو اپنی مخلوقات پر حجت سے خالی نہیں چھوڑو گے، (وحجت جو کہ) ظاہر ہے لیکن کوئی اس کی اطاعت نہیں کرے گا، یا کہ خائف ہے جبکہ گم نام اور ناشناس ہے.»

روایت کے متن کو آپ کے حضور میں پیش کرتے ہیں:

حسن بن علی (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

---

1 - کمال الدین، ص339.

2 - بصائر الدرجات، ص508.

3 - کافی، ج1، ص534.

«ایک دن رسول خدا (ص) نے ہمارے لیے تقریر فرمایا. مدح و ثنای الٰہی کے بعد انھوں نے فرمایا: «اے لوگوں، شاید مجھے بلایا جائے، پھر میں قبول کروں گا (اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ میری وفات نزدیک ہے) اور آپ کے درمیاں دو ثقل چھوڑ کر جاوں گا؛ کتاب خدا اور میری عترت، میرے اھل بیت، جب تک ان دونوں کو تھام لیں گے، ھرگز گمراہ نہیں ہوں گے؛ تو ان سے سیکھے، نہ کہ ان کو سکھایئے؛ کیونکہ وہ آپ سے زیادہ عالم ہیں؛ زمین ان سے خالی نہیں ہوگی اور اگر خالی ہو جائے تو اچانک زمین اپنے اھل کو نگل دے گی.» اور پھر فرمایا: «بار الہا! بے شک میں جانتا ہوں کہ علم تباہ نہیں ہوگا اور منقطع نہیں ہوگا، اور تم اپنے زمین کو اپنے مخلوقات پر حجت سے خالی نہیں چھوڑوگے، (یا حجت) ظاہر ہے جو کہ کوئی اس کی اطاعت نہیں کرے گا، یا خوفزدہ ہے جو کہ گمنام و ناشناس ہے؛ کہ تمہارے حجت باطل نہ ہو جائے اور تمہارے اولیا اس کے بعد کہ تم نے ان کو ھدایت کیا ہے، گمراہ نہ ہو جائے؛ وہ سب سے کم تعداد ہونے کے باوجود، اللہ کے ہاں سب سے عظیم منزلت رکھتے ہیں.» پھر جب منبر سے نیچھے اترے، میں نے کہا: «اے رسول خدا، کیا کل مخلوقات پر آپ حجت ہیں؟ » انھوں نے فرمایا: «اے حسن، اللہ فرماتا ہے: «بے شک صرف تم انذار (انتباہ) دینے والا ہو، اور ہر قوم کا کوئی ھدایت دینے والا ہوگا.» پھر میں انذار دینے والا ہوں اور علی ھدایت کرنے والا ہے.» میں نے کہا: «اے رسول خدا، آپ کے اس کلام کے بارے میں: بے شک زمین حجت سے خالی نہیں رہے گی؟ » انھوں نے فرمایا: «جی ہاں، علی امام اور میرے بعد حجت ہے اور تم ان کے بعد حجت و امام ہوگے اور حسین، تمہارے بعد امام و حجت ہوگا. اللہ لطیف و خبیر نے مجھے خبر دیا ہے کہ حسین کے صلب سے ایک بیٹا خارج ہوگا جن کو علی کہا جائے گا، اپنے جو علی کے ہمنام؛ پھر جب حسین دنیا سے رخصت ہو جائے گا، ان کا بیٹا علی، ان کے بعد اس امر کی ذمہ داری اٹھائے گا اور وہ حجت و امام ہوگا، اور اللہ تعالی علی کے صلب سے ایک بیٹا خارج کرے گا جو میرے ہمنام اور لوگوں میں سے سب سے زیادہ میری شبیہ ہوگا، اس کا علم میرے علم ہے اور اس کا حکم میرے حکم ہے، اور وہ اپنے والد کے بعد امام و حجت ہوگا؛ اور اللہ تعالی اس کے صلب سے ایک بیٹا خارج کرے گا جن کو جعفر کہا جائے گا؛ اور لوگوں میں، گفتار و عمل میں سب سے زیادہ سچا، اور وہ اپنے والد کے بعد امام و حجت ہوگا؛ اور اللہ تعالی جعفر کے صلب سے ایک بیٹا خارج کرے گا جو کہ موسی بن عمران کے ہمنام ہے؛ وہ لوگوں میں عبادت کے لحاظ سے زیادہ سخت ہوگا اور وہ اپنے والد کے بعد امام و حجت ہوگا؛ اور اللہ تعالی صلب موسی سے ایک بیٹا خارج کرے گا جن کو علی کہا جائے گا؛ وہ اللہ تعالی کے معدن علم اور اس کے حکمت کی منزل ہوگا، پھر وہ اپنے والد کے بعد امام و حجت ہوگا؛ اور اللہ تعالی علی

کے صلب سے ایک بیٹا خارج کرے گا جن کو محمد کہا جائے گا، پھر وہ اپنے والد کے بعد امام و حجت ہوگا، اور اللہ تعالی محمد کے صلب سے ایک بیٹا خارج کرے گا جن کو علی کہا جائے گا، پھر وہ اپنے والد کے بعد امام و حجت ہوگا اور اللہ تعالی علی کے صلب سے ایک بیٹا خارج کرے گا جن کو حسن کہا جائے گا، پھر وہ اپنے والد کے بعد امام و حجت ہوگا؛ پھر اللہ تعالی حسن کے صلب سے حجت قائم، اپنے زمانہ کا امام اور اپنے اولیاء کے نجات دہندہ کو خارج کرے گا، وہ انظار سے چھپ جائے گا، ایک گروہ اس کے امر سے باز آئے گا اور دوسرا گروہ اس کے امر پر قائم رہے گا «اور کہیں گے: یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر سچ کہہ رہے ہیں» اور اگر دنیا سے صرف ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ عزوجل اس دن کو اتنا طویل کرے گا کہ ہمارے قائم خروج کریں اور زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دیں جس طرح کہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی، اور زمین آپ سے خالی نہیں ہوگی. اللہ آپ کو میرے علم و فہم عطا فرمایا اور بے شک میں نے اللہ تبارک و تعالی سے مانگا کہ علم و فقہ کو میری نسل اور میری نسل کی نسل میں اور میرے بیٹے اور میرے بیٹے کے بیٹے میں رکھ دیں.»[1]

جیسے کہ ائمہ (ع)، الہی حجتیں ہیں مهدیوں (ع) بھی الہی حجتیں ہیں، اور جس طرح بیان کیے گئے روایت نے بیان کیا ہے: «پھر جب حسین دنیا سے رخصت ہو جائے گا، ان کا بیٹا علی اس کے بعد اس امر کی ذمہ داری اٹھائے گا، اور وہ حجت و امام ہوگا» جیسے کہ ائمہ، قائم ہیں، مهدیوں (ع) بھی ویسے ہیں اور – جیسے کہ پہلے ثابت ہو گیا – مهدیوں (ع) بھی امام ہیں. آخر میں جو کہہ سکتے ہیں – جیسے کہ پہلے بیان ہو گیا – یہ ہے کہ مهدیوں (ع)، مقام و منزلت کے لحاظ سے ائمہ (ع) سے نیچے ہیں.

اما اس کے یہ کلام: «اور بعید ہے یہ خالی ہونے سے مراد اس بات پر حمل ہو جائے کہ وہ ان کے بیٹے ہوں؛ کیونکہ اس طرح کی تعبیر، مجاز ہے اور کوئی ضرورت نہیں کہ یہاں پر مجاز آ جائے.»

اما اس بات کا باطل ہونا واضح ہے اس کہ بعد کہ ہمیں معلوم ہوا کہ بارہ امام سے مراد، ان حجتوں کے لیے مثال کے طور پر تھے جن سے یہ زمین خالی نہیں رہے گی؛ نہ ماضی میں اور نہ مستقبل میں.

پھر ائمہ کے اسما جو حضور (ص) نے ذکر فرمائے ہیں، اس دلیل سے تھا کہ وہ حضور (ص) کے عترت ھدایت گر تھے، جبکہ وہ مخلوقات پر حجتیں اور ائمہ ہیں نہ کسی اور دلیل سے کہ کہا جائے اس کا حمل ان کے بیٹوں پر مجاز ہے.

---

1 - کفایۃ الاثر: ص 165؛ بحار الانوار: ج 36 ص 338.

اس کے علاوہ اهل‌بیت (ع) اپنے روایات میں واضح کر چکے ہیں کہ امامت اعقاب کے اعقاب (اولاد کی اولاد) میں موجود ہے.

حماد بن عیسی سے عبد العلی بن اعین کے ہاں سے روایت ہوئی ہے کہ اس نے کہا: سنا ہے ابا عبد اللہ (ع) فرماتے تھے: «اللہ عزوجل علی (ع) کو وصیت رسول خدا (ص) پہ اور جو حضور (ص) علی (ع) کے لیے مقرر کیا، مختص کیا، پھر وصیت کے ذریعہ، حسن و حسین (ع) کو ان کے لیے قائم کیا؛ پھر وصیت حسن کے لیے تھا اور حسین (ع)، حسن (ع) پر تسلیم تھے اتنے کہ امر حسین (ع) تک — جس میں ماضی والوں میں سے کوئی ان کے ساتھ تنازع نہیں کرتا تھا- پہنچا، اور وصیت علی بن الحسین (ع) کے لیے شائستہ تھا، اللہ تعالی کے اس کلام کی وجہ سے: (وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ) [1] (اور رشتہ دار خدا کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں.)؛ پھر علی بن الحسین (ع) کے بعد (اس امر) نہیں ہو گا مگر اعقاب میں اور اعقاب کے اعقاب میں.» [2]

امام (ع) کا یہ کلام «اعقاب میں» ائمہ (ع) کی طرف اشارہ کرتا ہے اور یہ بات «اعقاب کے اعقاب» بارہ مهدیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے؛ کیونکہ مهدیوں (ع)، ائمہ (ع) کے براہ راست نسل سے نہیں ہیں، بلکہ ان کی نسل کے نسل سے ہیں؛ اور اسی لیے میں نے آپ کو کہا — اے میرے بیٹے- مهدی اول، امام مهدی (ع) کی ذریت سے ہے، یعنی «اعقاب کے اعقاب» سے. یہ مهدیوں، عترت هدایت گر میں سے ہیں؛ اسی دلیل سے عبارت «منا: ہم » سے یعنی اهل‌بیت (ع) سے آیا ہے.

امام صادق (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «ہم میں سے قائم کے بعد بارہ مهدی حسین (ع) کے بیٹوں میں سے ہوں گے.» [3]

اور اسی ترتیب سے اصبغ بن نباتہ نے جو روایت ذکر کی ہے اس کا مطلب کا پتا چلتا ہے: اصبغ بن نباتہ سے روایت ہوئی ہے: امیر المومنین علی (ع) کے محضر میں آیا؛ دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں لکڑی ہے اور سوچتے ہوئے اسے

---

1 - انفال، 75.

2 - الامامة والتبصرة، ص48؛ بحار الانوار: ج25 ص257؛ اور کافی میں ایک باب «باب: اعقاب میں ائمہ کا ثابت ہونا اور یہ کہ بھائی اور چچا پر مشتمل نہیں» کے عنوان سے ذکر کیا ہے.

3 - بحار الانوار، ج53، ص148.

زمین پر مارتے ہیں. ان سے عرض کی: اے امیر المومنین! کیا ہوا آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ سوچتے ہوئے لکڑی کا سر، زمین پر مار رہے ہیں؟ کیا آپ کو اس زمین سے کوئی رغبت ہے؟ حضرت نے فرمایا: «نہیں، اللہ کی قسم کبھی بھی زمین و دنیا سے کوئی رغبت نہیں رکھی، لیکن اس مولود کے بارے میں سوچتا ہوں جو کہ میرے بیٹوں کے گیارہویں نسل سے ہوگا. وہ وہی مھدی ہے جو کہ زمین کو عدل و انصاف سے پر کرے گا جیسے کہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی. اس کی حیرت و غیبت ہوگی جس میں کچھ اقوام گمراہ اور کچھ ہدایت پائیں گی.» میں نے عرض کی: اے امیر المومنین! حیرت و غیبت کتنی مدت کے لیے ہوگی؟ حضرت نے فرمایا: «چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال.» میں نے عرض کیا: کیا سچ میں یہ واقعہ رونما ہوگا؟ انھوں نے فرمایا: «ہاں، لگتا ہے وہ خلق ہوچکا ہے.» میں نے عرض کی: کیا میں اس دور کو دیکھوں گا؟ انھوں نے فرمایا: «اے اصبغ! نہیں اس امر سے کیا کام ہے؟ وہ اس امت کے نیک لوگ ہیں اس عترت کے نیک لوگ کے ساتھ.» میں نے عرض کیا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ انھوں نے فرمایا: «اس کے بعد جو اللہ چاہے گا ہوگا، کیونکہ اللہ (کی تقدیر میں) بدائیں (تبدیلیاں)، ارادئیں اور غایات اور انتہائی ہیں.» [1]

پہلا: «من ظھر: پشت سے» یہ لفظ کافی، دلائل الامامہ، اختصاص مفید، غیبت طوسی، ھدایۃ الکبری خصیبی، معجم احادیث امام مھدی (ع)، نہج السعادۃ، محمودی اور مکیال المکارم میں آیا ہے.

دوسرا: «من ظھری: میرے پشت سے»؛ یہ لفظ بھی کافی کے بعض نسخوں میں آیا ہے، اور اسی دلیل سے دیکھتے ہیں کہ محقق حرف یاء کو الٹے کوما («») کے درمیان رکھتا ہے؛ اس اصل کے مطابق جو کہ تحقیق میں جانا جاتا ہے.

اور آپ کے لیے صورتحال واضح ہونے کے لیے میں کہتا ہوں:

پہلا: واضح ہے کہ پرانی کتب اور ان کے طرز تحقیق میں، شاید محقق بہت سارے امور میں پرانے نسخوں کی تحریر کی ماہیت اور کیفیت کے سبب سے غلطی سے دوچار ہوجاتا ہے، کبھی محقق تصور کرتا ہے حرف یاء موجود ہونا چاہیے، جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں؛ بلکہ کبھی فاصلہ، نقطہ یا دوسری حرف، اس حرف کی شبیہ ہوتی ہے جو کہ مولف کے مد نظر ہوتا ہے، جس کے سبب، پرانی تحریر کی ماہیت، ان کے لکھت کے اوزار، سیاہی اور دیگر وجوہات تھے.

---

1 - کافی، ج1، ص379.

منجملہ چیزوں سے جو اس امور کی تائید کرتے ہیں درج ذیل ہیں:

پہلا: نسخوں کے اختلاف اور اس میں تصحیف کا واقع ہونا، اور یہ ان کے لیے بھی معلوم ہے جو کہ کتب کی ماہیت اور ان پر تحقیق کے بارے میں سب سے کم معلومات رکھتا ہو.

دوسرا: علما پہلی لفظ سے نقل کئے ہیں اور دوسرے لفظ کو نقل نہیں کئے. اسی ترتیب سے آدمی اس «یاء» کے عدم وجود پر یقین حاصل کرتا ہے جسے نسخہ کافی کے محقق نے روایت پر اضافہ کیا ہے اور جو بعض نسخوں میں موجود ہے، ناسخان کی غلطی کی وجہ سے تھا، پھر مفید و طوسی، تحریر کی ماہیت اور اس خط کو جس سے قدما (پرانے لوگ) عادی تھے، بہتر جانتے تھے؛ جبکہ وہ اس اضافی «یاء» کو نقل نہیں کئے ہیں کہ حدیث اس صورت میں ہو جائے: «من ظهري الحادي عشر.»

اس لیے درست لفظ «من ظهر الحادي عشر» ہے نہ کہ «من ظهري الحادي عشر.»

تیسرا: کافی اور دلائل الامامہ میں یہ روایت ایک ہی سند کے ساتھ آئی ہے. [1] اور اس کو مفید اختصاص میں روایت کیا ہے، [2] اور طوسی نے کہا ہے یہ روایت دو سندوں سے نقل ہوئی ہے؛ [3] اور اس کے باوجود، کلینی و طبری و طوسی اسے اضافی «یاء» کے ساتھ ذکر نہیں کیا، یعنی اس صورت میں «من ظهري الحادي عشر من ولدي».

---

1 - اور یہ سند: ابو الحسن محمد بن ہارون نے مجھے اپنے والد سے، میرے والد علی محمد بن ہمام نے عبداللہ بن جعفر سے خبر دی ہے، حسن بن علی زبیری کی سند سے، عبداللہ بن محمد بن خالد کوفی کی سند سے، منذر بن محمد بن قابوس کی سند سے، نصر بن سندی کی سند سے، ابوداؤد، ثعلبہ بن میمون کی سند سے، مالک جہنی کی سند سے، حارث بن مغیرہ کی سند سے، اصبغ بن نباتہ سے.

2 - اس سند کے ساتھ: ہم سے محمد بن قولویہ نے بیان کیا: ہم سے سعد بن عبداللہ نے، محمد بن خالد طیالسی کی سند سے، منذر بن محمد کی سند سے, نصر بن سندی سے، ابوداؤد سیمان بن سفیان مسترق کی سند سے، ثعلبہ بن میمون کی سند سے، مالک جہنی کی سند سے، حارث بن مغیرہ کی سند سے، اصبغ بن نباتہ کی سند سے.

سعد بن عبداللہ نے کہا: اور ہم سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب کوفی نے بیان کیا، ہم سے حسن بن علی بن فضل نے بیان کیا، ان سے ثعلبہ بن میمون، مالک جہنی سے، حارث بن مغیرہ سے، اصبغ بن نباتہ سے.

3 - انہوں نے کہا: اور عبداللہ بن محمد بن خالد کوفی نے سے روایت کی ہے، منذر بن محمد بن قابوس کی سند سے، نصر بن سندی کی سند سے، ابوداؤد سلیمان بن سفیان مسترق کی سند سے، ثعلبہ بن میمون کی سند سے، مالک جہنی کی سند سے، حارث بن مغیرہ کی سند سے، اصبغ بن نباتہ کی سند سے۔ اور اس کی روایت کی ہے سعد بن عبداللہ، محمد بن حسین بن ابی الخطاب کی سند سے، حسن بن علی بن فضال کی سند سے، ثعلبہ بن میمون کی سند سے، ملک جہنی، اصبغ بن نباتہ سے۔ کتاب الغیبۃ شیخ طوسی: ص 164 سے.

دوسرا: اس روایت کی مفاد دلالت کرتا ہے کہ ائمہ تیرہ نفر ہیں؛اسی دلیل سے انھوں نے کوشش کی ہے کہ اسے تأویل کردے، اس لیے بعض نے اس روایت کے لیے جس میں لفظ «الحادی عشر من ولدی» آیا ہے تشریح لکھے ہیں اور کہا ہے: «امام کا یہ کلام «من ولدی»، «الحادی العشر» کے لیے بیان نہیں؛ پھر مھدی (ع) ان (ع) کے بیٹوں میں سے نواں فرزند ہے؛ بلکہ یہ «من»، «بعضیہ» ہے، یعنی گیارہواں امام، میرے بیٹوں میں سے ہے. [1]

یہ تشریح مھدی اول (ع) کی نسبت، ذہن حاضر نہ ہونے کی وجہ سے آئی ہے. اسی دلیل سے وہ کوشش کرتے تھے روایات کو اس طرح تأویل کردیں کہ ان کی اعتقادات سے جو امام مھدی محمد بن الحسن (ع) کے بعد مھدیوں (ع) کی وجود کے منافی تھے ہماہنگ ہوجائے؛ جیسے کہ روایات کو تأویل کئے ہیں جو کہ تیرہ ائمہ پر دلالت کرتی ہے اور ہمارا کلام اس روایات کے بارے میں آئے گا.

ہمیں اس بات پر توجہ رکھنا چاہیے کہ اگر کہا جائے «میں» جس شرائط میں ہم موجود ہیں تبعیض پر دلالت کرتا ہے، تو یہ بہت بعید ہے؛ جس طرح «یاء» کی افزودگی، تعبیر کو سست اور بے ارزش ہونے کا باعث بنتی ہے اور یہ بات اھل علم سے پوشیدہ نہیں؛اس لیے پہلی عبارت ہی صحیح ہے؛ یعنی «من ظھر الحادی عشر»

تیسرا: اس روایت میں قرینہ موجود ہے جسے امام مھدی محمد بن الحسن (ع) پر ناظر نہیں رکھتا ہے، اور قرینہ، امام (ع) کے یہ کلام ہے: «اس کی حیرت و غیبت ہوگی جس میں بعض اقوام گمراہ اور بعض ہدایت پائیں گے.» میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! حیرت و غیبت کتنی مدت تک کے لئے ہوگی؟ حضرت نے فرمایا: «چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال» اور واضح ہے کہ غیبت امام مھدی (ع) نہ چھ دن تھے نہ چھ مہینے اور نہ چھ سال؛ اس لیے واضح ہوتا ہے کی ان کی مراد کوئی اور شخص ہے، اور درست بات بھی یہی ہے اور وہ دوسرا شخص، مھدی اول ہے جو کہ بارھواں امام کی پشت سے ہے یا علی (ع) کے بیٹوں میں سے گیارہواں ہے: اور وہ وہی احمد ہے جن کا رسول خدا (ص) نے اپنی وفات کی شب، وصیت میں ذکر فرمایا.

---

1 - کتاب الاختصاص کے حاشیہ میں یہ تشریح: ص 209 میں آیا ہے، اور پچھلی عبارت کے بعد، اس نے کہا ہے: «کتاب غیبت طوسی کے حاشیہ میں بھی اس طرح آیا ہے.» اور بعض حدیث کے نسخوں میں «یکون من ظھری الحادی عشر من ولدی.» کتاب غیبت طوسی ص 336 کے حاشیہ میں آیا ہے: حضرت کا یہ کلام «من ولدی» مولود کے لیے ایک صفت ہے نہ کہ «الحادی عشر: گیارہواں» سے تعلق رکھتا ہو؛ یعنی ایک مولود میرے بیٹوں میں سے ائمہ (ع) کے گیارھویں کی پشت سے (نسل سے).

پانچواں مبحث کے سوالات

س1. کہا گیا ہے کہ روایت بارہ مھدی، بارہ امام کے بعد، شاذ ہے، اسے کیسے جواب دیں گے؟

س2. بعض اشکال کرتے ہیں کہ روایات مھدیوں، روایات صحیح سے تعارض رکھتے ہیں، کیسے جواب دیں گے؟

س3. کہا گیا ہے کہ امام (ع) کے اس کلام «من بعدھم» میں «بعد» زمان کا اقتضا نہیں کرتا ہے؛اس لیے شاید مھدیوں امام مھدی (ع) کے دور میں ہوں گے؛ جواب دیجئیے.

س4. اس بات کو کیسے جواب دیں گے کہ روایت وصیت، خبر آحاد ہے جو کہ صرف ظن کا افادہ کرتا ہے نہ کہ علم کا؟ شرح دیجئیے.

س 5. بعض اشکال کرتے ہیں کہ حضور (ص) مھدیوں (ع) کے اسماء کو ذکر نہیں فرمائے؛ کیونکہ حاجت کے وقف بیان کی تاخیر کو لازمی بناتا ہے؛ کیسے جواب دیں گے؟

س6. بعض اعتقاد رکھتے ہیں روایت وصیت میں ایک شاذ زائد حصہ موجود ہے؛ اور وہ حصہ یہ ہے: «اور جب ان کی وفات – یعنی محمد بن الحسن عسکری (ع) –کا وقت آ پہنچے، اسے اپنے بیٹے کے حوالے کرے جو کہ اولین مقربین ہے؛ اور اس کے تین اسماء ہیں؛ میرے نام اور میرے والد کے نام جیسا نام اور وہ عبد اللہ ہے اور احمد اور تیسرا نام مھدی ہے وہ اولین مومنان ہے.» کیسے جواب دیں گے؟

س7. روایات تصریح کرتے ہیں کہ ائمہ، امام حسین (ع) کے بیٹوں میں سے نو افراد ہیں؛ اور یہ نو افراد کے علاوہ موجود ہونے کی منافی ہے؛ کیونکہ مبتدا خبر میں محصور ہے، اور نتیجتاً تعارض پیش آتا ہے. کیسے اس اشکال کا جواب دیں گے؟

س 8. بعض روایات مھدیوں (ع) پر اشکال کرتے ہیں اس بات پر کہ یہ روایات –بارہ ائمہ کے روایات کے بالعکس–توریت اور دیگر کتابوں میں مذکور نہیں، اور حضور (ص) بھی اس کے بارے میں خبر نہیں دیئے ہیں اور یہ ان کے نہ ہونے پر دلیل ہے! اس اشکال کو کیسے جواب دیں گے؟

س 9. ائمہ کے بعد زمین پر مھدیوں کے وجود پر اعتقاد رکھنا، ائمہ سے زمین کا خالی ہونے کو لازمی قرار دیتا ہے اور یہ اس روایات کے مخالف ہے جو کہ (بارہ) ائمہ (ع) سے زمین کا خالی نہ ہونے پر تصریح کرتے ہیں! کیسے جواب دیں گے؟

تیسرا باب

رسولِ خدا محمد (ص) کی شب وفات میں وصیت اور جو کچھ اس سے تعلق رکھتا ہے

اس باب کے مباحث:

پہلا مبحث: رسول خدا (ص) کی اپنی شب وفات میں وصیت کے متن اور اس کی بعض دلیلیں.

دوسرا مبحث: وصیت کے بارے میں بیان کئے گئے اشکالات کے جواب.

تیسرا مبحث: صحت صدور کے قرائن

چوتھا مبحث: دوسرے بیان میں اثبات صدر ووصیت

پانچواں مبحث: وصیت کی دلالت کے بارے میں بیان کئے گئے اشکالات کے جواب

چھٹا مبحث: وصیت، نص ہے جو کہ امامت کو ثابت کرتی ہے.

تیسرا باب: رسولِ خدا محمد (ص) کی شب وفات میں وصیت اور جو کچھ اس سے تعلق رکھتا ہے

پہلا مبحث: محمد (ص) کی اپنی شب وفات میں وصیت اور اس کے بعض دلالتیں

اس حدیث کو شیخ طوسی اپنی کتاب میں جس کا نام «غیبت طوسی» ہے روایت کرتے ہیں اور بہت سارے علما اپنی کتابوں میں ان سے نقل کرتے ہیں.[1] شیخ طوسی اس روایت کو دوسری روایات کے مجموعے سے امامت اهل بیت (ع) کے اثبات کے لیے نقل کرتے ہیں اور پھر صفحہ نمبر 156 میں، اثبات کے لیے کچھ روایات کا ذکر کیا گیا ہے- منجملہ روایت وصیت جو اس روایات کے ساتھ تھی جو اپنے مقصود کے اثبات کے لیے کہ امامت اهل بیت (ع) میں ہے اس پر استدلال کیا ہے- کہا ہے: «اما جو ان کی صحت پر دلالت کرتا ہے- یعنی نقل کی گئیں روایات کی صحت – یہ ہے کہ شیعہ، اسے تواتر کی صورت میں – نسل در نسل – نقل کئے ہیں، اور اس کے صحیح ہونے کا طریقہ، امامیہ کی کتابوں اور امیر المومنین (ع) کے متون میں موجود ہے اور یہ طریقہ، یکساں ہے.»

1. وصیت مبارک کا متن

شیخ طوسی نے کہا ہے: ایک جماعت نے ہمیں خبر دی ہے، ابا عبداللہ حسین بن علی بن سفیان بزوفری[2] سے، علی بن سنان موصل عدل سے، علی بن حسین سے، احمد بن محمد بن خلیل سے، وہ جعفر بن احمد مصری سے، اپنے چچا حسن بن علی سے، اپنے والد سے، ابا عبداللہ جعفر بن محمد (ع) سے-ان کے والد باقر (ع)، اپنے والد ذی الثفنات (گٹھے کے مالک) سید العابدین (ع) سے، اپنے والد حسین زکی شہید (ع) سے، اپنے والد امیر المومنین (ع)

---

1 - شیخ حر عاملی اثبات الهداة میں، ج 1، ص 549 اور کتاب الایقاظ من الهجعة، ص 33؛ شیخ حسن بن سلیمان حلی کتاب مختصر الدرجات میں، ص 159؛ علامہ مجلسی کتاب بحار الانوار میں، ج 53، ص 147 مختصر طور پر اور ج 36 ص 260 مکمل طور پر، اس عبارت کے علاوہ« جب ان کی وفات کا وقت آ پہنچے» جو کہ آپ کے لیے نقل کروں گا اور آپ کو معلوم ہو جائے گا؛ شیخ عبداللہ بحرانی کتاب العوالم میں، ج 3، ص 236؛ سید هاشم بحرانی کتاب غایۃ المرام، ج 1 ص 370 اور کتاب الانصاف، ص 222؛ کتاب نوادر اخبار فیض کاشانی، ص 294؛ النجم الثاقب میرزای نوری، ج 2، ص 71 اور اشارہ کیا ہے کہ سند وصیت معتبر ہے؛ جہاں اس نے کہا ہے: «شیخ طوسی معتبر سند کے ساتھ امام صادق (ع) سے ایک خبر روایت کی ہے جس میں امیر المومنین (ع) کو رسول خدا (ص) کی وصیت کے ایک حصے اپنی وفات کی رات میں موجود ہے» ؛ تاریخ مابعد الظهور، سید محمد صادق صدر، ص 641 اور سند وصیت کے بارے میں تحقیق کی ہے اور اسے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے؛ مکاتیب الرسول، شیخ میانجی، ج 2، ص 96.

2 -بزوفری سے منسوب، دو فتحہ اور "واو" کے جزم اور "فاء" کے فتحہ کے ساتھ، دجلہ کے مغربی کنارے پر واسط کے قریب قرسان کا ایک بڑا گاؤں؛ میں نے اسے حوالہ جاتی کتابوں میں دیکھا ہے- شرح المقال: جلد 2 صفحہ 163.

سے، جنہوں نے فرمایا: « کہ رسول گرامی اسلام (ص) نے اپنے شب وفات میں حضرت امیر المومنین (ع) سے فرمایا ابوالحسن میرے لیے کاغذ اور قلم لے کر آؤ. اس کے بعد نبی مکرم اسلام نے اپنی وصیت لکھوائی اور یہاں تک پہنچا کے فرمایا۔اے علی میرے بعد 12 امام ہوں گے اور ان کے بعد 12 مھدی. تم 12 اماموں میں سے پہلے امام ہو گے. اللہ تعالی نے آپ کو اپنے آسمان میں ان ناموں سے پکارا ہے. علی مرتضی، صدیق اکبر، فاروق اعظم، مأمون و مھدی، اور آپ کے علاوہ کسی اور میں یہ صلاحیت (یہ صفت اور یہ لیاقت) موجود نہیں۔

اے علی تم میرے اہل بیت اور ان کے مردہ و زندہ کے وصی ہو۔اور تم میرے ازواج کے بھی وصی ہو اگر ان میں سے جن کو میری زوجیت پر باقی رکھا، وہ مجھ سے قیامت میں ملاقات کریں گی اور جن کو تم نے طلاق دے دیں ان کا تعلق مجھ سے ختم ہو جائے گا اور وہ کبھی مجھ سے نہیں ملیں گی اور میں ان کو روز قیامت نہیں دیکھوں گا۔

اور تم میرے بعد میری امت میں خلیفہ اور میرے جانشین ہو اور

اگراُن کی وفات کا وقت آیا تو اِن (جانشینی) کو میرے بیٹے حسن کے حوالے کرے۔

اگر ان کی وفات کا وقت آیا تو ان (جانشینی) کو میرے بیٹے حسین شہید مقتول کے حوالے کرے۔

اگر ان کی وفات کا وقت آیا تو ان (جانشینی) کو اپنے بیٹے سید عابدین ذی الثفنات، علی کے حوالے کرے۔

اگر ان کی وفات کا وقت آیا تو ان (جانشینی) کو اپنے بیٹے محمد باقر کے حوالے کرے۔

اگر ان کی وفات کا وقت آیا تو ان (جانشینی) کو اپنے بیٹے جعفر صادق کے حوالے کرے۔

اگر ان کی وفات کا وقت آیا تو ان (جانشینی) کو اپنے بیٹے موسی کاظم کے حوالے کرے۔

اگر ان کی وفات کا وقت آیا تو ان (جانشینی) کو اپنے بیٹے علی رضا کے حوالے کرے۔

اگر ان کی وفات کا وقت آیا تو ان (جانشینی) کو اپنے بیٹے محمد ثقہ تقی کے حوالے کرے۔

اگر ان کی وفات کا وقت آیا تو ان (جانشینی) کو اپنے بیٹے علی ناصح کے حوالے کرے۔

اگر ان کی وفات کا وقت آیا تو ان (جانشینی) کو اپنے بیٹے حسن فاضل کے حوالے کرے۔

اگر ان کی وفات کا وقت آیا تو ان (جانشینی) کو اپنے بیٹے محمد، ذخیرہ آل محمد کے حوالے کرے۔

اور وہ بارہ امام ہوں گے۔

پھر ان کے بعد بارہ مھدی ہیں۔

(جب ان (بارویں امام) کی وفات کا وقت آیا) تو ان (جانشینی) کو اپنے بیٹے کے حوالے کرے جو پہلے مقربین میں سے ہو گا

جس کے تین نام ہیں. اس کا پہلا نام میرا نام اور دوسرا نام میرے والد کا نام ہے اور وہ عبداللہ اور احمد ہے اور تیسرا نام المھدی ہے اور وہ پہلے مومنین میں سے ہے.» اختتام وصیت. [1]

2. وصیت کی بعض دلالتیں

یہاں میں وصیت شریف کے مندرجات کو واضح کرنے کے لیے سلسلہ وار نکات کا ذکر کروں گا:

پہلا نکتہ:

وصیت نے بیان کیا ہے کہ حضور (ص) کے خلفا چوبیس نفر ہیں: بارہ امام اور بارہ مہدی، حضور (ص) علی (ع) کو فرماتے ہیں: «اے علی میرے بعد بارہ امام اور ان کے بعد بارہ مھدی ہوں گے»، اور وصیت، ائمہ (ع) کے اسماء کو بیان کرتی ہے؛ جیسے کہ مھدی اول (ع) کا نام بیان کیا ہے، اور امام مھدی (ع) کی وفات کے بعد، مھدیوں (ع) کے دور کا آغاز ہو جائے گا؛ کیونکہ وہ ائمہ (ع) کے بعد آئیں گے اور ائمہ کا اختتام ان کے خاتم یعنی محمد بن حسن عسکری (ع) سے ہو جائے گا.

دوسرا نکتہ:

وصیت میں آیا ہے امام مھدی (ع) کا پہلا وصی، ان کا بیٹا مھدی اول (ع) ہے. وصیت کہتی ہے: «اور جب ان کی وفات کا وقت آ پہنچے تو اسے اپنے بیٹے جو کہ اولین مقربین ہے تسلیم کرے.» تو پھر مھدی اول (ع)، امام مھدی کا بیٹا ہے، اور روایات نے ظہور مبارک کے دوران، اس بیٹا کے اہم کردار ہونے کی وجہ سے ان کے امر پر توجہ دی ہے؛ اسی دلیل سے اس بیٹے کے حق میں دعا مانگی گئی ہے. شیخ عباس قمی مفاتیح الجنان میں صاحب الزمان (ع) کے لیے دعا میں- دعا شریف عہد کے بعد –اسے بیان کیا ہے؛ جہاں اس دعا کے ایک حصے میں آیا ہے: «بار الہا اسے عطا کرو خود میں اور ان کے گھرانہ میں اور ان کے بیٹے میں اور ذریت میں اور ان کی امت میں اور ان کے تمام رعایا میں جو ان کی آنکھوں کی روشنی اور ان کی نفس کی خوشحالی کا باعث بنے....»

1-وصیت کے رجال کا حال جاننے کے لیے انصار امام مہدی (علیہ السلام)پبلیکیشن کی شائع کردہ شیخ ناظم عقیلی کی تصنیف " انتصاراً للوصیۃ" کی طرف رجوع کریں.

یہ دعا امام مھدی (ع) کے لیے ایک خاص بیٹے کے ذکر میں مختص ہے اور اس کے بعد ذریت اور نسل مذکور ہے جو کہ دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ یہ بیٹا خاص مقام اور منزلت کا حامل ہے.

ویسے ہی اس روایت کو شیخ نعمانی دوسری روایت میں کتاب غیبت میں اور شیخ طوسی کتاب غیبت میں روایت کرتے ہیں. شیخ نعمانی نے کہا ہے: احمد بن محمد بن سعید نے ہمیں بتایا ہے، اس نے کہا: قاسم بن محمد بن حسن بن حازم اپنی کتاب میں ہمیں کہا ہے: عبیس بن ھاشم: عبد اللہ بن جبلہ سے، ابراھیم بن مستنیر سے: مفضل بن عمر جعفی سے، ابا عبد اللہ صادق (ع) سے روایت کی ہے، کہ انھوں نے فرمایا: «صاحب اس امر کے دو غیبتیں ہیں؛ ان میں سے ایک غیبت لمبی ہوگی اتنی کہ بعض کہیں گے وہ مر گیا ہے اور بعض کہیں گے وہ مارا گیا ہے اور بعض کہیں گے وہ چلا گیا ہے. پھر ان کے اصحاب میں سے سوائے کم تعداد کے اور ان کے امر پر باقی نہیں رہیں گے. ان کے ولیوں اور دوسروں میں سے ان کی جگہ کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہوگا سوائے اس مولا کے جو ان امر کا ذمہ دار ہے.» [1]

اور شیخ طوسی کم اختلاف کے ساتھ ابراھیم بن مستنیر سے، مفضل سے، اس روایت کو نقل کرتا ہے؛ اس نے کیا: سنا ہے ابا عبد اللہ (ع) فرماتے تھے: «اس امر کے صاحب کے دو غیبتیں ہیں، جس میں سے ایک غیبت (دوسری سے) زیادہ لمبی ہے، اتنی کہ کہا جائے گا: مر گیا ہے اور بعض کہتے ہیں مارا گیا. پھر، ان کے اصحاب سے سوائے کم تعداد کے اس کے امر پر باقی نہیں رہیں گے؛ اور اس کے اولیاء اور دوسروں میں سے کوئی بھی اس کے ٹھکانے کے بارے میں نہیں جانتا سوائے اس مولا کے جو ان کے امر کا ذمہ دار ہے.»

شیخ طوسی نے کہا: «یہ خبر صراحت سے ہمارے اعتقاد کو ہمارے صاحب امر کے بارے میں بیان کرتی ہے؛ کیونکہ ان کی دو غیبتیں ہیں: پہلی غیبت میں، ان کے اخبار اور مکاتبات معلوم ہوتے ہیں اور دوسری غیبت زیادہ لمبی ہے اور یہ مسائل دوسری غیبت میں منقطع ہو جائیں گے اور کوئی بھی ان سے معلومات نہیں رکھتا، سوائے اس کے جو ان کے خاص افراد میں سے ہے.» [2]

1 - غیبت نعمانی، ص 176.

2 - غیبت طوسی، ص 61.

پھر وہ مولا جوان کے امر کا ذمہ دار ہے ـــ یعنی امام مھدی (ع) کے امر ـــ جیسے کہ وصیت رسول اللہ (ص) سے آپ کو معلوم ہوا ان کا بیٹا، مھدی اول (ع) ہے اور وہ واحد شخص ہے جو امام مھدی (ع) کی غیبت میں ان کے بارے میں معلومات رکھتا ہے.

تیسرا نکتہ:

مھدی اول (ع) اپنے جد امیر المومنین (ع) سے شباہت رکھتے ہیں: جس طرح امام علی (ع)، رسول خدا (ع) کے پہلے وصی تھے اور پہلے شخص تھے جو وصیت کو حضور (ص) سے لیے ہیں اور حضور (ص) کے ذریعے تربیت سے شرفیاب ہوئے، مہدی اول بھی ویسے ہی ہیں؛ وہ امام مھدی (ع) کے پہلے وصی ہیں؛ وہ ہیں جو وصیت کو براہ راست آنحضرت سے لیتے ہیں۔ -جیسے کہ وصیت تصریح کرتی ہے- اور براہ راست امام مھدی (ع) کے ذریعے تربیت سے شرفیاب ہوں گے، جبکہ امام مھدی (ع) کی نسل سے باقی مھدیون ویسے نہیں ہوں گے. حضور (ص) علی بن ابیطالب (ع) کو کچھ اسماء عطا فرماتے ہیں جو انھیں دوسروں سے مختلف کرتا ہے اور یہ اسماء ان سے مختص ہیں. حضور (ص) فرماتے ہیں: «تم اے علی بارہ ائمہ کے پہلے فرد ہو. اللہ تبارک و تعالی اپنے آسمان میں، علی مرتضی اور امیر مومنان اور صدیق اکبر (حضور (ص) کا عظیم تصدیق کرنے والا) اور فاروق اعظم (آپ کے وسیلہ، حق و باطل کے درمیان تفریق کیا جاتا ہے) اور مامون اور مھدی نام رکھا ہے اور یہ اسماء آپ کے سوا کسی اور کے لیے شائستہ نہیں.» مھدی اول کو بھی اسما عطا فرماتے ہیں جو انھیں دوسروں سے مختلف کرتا ہے اور کوئی بھی فرد ان سے اس اسماء میں شریک نہیں. فرماتے ہیں: «وہ تین اسماء ہیں؛ ان کا ایک نام میرے نام جیسا، ان کا دوسرا نام میرے والد کے نام جیسے ہے اور وہ عبد اللہ اور احمد ہے اور ان کا تیسرا نام مھدی ہوگا.»

یہ سب ان دو کرداروں کی اہمیت کی وجہ سے ہے جن کے ذریعے یہ امت امتحان ہوں گے؛ کیونکہ انبیاء کے اوصیاء (ع) سے امتوں کے امتحان ہوتے ہیں اور اس نکتے کو تاریخ میں دیکھ رہے ہیں.

چوتھا نکتہ:

مھدی اول (ع) اپنے جد امیر المومنین (ع) سے شبیہ ہیں، اس بات میں کہ وہ اپنے والد امام مھدی (ع) کی نسبت اولین مومنان (ع) ہے جیسے کہ ان کے جد امیر المومنین رسول اللہ (ص) کے اولین مومنان تھے؛ اسی دلیل سے رسول خدا (ص) اپنی وصیت میں ان سے «اولین مومنان» کے عنوان سے تعبیر فرمائے ہیں. یعنی امام مھدی (ع) کا اولین مومنان.

یہاں پر ایک اہم بات پر توجہ کرنی چاہیئے؛ یہ کہ مھدی اول (ع) کو لازمی طور پر زمان ظہور میں موجود ہونا چاہیئے کہ عبارت «اولین مومنان» کا مصداق بنے؛ کیونکہ اگر وہ امام مھدی (ع) کے قیام سے پہلے موجود نہ ہوں اور امام مھدی (ع) کے قیام کے بعد پیدا ہو جائے، یہ وصف کہ وہ اولین مومنان ہے ان پر صدق نہیں کرے گا؛ بلکہ یہ وصف امام مھدی (ع) کے اولین انصار یعنی 313 افراد پر صدق کرے گا؛ بلکہ حتی امام مھدی (ع) کے تمام انصار، امام مھدی پر ایمان لانے میں ان کے بیٹے سے جو آنحضرت کے وصی ہے سبقت لیے ہیں اور اس صورت میں وہ امام مھدی (ع) کے بیٹے سے اس وصف سے زیادہ حقدار ہوں گے. تو پھر لازما امام مھدی (ع) کے اولین اوصیا ان کے قیام سے پہلے پیدا ہوتا ہے اور وہ امام مھدی (ع) کا بیٹا ہے، جیسے کہ وصیت میں آیا ہے.

پانچویں نکتہ:

مھدی (ع) کے اسما جو وصیت میں مذکور ہیں تین ہیں: احمد، عبد اللہ اور مھدی؛ اور حذیفہ بن یمان کی روایت ان تین اسماء کو ذکر کیئے ہیں: اسماعیل بن عیاس سے، اعمش سے، ابی وائل سے، حذیفہ سے، سنا ہے: رسول خدا (ص) سے سنا ہے جبکہ مھدی کو یاد کر رہے تھے، انھوں نے فرمایا: «رکن و مقام کے درمیان ان سے بیعت ہوگی؛ ان کا نام احمد و عبد اللہ و مھدی ہے اور یہ ان کے تین اسماء ہیں.»[1]

جیسے کہ روایات میں، احمد کا نام ذکر ہے؛ امام باقر (ع) سے جابر کے ذریعے روایت ہوئی ہے کہ امام نے فرمایا: «اللہ تعالی کے طالقان میں خزائن ہیں جو کہ نہ سونا سے ہے نہ چاندی سے؛ بارہ ہزار خراسان میں ہوں گے جن کا نعرہ «احمد احمد» ہے۔ بنی ہاشم کا ایک نوجوان جوان کا سپہ سالار ہے، خاکی رنگت کے قاطر پر سوار ہے اور اپنے پیشانی پر لال سربند باندھا ہوا ہے، گویا میں اسے فرات پار کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں. جب اس کی آواز سن لو تو اس کی طرف جلد بڑھو؛ اگرچہ برف پر رینگتے ہوئے جانا پڑے.»[2]

امام باقر (ع) نے اپنے والد سے، اپنے جد (ع) سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: امیر المومنین (ع) جب منبر پر تشریف فرما تھے فرمایا: «آخر الزمان میں میرے بیٹوں میں سے ایک مرد ظہور کرے گا جن کی رنگت سفید سرخی مائل ہے، اس کے شکم اور رانیں عریض و چوڑے ہیں اور ان کے کندھے بڑے ہیں ان کے پشت پر دو خالیں

---

1 - غیبت طوسی: ص454؛ الخرائج والجرائح، راوندی: ص1149؛ بحار الانوار: ج52، ص291؛ معجم احادیث امام مہدی (ع): ج1، ص453.

2 - منتخب انوار المضیئۃ: ص343.

ہیں ایک کی رنگت جلد کی طرح اور دوسرا حضور (ص) کے خال کی طرح ہے. ان کے دو اسماء ہیں: ایک خفیہ نام اور ایک واضح نام. اما خفیہ نام «احمد» ہے اور واضح نام محمد... .»[1]

دلائل الامامہ میں امام صادق (ع) جب ابو بصیر کو اصحاب قائم (ع) کے نام فرما رہے تھے تو روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «بصره سے عبد الرحمان بن اعطف بن سعد اور احمد بن ملیح اور حماد بن جابر.»[2]

اور روایات تصریح کرتے ہیں کہ امام مھدی (ع) کے اصحاب کا اولین بصرہ میں سے ہے. امیر المومنین (ع) سے ایک لمبی خبر میں روایت ہوئی ہے... یہاں تک انھوں (ع) نے فرمایا: «...آگاہ ہو جاو کہ ان کا اولین بصرہ سے اور ان کے آخری ابدال سے ہے...»[3]

امیر المومنین (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں (ص) نے فرمایا: سنا ہے رسول خدا نے فرمایا: «ان کا اولین بصرہ سے اور ان کے آخری یمامہ سے ہے.»[4]

ان تمام مطالب سے جو پیش ہوئے واضح ہوتا ہے کہ یمانی بصرہ سے ہے؛ کیونکہ وہ اولین مومنان ہے اور روایات فرماتے ہیں: «ان کا اولین بصرہ سے ہے.»

---

1 - کمال الدین و تمام النعمۃ: ص 653.
2 - دلائل الامامۃ: ص 574؛ معجم احادیث امام مہدی (ع): ج 4، ص 27.
3 - بشارۃ الاسلام: ج 148؛ مجمع النورین: ص 331.
4 - الملاحم والفتن، ابن طاووس: ص 289؛ معجم احادیث امام مہدی (ع): ج 3، ص 104.

پہلے مبحث کے سوالات:

س1. مھدی اول کچھ چیزوں میں اپنے جد امیر المومنین (ع) سے شباہت رکھتے ہیں؛ بیان کیجیئے.

س2. وصیت میں، مھدی اول (ع) کے لیے اسماء مذکور ہیں؛ بیان کیجیئے.

س3. تین اسماء جو کہ وصیت میں مھدی اول (ع) کے لیے آئے ہیں دوسری روایت میں بھی وارد ہوئے ہیں. اس روایت کو ذکر کیجیئے.

س4. احمد کا نام وصیت کے علاوہ دوسری روایات میں بھی مذکور ہے؛ ان روایات کو بیان کیجیئے.

دوسرا مبحث: وصیت کے بارے میں وارد ہوئے اشکالات کے جواب

وہ اشکالات جو حضور (ص) کی وفات کی رات والی وصیت کے خلاف وارد ہوتے ہیں دو اقسام پر منقسم ہوتے ہیں:

1. سند کے اشکالات: یعنی وصیت کی صحت صدور میں –متعدد صورتیں میں –شک پیدا کرنا.
2. وہ اشکالات جو کہ وصیت کے متن سے تعلق رکھتے ہیں.

آگے ہم واضح بیان اور تفصیل سے ان اشکالات کے بارے میں بحث کریں گے اور جائزے لیں گے.

1. سند کے اشکالات

ان تمام اشکالات کا نتیجہ جو سند پر وارد ہوتے ہیں، صدور وصیت کی نفی ہے؛ اور ان اشکالات کا بیان اور اس کا جواب آگے آئے گا.

پہلی اشکال: وصیت کی سند میں دو مجہول راویاں موجود ہیں.

ان کے بعض کہتے ہیں کہ (وصیت کے سند) مرسل ہے؛ کیونکہ شیخ طوسی نے واضح نہیں کیا ہے کہ کون اسے روایت کی ہیں اور صرف کہا ہے. «ایک جماعت نے ہمیں باخبر کیا ہے» اور یہ جماعت معلوم نہیں.

جواب:[1]

یہ جماعت جو کتب بزوفری پر شیخ طوسی کا (سلسلہ راویاں کا) طریقہ ہے. حسین بن عبد اللہ غضائری اور احمد بن عبدون ہیں اور اس کے مطابق جو آگے بیان ہوگا یہ دونوں افراد ثقات سے محسوب ہوتے ہیں:

شیخ طوسی بزوفری پر اپنے طریقے سے اپنی کتاب «الاستبصار» میں تصریح کرتا ہے اور کہتا ہے: «اور جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے ابا عبداللہ حسین بن سفیان بزوفری سے، احمد بن عبدون اور حسین بن عبیداللہ مجھے اس کے بارے میں باخبر کردیئے ہیں.» الاستبصار ج 4، ص 342.

احمد بن عبدالواحد «ابن عبدون» سے مشہور:

---

1 - یہ جواب کتاب «انتصاراً للوصية: کامیابی وصیت کے لیے» مصنف شیخ ناظم عقیلی سے اخذ کیا گیا ہے.

رجال طوسی صفحہ 413اور 414 میں نمبر 5988 میں کہتا ہے:

«احمد بن عبدون ابن حاشر سے مشہور، کنیت ابا عبد اللہ، کثیر السماع و روایہ، اس سے ہم نے سنا ہے، اور ان تمام چیزوں کے لیے جو روایت کی ہے ہمیں اجازت دی ہے. سنہ 423 میں دنیا سے رخصت ہو گیا. »

رجال نجاشی صفحہ 87 نمبر 211 میں کہتا ہے:

«احمد بن عبد الواحد بن احمد بزاز ابو عبد اللہ، ہمارے شیخ ابن عبدون سے مشہور، کچھ کتابوں کا مصنف ہے؛ منجملہ کتاب اخبار سید بن محمد، کتاب تاریخ، کتاب تفسیر خطبہ فاطمہ (س) عربی میں، کتاب عمل جمعہ، کتاب دو مختلف حدیثیں؛ اور دیگر چیزوں سے بھی ہمیں با خبر کیا. وہ ادبیات میں مضبوط تھا، ادبیات کی کتابیں اہل ادب کے شیوخ کو پڑھاتے تھے اور ابن زبیر سے مشہور ابوالحسن علی بن محمد قرشی سے ملاقات کی ہے، اور اپنے دور کے بزرگوں میں سے تھا. »

کتاب امل الامل، حر عاملی، جلد 2، صفحہ 16 اور 17:

«احمد بن عبد الواحد بن احمد بزاز ابو عبد اللہ، ہمارے شیخ ابن عبدون سے مشہور، کچھ کتابوں کا مصنف ہے؛ منجملہ کتاب اخبار سید بن محمد، کتاب تاریخ، کتاب تفسیر خطبہ فاطمہ (س) عربی میں، کتاب عمل جمعہ، کتاب دو مختلف حدیثیں؛ اور دیگر چیزوں سے بھی ہمیں با خبر کیا. وہ ادبیات میں مضبوط تھا، ادبیات کی کتابیں اہل ادب کے شیوخ کو پڑھاتے تھے اور ابن زبیر سے مشہور ابوالحسن علی بن محمد قرشی سے ملاقات کی ہے، اور اپنے دور کے بزرگوں میں سے تھا؛ نجاشی نے یہ کہا ہے. »

اور شیخ [طوسی] نے کہا ہے:

«احمد بن عبدون ابن حاشر سے مشہور، کنیت ابا عبد اللہ، کثیر السماع و روایہ، اس سے ہم نے سنا ہے، اور ان تمام چیزوں کے لیے جو روایت کی ہے ہمیں اجازت دی ہے. سنہ 423 میں دنیا سے رخصت ہو گیا اور اس کی توثیق تصحیح العلامہ کا شیخ کا (سلسلہ راویاں کا) طریقہ جانا جاتا ہے. »

مستدرکات علم رجال حدیث، مصنف شیخ علی نمازی شاہرودی، جلد 1 صفحہ 359 اور 360 نمبر 1157 میں وہ کہتا ہے:

احمد بن عبد الواحد بن احمد بزاز ابو عبد اللہ جو کہ ابن عبدون سے مشہور ہے، اس کی کتابیں ہیں اور «مشائخ اجازہ» میں شمار ہوتا ہے، اور مجلسی، الوجیزہ میں کہا ہے: وہ ممدوح ہے اور اس کی حدیث صحیح شمار کیا جاتی ہے. »

سید خوئی، معجم رجال حدیث جلد 2، ص 152، نمبر 655 میں کہتا ہے:

«احمد بن عبد الواحد = احمد بن عبدون: ... اور وہ ثقہ ہے، کیونکہ وہ نجاشی کے مشائخ سے ہے، اور وہ اس سے ایک روایت سے زیادہ نقل کیا ہے. منجملہ شرح حال ابان بن تغلب میں...»

تو پھر «احمد بن عبدون» ثقہ ہے،اور قابل اعتماد ہے اور وہ بڑے علمائے میں سے ایک شیخ ہے،اور اس کی کتب اور تصانیف موجود ہے.

حسین بن عبید اللہ عضائری:

رجال نجاشی، صفحہ 68اور 69، نمبر 166 میں، وہ کہتا ہے:

«حسين بن عبيدالله بن ابراهيم غضائر ى ابوعبدالله ، ہمارے شیخ (استاد) ہے. ان کی کتب ہیں؛ منجملہ كتاب كشف التمويه و الغمه، كتاب التسليم على اميرالمؤمنين (ع) بامرة المؤمنين، كتاب تذ كير العاقل و تنبيه الغافل فى فضل العلم، كتاب عدد االائمة و ما شذ على المصنفين من ذلک، كتاب البيان عن حبوة الرحمن، كتاب النوادر فى الفقه، كتاب مناسک الحج ، كتاب مختصر مناسک حج، كتاب يوم الغدير،كتاب الرد على الغلاة والمفوضة، كتاب سجدة الشكر، كتاب مواطن اميرالمؤمنين (ع)، كتاب فى فضل بغداد، كتاب فى قول اميرالمؤمنين (ع) :" الا اخبركم بخير هذه الامه: کیاآپ کو اس امت کی خیر کے بارے میں با خبر نہ کروں".»

وہ ان سب کے لیےاور اپنے تمام روایات کے لیے اپنے شیوخ سے ہمیں اجازت دی ہے،اور اس نے صفر کے مہینے کے درمیان سنہ 411 میں وفات پائی .»

رجال طوسی، صفحہ 425 نمبر 6117 میں وہ کہتا ہے:

«حسین بن عبید اللہ عضائری، کنیت ابا عبداللہ، کثیر السماع (یعنی استاد کے محضر میں ہوتا تھا)، رجال کا عارف، اور ان کے تصانیف ہیں جو کہ فہرست میں ذکر کر چکے ہیں، ان سے سنا ہے (یعنی ان کے محضر سے فائدہ اٹھائے ہیں) اور اپنے تمام روایات (کے نقل) کی ہمیں اجازت دی ہے. سنہ 411 میں دنیا سے رخصت ہو گیا. »

معجم رجال حدیث سید خوئی، جلد 7، صفحہ 22و23، نمبر 3490 میں کہتا ہے:

«حسین بن عبید اللہ بن ابراہیم... میں کہتا ہوں: ... اور بہر حال اس مرد کی وثاقت میں شک و تردید کرنا شائستہ نہیں، نہ کہ ابن طاووس اور بعض جو ان کے بعد آئے ہیں کی توثیق کی وجہ سے اور نہ کہ وہ کثیر الروایہ ہے یا کہ وہ شیخ الاجازہ ہے؛ کیونکہ جیسے کہ آپ کو معلوم ہوا ان میں سے کسی میں ارزش نہیں، بلکہ (ان کی توثیق) اس وجہ سے ہے کہ وہ شیخ نجاشی ہے اور ان کے تمام مشائخ ثقات تھے، جیسے کہ گزرا....»

پھر حسین بن عبید اللہ عضائری ثقہ ہے، ان پر اعتماد کیا جاتا ہے، بڑے علما میں سے مشہور شیخ ہیں، ان کی کتب اور تصانیف موجود ہیں.

دوسرا اشکال: یہ ادعا کہ روایت وصیت عامی ہے (اھل سنت سے نقل ہوئی ہے)

شیخ حر عاملی کہتا ہے:

«پوشیدہ نہیں کہ یہ نقل شدہ حدیث، پہلے یہ کہ کتاب غیبت سے عامہ طریقوں سے (نقل) ہوئی تھی. تتیجتاً اس معنی میں کوئی حجت نہیں رکھتا اور صرف بارہ (امام) پر نص کے طور پر حجت ہے، اس دلیل سے کہ روایات خاصہ سے موافق ہے؛ اور شیخ نے اس روایت کے بعد، اور اس روایت کو بھی کچھ احادیث کے بعد ذکر کیا ہے جو کہ عامی روایات میں سے ہیں، اور باقی (روایات) صریح نہیں.»[1]

اس عبارت «یہ حدیث نقل ہوئی، پہلا...» سے ان کا مراد، روایت وصیت ہے، اور اس حدیث کو مھدیوں (ع) کے اثبات میں حجت کے طور پر ہونے کی نفی کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ بارہ ائمہ (ع) پر نص کے طور پر حجت ہے؛ اس دلیل سے کہ شیعی روایات سے موافق ہے جو کہ ثابت کرتا ہے ائمہ بارہ نفر ہیں.

اور ان کا مطلب ان روایات کے بارے میں جو کہ شیخ نے روایت وصیت کے بعد نقل کیا ہے، روایات مھدیوں (ع) اور ذریت امام مھدی (ع) سے مربوط روایات تھے.

جواب:

1- توثیق و تضعیف کا مسئلہ اور یہ کہ راوی شیعہ تھا یا سنی، اجتہادی مسئلہ ہے جو کہ علما کے درمیان اختلاف موجود ہے.

سید خوئی علی بن سنان موصلی عدل کے شرح حال میں، اس بات پر مائل ہوا ہے کہ وہ اھل سنت میں سے ہے وہ کہتا ہے:

«علی بن سنان موصلی عدل: روایت ہوئی ہے احمد بن محمد خلیل سے، اور حسین بن علی نے اس سے روایت کی ہے، شیخ اسے کتاب غیبت میں، (فرقہ) واقفہ کے بارے میں کلام میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: حسین بن علی، وہی بزوفری ہے، جیسے کہ صفحہ 96 میں اس پر تصریح کیا ہے،

1 - الایقاظ من الھجعۃ، ص368.

اس کے علاوہ لفظ "عدل "اس کے مطابق جو مشائخ صدوق قدس سرہ میں مذکور ہے، علمائے اھل سنت کے بعض اس پر وصف ہوتے تھے اور بعید نہیں کہ یہ مرد اھل سنت سے ہو.»[1]

محمد جواہری اپنی کتاب «المفید من معجم رجال الحدیث» میں کہا ہے:

«علی بن سنان موصلی عدل، احمد بن محمد خلیل سے روایت ہوئی ہے، اور حسین بن علی نے اس سے روایت کی ہے، شیخ اسے کتاب غیبت میں، واقفہ کے بارے میں کلام میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: لفظ «عدل» وہ لفظ تھا جس پر بعض علمائے اھل سنت وصف ہوتے تھے؛ تو پھر بعید نہیں کہ اس معنی کے مطابق وہ اس مقام میں ان میں سے تھا؛ مجہول ہے.»[2]

اور ساتھ ہی وہ «مستدرکات علم رجال حدیث» میں اسے مدح کیا ہے اور اس کے حسن و کمال پہ قائل ہوا ہے.[3]

اس لحاظ سے کہ راوی کو شیعہ یا سنی ہونے میں اختلاف ہے، تو پھر کیسے روایت وصیت کو رد کرنے کی بنیاد کو اس میزان کے مطابق رکھے جس میں آراء کے حساب سے اختلاف موجود ہو؟!

2. شیخ حر عاملی نے ادعا کیا ہے کہ وصیت عامہ کے ذریعے نقل ہوئی ہے. اب کیا واقعی میں عامہ کے ذریعے نقل ہوئی ہے؟ یا کہ شیخ غلطی سے دوچار ہوا ہے؟

شیخ طوسی نے تصریح کیا ہے کہ وصیت خاصہ – یعنی شیعہ – کے ذریعے نقل ہوا ہے. اور روایت وصیت سے پہلے، گیارہ روایات نقل کرنے سے پہلے، کہا ہے: «اور اما جو خاصہ کے ذریعے روایت ہوئی ہے اس سے زیادہ ہے کہ گنتی میں آجائے....»[4]

پھر روایت مبارک وصیت کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد پانچ روایات نقل کی ہیں اور پھر کہا ہے:

«یہ اس اخبار کا ایک حصہ ہے جسے ہم نے نقل کیا اور اگر چاہتے کہ شیعہ کی جانب سے اس معنی میں جو کچھ وارد ہوئے ہیں لکھتے تو قطعی طور پر اس کام سے اس کتاب بہت طویل ہو جاتی، اور ہم صرف اس مقدار میں اکتفا کیے ہیں کہ ہم جو کچھ دو مختلف طائفوں سے نقل کئے ہیں تصحیح کریں، اور جو فرد چاہتا ہے اس بارے میں معلومات اور عبور

---

1 - معجم رجال الحدیث، ج 13، ص 49.

2 - المفید من معجم رجال الحدیث، ص 398.

3 - مستدرکات علم رجال حدیث، ج 5، ص 383؛ اور رجوع کیجیے کتاب انتصاراً للوصیۃ مصنف شیخ ناظم عقیلی حفظہ اللہ.

4 - غیبت طوسی، ص 137.

حاصل کرے تو اسے چاہیئے کہ اس مبحث میں جو کتب لکھی ہوئی ہیں اس کی طرف رجوع کرے اور اسے ضرور اس بارے میں بہت سارے مطالب ملیں گے.»[1]

پھر شیخ طوسی تصریح کرتا ہے کہ روایت وصیت خاصہ کے ذریعے ملا ہے جبکہ حر عاملی ادعا کرتا ہے کہ شیخ طوسی اسے عامہ کے ذریعے روایت کیا ہے. اگر کتاب غیبت کے نسخوں کو دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ شیخ طوسی اسے خاصہ کے ذریعے روایت کرتا ہے نہ کہ عامہ کے ذریعے. نتیجتاً حر عاملی کہ یہ کلام کہ شیخ طوسی اسے اھل سنت کے ذریعے روایت کیا ہے، شیخ حر کیجانب سے غلط ہے؛ اور یہ نکتہ –جیسے کہ کہا گیا –کتاب غیبت کے نسخوں کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے.

نتیجتاً روایت وصیت اھل سنت کے ذریعے نہیں.

3. اگر - جدل سے- دستبردار ہو جائیں اور کہہ دیں کہ روایت وصیت اھل سنت کے ذریعے وارد ہوئی ہے، تو پھر بھی حدیث وصیت پر کوئی خدشہ نہیں ہوگا؛ کیونکہ اسے کذب ہونے میں کوئی مقصد موجود نہیں . کیا مقصد موجود ہے کہ اھل سنت کو اس (مقام میں) پہنچایا کہ اپنے عقیدہ کے خلاف خبر کی روایت کریں؟!

اور حتی بعض کی نظر میں اگر عامی کوئی روایت نقل کرے جو مذھب شیعہ کے موافق ہو، تو یہ کام خود ہی (یعنی اھل سنت کیجانب سے روایت ہونا) اس روایت کی صحت میں قرینہ کے طور پر محسوب ہوتا ہے؛ کیونکہ جیسے کہ کہہ چکے ہیں اس صورت میں جھوٹ بولنے کے لیے راوی کے پاس کوئی مقصد نہیں؛ جس طرح حر عاملی، خود ایسے کہاہے؛ جہاں کہتا ہے:

«ایسی روایت میں، راوی اس دلیل سے کہ روایت اپنے اعتقادات سے موافقت نہیں رکھتا ہے یا دیگر امور سے قابل اتھام نہیں ٹھہرائے گا، اور اس باب میں ائمہ کی تصریح اور ان کے معجزات اور فضائل کے بارے میں عامی کی روایت کرنا قابل اعتماد ہے؛ کیونکہ وہ اس طرح روایات کی نسبت، ثقات اور دیگر روایات کی نسبت، ضعیف محسوب ہوتے ہیں.»[2]

اور یہی معنی کو سید محمد باقر صدر نے اس موثر نسبی خصوصیات سے قرار دیا ہے جو اس احتمالات کے محاسبہ میں استعمال ہوتا ہے جسے تواتر کا معلوم کرنا ہوتا ہے اور کہا ہے:

---

1 - غیبت طوسی، ص156.

2 - خاتمۃالوسائل: ص 95.

«... اور نسبی خصوصیات سے مراد، معنی میں وہ ہر خصوصیت ہے جو کہ احتمال کے حساب سے، خبر کی تصدیق یا تکذیب کرنے کا ایک سبب ہوتا ہے، اس وقت جب اس فرد کی نوعیت کو مد نظر رکھتے ہیں جنہوں نے خبر لایا ہے. اور اس کے لیے ایک مثال: غیر شیعہ، جب اس خبر کو نقل کر رہا ہو کہ اهل بیت (ع) کی امامت پر دلالت کرتا ہے؛ یہاں پر خبر کے مواد خود معتبر ہیں اور مخبر کی خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو کہ مساعد سبب ہے اس (خبر) کی صحت کے اثبات کے لیے، احتمال کے حساب سے؛ کیونکہ یہ فرض کرنا کہ کوئی خاص مصلحت موجود ہے. جو اس (غیر شیعہ) کو جھوٹ بولنے کی دعوت دی ہے، بعید ہے. ہو سکتا ہے کبھی عام خصوصیات اور نسبی خصوصیات روایت کی تصدیق کے حق میں ایک دوسرے سے جمع ہو جائیں؛ جیسے کہ مذکور مثال میں دیکھتے ہیں؛ اگر فرض کریں کہ یہ روایت بنی امیہ کی حکومت کے دوران صادر ہوئی ہو جبکہ ان جیسے لوگ ان میں سے تھے جو کوشش کر رہے تھے کہ ایسے اخبار کی روک تھام ہو خواہ دھمکی سے اور خواہ تطمیع و ترغیب سے؛ صرف موضوع کی خصوصیت اور مخبر کے مذہب سے قطع نظر، سچائی کی مضبوط گواہی ہے۔ نتیجتاً موضوع کی خصوصیت، مذہب کو مد نظر رکھتے ہوئے، اس خبر کی تصدیق پر، زیادہ مضبوط شہادت شمار کیا جائے گا.»[1]

اب اگر ہم حر عاملی کا ساتھ دیں اور قبول کریں کہ یہ روایت اهل سنت سے نقل ہوئی ہے، تو قطعی طور پر روایت وصیت کا خود عامی ہونا، اس روایت کی صحت پر ایک مضبوط گواہ شمار کیا جائے گا.

جیسے کہ میرزای نوری مقدمہ تحقیق کے ساتواں نکتے میں، متن روایت کو ان دلیلوں سے شمار کیا ہے کہ راوی شیعہ ہے اور کہا ہے:

«سند سے وثاقت کا اور متن سے شیعہ ہونے کا اثبات، شاید اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے، راوی بزرگوں سے ہوتا تھا؛ جیسے کہ پچھلے اشارہ میں کہا گیا، اور ایسی روایت کو نقل کرنا جس میں کوئی فضیلت یا منزلت موجود ہو، آل محمد (ع) کے بغض کرنے والوں کے سینے پر بھاری ہوتا ہے؛ جیسے کہ (2025) اور بہت سارے دیگر روایات میں ویسے ہے.»[2]

---

1 - الدروس فی علم الاصول، ج 1، ص 243.

2 - خاتمہ مستدرک میرزا نوری، ج 1، ص 72، مقدمہ تحقیق.

جیسے شیخ علی نمازی شاہرودی، مستدرکات علم رجال میں، حدیث کے متن کو راوی کے عقیدے کے حسن پر دلالت کے طور پر شمار کرتا ہے اور یہ وہ نکتہ ہے کہ جب وہ رجال کی کچھ تعداد کو اپنے سیرہ میں ذکر کرتا ہے تو ہم اس پر گواہ ہیں.[1]

یہ اس چیز کے علاوہ ہیں جو کہ شیخ طوسی نے اس پر تصریح کی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اھل سنت کے اخبار پر عمل کرنا جائز ہے اگر شیعہ کے ذرائع سے کوئی تعارض نہیں رکھتا ہو. وہ کہتا ہے:

«اما جب راوی اعتقاد میں مذہب کے اصل سے مخالف ہو اور اس کے باوجود ائمہ (ع) سے روایت کرے، تو جس چیز کی روایت کی ہے اس میں دیکھتے ہیں؛ اب اگر معتبر طریقوں سے اس کے خلاف کوئی بات ہو تو واجب ہے (اس روایت) کو ترک کر دیں؛ لیکن اگر کوئی چیز جو اس خبر کو ترک کرنے کی وجہ بن سکے موجود نہ ہو اور حتی ایسی چیز موجود ہو جو اس خبر کے موافق ہو تو واجب ہے اس (روایت) پر عمل کیا جائے؛ اور اگر سچا فرقہ (یعنی شیعہ) میں اس کے موافق یا مخالف خبر موجود نہ ہو اور اس بارے میں کوئی گفتار کا پتہ نہ چلے، تو پھر بھی واجب ہے اس پر عمل کیا جائے.»[2]

4. ایک روایت کو معتبر محسوب کرنے کے لیے سند کی صحت – ان کے میزان کے مطابق – اس خبر کے لیے ہوتا ہے جو کہ نہ متواتر ہو اور نہ ہی اس قرائن سے محفوف (محفوف بالقرینہ) ہوں جو کہ صدور روایت (روایت جاری ہونے) کی صحت کا افادہ کرے (فائدہ دے). اس لیے جب تواتر یا صدور کی صحت اس قرائن کے ذریعے جو روایت پر احاطہ کرتا ہے ثابت ہو جائے تو ہرگز اس کی سند پر توجہ نہیں ہوتا اور اس بات کا اثبات آگے بیان ہوگا.

نتیجتاً سند کا ضعیف ہونا یا کہ روایت، عامہ کے ذریعے سے ہونے پر نقص نکالنا صرف اس پچھلے دونوں حالتوں کے علاوہ (یعنی تواتر اور خبر کا اس قرائن سے محفوف ہونا جو کہ صدور کی صحت کا افادہ کرتا ہے) وارد ہوگا؛ اور آگے ہمیں معلوم ہوگا کہ روایت وصیت، متواتر معنوی اور اس قرائن سے محفوظ ہے جو کہ صدور پر قطعی افادہ

---

1 - اختصار کے لیے حذف کیے ہیں.

2 - عدۃ الاصول (ط.ق)، ج 1، ص 379.

کرتا ہے اور نتیجتاً اشکال کا موضوع رفع ہو جاتا ہے (سالبہ بہ انتفاع موضوع)[1]؛ کیونکہ اس اشکال کا موضوع، غیر متواتر خبر اور اس قرائن سے غیر محفوف ہے جو صدور روایت کو ثابت کرتا ہے.

1 - سالبہ بہ انتفاء موضوع کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قضیے میں سرے سے موضوع موجود ہی نہ ہو، تو اس سے کسی بھی صفت کی نفی کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر، یہ جملہ کہ "**اللہ تعالیٰ کا شریک قادر و توانا نہیں ہے** "ایک سالبہ بہ انتفاء موضوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک موجود ہی نہیں کہ یہ کہا جاسکے کہ وہ قادر ہے یا نہیں.

دوسرا مبحث کے سوالات

س 1. وصیت کی سند پر دو مجہول کی موجودگی کے واسطہ اشکال نکالا جاتا ہے اس دلیل سے کہ شیخ طوسی نے کہا ہے: «ایک جماعت نے ہمیں باخبر کر دیا ہے.» کیسے اس اشکال کی جواب دیتے ہیں؟

س 2. بعض اعتقاد رکھتے ہیں کہ روایت وصیت «عامی» ہے. کیا یہ ادعا صحیح ہے؟ اور اگر اس کی صحت پر قائل ہو جائیں تو کیا یہ اس کے ضعیف ہونے کا سبب بنتا ہے؟

تیسرا مبحث: صحت صدور کے قرائن[1]

کتاب «انتصاراً للوصية» تحریر شیخ ناظم عقیلی میں صدور کے قرائن کے لیے ایک مطلب بیان ہوا ہے؛ اس کتاب میں جو متن آیا ہے آپ کے حضور میں پیش کرتے ہیں:

پہلا قرینہ

قرآن کریم سے روایت وصیت کا موافق ہونا. سب اپنے مذاہب کے درمیان اختلاف ہونے کے باوجود، ایک روایت پر اعتماد کی وجوب پر متفق ہیں جبکہ قرآن کریم سے موافق ہو حتی اگر اس کے سند میں کمزوریاں موجود ہوں اور حتی اگر اس کی کوئی سند نہ ہو. بہت ساری روایت اس نکتے پر تصریح کرتی ہیں:

منجملہ: جو رسول خدا (ص) سے وارد ہوا ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اے لوگوں جو میری طرف سے آپ کے لیے آیا اور کتاب خدا سے موافق ہو تو پھر میں نے اسے کہا ہے اور اگر کتاب خدا کے خلاف ہو تو میں نے اسے نہیں کہا ہے.»[2]

منجملہ: وہ روایت جو ابن ابی یعفور نے روایت کی ہے، اس نے کہا: ابا عبد اللہ (ع) سے اس حدیث کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا کہ ان لوگوں نے روایت کی ہیں جن پر ہم اطمینان کرتے ہیں اور جن پر اطمینان نہیں کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا: «جب کوئی حدیث تم تک پہنچتی ہے اور اس میں کتاب اللہ عزوجل اور رسول اللہ (ص) کی گفتار سے کوئی گواہ ملا ہو (اس پر عمل کریں) وگرنہ جو شخص اسے تمہارے لیے لایا ہو اس پر زیادہ سزاوار ہے.»[3]

1 -اس مبحث کے مطالب کتاب « انتصاراً للوصية » تحریر شیخ ناظم عقیلی سے اخذ ہوا ہے.

2 تفسیر البرہان، ج1، ص73.

3 - تفسیر البرہان، ج1، ص72.

اور قرآن کریم سے وصیت کا گواہ حق تعالی کا یہ کلام ہے: (كُتِبَ عَلَيكمْ إِذَا حضرَ أَحدَكمُ الْموْتُ إِنْ ترَكَ خَيراً الْوَصِيةُ لِلْوَالِدَين وَالْأَقْرَبِين بِالْمَعْرُوف حقًّا عَلَى الْمُتَّقِين)[1] (تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے تو اگر وہ کچھ خیر (مال) چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق وصیت کر جائے (خدا سے) ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے.)

یہ آیت احتضار کے دوران وصیت کی وجوب کو صراحت سے بیان کرتی ہے اور میں دوہراتا ہوں «احتضار کے دوران» یعنی اس وقت جب لوگ موت کو حاضر دیکھ رہے ہیں. رسول خدا (ص) کی اپنی شب وفات میں وصیت کے لیے کوئی متن نہیں ملتا ہے سوائے اس روایت کا جو کہ شیخ طوسی نے نقل کی ہے؛ وہی روایت جو کہ ائمہ (ع) اور مھدیوں (ع) کی تصریح کرتا ہے اور نتیجتاً جو اس وصیت کو قبول نہیں کرتا ہے یا اس پر شک کرتا ہے در حقیقت اس بات پر حکم کیا ہے کہ رسول خدا (ص) نے اللہ کے اس کلام کی مخالفت کئے ہیں: (كُتِبَ عَلَيكمْ إِذَا حضرَ أَحدَكمُ الْموْتُ إِنْ ترَكَ خَيراً الْوَصِيةُ لِلْوَالِدَين وَالْأَقْرَبِين بِالْمَعْرُوف حقًّا عَلَى الْمُتَّقِين) (تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے تو اگر وہ کچھ خیر (مال) چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق وصیت کر جائے (خدا سے) ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے.)

کیونکہ رسول خدا (ص) خود پہلے شخص ہیں جو کہ اللہ کی شریعت پر عملدرآمد کرتے ہیں اور جو انجام نہیں دیتا تو بتاتے نہیں، اور کیسے اللہ تعالی کے حکم کو موت کے دوران ترک کردیں؟! صرف وہ فرد اس بات کو زبان پر جاری کرتا ہے کہ جو کچھ محمد (ص) پر نازل کیا گیا ہیں اس پر کافر ہو!

لمبے مباحثات اور مناقشات شیعہ اور ابناء عامہ کے درمیان اس مسئلے کے بارے میں ہوتے رہے ہیں. اھل سنت رسول خدا (ص) کے وفات کے دوران ان کی وصیت کے عدم وجود پر اعتقاد رکھتے ہیں اور شیعہ وصیت کے وجود پر قائل ہیں؛ اور حیرت کا مقام ہے کہ آجکل شیعیوں میں سے بعض اھل سنت کی باتوں کی طرف پلٹ گئے ہیں اور رسول خدا (ص) کی شب وفات میں ان کی وصیت پر شک و تردید کرتے ہیں. حال جب یہ لوگ اس روایت کہ تکذیب کرتے ہیں تو ان کو چاہیے دوسری روایت لائیں جو کہ رسول خدا (ص) کی شب وفات میں ان کی وصیت کے متن کو بیان کرتا ہو؛ جبکہ ہر گز ایسی روایت نہیں لائیں گے کیونکہ وصیت، یگانہ اور واحد ہے.

---

1 - بقرہ، 180.

اور اسی ترتیب سے وصیت رسول خدا (ص) کی روایت کی صحت قطع و یقین سے ثابت ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ روایت، اوپر بیان کی گئی آیت کا واحد مصداق ہے اور جو شخص اسے رد کرے یا اس کی صحت میں شک و تردید کرے، تو اس شخص نے گویا اللہ تعالی اور اس کے رسول (ص) کو رد کر دیا ہے اور حق رسول خدا (ص) پر اتہام باندھا ہے کہ وہ اپنے عمل کو معصیت سے ختم کیا ہے اور ہر گز ایسا نہیں ۔کیونکہ آنخضرت (ص) سے روایت ہوئی ہے: «اگر کوئی شخص وصیت کئے بغیر مر جائے تو اس کے عمل معصیت سے ختم ہوگیا ہے.» اور دوسری روایت میں فرماتے ہیں: «جاہلیت کی موت میں مرا ہے» تو پھر توجہ کیجئے کہ آپ کی ھوای نفس اور اندھے تعصب، آپ کو کس راستے کی طرف کھینچ لئے جا رہے ہیں اور یہی اس شخص کی رسوائی کے لیے کافی ہے جو کہ وصیت رسول خدا (ص) کی روایت پر شک و تردید کرتا ہے.

دوسرا گواہ وصیت کی روایت کے لیے قرآن کریم سے اللہ تعالی کا یہ کلام ہے: (يا أيها الّذين آمنُوا شهَادَةُ بَينكم إِذَا حضَرَ أَحدَكم الْموْتُ حِينَ الْوَصية اثْنَانِ ذَوا عَدْلٍ منْكمْ أَوْ آخرَانِ منْ غيرِكمْ)[1] (اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو وصیت کرتے وقت گواہی کے لیے تم میں سے دو عادل شخص موجود ہوں یا دوسرے دو (غیر مسلموں) کو گواہ بنالو.)

یہاں پر موت کے دوران وصیت کی وجوب کے علاوہ، دوسری شرط بھی اضافہ ہو چکا ہے اور وہ امکان کے صورت میں دو عادل افراد کو وصیت پر گواہ کے طور پر لینا ہے اور ممکن نہ ہونے کی صورت میں دو دیگر افراد کو گواہ کے طور پر لینا ہے (حتی اگر عادل نہ ہوں)؛ اور یہ وہی کام ہے کہ رسول خدا (ص) نے اپنی شب وفات میں جب علی بن ابی طالب (ع) کو وصیت کی، انجام دیا ہے. آنخضرت سلمان فارسی اور ابوذر غفاری اور مقداد کو وصیت پر گواہ لیا. جس طرح کہ امیر المومنین (ع) طلحہ کے ساتھ اپنی احتجاج (دلائل) میں اس نکتے کو صراحت سے بیان فرماتے ہیں اور سلیم بن قیس ھلالی اسے اپنی مشہور کتاب میں روایت کیا ہے.

تیسرا شاھد اللہ تعالی کا یہ کلام ہے: (مَا ينظُرُونَ إِلّا صيحَةً واحِدَةً تَأْخُذُهمْ وهُمْ يخصِّمُونَ * فلَا يستَطِيعُونَ توْصِيةً ولَا إِلَى أَهْلِهِمْ يرْجِعُونَ)[2] (درحقیقت یہ صرف ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں اپنی گرفت

---

1 -مائدہ: 106.

2 -یس: 49 اور 50.

میں لے لے گی اور یہ جھگڑا ہی کرتے رہ جائیں گے * پھر نہ کوئی وصیّت کر پائیں گے اور نہ اپنے اہل کی طرف پلٹ کر ہی جاسکیں گے)؛اس جگہ جہاں اللہ تعالی اس لوگوں کو جنھوں نے نبیوں کو تکذیب کیے اور ان سے نبرد آزما ہوئے اس صورت میں وصف کرتا ہے کہ وہ وصیت کر ہی نہیں سکتے ہیں؛ یعنی اللہ تعالی انہیں مہلت ہی نہیں دے رہا ہے کہ اپنے اھل کو وصیت کر سکے اور پوشیدہ نہیں یہ وصیت نہ کرنا، ان کی مذمت اور ان کا برا انجام ہے، اور پوشیدہ نہیں کہ جو وصیت اللہ تعالی ان عذاب سے دوچار ہونے والوں کے لیے نفی کرتا ہے وہی موت کے دوران کی وصیت ہے؛اور یہ آیت کے سیاق کی وجہ سے ہے کہ ان کی ہلاکت کو ناگہانی صیحہ کے ذریعے بتاتا ہے؛اور جب تک موت کے دوران وصیت کرنے کی توفیق حاصل نہ ہونا، ایک علامت ہو ان علامات میں سے جن پر غضب ہوا ہے، تو ناگزیر مومنین ایسی وصف سے توصیف نہیں ہوں گے؛ یعنی مومنین اس امکان سے بہرہ مند ہیں کہ موت کے دوران وصیت کرے؛ یعنی اللہ تعالی انہیں مہلت دیتا ہے کہ اپنے گھر والوں کو وصیت کرے اور پھر ان کی روح قبض ہو جائے.

اسی لیے رسول خدا (ص) ضرور اپنی وفات کی رات میں وصیت کی ہو گی اور اس وصیت کے لیے کوئی متن نہیں ملتا سوائے یہی وصیت کی روایت جو کہ ہماری تحقیق کا موضوع ہے؛اسی طرح — قطع و یقین سے — روایت وصیت کی صحت، سند کے رجال کے قطع نظر ثابت ہوتا ہے، اور حتیٰ اگر ثابت ہو جائے کہ سند وصیت کے رجال سبھی فاسق ہیں — جو کہ ہرگز ایسا نہیں — محمد بن مسلم کو امام صادق (ع) کے اس ارشاد کی دلیل سے: «اے محمد، جو کچھ روایت میں تمہارے لیے آئے — خواہ نیک فرد سے اور خواہ فاجر سے — جو کہ قرآن کے موافق ہو اسے اخذ کرو اور جو کچھ روایت میں تمہارے لیے آئے — خواہ نیک فرد سے اور خواہ فاجر سے — جو کہ قرآن کے خلاف ہو تو اسے اخذ مت کرو.»[1]

اور قرآن کریم سے روایت وصیت کی موافقت، اس کی صحت کے لیے قطعی قرینہ ہے اور کوئی اور قرینہ کی ضرورت نہیں؛ اور یہ وہ نکتہ ہے جس پر رسول اللہ (ع) اور ائمہ (ع) تصریح فرمائے ہیں؛ لیکن میں بعض دیگر قرائن کو حجت مضبوط ہونے کے لیے ان شک کرنے والوں کے لیے بیان کروں گا جو جس چیز پر علمی عبور نہیں رکھتے ہیں اسے تکذیب کرتے ہیں؛ جیسے کہ اللہ تعالی اپنے اس کلام سے انہیں مذمت کرتا ہے: (بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ

1 - برھان: ج1 ص73.

يحيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يأْتِهِمْ تأويلهُ)[1] (بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جو ان کے احاطہ علم میں نہیں آئی اور اس کی تاویل بھی ان کے پاس نہیں آئی ہے.)

ان سب چیزوں کے علاوہ وصیت قرآن و صحیح سنت سے ــ دیگر جہات سے ــ موافق ہے؛ جیسے کہ آگے آئے گا:

قرآن و ثابت سنت سے وصیت کا موافقت: اس نکتہ کا متوجہ ہونا کہ ثابت ہوا امامت قیامت تک حسین (ع) کے بیٹوں میں، حسن (ع) و حسین (ع) کے بعد دو بھائیوں میں جمع نہیں ہوگی اور قیامت کے دن تک صرف اعقاب میں، اور اعقاب کے اعقاب میں حسین (ع) کی نسل میں ہے.

یقینی ہے کہ قیامت فوراً امام مھدی (ع) کے بعد قائم نہیں ہوگی اور روایات امام مھدی (ع) کے بعد تکلیف کو لمبے دوران تک باقی رہنے پر دلالت کرتے ہیں؛ پھر اسی ترتیب سے امام کی وجود لازمی بنتا ہے؛ کیونکہ زمین امام سے خالی نہیں رہے گی اور اگر خالی ہو جائے ــ جیسے کہ اھل بیت (ع) سے تواتر سے ملا ہے ــ قطعی طور پر اپنے اھل کو نگل دے گی.

مفضل سے امام صادق (ع) کی خبر میں روایت ہوئی ہے: میں نے عرض کیا: اے رسول خدا کے بیٹا، مجھے خبر دیجئیے اللہ عزوجل کے اس کلام سے: (وَ جَعَلَها كلِمَةً باقِيَةً فِي عَقِبِهِ) (اور اسے ان کی نسل میں ایک کلمہ باقیہ قرار دے دیا) انھوں نے فرمایا: « یعنی اس آیت سے اللہ نے امامت کو قیامت کے دن تک حسین (ع) کی نسل میں قرار دیا ہے....»[2]

اور امیر المومنین (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول خدا (ص) نے فرمایا: « میں آپ کے درمیان دو گران بھا چیزیں چھوڑ رہا ہوں؛ اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اھل بیت؛ اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے جب تک حوض میں مجھ پر وارد ہو جائیں؛ ان دونوں کی طرح.» اور اپنے سبابہ کے دونوں انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا. جابر بن عبد اللہ انصاری اٹھے اور کہا: اے رسول خدا اور آپ کی عترت کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا: « علی و حسن و حسین کے بیٹوں سے ائمہ قیامت کے دن تک.»[3]

---

1 - یونس: 39.
2 - معانی الاخبار: ص 126.
3 - معانی الاخبار: ص 91.

امام صادق (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «حسن و حسین (ع) کے بعد امامت کبھی دو بھائیوں میں جمع نہیں ہوگی. امامت علی بن حسین کو ملی، جیسے کہ اللہ تبارک تعالی نے فرمایا: (الَارحامُ بَعضُھُم اَولَی بِبَعضٍ فِی کتابِ اللہ) (اور اللہ کی کتاب میں خونی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں)؛ پھر علی بن حسین (ع) کے بعد امامت اعقاب میں اور اعقاب کے اعقاب کے سوا نہیں ہوگی.»[1]

اس طرح وصیت قرآن و سنت کے مطابق ہے اور قیامت تک کے ائمہ کی ذمہ داری کو اوصیاء کے سامنے بیان کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے؛ اور صرف یہی وصیت کی صحت کے لیے قطعی قرینہ کے طور پر ہے؛ کیونکہ وارد ہوئی روایات کا اخذ کرنے اور ان پر عمل کرنے کی کیفیت کے بارے میں، اھل بیت (ع) سے ایسا مفہوم وارد ہوا ہے: «جس چیز کے لیے قرآن میں کوئی گواہ مل جائے، اسے اخذ کریں. »

دوسرا قرینہ

روایت وصیت قابل اعتماد کتابوں میں سے ایک کتاب میں روایت ہوئی ہے؛ یعنی کتاب غیبت شیخ طوسی، رئیس طائفہ، حدیث میں اور اپنے طریقے اور رجال میں مفکر عالم سے، اس سے پہلے ان کا کلام اور گواہی ان کی کتابوں کی صحت کے بارے میں آپ کے سامنے پیش ہوگیا اور یہ کہ وہ نہ غیر معتبر روایت پر عمل کرتا ہے اور نہ ہی اس سے دلیل لاتا ہے. حر عاملی نے خاتمہ وسائل میں تصریح کیا ہے کہ کتاب غیبت شیخ طوسی ان کتب میں سے ہے جس پر اعتماد ہوتا ہے، اور اسی ترتیب سے روایت وصیت کی صحت، حتمی ہے؛ کیونکہ شیخ طوسی اپنی کتاب، «غیبت» میں، روایت وصیت سے ائمہ (ع) کی امامت پر دلیل لایا ہے؛ سب معترف ہیں کہ یہ کتاب، حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ مطمئن کتاب ہے جس پر اطمینان ہوتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں. شیخ طوسی روایت وصیت کو شیخ بزوفری ــ ثقہ جلیل ــ کی کتابوں میں سے ایک کتاب سے، احمد بن عبدون اور غضائری کے ذریعے روایت کی ہے، اور جیسے کہ آئے گا بزوفری کی کتابیں منجملہ قابل اعتماد کتابوں میں شمار ہوتے ہیں.

---

1 - کافی: ج1ص316.

تیسرا قرینہ

بہت ساری روایات، روایت وصیت کے مفہوم پر تصریح کرتی ہیں؛ ایسے کہ تواتر کی حد تک پہنچ چکے ہیں؛ کیونکہ بہت سارے صحیح روایات وارد ہوئے ہیں جو کہ امام مھدی (ع) کی ذریت کی تصریح کرتے ہیں اور میں صرف بعض روایات کو ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا؛ کیونکہ ان میں سے بہت ساری (روایات) کو کتاب «رد الحاسم» میں بیان کر چکا ہوں؛ اور ویسے ہی استاد ضیاء الزیدی نے اسے کتاب «المھدی والمھدیوں» میں جمع کیا ہے؛ جو فرد اس روایات کے بارے میں معلومات کرنا چاہتا ہے ان کتابوں کی طرف رجوع کریں.

1. ابو جعفر اور ابو عبداللہ (ع) سے صحیح روایت میں کوفہ کے ذکر میں آیا ہے: «... اس میں مسجد سھیل ہے؛ وہ مسجد جو کہ اللہ نے کوئی رسول کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ اس نے اس مسجد میں نماز پڑھی ہے، اور اللہ کے عدل اس (مسجد) سے ظاہر ہو جاتا ہے اور ان کا قائم اور ان کے بعد قائمان اسی میں ہوں گے، اور وہ نبیوں اور اوصیا اور صالحین کی منزل ہے.»

2. ابو بصیر سے موثق روایت میں وارد ہوا ہے، اس نے کہا: میں نے (امام صادق (ع)) جعفر بن محمد (ع) سے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا، آپ کے والد سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا: قائم کے بعد بارہ امام ہوں گے. پھر (امام) صادق (ع) نے فرمایا: «انھوں نے فرمایا بارہ مھدی اور نہیں فرمایا کہ بارہ امام؛ اما وہ شیعیوں کا ایک گروہ ہے جو کہ لوگوں کو ہماری موالات اور ہمارے حق کی معرفت کی طرف دعوت دیتے ہیں.»[1]

3. امام صادق (ع) سے روایت ہوئی ہے: «ہم میں سے قائم کے بعد بارہ مھدی حسین (ع) کے بیٹوں میں سے ہوں گے.»[2]

4. صحیح حدیث ابا حمزہ سے امام صادق (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ ایک طویل ارشاد میں انھوں نے فرمایا: «...اے ابا حمزہ، ہم میں سے قائم کے بعد گیارہ مھدی حسین کی نسل سے ہوں گے.»[3]

5. علی بن حسین (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «ہم میں سے قائم قیام کرے گا، پھر ان کے بعد بارہ مھدی ہوں گے.»[4]

---

1 - کمال الدین: ص358.

2 - بحارالانوار: ج53 ص148.

3 - غیبت طوسی: ص309؛ بحارالانوار: ج53 ص145.

4- شرح الاخبار: ج3 ص400.

6. امام رضا (ع) سے صحیح سند کے ساتھ وارد ہوئی دعا: «بارالہا اپنے ولی سے دفع کرو... بارالہا! ان اور ان کے اھل اور ان کے بیٹے اور ان کی نسل اور ان کی امت اور ان کے تمام لوگوں کو وہ چیز انہیں عطا فرما جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور نفس کی خوشحالی کا باعث بنے... بارالہا، ان کے والیان عہد اور ان کے بعد ائمہ پر درود بھیجو...»[1]

میرزای نوری نے کہاہے کہ یہ دعا متعدد معتبر صحیح سندوں سے روایت ہوئی ہے؛اس جہت سے کہاہے:

«علما کے ایک کثیر تعداد نے، منجملہ شیخ طوسی کتاب مصباح میں اور سید بن طاووس جمال الاسبوع میں اور دوسروں نے، معتبر صحیح سندوں سے یونس بن عبد الرحمان سے روایت کئے ہیں: (امام) رضا (ع) ہمیشہ اس دعا سے صاحب الامر کے لیے دعا کرنے پہ امر فرماتے تھے....»[2]

7. توقیع ضراب جو کہ امام مھدی (ع) سے وارد ہوا ہے، کہ اس میں انھوں نے فرمایا: «...بارالہا! ان اور ان کی نسل اور ان کے شیعہ اور ان کے لوگوں اور خواص اور نزدیکان اور مقربین اور عوام اور دشمنوں اور تمام دنیا والوں کو وہ چیز جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کی نفس کی خوشحال کا باعث بنے انہیں عطا فرما... امام (ع) کے اس کلام تک: ...اور درود بھیجو اپنے ولی اور ان کی والیان عہد اور ان کے بیٹوں میں سے ائمہ پر....»[3]

اور میرزای نوری اس توقیع کو ایسے وصف کیا ہے:

«اور یہ روایت شریف کچھ معتبر قدما کی کتابوں میں متعدد اسانید (سندیں) سے روایت ہوئی ہے... اور اس صلوات و دعا پڑھنے میں کسی بھی روایت میں وقت کا تعیین نہیں ہوا سوائے جو سید رضی الدین علی بن طاووس جماع الاسبوع میں ذکر کیا ہے، کہ اس کے بعد کہ جمعہ کا دن نماز عصر کے تعقیبات ماثورہ کو ذکر کیا، فرماتے ہیں: «...حتی اگر جمعہ کا دن تعقیب عصر کو کسی بہانے سے ترک کردے، تب بھی اس دعا کو کسی بھی وجہ سے ترک مت کرو، اس امر کی وجہ سے جو کہ اللہ جل وجلالہ ہمیں اس کے بارے میں معلوم کر دیا ہے.» اور اس کلام شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں ان کے لیے کوئی چیز صاحب الامر صلوات اللہ علیہ کیجانب سے حاصل ہوا ہے، اور

---

1 - مفاتیح الجنان: ص116.

2- النجم الثاقب: ج2 ص456.

3 - غیبت طوسی: ص186؛ جمال الاسبوع ابن طاووس: ص301.

یہ ان جناب کے لیے بعید نہیں؛ کیونکہ جیسے کہ وہ خود تصریح کرتا ہے امام مھدی(ع) کیجانب باب (دروازے) کھلا ہے.»[1]

اور بہت سارے دیگر روایات امام مھدی(ع) کی نسل پر تصریح کرتے ہیں اور یہ وہی وصیت کا مفاد ہے جو کہ بارہ امام اور امام مھدی کی نسل سے بارہ مھدی (ع) پر تصریح کرتے ہیں اور یہ معنی روایات میں تواتر معنوی کے حد سے گزر چکے ہیں اور یہ روایت کی صحت پر قطعی قرینہ ہے؛ بلکہ یہ اگر «ایک خبر» ضعیف بھی ہو اور کوئی صحیح السند خبر اسے اسی مفہوم سے تقویت کرے، تو اس ضعیف خبر کی صحت پر حکم دیا جاتا ہے؛ جیسے کہ شیخ طوسی اور دیگر علما اس نکتے کو صراحت سے بیان کئے ہیں اور حتی یہ ایک مشہور رائے ہے اور اس پر اتفاق رائے موجود ہے.

اسی ترتیب سے وصیت کی روایت، صحیح اور متواتر معنوی ہے، اور اس معدود لوگوں کی باتوں جن کی لگام شیاطین تھامے ہوئے ہیں اور انہیں (مطلب اس باتوں کو) روایات اھل بیت(ع) کو قبول نہ کرنے کے راستے اور وسیلے پر تبدیل کیا ہے، پر توجہ نہیں دے سکتے ہیں؛ وہی لوگ جو امام باقر(ع) سے وارد ہوئی صحیح روایت کے مطابق، ولایت اھل بیت(ع) سے کچھ اس طرح خارج ہو جائیں گے:

امام باقر(ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اللہ کی قسم سب سے زیادہ محبوب اصحاب میرے ہاں وہی ہیں جو ان میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور فہیم اور ہماری حدیث کو چھپانے والے ہیں، اور بے شک ان میں سے سب زیادہ برے اور مغضوب میرے ہاں وہ ہیں جو کہ ہماری حدیث سنتا ہے جو ہم سے منسوب ہے اور ہم سے روایت کی گئی ہے اور وہ اس میں تفکر نہیں کرتا، اس سے بیزار ہوتا ہے اور اس پر کافر ہوتا ہے اور اس فرد کو کافر سمجھتا ہے جو اس سے نزدیک ہوا ہے (اس حدیث کو قبول کرتا ہے)؛ جبکہ وہ کیا جانتا ہے شاید ہم سے کوئی کلام صادر ہوا ہے اور ہماری طرف استناد دیا جائے اور وہ اس وجہ سے ہماری ولایت سے خارج ہو جاتا ہے.»[2]

1-النجم الثاقب: ج2ص469.

2 - کافی: ج2ص223؛ سرائر: ج2ص591.

چوتھا قرینہ

متن وصیت سے کوئی معارض روایت کا موجود نہ ہونا؛ اور یہ قرینہ بھی - دیگر تمام چیزوں کا لحاظ کئے بغیر- قطعی قرینہ ہے. حر عاملی کتاب خاتمہ الوسائل میں قرائن کو بیان کرتے ہوئے اس قرینے کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے:

«اور منجملہ: معارض کا عدم وجود ہے؛ جو کہ یہ واضح قرینہ ہے، اور شیخ طوسی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع موجود ہے؛ کیونکہ اگر ایسا نہیں ہوتا تو اس کے لیے معارض نقل کرتے تھے اور وہ کچھ جگہوں میں اس نکتہ پر تصریح کیا ہے؛ منجملہ استبصار کی ابتدا میں؛ اور شہید کتاب «ذکری» میں اسے صدوق سے نقل کیا ہے اور قبول کیا ہے.»[1]

میں ہر شخص کو تحدی (چلنج) کرتا ہوں کہ صرف ایک قطعی الدلالہ روایت لائے جو کہ رسول اللہ (ص) کی شب وفات میں ان کی وصیت کی روایت سے تعارض رکھتا ہو.

پانچواں قرینہ

اس روایت میں تقیہ کا احتمال نہ ہونا. اگر روایت اصل مذہب کے مخالف اور دیگر مذاہب سے موافق ہو تو احتمال دیا جاتا ہے کہ امام (ع) اسے اپنے دشمنوں سے تقیہ کی رو سے فرمائی ہو؛ اما جب اصل مذہب سے موافق اور دیگر مذاہب کا مخالف ہو تو احتمال نفی ہوتا ہے.

واضح ہے کہ روایت وصیت نے تصریح کی ہے کہ امامت وخلافت رسول خدا (ص) کے بعد ان کے اھل بیت میں، ائمہ اور مہدیوں ہیں اور رسول خدا اس روایت میں، ائمہ کو ایک دوسرے کے بعد امام مھدی (ع) تک نام سے بیان فرمائے ہیں، پھر ان کی نسل جو ان کے بعد ہیں اور ان کے اولین کو بھی نام سے بیان فرمائے ہیں جو کہ «احمد» ہے؛ اور یہ رسول خدا (ص) اور ائمہ (ع) کے دور میں کسی بھی مذاہب سے موافق نہیں تھا؛ تو پھر قطعاً کسی بھی وجہ سے تقیہ سے صادر ہونے کا احتمال موجود ہی نہیں، اب جب یہ مضمون (تقیہ کا احتمال) باطل ہوا، تو اس کا صدور قطعی اور (سچے) مذاہب سے موافق ہے اور دسیوں روایت بھی اس مفہوم کی تصریح کرتے ہیں.

1- خاتمۃ الوسائل: ص 95.

حر عاملی قرائن بیان کرتے ہوئے، اس قرینہ پر تصریح کی ہے اور کہا ہے: «اور منجملہ، یہ احتمال موجود نہیں کہ خبر تقیہ کے لیے ہو؛ جیسے کہ بیان ہو چکا ہے.»[1]

چھٹا قرینہ

عقاید اھل سنت سے وصیت کا مخالف ہونا؛ کیونکہ جعل اور جھوٹی خبر اور تحریف کرنے کے مقاصد، خلافت کو امام علی (ع) اور ان کے بیٹوں سے دور کرنا اور بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کو مشروع بنانا تھا. حال اگر خبر کا مفہوم اس مقاصد کے خلاف ہو تو یہ دلالت کرے گا اس بات پر کہ روایت صحیح ہے اور احادیث کو جعل اور تحریف کرنے والوں کا ہاتھ اس میں دخل انداز نہیں ہوا ہے، کہ یہ خود کے مذاہب سے موافق اور خلافت رسول خدا (ص) میں علی (ع) اور ان کے بیٹوں کا حق مارنے کا باعث بنے. روایت وصیت، عقائد اھل سنت کے مد مقابل میں ہے اور حتی پہلے اور دوسرے اور حکومت بنی امیہ اور بنی عباس کے سامنے ایک انقلاب کی صورت میں ہے؛ کیونکہ اس میں، رسول خدا (ص) صراحت سے بیان فرماتے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد خلافت امیر المومنین (ع) کا حق ہے اور پھر ان کے بیٹوں کا، ایک دوسرے کے بعد قیامت کے دن تک، اور ائمہ (ع) کے اسما اور کنیت اور اوصاف کو صراحت سے بیان فرماتے ہیں.

تو پھر اللہ کی قسم کیا یہ عاقلانہ ہے کہ بنی امیہ یا بنی عباس کے پیروکار ایسی حدیث کو جعل کردیں جو خود کی عقیدہ کو اساس اور بنیاد سے تباہ کردے؟! اور لوگوں کے لیے واضح کریں کہ قطعی طور پر خلافت کو اپنے اھل سے جن پر رسول اللہ (ع) نے نص فرمائی ہے غصب کیے ہیں؟! اور یہ (تقیہ والا قول) یاوہ گوئی کے سوائے کچھ نہیں جو کہ صرف اسے سرزد ہوتا ہے جو جان کر جہالت اختیار کرتا ہے اور اپنے اس کام سے ضدیت کے اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ دن دہاڑے سورج کے وجود کا انکار کرتا ہے.

حال جب واضح ہوا کہ روایت وصیت عقاید اھل سنت سے مخالف ہے اور دیگر قرائن کو مد نظر رکھتے ہوئے، روایت وصیت سب سے زیادہ صحیح اور مضبوط روایات کے اقسام میں شمار ہوتی ہے اور ائمہ (ع) جو اھل سنت کے مخالف ہیں اس چیز کو اخذ (اور عمل) کرنے پر حکم فرمائے ہیں؛ اور در حقیقت پیشرفت، ان کی مخالفت کرنے میں

---

1 - وسائل الشیعہ (آل البیت): ج30 ص246.

ہے؛ ان (ع) سے روایت ہوئی ہے: «چھوڑ دو جو اس قوم سے موافقت رکھتا ہے؛ کیونکہ پیشرفت اور ہدایت ان کی مخالفت کرنے سے ملتی ہے.»[1]

حتیٰ اگر ایک روایت اھل سنت سے وارد ہوئی ہے اور ان کے عقائد سے مخالف ہو یا ائمہ (ع) کے فضائل کی حامل ہو، اسے اخذ کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور یہ قرینہ خبر کی صحت کے لیے ہے؛ جیسے کہ شیخ طوسی نے بیان کیا ہے- اور ان کے کلام پہلے پیش ہو گیا —اور حر عاملی بھی وسائل الشیعہ میں؛ جہاں وہ کہتے ہیں: «منجملہ یہ کہ راوی اس روایت میں ملزم نہ ہو اور روایت کو (اھل سنت کی) اعتقاد سے موافق نہ ہونے کی دلیل سے، یا اس طرح کے مسائل میں، (اس روایت پر عمل ہوتا ہے). اھل سنت کیجانب سے روایت اس موضوع سے کہ ائمہ پر تصریح یا ان کے معجزات یا فضائل کا ذکر ہوتا ہے بھی اس باب میں ہے؛ کیونکہ اھل سنت اس روایات کی نسبت ثقہ، لیکن ان کے علاوہ کی نسبت ضعیف محسوب ہوتے ہیں.»[2]

نتیجتا حتیٰ اگر تمام وصیت کے راویان اھل سنت اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھتے ہوں، تو اس روایت میں ثقہ شمار کیا جاتا ہے؛ کیونکہ اس روایت کا مواد، ائمہ پر نص — ایک دوسرے کے بعد —ہے اور یہ مکمل طور پر تمام اھل سنت کے مذاہب کی مخالفت ہے... حال اس کے بعد، کیا اس شخص کے لیے جو سند وصیت کے رجال میں بحث کرنا چاہتا ہے کوئی بہانہ باقی رہتا ہے؟ یہ وہی حدیث کے قواعد آپ کے نقطہ نظر سے ہے، اور یہ آپ کے بزرگ علما کی رائے ہے جو کہ صراحت سے بیان کرتے ہیں کہ وہ روایات جو آل محمد کے حق کی ضمانت کرتے ہیں وہ صحیح ہیں، اس کے سند سے صرف نظر کرتے ہوئے؛ اور اللہ اس آنکھ کو نابینا بنادے جو کہ روشن دن میں نہیں دیکھتی!

ساتواں قرینہ

بعض بزرگ علما اور محدثین کا روایت وصیت سے استدلال، اس کا معتبر ہونا اور اس پر اعتماد کی صحت پر دلالت کرتا ہے؛ کیونکہ اگر روایت وصیت ضعیف ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ یہ بزرگ علما اس پر استدلال کریں۔ منجملہ یہ بزرگ علما، شیخ طوسی، کتاب غیبت کا صاحب ہے —جیسا کہ ذکر ہوا—اور محدث میرزای نوری کتاب النجم الثاقب

---

1 - کافی: ج1 ص23.

2 - خاتمۃ وسائل: ص95.

میں امام مھدی (ع) کی ذریت پر استدلال کرتے وقت، روایت وصیت سے استدلال کرتا ہے اور اسے اس بات پر کہ اس کی سند معتبر ہے وصف کرتا ہے؛ جہاں اس نے کہا:

«شیخ طوسی نے معتبر سند کے ساتھ امام صادق (ع) سے وہ خبر روایت کی ہے جس میں رسول اللہ (ص) کی وصیت کا وہ حصے ہے جو انھوں نے امیر المومنین (ع) کو اپنی شب وفات میں ذکر کیا اور منجملہ اس روایت کے جملات یہ ہیں کہ انھوں نے فرمایا: پھر جب ان کی وفات کا وقت آپہنچے تو اسے اپنے بیٹے اولین مقربین کے حوالے کردیں... الی آخر.»[1]

اور جیسا کہ پیش کیا گیا، قرائن کے طریقے سے معتبر روایت، روایت صحیح السند سے زیادہ مضبوط ہے، اور حتی جب ایک قرائن سے محفوف معتبر روایت، روایت صحیح السند سے تعارض رکھتا ہو، تو وہ خبر جس کی سچائی پر قرائن دلالت کرتے ہیں کو مقدم شمار کیا جاتا ہے؛ اس احتمال کی وجہ سے کہ روایت صحیح السند کبھی غلطی سے دوچار ہوتی ہے یا اس کے بعض رجال کسی قصد اور غرض سے سہو سے دوچار ہوتے ہیں، اور یہ کوئی خلل ان کی عدالت اور وثاقت میں وارد نہیں کرتا ہے؛ نتیجتاً ایسی روایت، «حدیث صحیح السند غیر معتبر المتن: صحیح سند کے ساتھ حدیث لیکن غیر معتبر متن سے» ہوتی ہے، اور یہ واضح ہے اور مزید تشریح کرنے کی ضرورت نہیں. پہلے شیخ جعفر سبحانی کے کلام اس بارے میں پیش ہو گیا؛ رجوع کر سکتے ہیں.

منجملہ افراد سے جو اس روایت پر استدلال کئے ہیں سید شہید صدر ہے کتاب ہماری تاریخ ما بعد الظہور صفحہ 640 میں ہے. ان کا ایک لمبے کلام امام مھدی (ع) کی نسل کے اثبات پر استدلال کرنے میں ہے، اور یہ کہ وہ اپنے والد کے بعد حکمران ہوں گے....

اور جو شخص تفصیلات کے بارے میں معلومات کرنا چاہے تو اس مذکور کتاب کی طرف رجوع کرے.

منجملہ علماء سے جو کہ روایت وصیت کے مواد کی صحت پر قائل ہوئے ہیں سید مرتضی ہے جہاں اپنے جوابات میں کسی ایک میں کہتا ہے:

«ہم امام مھدی (ع) کی شہادت کے بعد تکلیف ساقط ہونے پر قطع و یقین نہیں رکھتے ہیں؛ بلکہ جائز ہے ان (ع) کی شہادت کے بعد کچھ افراد باقی رہے جو کہ دین اور اس کے اھل کے مصالح کی ذمہ داری اٹھائے؛ اور یہ

1 - نجم الثاقب: ج 2 ص 72.

بات ہمیں اثنا عشری کہنے سے خارج نہیں کرتا ہے؛ کیونکہ ہم مکلّف ہیں کہ ان کی امامت کی معرفت حاصل کریں، اور یہ قاطع بیان سے واضح ہو گیا، پھر ہم اسی ترتیب سے اپنے غیر سے جدا ہو گئے.»[1]

اور ایسی طرح مستدرک سفینۃ البحار کے مصنف، شیخ علی نمازی نے اس روایت پر جو کہ قائم (ع) کی نسل سے مہدیوں کا ذکر کرتا ہے تعلیق (حاشیہ) لکھا ہے؛ جہاں وہ کہتا ہے:

«یہ ابو حمزہ کی روایت اور روایت منتخب البصائر کے مقصد کو روشن کرنے والا ہے، اس اور دیگر روایات میں جو کہ دلالت کرتے ہیں کہ امام قائم (ع) کے بعد بارہ مھدی ہوں گے اور یہ کہ وہ مھدیوں قائم کے اوصیاء میں سے ہیں اور ان کے امر پہ قائمان ہیں کہ زمان حجت سے خالی نہ رہے، اس میں کوئی اشکال موجود نہیں.»[2]

اور شہید سید محمد باقر صدر بھی کتاب «المجتمع الفرعونی» میں ایسے لکھتا ہے؛ وہ کتاب جو مشتمل ہے اس جلسات کے تقریر پر جسے تدریس کر رہا تھا؛ جہاں انھوں نے کہا ہے:

« ... پھر ان کے بعد – یعنی مھدی (ع) – بارہ خلیفہ آئیں گے وہ ان طریقوں سے لوگوں کے درمیان برتاؤ کریں گے جو کہ حجت مھدی (ع) کے ماتحت وضع ہوتے ہیں، اور اس بارہ خلیفہ کی ولایت کے دوران، معاشرہ تیز رفتار سے تکامل و ترقی کی طرف گامزن ہو گا....»[3]

یہ قرینہ دیگر قرائن کے ساتھ، وصیت کی صحت کی نسبت قطع و یقین کا باعث بنتا ہے اور یہ کہ روایت وصیت، ایک معتبر روایت ہے اور کوئی بھی فرد اس میں شک و تردید نہیں کر سکتا ہے سوائے پہلے اور دوسرے کے پیروکاروں کے جو کہ وصیت کی تحریر پر حضور (ص) کی وفات والی رات میں اعتراض رکھتے تھے، اور دوسرا نے کہا: «اللہ کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے؛ بے شک محمد ہذیان کہہ رہا ہے!» اور آنحضرت کی مقدس ساحت سے یہ چیز دور ہو خواہ کل یا خواہ آج، کہ وہ ہذیان کہیں یا ان کے کلام اس مصداق کے علاوہ منطبق ہو جائیں جیسے انھوں نے ارادے کیے ہیں; اللہ تعالی فرماتا ہے: (وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى) (اور (اے رسول) جب آپ کنکریاں پھینک رہے تھے اس وقت آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے کنکریاں پھینکی تھیں).

---

1 - بحار الانوار: ج53 ص148.

2 - مستدرک سفینۃ البحار: ج10 ص 517.

3 - المجتمع الفرعونی: ص175.

تیسرے مبحث کے سوالات

س 1. صحت صدور وصیت کے قرائن کو گنوایئے.

س2. منجملہ صحت صدور کے قرائن میں سے، قرآن سے موافق ہونا ہے. کیسے وصیت قرآن سے موافق ہے؟ تشریح کیجئیے.

س3. منجملہ صحت صدور کے قرائن میں سے، وصیت کے لیے معارض کا عدم وجود ہے. تشریح کیجیئے.

س4. تقیہ کا احتمال نہ ہونا، صحت صدور کے قرینہ ہے. کیوں روایت وصیت میں تقیہ کا احتمال موجود نہیں؟

س5. منجملہ چیزوں سے جو کہ صحت صدور وصیت کا باعث بنتا ہے، اھل سنت سے اس کی مخالفت ہے. اس نکتے کی تشریح کیجیئے.

چوتھا مبحث: دوسرے بیان میں صدور وصیت کا اثبات

کتاب «وصیت مقدس، گمراہی سے بچانے والی تحریر» میں، جس کے مصنف سید احمد الحسن (ع) ہیں، حضور (ص) کی وفات والی رات میں وصیت کے صدور کے اثبات میں تشریح آئی ہے. جس کا متن آپ کے حضور میں پیش ہو جاتا ہے:

وصیت وہ تحریر ہے جو کہ حضور (ص) نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اللہ تعالی کے فرمان سے تبعیت کرتے ہوئے لکھے ہیں «كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ»[1] (تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آ جائے تو اگر وہ کچھ خیر (اور نیکی) چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے نیک وصیت کر دے یہ (وصیت کرنا صاحبان تقوی پر ایک حق ہے) اور (حضور (ص)) اس وصیت کو اس فرد کے لیے جو اس کو تھام لے، ابد تک، گمراہی سے بچانے پہ وصف کرتے ہیں. تاکید کرتا ہوں، اپنی زندگی کے آخری لمحات؛ اس نقطہ نظر سے کہ وہ رسول ہیں جو ان کو وحی ہوتا ہے جو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بیان فرماتے ہیں، ان کی رسالت کا خلاصہ اور ان کے بعد دین کو حفظ کرنے کا وسیلہ ہے. ابھی کیا سوچ رہے ہیں، جبکہ آپ (ص) سخت بیماری میں اور زہر کے درد سے جو ان کے جگر کو ٹکرے ٹکرے کیا تھا (پھر بھی) ان کا یہ اہتمام تھا تا اس تحریر کو لکھے اور اس کو «گمراہی سے بچانے والی وصیت» پہ توصیف کرے؟! اس تحریر کی اہمیت اس حد تک ہے کہ اللہ سبحانہ تعالی نے محمد (ص) کو رحم فرماتا ہے یہاں تک کہ عبادت کی فزونی سے جو ان کی جسم کو سخت تکلیف پہنچا ہے ان کو خطاب کرتا ہے «طه مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْءَانَ لِتَشْقَى»[2] (طه، ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں نازل کیا ہے کہ آپ مشقت میں پڑ جاؤ) جس طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ خدای سبحان اس شدت رحمت کے ساتھ جو محمد (ص) پر مبذول فرماتا ہے اور ان پر بہت مہربان ہے لیکن ان کی زندگی کے آخری لمحات میں، ان کو فرمان دیتا ہے کہ ایسی تحریر لکھے اور سب

---

1 - بقرہ، 180.

2 - سورہ طہ، 1-2.

کے سامنے اس کو ایسے وصف کرے: «گمراہی سے بچانے والی تحریر» اس کے باوجود کہ زہر کی وجہ سے ان کو شدید تکلیف کا سامنا ہو رہا ہے اور زہر کا اثر ان کے جسم میں موجود ہے اور ان کے جگر کو ٹکرے ٹکرے کیا ہے.[1]

یہ ان بعض روایات میں سے ہیں. جو کہ حضور (ص)، وصیت کی تحریر کو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں، گمراہی سے بچانے والی پہ وصف کرتے ہیں۔ جمعرات کا دن آپ (ص) چاہتے تھے سب امتی کے لیے وصیت کو لکھے اور چاہتے تھے تمام لوگوں کو اس پر گواہ کے طور پر لے، لیکن کسی گروہ نے ان کو روکا اور ان کے عقلانی طاقت پر طعنہ لگایا اور کہنے لگا: آپ (ص) ھذیان کہتے ہیں (یعنی ھذیان کہہ رہے اور نہیں جانتے کیا کہہ رہے ہیں). آپ (ص) نے ان لوگوں کو طرد کیے (دفع کیے) اور رسول اللہ (ص) جمعرات کے بعد سے لیکر اپنے وفات کا دن جو کہ پیر تھا، زندہ تھے. جس رات میں ان کی وفات ہو گئی. آپ (ص) نے وصیت لکھ دیئے اور علی (ع) کے ذریعہ املا فرمایا اور کچھ صحابہ کو اس پر گواہ کے طور پر لیے جو کہ جمعرات میں اس (وصیت) کو تحریر کرنے کو تایید کیے.

اھل سنت کی کتابوں میں

ابن عباس کہتا ہے: «جمعرات کا دن اور کیا جمعرات کا دن تھا! آپ (ص) سخت تکلیف میں تھے (اور) آپ نے فرمایا: «میرے لیے (قلم اور کاغذ) لے کر آیئے تاکہ آپ کے لیے ایسی تحریر لکھ دوں جو اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو جائے» (ان لوگوں نے) جھگڑا کیے اور حضور (ص) کے ہاں نزاع (جھگڑا) جائز نہیں. کہنے لگے: پیغمبر (ص) کو کیا ہوا. کیا ھذیان کہہ رہے ہیں؟! سوال کی طرح پوچھ رہے تھے (آپ (ص) نے) فرمایا: «مجھے تنہا چھوڑ دو جس حالت میں ہوں، بہتر ہے اس سے جو تم لوگ مجھے کہتے ہو. تم لوگ کو تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں: مشرکین کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دیں، اجنبی گروہوں سے جس طرح میں پذیرائی کرتا تھا، (ویسے ہی) پذیرائی کریں اور ...» کہا: تیسرے کو نہیں بیان فرمایا، یا کہ مجھے بول گیا»[2]

---

1 - کلینی روایت کرتا ہے: امام صادق (ع) نے فرمایا: «ایک یہودی عورت زہر آلود بازو (بکرا کا) حضور (ص) کو پیش کیا. آپ (ص) بازو اور کتف (کے گوشت) کو پسند فرماتا تھے اور ران کے اوپر والے گوشت کو پیشاپ کی جگہ سے نزدیک ہونے کی وجہ سے پسند نہیں فرماتے تھے» کافی، ج6، ص 315.

بخاری کہتا ہے: ...انس بن مالک کہتا ہے: یہودی عورت، زہر آلود بکرا حضور (ص) کے سامنے پیش کیا آپ (ص) نے تناول فرمایا. آپ (ص) سے کہا گیا؛ کیا اس (عورت) کو مار ڈالے. آپ (ص) نے فرمایا: «نہیں...» صحیح بخاری، ج3، ص 141.

شیخ مفید حضور (ص) کے بارے میں کہتا ہے. مدینہ میں آپ ((ص)) مسموم ہو کر رحلت فرمایا، پیر کا دن، صفر (کا مہینہ) سے دو راتیں باقی تھیں. المقنعہ، ص456 اور علامہ حلی اسی طرح کتاب المنتھی، ج2، ص 887 میں بیان کیا ہے.

2 - صحیح بخاری، ج4، ص4168.

ابن عباس کہتا ہے: جمعرات کا دن اور کیا جمعرات تھا! اس کے بعد، ان کی آنسو بہنے لگے جس طرح ان کے رخسار پر موتی کے دانوں کی طرح گرنے لگے. (ابن عباس) کہتا ہے: آپ (ص) نے فرمایا: «میرے لیے کتف اور دوات (لوح اور سیاہی) لے کر آیئے تا کہ آپ لوگوں کے لیے ایسی تحریر لکھ دوں تا کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو جائے.» ان لوگوں نے کہا: «رسول اللہ ھذیان کہہ رہے ہیں»[1]

شیعہ کتابوں میں

سلیم بن قیس کہتا ہے: «سلمان سے سنا ہے، انھوں نے کہا: «علی (ع) سے سنا ہے اس کے بعد کہ وہ آدمی اس بات کو کہا اور رسول اللہ (ص) غصہ ہوگئے اور کتف (کاغذ) کو پھینک دیئے: «کیا رسول اللہ (ص) سے اس بات کے بارے میں جو کاغذ میں لکھنا چاہتے تھے سوال نہ کریں؟! وہ بات جو اگر لکھتے کوئی بھی شخص گمراہ نہ ہوتے اور دو افراد آپس میں اختلاف نہ کرتے...!»»[2]

سلیم بن قیس ھلالی کہتا ہے: امام علی (ع) نے فرمایا: «اے طلحہ! کیا تم گواہ نہیں تھے جب رسول اللہ (ص) نے کتف مانگے تا کہ اس میں کچھ لکھے تا کہ امت گمراہ نہ ہو جائے اور باہمی اختلاف نہ کریں، تمہارا دوست نے وہ بات کہہ دیا: پیغمبر خدا ھذیان کہہ رہا ہے. رسول اللہ (ص) غصہ ہوگئے...»[3]

سلیم بن قیس کہتا ہے: علی (ع) ایک لمبی حدیث جس میں مہاجرین اور انصار کے افتخارات ان کے مناقب اور فضائل کے نسبت ذکر ہیں. طلحہ کو فرماتے ہیں: «اے طلحہ! کیا تم رسول اللہ (ص) پر گواہ نہیں تھے جب آنحضرت ہم سے کتف مانگے تھے تا کہ اس میں ایسی بات لکھے جس سے امت گمراہ نہ ہونے کا باعث ہو اور (آپس میں) اختلاف نہ کریں، لیکن تمہارا دوست نے وہ بات کہہ دیا، (اس نے کہا) رسول اللہ (ص) ھذیان کہہ رہے ہیں. رسول اللہ (ص) غصہ ہوگئے اور وہ (تحریر) ترک کیے» (طلحہ نے) جواب دیا: جی ہاں میں گواہ تھا).[4]

---

1 - صحیح مسلم، کتاب الوصیت.
2 - کتاب سلیم بن قیس، ص398.
3 - کتاب سلیم بن قیس، ص311.
4 - غیبت نعمانی، ص81.

کتاب شیخ طوسی میں، واحد متن جو کہ گمراہی سے بچانے والی تحریر کے بارے میں روایت کی گئی ہے، موجود ہے وہی تحریر جو کہ رسول اللہ (ص) چاہتے تھے اسے لکھے؛ وہی تحریر جو کہ اہل سنت کی صحیح ترین کتابوں میں مثلاً بخاری اور مسلم میں موجود ہے آل محمد (ع) وصیت کو محمد رسول اللہ (ص) سے بیان فرمائے ہیں:
یہ کے حضور (ص) اس وصیت کو ابد تک گمراہی سے بچانے والی (وصیت) پہ وصف فرمایا، ممکن نہیں کہ کوئی باطل فرد وصیت کا ادعا کر سکے. جو بھی شخص کہے: وصیت کا ادعا کرنا باطل (مدعیوں) کی طرف سے ممکن ہے تو وہ فرد اللہ سبحان کو اس تحریر کی حفاظت کرنے پر عاجز (ناتواں) تصور کرتے ہیں جو کہ وہ اس (تحریر) کو ان افراد کے لیے جو اس سے تمسک کرے، گمراہی سے بچانے والی شمار کیا ہے! یا کہ اللہ پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا ہے کیونکہ اللہ تعالی اس تحریر کو ابد تک گمراہی سے بچانے والی تحریر پہ وصف کی ہے اور اگر (باطل) شخص وصیت کا ادعا کر سکے یہ تحریر گمراہی سے نہیں بچائے گی!! اور یا اللہ کو نادان ہونے پر متہم کیا ہے کیونکہ اللہ تعالی وصیت کو ایسی صفت پہ وصف کی ہے جو کہ اس پر منطبق نہیں اور اللہ اس کے نسبت نادان ہے! اللہ سبحان اس خصوصیات سے دور ہے اور اللہ تعالی بہت بلند مرتبہ ہے، اس باتوں سے جو یہ جاہل لوگ کہتے ہیں. (تعالى الله عما يقولون الجاهلون علواً كبيراً).

نتیجتاً، اللہ دانا، توانا، سچا، حکیم مطلق سبحان کو چاہیے اس نص کو، جو کہ ہر فرد اس سے تمسک کرے ان کو گمراہی سے بچانے پہ وصف کی ہے، باطل افراد کے ادعا سے بچالے. اس وقت تک کہ اس کا (اصلی) صاحب، اس کا ادعا کرے اور نص کا مقصد محقق ہو جائے (پورا ہو جائے)؛ اس کے علاوہ اللہ تعالی، نادان، ناتوان یا جھوٹ بولنے والا فریب کار ہے اور وہ افراد جو کہ ان کے کلام کے ذریعہ اس (وصیت) پر تمسک کیے ہیں ان کو باطل کی تبعیت کرنے کا باعث بنا ہے. ممکن نہیں کہ اللہ سبحان نادان یا ناتوان ہو کیونکہ وہ دانا و توانای مطلق ہے اور ممکن نہیں کہ اللہ سبحان و تعالی سے جھوٹ سرزد ہو جائے کیونکہ وہ سچا اور حکیم ہے اور ان کو جھوٹے نہیں قرار دے سکتے وگرنہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے کلام پہ اعتماد نہیں کر سکتے اور دین نابود ہو جائے گا.

زمین پر خلیفہ خدا کا نص ان کے بعد والا فرد کی نسبت جو کہ اس (نص) کو ان افراد کے لیے جو اس سے تمسک کرے ان کو گمراہی سے بچانے پہ وصف کی ہے اور یہ ایک نص الہی[1] ہے (اس نص کو) چاہیے اللہ تعالی کی جانب سے، باطل اور جھوٹے افراد کے ادعا کرنے سے محفوظ رہے، تا کہ اس کا (اصلی) صاحب اس کا ادعا کرے، و گرنہ باطل (مدعی) کی تبعیت کرنے کے امکان ہونے کا سبب، یہ مکلفین کے لیے جھوٹ اور فریب شمار کیا جاتا ہے اور یہ (تحریر) دانا سچا اور توانائے حکیم مطلق سبحان سے صادر نہیں ہوتا.

اگر کوئی انسان جو کہ غیب اور امور کے عاقبت کے بارے میں دانا ہو اور وہ آپ سے کہے: اگر پانی پینا چاہتے ہو تو یہاں سے پیو اور میں ضمانت کرتا ہوں کہ کبھی یہاں زہر نہیں ہے؛ پھر اگر آپ وہیں پہ زہر آلود پانی پیو گے تو وہ ضامن فرد کیسے آدمی ہوگا؟ کیا وہ نادان ہے یا کے بنیاد سے وہ جھوٹا ہے یا ضمانت دینے سے ناتوان ہے یا وعدہ خلافی کیا ہے! کیا جو فرد اللہ تعالی پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ کو نادانی، جھوٹ بولنے، ناتوانی یا خلف وعدہ کرنے پہ وصف کر سکتا ہے؟! اللہ تعالی ان باتوں سے بہت بالاتر ہے (تعالى الله عن ذلك علواً كبيراً)

اللہ تعالی قرآن میں اور روایات جو ان (اہل بیت) (ع) سے صادر ہوئی ہیں، نص الہی سے حفاظت کا ذمہ لیا ہے تا کہ اہل باطل اس کا ادعا نہ کر سکے. اھل باطل ادعاے نص سے دور ہوں گے. یہ نا ممکن بات ہے جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: «وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ»[2] (اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے)

---

1 - نص پیغمبر (ص) اس فرد پر جو ان کے جانشین ہوتا ہے صرف اللہ سبحان کے فرمان پر ہے: اس سے قبل والی روایت جو کہ کافی سے نقل ہوئی حضور (ص) کے کلام حارث بن عمرو کو (جو انھوں نے فرمایا): «لَيْسَ ذلِكَ إِلَيَّ، ذلِكَ إِلَى اللّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالى» (یہ مسئلہ میرے اختیار پہ نہیں یہ اللہ تبارک و تعالی کے اختیار پہ ہے) اللہ تعالی اپنے رسول کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: «وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى ۞ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى» (اور وہ اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا ہے اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے) کلینی روایت نقل کرتے ہیں- 2- ... عمرو بن الاشعث نے کہا: « سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ (ع) يَقُولُ «أَ تَرَوْنَ الْمُوصِيَ مِنَّا يُوصِي إِلَى مَنْ يُرِيدُ لَا وَ اللّهِ وَ لَكِنَّهُ عَهْدٌ مِنْ رَسُولِ اللّهِ (ص) رَجُلٌ فَرَجُلٌ حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى صَاحِبِهِ» (امام صادق (ع) فرماتے ہیں: «کیا تم سوچتے ہو ہم میں سے جو وصیت کرتا ہے جس شخص کو خود چاہتے ہیں اس پہ وصیت کرتا ہے؟! خدا کی قسم نہیں یہ ایک عہد ہے اللہ اور رسول سے تا کہ یہ امر ان کے صاحب تک پہنچے». کافی، ج 1، ص 287.

2 - حاقہ، 44-46.

«تقوّل» (جھوٹ باندھنا) اللہ پہ ہمیشہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالی اس سے نہیں روکا، اور ضروری بھی نہیں کہ اللہ تعالی اس فرد کو یہ «بولنے» کے بعد فوراًھلاک کرے، بلکہ اللہ سبحان اس کو مہلت دیتاہے اور یہ بات اس افراد کے لیے واضح ہے جو کہ ان دعوتوں کو دیکھ رہے ہیں جن کا باطل ہونا واضح ہے (مثلاً دعوت مسیلمہ) قطعی طور پر آیہ سے مراد صرف «تقول» (کہنا) نہیں بلکہ «تقول» (اور جھوٹ باندھنا) اللہ پہ، «تقوّل» کاایک صورت ہے کہ کوئی فرد کلام الہی کا ادعا کرے جس پر دلیل آیا ہوا ہے: یہاں پر قطعاًاللہ تعالی اس (کام) کو دیکھ بال کرے گا تا کہ کلام الہی جس پر دلیل آیا ہوا ہے، اس کی حمایت ہو جائے اور یہ وہی نص ہے جو کہ خلیفہ خدااس کو (لوگوں تک) پہنچائے گا تا کہ خود کے بعد آنے والا خلیفہ کی پہچان ہو جائے. اور اس کو گمراہی سے بچانے والی یہ وصف کرتا ہے. نص سے حمایت کے لیے اللہ سبحان کا دخالت نہ کرنا، حکمت کے خلاف ہے، اس کلام یا نص کی مانند: وصیت عیسی (ع) حضور (ص) کو اور محمد رسول اللہ (ص) کی وصیت اماموں اور مھدیین کو ہیں.[1]

آیہ بتارہی ہے کہ اس قسم کا «تقوّل» (ادعا)، ممتنع (ناممکن) ہے اور نتیجتاً نص ان کے صاحب کے لیے محفوظ ہے اور اس کے علاوہ کوئی فرد اس کا ادعا نہیں کرتا ہے. کچھ روایات موجود ہیں جو واضح کرتی ہیں کہ یہ آیہ، خلفای الہی پر نص الہی کے بارے میں مختص ہے. یہ نص الہی ہے جو کہ اللہ تعالی کو اسے محفوظ رکھنا چاہیے تا کہ اپنے صاحب کو ملے، اور یہ وہ نص الہی ہے جو کہ ہر قسم کی مداخلت سے محفوظ ہے جو اس پر اثر انداز ہو سکتا ہے. اگرچہ یہ مداخلت اس وصیت کو اُس خلیفہ کو منتقل ہونے کے مرحلہ میں ہو جس کو یہ وصیت ملتی ہے یا اس مرحلہ یا مراحل میں ہو جس میں (وصیت) اس خلیفہ کو ملتی ہے جو اس کو ادعا کرتا ہے.[2]

---

1 -اسی وجہ سے حضور (ص) اس وصیت کو گمراہی سے بچانے والی تحریر پہ وصف کی ہے اس فرد کے لیے جو اس کو تھام لے حق تعالی، محمد (ص) پہ وصیت عیسی (ع) کو بیان کئے گئے دلائل میں سے واضح دلیل شمار کیا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے: «وَ إِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبَنىِ إِسْرَءِيلَ إِنىّ‌ِ رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكمُ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَينْ‌َ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرَئةِ وَ مُبَشِّرَا بِرَسُولٍ يَأْتىِ مِن بَعْدِى اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُواْ هَاذَا سِحْرٌ مُّبِين» (صف، 6) ؛ (اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم (س) کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کے اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد (ع) ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں۔ (پھر) جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے). اس صورت میں کہ اگر باطل مدعی وصیت کا ادعا کر سکتا ہے، تو پھر وصیت ایک واضح دلیل اللہ کی جانب سے نہیں ہوگا.

2 - لیکن نص کا محفوظ کرنا، اس وصیت کو اس خلیفہ پہ منتقل ہونے کے مرحلہ میں جس کو وصیت ملتی ہے مثلاً انتقال وصیت محمد (ص) خدا کی جانب سے عیسی (ع) کو، یا علی اور ان کے پاک اولاد کو وصیت منتقل ہونا، خدا کی جانب سے محمد (ص) کو لیکن نص کا محفوظ کرنا اس خلیفہ کو پہنچنے کے مرحلہ میں جو اس (وصیت) کا ادعا کرتا ہے، کبھی یہ ایک مرحلہ میں طی پاتا ہے مثلاً وصیت رسول اللہ (ص) حضرت علی (ع) کو پہنچنے کا اور کبھی متعدد (ایک

ایسی روایات موجود ہیں جو کہ یہ حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ اس آیہ میں یہ «تقوّل» نص الٰہی کے بارے میں ہے:

محمد بن فضیل ابو الحسن (ع) سے روایت کرتا ہے: اللہ عزوجل کے کلام کے بارے میں پوچھا: «وہ چاہتے ہیں اللہ کے نور کو اپنی منہ سے بجھادے» انھوں نے فرمایا: «وہ چاہتے ہیں ولایت امیر المومنین (ع) کو اپنی منہ سے بجھادے» میں نے عرض کیا: اور اللہ اپنے نور کو تکمیل کرے گا. انھوں نے فرمایا: «اللہ تعالیٰ نور امامت کو تکمیل کرے گا...» میں نے عرض کیا: اللہ کے کلام «إِنّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيم» (کہ یہ قرآن فرشتہ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے) انھوں نے فرمایا: «یعنی جبرئیل، اللہ کے جانب سے، ولایت علی (ع) کے بارے میں» (راوی) کہتا ہے: میں نے عرض کیا: «وَ ما هُوَ بِقَوْلِ شاعِرٍ قَلِيلًا ما تُؤْمِنُون» (اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں، مگر تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو) انھوں نے فرمایا: «ان لوگوں نے کہا: محمد اپنے رب پہ جھوٹ باندھتا ہے اور اللہ ان کو علی کے بارے میں اس بات پر امر نہیں کیا، اسی وجہ سے (ان کے لیے) اللہ تعالیٰ (اس آیہ) قرآن کو بھیجا» انھوں نے فرمایا: «ولایتِ علی، رب عالمین کی طرف سے ہے اور اگر محمد (ص) ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے، تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے» [1]

جیسے کہ امام صادق (ع) فرماتے ہیں: «اس امر کو اس کے صاحب کے علاوہ کوئی اور ادعا نہیں کرے گا مگر یہ کہ اس کی عمر کم ہوئے گی» [1]

باطل فرد کو وصیت الٰہی کی ادعا کرنے سے روکا گیا ہے؛ وہ وصیت جس کا وصف یہ ہے کہ جو بھی شخص اسے تھام لے وہ گمراہ نہیں ہوگا؛ باطل فرد کی ادعا کرنا اس کی ھلاکت کا سبب بنے گا، اس سے پہلے کہ اس ادعا کو لوگوں کے لیے ظاہر کرے، کیونکہ اس (باطل فرد) کو مہلت دینا تا کہ وصیت کا مدعی بنے، یہ اس (وصیت بھیجنے والے) کی نادانی، ناتوانی (عجز) اور کذب پر دلیل ہے کیونکہ (یہ فرد) لوگوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ اس وصیت کو تھامنے سے گمراہی سے بچتے ہیں اور یہ وہ بات ہے جو کہ (اللہ) حق مطلق سبحان کے لیے محال ہے، اور اسی وجہ سے اللہ

سے زیادہ) مرحلہ سے گزرتا ہے مثلاً مھدی اول (احمد) کو (وصیت) پہنچنا یا وصیت عیسی (ع) حضور (ص) کی نسبت حضور (ص) تک پہنچنے تک اور نص الٰہی کی حفاظت ان تمام حالات اور مرحلوں میں برقرار ہے.

1 - کافی: ج1، ص343.

1 - کافی، کلینی، ج1، ص372.

تعالی فرماتا ہے: «لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۞ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ » (تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے) اور امام صادق (ع) فرماتے ہیں: «اللہ اس کی عمر کو کم کرے گا»

مزید روشنی ڈالنے کے لیے کہتا ہوں: یہ آیہ بیان کیے گئے استدلال عقلی پر منطبق ہے؛ یہ کہ (اس وصیت کو) ادعا کرنا محال ہے اور (بالکل) ممکن نہیں. اللہ تعالی کے کلام «وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۞ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۞ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ» (اور اگر محمد ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے) اس کا مطلب یہ ہے (اللہ تعالی کے ذریعہ) ھلاک ہونا ناگزیر ہے؛ یعنی اگر وہ «تقول کرے» (ادعا کرے) ھلاک ہو جائے گا.[1] اس آیہ کا مخاطب وہ افراد ہیں جنھوں نے محمد (ص) اور قرآن پر ایمان نہیں لایا. اس لیے اس آیہ میں، اس کلام سے استدلال کرنا اس دلیل سے نہیں کہ یہ اللہ کے کلام ہے کیونکہ وہ لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، بلکہ آیہ کے مضموں سے استدلال کرنا (مقصد) ہے. یعنی عقلی لحاظ سے اس مطلب سے استدلال کرنا جو ان کے لیے ثابت ہو چکا ہے؟ یعنی نص الہی ان افراد کو جو اسے تھام لے وہ ان کو گمراہی سے بچاتی ہے، اس (نص) کے (حقیقی) صاحب کے علاوہ کوئی مدعی نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ اگر کہتے ہیں کہ اس کے (حقیقی) صاحب کے علاوہ کوئی اور فرد اس کا ادعا کر سکتا ہے، تو اس لیے لازم ہے اللہ سبحان تعالی پر نادانی، ناتوانی یا کذب کی نسبت دے. (جو کہ اللہ تعالی ان سب نسبتوں سے پاک ہے).

اسی لیے عقلی، قرآنی اور روایی لحاظ سے یہ ممکن نہیں کہ کوئی فرد نص الہی تشخیصی کو ادعا کر سکے (وہ نص) جس کا صفت یہ ہے کہ جو فرد اس سے تمسک کرے وہ گمراہی سے بچاتی ہے؛ یعنی نص، کوئی بھی فرد سے جو اس کا ادعا کر سکے، محفوظ کیا گیا ہے تا اس کا صاحب اسے ادعا کرے اور نص کا مقصد محقق ہو جائے، جو کہ ان مکلفین کو گمراہی سے بچاتے ہے جو کہ وصیت پہ تمسک کیے ہیں؛ جیسے کہ اللہ سبحان اس کا وعدہ کیا ہے.

اور مزید تشریح اور تفصیل کے لیے کہتا ہوں:

منصب اور جایگاہ الہی کا مدعی: (درج ذیل دو حالتوں پر مشتمل ہیں)

---

1 - ابن منظور کہتا ہے: جوہری کہتا ہے: «لو» حرف تمنی (آرزو) ہے اور اس کی معنی یہ ہے کہ دوسرا (جملہ) پہلا (جملہ) کہ نہ ہونے کی وجہ سے واقع نہیں ہوگا کہتے ہو: «اگر میرے ہاں آوگے تو آپ کی پذیرائی کروں گا» آیہ میں پہلا (جملہ) «تقوّل» ہے، «اگر ہم پر جھوٹ باندھے» اور دوسرا (جملہ) ھلاک ہونا ہے. «طاقت سے اس کو پکڑتے ہیں» «ولو» (اگر) یہاں پہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ھلاک ہونا واقع نہیں ہوگا، کیونکہ «تقول» نہیں ہوئے گا.

* یا کہ یہ شخص، نص تشخیصی کا مدعی ہے جو کہ (نص) اس صفت کا حامل ہے کہ جو بھی فرد، وصیت پہ تمسک کرے وہ اسے گمراہی سے بچاتی ہے، اس صورت میں یہ مدعی حق پر ہے اور کاذب اور باطل ہونے کا کوئی امکان نہیں؛ کیونکہ نص کو چاہیے جھوٹے اور باطل مدعیوں سے محفوظ رہے وگرنہ اللہ تعالی لوگوں کو ایسی چیز پہ فرمان دیا ہے جو کہ ممکن ہو (لوگوں کو) گمراہ کرے، اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ وصیت، گمراہی سے بچاتی ہے، اور یہ ایسا جھوٹ ہے جو کہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالی سے صادر ہو جائے.

* یا کہ یہ فرد منصب الہی کہ مدعی ہے، لیکن نص تشخیصی کا مدعی نہیں وہ نص جس کا صفت یہ ہے کہ اگر کوئی فرد اسے تھام لے، گمراہ ہونے سے بچنے کا سبب بنے گا. اس طرح کا مدعی (کے دو حالتیں ہے. پہلی حالت) یا اس کی ادعا میں کچھ مکلفین کے لیے شبہہ موجود ہے، اس وجہ سے کہ وہ لوگ بعض امور کی نسبت نادان ہیں اور ممکن ہے اللہ تعالی بندوں پر عطوفت کی وجہ سے، اس طرح فرد (مدعی) پر (عذاب اور) کوئی آیہ بھیجے گا اور اسے ہلاک کرے گا، اگرچہ یہ ھلاکت اس کے ادعا کرنے کہ کچھ مدت بعد واقع ہو جائے؛ اس وجہ سے کہ اس طرح کہ فرد (مدعی) اپنے ادعا پر کوئی دلیل اور حجت نہیں رکھتے اور وہ افراد جو اس فرد سے پیروی کرتے ہیں ان کے پاس کوئی عذر نہیں. (دوسری حالت یہ کہ) یا کہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی بھی شخص اس (کے ادعا) کی وجہ سے گمراہ ہو جائے، مگر یہ کہ وہ شخص باطل کے پیچھے ہو، اور جیسے کہ ہم نے کہا اس فرد (مدعی) سے جس کے پاس نص تشخیصی نہیں اس سے پیروی کرے؛ اس صورت حال میں بہت سارے باطل مسائل اس کے (باطل مدعی) سے صادر ہوتے ہیں، اور اللہ تعالی اس کے باطل ادعا کو لوگوں کے لیے روشن اور واضح کرے گا. اس طرح کہ (باطل) فرد کے پاس ایسے کوئی دلیل نہیں تا کہ یہ آیہ اس پر منطبق ہو جائے اور ہو سکتا ہے بہت لمبے وقت گزر جائے اور یہ (باطل) فرد چھوڑ دیا جائے تا کہ وہ لوگ جو باطل کے پیچھے ہیں بی عقلی سے اس کی پیروی کریں.

مزید وضاحت اور تشریح کے لیے ایک مثال: فرض کریں تین دائرہ ہیں: سفید، خاکی اور سیاہ، سفید دایرہ میں جھوٹے افراد کے داخل ہونے پر پابندی ہے. نتیجتاً کوئی بھی فرد جو اس میں داخل ہو گا وہ سچے مدعی ہے اور (ہم پر) فرض ہے اس کی تصدیق کریں. یہ آیہ « وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ* لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ* ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ»[1] (اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر ان کی رگ گردن

1 - حاقہ، 44-46.

کاٹ ڈالتے) اس دایرہ پر منطبق ہے. خاکی دایرہ جھوٹے افراد کے داخل ہونے سے در امان نہیں اور وہ فرد جو اس کے داخل ہے ان پر اعتماد و تائید کرنا صحیح نہیں، کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ کچھ وقت جھوٹے افراد سے حمایت ہو جائے. اس کے بعد کہ (جھوٹا فرد) دایرہ میں داخل ہوگیا، (یہ حمایت) اللہ تعالی کے بندوں پر مہربانی کی وجہ سے ہے اگرچہ کہ ان لوگوں پر ان افراد سے جو اس دایرہ میں موجود ہیں ان سے پیروی کرنے پر کوئی عذر نہیں. یہ آیہ اس دایرہ (کے افراد) پر منطبق ہو سکتا ہے اور یہ تطبیق کرنا واجب اور الزام آور (ضروری) نہیں. تیسرا دایرہ، جھوٹے افراد کے داخل ہونے سے محفوظ نہیں اور حتی جھوٹے افراد کا دایرہ ہے اور پر واضح ہے کہ یہ دایرہ جھوٹ بولنے والوں کا دایرہ ہے؛ بالکل کوئی دلیل موجود نہیں جو کہ اس دایرہ میں موجود جھوٹے افراد کی حمایت کرے، نہ ان کے داخل ہونے سے پہلے نہ داخل ہونے کے بعد اور آیہ کے مصداق یہ دایرہ نہیں.

نتیجتاً متوجہ ہونا چاہیے کہ ہمارا کلام ادعای نص تشخیص کے ناممکن ہونے کے بارے میں ہے؛ وہ نص جو کہ گمراہی سے بچانے پر وصف کی گئی ہے؛ لیکن منصب الہی کا ادعا کرنا کلی طور پر ممنوع نہیں. منصب الہی یا رسالت یا زمین پر خلافت الہی کا ادعا کرنا باطل اور سفیہانہ (احمقانہ) ہے اور وصیت (نص تشخیصی) سے استدلال کیے بغیر بہت بار واقع ہو چکا ہے اور اگرچہ وہ فرد جو باطل کا ادعا کرے کچھ مدت تک زندہ رہ سکتا ہے اس افراد کا مثال، مسلیمہ کذاب ہے جو کہ رسول اللہ (ص) کے دور میں ادعای نبوت کیا اور مسلیمہ حضور (ص) کی وفات کے بعد بھی زندہ تھا. اللہ کی گواہی اور نص الہی اور وصیت کے بغیر ادعا کرنا بی فایدہ اور سفیہانہ ادعا ہے اور جو بھی فرد اس باطل مدعی کی تصدیق کرے اللہ تعالی کی محضر میں اس کا کوئی عذر قبول نہیں.

اسی لیے، مقصد، مطلق طور پر ادعای اھل باطل کا ممنوع ہونا نہیں، بلکہ مقصد ادعای «نص تشخیصی» کا ممنوع ہونا ہے، وہ نص جس کا وصف یہ ہے کہ گمراہی سے بچاتی ہے اس افراد کو جو اس سے تمسک کرتے ہیں. یہ وہی خلیفہ خدا کی وصیت لوگوں کے لیے ہے. یہ ممنوع ہونے کو عقلی طور پر اثبات کیے ہیں اور نص قرآنی اور روایی بھی اس کو تائید کرتی ہیں. واقعیت بھی اس بات کو تائید کرتی ہے؛ اس نص کو سدیوں سال گزر جانا، کوئی بھی فرد کے بغیر جو اس کی ادعا کرے، اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے! تورات میں رسولوں کی وصیت اور عیسی (ع) کی وصیت سے سدیوں سال گزر چکے ہیں اور محمد (ص) اور ان کے اوصیاء کے بغیر کوئی فرد اس کی ادعا نہیں کیا جیسے کہ حضور (ص) کی وصیت کو اماموں (ع) کے علاوہ کسی اور نے ادعا نہیں کیا. امام رضا (ع) اس واقعیت (حقیقت) کو جاثلیق پر دلیل کے طور پر لایا. اس کے بعد کہ تورات اور انجیل سے، پچھلے نبیوں کی نص کو محمد رسول اللہ (ص) پر بیان فرمایا، جاثلیق نے اس طرح دلیل لایا کہ نصوں کا ادعا کرنے کا امکان ایک سے زیادہ افراد کے ذریعہ ممکن ہے،

امام رضا (ع) کا دلیل جاثلیق کے لیے یہ تھا کہ وصیتوں کو باطل افراد نے ادعا نہیں کیے، یہ نص مدعی کی پہچان کے لیے ہے. جاثلیق نے کہا: «... لیکن ہمارے لیے یہ ثابت نہیں ہوا کہ یہ فرد وہی محمد (ص) ہے. اس لیے کہ صرف اس کا نام ہی محمد (ص) ہے، اس کی نبوت پر اقرار نہیں کر سکتے ہیں اور ہم شک کرتے ہیں کہ یہ فرد وہی آپ کا محمد (ص) ہے...». امام رضا (ع) نے فرمایا: «تم شک پہ استدلال کیا! کیا اللہ تعالی پہلے یا ان کے بعد، آدم کے دور سے آج تک، ایسے نبی جس کا نام محمد (ص) ہو، رسالت پہ مبعوث کیا؟ جب کہ تمام نبیوں پر بھیجی گئی تمام کتابوں میں محمد (ص) کے علاوہ (کسی اور کو) دیکھتے ہیں؟!» (وہ لوگ) جواب دینے سے عاجز ہوگئے![1]

پچھلے اوصیا کے استدلال اس نص پہ، اس افراد پر جو ان پر ایمان رکھتے ہیں، حجت ہے. عیسی (ع) و محمد (ص) اس پہ استدلال کیے ہیں. عیسی (ع) پچھلے نبیوں کے نص سے دلیل لایا، حال آنکہ (عیسی (ع)) ان کے فوراً بعد نہیں آئے جیسے کہ قرآن میں ذکر ہوا ہے، محمد (ص) عیسی (ع) کی نص پہ استدلال کیا اور اسی طرح ان پر عیسی (ع) سے پہلے والے نبیوں کی نص پہ. اللہ تعالی فرماتا ہے: «وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ »[2]؛ (اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم (ع) کے بیٹے عیسٰی نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد (ع) ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں۔ (پھر) جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے.)

«الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالأَغْلاَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُواْ بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُواْ النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ »[3] (جو لوگ کہ رسولِ ام القری (مکہ) کا اتباع کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر

1 - اثبات الہداۃ، ج1، ص194-195.

2 - صف، 6.

3 - اعراف، 157.

سے احکام کے سنگین بوجھ اور قید وبند کو اٹھا دیتا ہے پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اس کا احترام کیا اس کی امداد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی در حقیقت فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں).

اللہ تعالی قرآن میں بیان فرماتا ہے کہ اگر محمد (ص) کا ادعا باطل ہو (جو کہ کبھی ایسا نہیں) اللہ تعالی ان کو صرف ادعا کرنے پر نہیں چھوڑے گا، کیونکہ اللہ تعالی نص کا محفوظ رکھنے اور اهل باطل کے ادعا کرنے سے محافظت کی ذمہ داری لی ہے یا اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالی کی ذمہ داری ہے کہ ان لوگ کو (ادعای) نص سے روک دے. « فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ* وَمَا لَا تُبْصِرُونَ* إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ* وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلاً مَا تُؤْمِنُونَ* وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلاً مَا تَذَكَّرُونَ* تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ* وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ* لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ* ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ* فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ* وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ* وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ* وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ* وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ* فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ »[1] (تو ہم کو ان چیزوں کی قسم جو تم کو نظر آتی ہیں اور ان کی جو نظر میں نہیں آتی کہ یہ (قرآن) فرشتۂ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ مگر تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کے مزخرفات ہیں۔ لیکن تم لوگ بہت ہی کم فکر کرتے ہو یہ تو) پروردگار عالم کا اُتارا (ہوا) ہے اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا اور یہ (کتاب) تو پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس کو جھٹلانے والے ہیں نیز یہ کافروں کے لئے (موجب) حسرت ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہ برحق قابل یقین ہے سو تم اپنے پروردگار عزوجل کے نام کی تنزیہ کرتے رہو).

یہ وہی وصیت ہے جو محمد رسول اللہ (ص) نے اپنی شب وفات میں لکھے ہیں اور ہزاروں سال سے کتابوں میں موجود ہے. ہر کوئی اس کو پڑھ سکتا ہے اور اس سے باخبر ہو سکتا ہے لیکن باطل افراد کے لیے اس کا مدعی ہونا ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ یہ افراد بہت ہوں گے۔ اللہ تعالی ہر جھوٹے مدعی کو وصیت (کے ادعا کرنے سے) روکا ہے. اس کے باوجود کہ بہت سارے لوگ نبوت، امامت اور مھدویت کے مدعی تھے، لیکن کبھی بھی ان کے لیے یہ امکان موجود ہی نہیں تھا کہ حجاب الہی جو اس وصیت پر موجود ہے اسے ہٹادے، اور وصیت کا ادعا کرے. یہ حقیقت، اس بات کی تاکید کرتی ہے جو پہلا کہا ہے؛ یہ کہ اس تحریر کو اس طرح وصف کرنا کہ اپنی ذات میں گمراہی سے روکتی

---

1 - حاقہ، 38- 52.

ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا (اصلی) صاحب کے علاوہ کوئی بھی فرد اس کا ادعا نہیں کر سکتا ہے؛ وہی فرد جو کہ محمد رسول اللہ (ص) نے ان کا ذکر کیا ہے. نتیجتاً کوئی بھی فرد وصیت کا ادعا کرے، وہ سچے اور اس کا (اصلی) صاحب ہے.

یہ بات ایک مکمل دلیل اور اس دعوت کی حقانیت پر حجت کے طور پر کافی ہے. کوئی بھی فرد جو کہ حق کے تلاش میں ہے یا چاہتا ہے کہ اس دعوت کو بر حق ہونے کا معلوم کرے تو اس کے لیے وصیت ہی کافی ہے، اور یہ کہ میں نے ادعا کیا کہ اس میں مذکور ہوں! دیگر متعدد دلایل بھی موجود ہیں، مثلاً دین خدا اور خلقت کی حقایق پر علم رکھنا، اور پرچم «البیعت للّہ» (بیعت صرف اللہ تعالی کے لیے ہے) لہرانے میں منفرد اور واحد ہونا اور ویسے ہی اللہ کی جانب سے براہ راست نص، رویا[1] (سچے خواب) کے ذریعہ لوگوں کو وحی کرنا اور لوگوں کو اللہ تعالی کی شہادت (گواہی) دینے کے دوسرے راستے، زمین پر خلفائے الٰہی کے لیے، جیسے کہ ملائکہ نے آدم (ع) کی خلافت کو وحی کہ ذریعہ گواہی دیئے ہیں. اللہ تعالی بہت سارے لوگوں کے لیے جو کہ مکان کے لحاظ سے ایک دوسرے سے الگ الگ اور جدا تھے اور اس طرح کہ ان کی جھوٹ پر ملی بھگت ناممکن ہو، گواہی دیا ہے کہ احمد الحسن (ع) حق اور زمین پر خلیفہ الٰہی ہے.[2] اللہ تعالی نے فرمایا ہے: «وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولاً وَكَفَى بِاللّهِ شَهِيداً»[3] (اور اے پیغمبر ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنایا ہے اور خدا گواہی کے لئے کافی ہے.)

اللہ تعالی نے فرمایا ہے: «لَّـكِنِ اللّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلآئِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفَى بِاللّهِ شَهِيداً»[4] (یہ مانیں یا نہ مانیں) لیکن خدا نے جو کچھ آپ پر نازل کیا ہے وہ خود اس کی گواہی دیتا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور ملائکہ بھی گواہی دیتے ہیں اور خدا خود بھی شہادت کے لئے کافی ہے.)

---

1 - ابوالفتح کراجی روایت کرتا ہے: علی (ع) نے فرمایا: «مومن کی رویا، اس کلام کے حکم میں ہے جو اللہ تعالی اس سے کرتا ہے.» (کنز الفوائد: ص 211).

2 - امام مھدی (ع) کے انصار اپنے خوابیں جس میں اللہ تعالی نے گواہی دیا ہے، صوتی اور مکتوب، بیان کیے ہیں، جبکہ وہ ایک دوسرے سے الگ اور مختلف ملکوں اور اقوام میں ہیں. دعوت مبارک یمانی کی آفیشل ویب سائٹ میں ان گواہیوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہیں.

3 - نساء: 79.

4 - نساء: 166.

ویسے ہی اہل سنت کے مسلمانوں کے لیے، حضور (ص) نے انہیں مھدی کو مدد پہنچانے میں حوصلہ افزائی فرمایا اوران کو «خلیفہ اللہ المھدی» پکاراہے. جس طرح کہ اہل سنت کی کتابوں میں صحیح روایات میں آیا ہے.[1] میں ان کے پاس آیا جبکہ میرا نام حضور (ص) کے نام کی مانند (احمد) ہے اور میرا والد کا نام حضور (ص) کے والد کا نام کی مانند (اسماعیل) ہے. جیسے کے روایات میں ان کی طرف اشارہ ہوا ہے.[2] اور رسول اللہ (ص) نے فرمایا: «میں دو قربانیوں کا بیٹا ہوں، عبداللہ واسماعیل.»[3] میں آپ کے لیے نص تشخیصی لیکرآیا ہوں جو اس خصوصیت پہ وصف ہوئی ہے جو فرد اسے تھام لے (وہ) گمراہی سے بچانے والی ہے۔علم کے ساتھ آیا ہوں، اور "البیعت للہ" کا پرچم لہرانے میں منفرد اور واحد ہوں۔

اے امت محمد (ص) ! اللہ تعالی سے ڈریں اور حق کی اعتراف کریں اور خلیفہ خدا، مھدی سے تبعیت کریں؛وہی فرد جوکہ رسول اللہ (ص) تمہیں ان کی مدد کے لیے کہاہے اگرچہ سینے کے بل برفوں پر جانا پڑے۔اپنے نبی کی یگانہ وصیت پر ایمان لائیں تاکہ دنیااور آخرت میں نجات پائے۔

(کتاب وصیت مقدس، گمراہی سے بچانے والی تحریر سے اقتباس کا اختتام)

---

1 - ابن ماجہ کہتاہے: ... ثوبان نے کہا: رسول اللہ (ع) نے فرمایا: «آپ کے خزانے کے پاس، تین افراد مرجائیں گے جو کہ وہ سب خلیفہ کے اولاد ہیں اوران میں سے کسی کو (خلافت) نہیں ملے گا. پھر سیاہ پرچمیں مشرق کی جانب سے آئیں گے اورآپ سے جنگ کریں گے، جس طرح کہ کسی گروہ کے ساتھ (اس طرح) نہیں جنگ کیے ہیں.» اس کے بعد ایک بات کا تذکرہ کیا جو میرے ذھن میں نہیں، پھر انھوں نے فرمایا: «جب اس کو دیکھوگے، اس سے بیعت کریں، اگرچہ برفوں پر سینہ کے بل جانا پڑے، کیونکہ وہ خلیفہ خدا مھدی ہے.» زوائد میں: اس حدیث کا سند صحیح اوراس کا رجال ثقہ ہیں. حاکم متدرک میں بھی اس کی روایت کی ہے اور کہاہے؛ شیخین کے شرط سے یہ صحیح ہے. (سنن ابن ماجہ، ج2، ص1367).

2 - حاکم کہتاہے: ... عبداللہ بن مسعود سے: حضور (ص) نے فرمایا: «دنوں اور راتیں نہیں گزرتے ہیں مگر میرے اہل بیت میں سے ایک مرد حکومت کرے گا جس کا نام میرے نام کی شبیہ اور اس کا والد کا نام میرے والد کے نام کی شبیہ ہے. زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا جس طرح کہ ظلم وجور سے بھر چکا ہوگا» (المستدرک، ج4، ص442).

3 - خصال صدوق، ص56؛ عیون اخبار رضا (ع)، ج1، ص189؛ متدرک حاکم، ج2، ص559؛ نیل الاوطار شوکانی، ج9، ص164. مسلمان تردید نہیں کرتا کہ حضور (ص) اسماعیل کا بیٹا ہے اور جس طرح یہودیوں نے ادعا کیا ہے، وہ فرزند اسحاق نہیں.

چوتھا مبحث کے سوالات:

س1. کیسے سید احمد الحسن (ع) وصیت کے صدور کو ثابت کر چکے ہیں؟

س2. یہ کہ کہا جائے وصیت کا اس کے شرعی صاحب کے علاوہ کوئی ادعا کرتا ہے، اس میں باطل چیزیں موجود ہیں؛ ذکر کیجیئے.

س3. صرف اللہ تعالی پر «تقول: جھوٹ باندھنا» عام طور پر ہوتا ہے؛ جبکہ نص الہی کے ادعا کے ساتھ «تقول» نہیں ہوتا ہے؛ تشریح کیجیئے.

س4. اللہ تعالی فرماتا ہے: اگر بعض لوگ جھوٹی باتیں ہماری طرف نسبت دیتے، حقیقت میں ہم اسے قہر و انتقام سے دوچار کرتے تھے اور پھر دل کی شریان کو کاٹ دیتے تھے؛ مذکورہ آیات کے مطابق, کیسے نص کے ادعا کا ممکن نہ ہونے کی تشریح کرتے ہیں؟

س5. نص تشخیصی کے ادعا اور مقام و منزلت کے ادعا کے درمیان کیا فرق ہے؟ اور کونسا ادعا سے روکا گیا ہے؟

پانچواں مبحث: دلالت وصیت کے بارے میں بیان کیے گئے اشکالات کا جواب

پہلا اشکال: کیا وصیت کا مواد پہلے سے معلوم تھا؟

یہ بعض جو علم کا ادعا کرتے ہیں گمان کرتے ہیں کہ کوئی ضرورت نہیں تھی کہ محمد (ص) احتضار کے وقت، وصیت کرتے؛ کیونکہ مثلا حدیث ثقلین یا غدیر وصیت لکھنے کی ضرورت کو پورا کرتا ہے، اور جہاں سے وصیت کا مواد پہلے سے واضح و معلوم تھا تو پھر کوئی ضرورت نہیں کہ رسول اللہ (ص) اپنے آپ کو وصیت لکھنے کے لیے زحمت سے دوچار کریں!

اور سید احمد الحسن (ع) کا جواب ان جیسے مدعیوں کے لیے درج ذیل ہے:

«ان میں سے بعض ادعا کرتے ہیں کہ جو وصیتِ رسول اللہ میں تھا—جو ان کے مطابق جسے نہیں لکھا گیا- اس سے باخبر ہیں اور اس کا مواد محض بیعت غدیر اور حدیث ثقلین پر تاکید تھا؛ لہٰذا آنحضرت نے وصیت نامہ لکھنے کا اہتمام نہیں کیا اور ان کے عقیدہ کے مطابق، حتیٰ «رزیہ» واقعہ کے بعد اسے عمار وابوذر و مقدار جیسے مسکینوں کے لیے جو اسے قبول کر دیتے، بھی تحریر نہیں کیا: ان کے مطابق آنحضرت نے حتیٰ علی (ع) کے لیے بھی وصیت کو نہیں لکھا کہ ان کے بعد جو انھیں قبول کرتے ہیں ان تک پہنچ جائے؛ کہ اسی ترتیب سے تمام وہ افراد جو مردوں کے اصلاب میں ہیں گمراہ نہ ہو جائیں اور امت کو گمراہی سے بچائیں!

میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں کو کیسے پتا کہ وصیت محض واقعہ غدیر یا دیگر واقعات اور رسول اللہ کے پچھلے کلام مثلا حدیث اجمالی ثقلین کا محض تکرار یا تاکید ہی تھا، حال آنکہ آنحضرت، اللہ کی جانب سے نبی اور رسول تھے اور وحی دائماً آنحضرت تک آتی رہی۔

اور ان کی رسالت لوگوں کی ہدایت کیلئے ان کی حیات کے آخری لمحے تک جاری رہی۔ کیا مثال کے طور پر اللہ نے ان لوگوں کو خبر دی ہے کہ محمد (ص) کے احتضار سے ایک دن یا ایک ماہ یا دو مہینے پہلے کوئی نئی چیز اور نئی تفصیلات ثقلین کے کسی ایک کے بارے میں- یعنی آنحضرت کے بعد اوصیاء اور ان کے بعض کے اسماء اور صفات جو اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ امت قیامت تک گمراہ نہیں ہو گی- آنحضرت پر وحی نہیں فرمائی؟ اس کے باوجود کہ یہ چیز حکمت سے موافق تھا! اگر اللہ نے ان مدعیوں کو کوئی چیز وحی نہیں کی ہے تو اس قاطعیت اور اطمینان اس

بات پر کہ وصیت محض ایک تکرار تھی ان امور پر جو گزر چکے ہیں اور لہٰذا اس کی تحریر کو «رزیہ الخمیس: جمعرات کے دن کی مصیبت» کے بعد ترک کرنا بہتر اور زیادہ سزاوار تھا، کہاں سے صادر ہوا ہے؟!

کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ عمر نے رسول خدا کو حکم دیا کہ جمعرات کے دن وصیت نہ لکھنا بہتر ہے. جیسا کہ بعض ویسے گمان کرچکے ہیں کہ تحریر لکھنے پر عمر کا اعتراض، شائستہ اور عاقلانہ کام تھا؟! کیا تم لوگ بھی رسول خدا کے لیے ویسا مقرر کرتے ہو کہ بہتر، جمعرات کے دن کے بعد وصیت نامہ نہ لکھنا تھا اور اپنے اوپر عذاب کی آگ کو بھڑکانے کی پروا نہیں کرتے ہیں؟! تمھیں تمہارے رب کی قسم، ان میں سے کون نبی ہے: محمد بن عبداللہ یا عمر اور اس کا گروہ، یا تم لوگ جو اپنے آپ کو شیعہ پکارتے ہو؟!»

یہ لوگ محمد (ص) کی وصیت تحریر کرنے پر جو کہ امت کو گمراہی سے بچاتی ہے اشکال نکالنے سے اپنی جد و جہد سے دستبردار نہیں ہوتے ہیں. ان کے بعض ایسا اشکال ایجاد کئے ہیں کہ اس کا مفہوم کچھ یوں ہے: یا کہ موسی بن جعفر کو چاہیے کہ زندان میں وفات سے پہلے اپنے بعد والے فرد پر وصیت کی ہو اور اپنی وصیت کو تحریر کرنا چاہیے یا کہ حضرت محمد (ص) اپنی وصیت کو نہیں لکھے ہیں! اور اس طرح کہ عیاری (غلط استدلال)، آنحضرت اس طرح کی بیہودہ باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں:

«ہم دلیل سے، احتضار کے دوران وصیت کے وجود کو ثابت کرچکے ہیں اور اب ان کے پاس اسکے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں؛ لہٰذا ہمارا دلیل ثابت ہو جاتا ہے؛ اور اسی دلیل سے حضور (ص) کے یگانہ وصیت تحریر کرنے کے وجوب بھی ثابت ہوتا ہے.

اس بارے میں کہ وہ لوگ موسی بن جعفر کا احتضار کے وقت اس وجہ سے کہ مثلاً وہ قید میں تھے، وصیت نہ کرنے پر استناد کرتے ہوئے حضرت رسول کی وصیت پر اشکال نکالتے ہیں، اس سلسلے میں یہ بتاتے ہوئے کہ موسیٰ بن جعفر (ع) نے اس دلیل سے مثلاً قید ہونے کی وجہ سے احتضار کے وقت وصیت نہیں کی تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر اعتراض کرتے ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: (لا یکلِّفُ اللّٰہُ نَفساً إلّا وُسعَھا) (اللہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمے داری نہیں ڈالتا.) (بقرہ 286). لہٰذا بیمار روزہ نہیں رکھتا ہے اور اسی وجہ سے جس شخص کے پاس کوئی حل نہ ہو وہ احتضار کے وقت وصیت لکھنے کا پابند نہیں ہے۔ موسی بن جعفر (ع) ایسا نہیں کرسکے لیکن حضور (ص) کی ایسی صورتحال نہیں تھی اور آنحضرت وصیت تحریر کرنے پر قادر تھے، اس لیے یہ کام ان پر واجب تھا۔

اس کے علاوہ ائمہ کے تمام وصیتیں اور روایات ہم تک نہیں پہنچی ہیں اور جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ شیعہ روایت کے بہت سے اصول ضائع ہو چکے ہیں۔

اس کے علاوہ، کہ موسی بن جعفر (ع) احتضار کے دوران اپنا وصیت نامہ نہیں لکھے تو اس کا کوئی نقصان نہیں تھا، کیونکہ حضرت رسول کی وصیت، قیامت کے دن تک امت کو گمراہی سے بچاتی ہے، لہٰذا ضروری نہیں تھا کہ اللہ تعالی موسی بن جعفر (ع) کے لیے ایسے صورتحال پیدا کر دیتے کہ احتضار کے وقت وہ وصیت کریں، جبکہ اللہ نے حضور (ص) کو زمان، فرصت اور توانائی بخشی کہ احتضار کے وقت، وصیت فرمائے. آنحضرت اس پر عملدرآمد فرمایا اور وہ وصیت بھی نقل ہو چکی ہے.»[1]

دوسرا اشکال: وصیت میں تناقض ہے اور حضور (ص) سے تناقض صادر نہیں ہوتا

حضور (ص) نے علی (ع) کو کچھ اسماء عطا کیے اور فرمایا کہ یہ اسماء تمہارے علاوہ کسی اور کے لیے صحیح نہیں اور پھر فرمایا: «اللہ تعالی اپنے آسمان میں تمہیں علی مرتضی اور امیر المومنین اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور مامون اور مہدی نام رکھا ہے اور یہ اسماء تمہارے علاوہ کسی اور کے لیے صحیح نہیں...» جبکہ وصیت کے آخر میں محمد بن الحسن (ع) کے بیٹے کے لیے مہدی کا نام عطا کیا اور فرمایا ہے: «ان کے تین نام ہیں، میرے نام اور میرے والد کی مانند نام اور وہ عبداللہ ہے اور احمد اور تیسرا نام، مہدی ہے» حال کیسے حضور (ص) علی (ع) کو فرماتے ہیں "یہ اسماء تمہارے علاوہ کسی اور کے لیے صحیح نہیں" اور آنخضرت کو مہدی نام رکھا ہے اور پھر محمد بن الحسن (ع) کے بیٹے کو مہدی کا نام عطا فرمایا؟! کیا یہ تناقض نہیں۔؟!

جواب:

پہلا: رسول اللہ محمد (ص) کے دو اسماء ہیں، آسمان میں ایک نام اور زمین میں ایک نام۔

عیسی بن مریم (ع) - جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے—بنی اسرائیل سے فرمایا: (وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رسول‌الله إِلَيكمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَينَ يدَي مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَينَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ)[2] اور جب عیسٰی ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں

---

1 - عبد صالح کی محضر میں: ج 2 ص 35.

2 - صف: 6.

تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور اپنے سے پہلے کی (کتاب) توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دینے والا ہوں جن کا نام احمد ہے، پس جب وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے.)

اور روایت ہوئی ہے: یہود میں سے بعض لوگ رسول خدا (ص) سے سوال کیا: کیوں تمہیں محمد و احمد و بشارت دینے والا اور انتباہ کرنے والا نام دیا گیا ہے؟

انھوں نے فرمایا: «اما محمد، کیونکہ میں زمین میں محمود (ستائش شدہ) ہوں؛ اور اما احمد، کیونکہ میں آسمان میں اس کا احمد (ستائش کرنے والا) ہوں؛ اور اما بشارت دینے والا، کیونکہ میں جنت کی بشارت دیتا ہوں اس کو جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے؛ اور اما انتباہ کرنے والا، کیونکہ میں آگ سے خبردار کرتا ہوں اس کو جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے...»[1]

وصیت میں، حضور (ص) نے آسمان میں علی (ع) کو اسماء عطا کیے جس میں سے ایک مہدی ہے اور پھر فرمایا: «اللہ تعالی اپنے آسمان میں... اور مہدی نام رکھا اور یہ اسماء آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے صحیح نہیں.» اور اس میں کوئی منافات (تناقض) نہیں کہ یہ نام امام محمد بن الحسن (ع) کے بیٹے کے لیے زمین میں بھی ہو۔

دوسرا: یہ اسماء - مجموعی طورپر-امیر المومنین (ع) کے علاوہ کسی اور کے لیے صحیح نہیں، اور یہ ان کی اولاد میں سے کسی ایک کو اس اسماء میں سے کسی ایک نام رکھنے سے منافات نہیں رکھتا ہے۔

تیسرا اشکال: متن وصیت میں پریشانی ہے۔

روایت وصیت کے متن میں پریشانی ہے اور یہ پریشانی اس وجہ سے ہے کہ روایت فرماتی ہے کہ مہدی (ع) کے بیٹے کے تین نام ہیں اور پھر چوتھے نام کا ذکر کرتی ہے!

جواب: روایت وصیت میں چار نام ذکر نہیں بلکہ تین ناموں کا ذکر ہے؛ اور مجھے نہیں معلوم کے اشکال نکالنے والا کیسے وصیت سے چار نام اخذ کرتا ہے؟!

روایت کی عبارت آپ کے حضور (ص) میں پیش کرتا ہوں اور دیکھتے ہیں اس سے ہمیں کیا معلوم ہوتا ہے۔

حضور (ص) فرماتے ہیں: «پھر ان کے بعد بارہ مہدی ہوں گے پھر جب ان کی وفات کا وقت آ پہنچا تو اسے اپنے

---

1 - تفسیر قمی: ج2 ص 365.

بیٹے اولین مقربین کے حوالہ کر دیں جن کے تین اسماء ہیں؛ میرے اور میرے والد کی مانند نام اور وہ عبداللہ اور احمد ہیں اور تیسرا نام مہدی ہے. وہ اولین مؤمنان ہے.»

پھر پہلا نام "احمد" ہے؛ اور وہ نام جو کہ رسول خدا (ص) نے اس کے بارے میں فرمائے ہیں میرے نام کی مانند ہے، جبکہ اپنے نام سے مراد کو بیان کیا ہے اور فرمائے ہیں "احمد"؛ پھر لفظ "احمد" رسول خدا (ص) کے کلام "میرے نام کی مانند" کے لیے تشریح کے طور پر تھا۔

دوسرا نام: عبداللہ اور یہ وہی نام ہے جس کے بارے میں رسول اللہ (ص) نے فرمایا ہے۔ "میرے والد کے نام کی مانند"، اور نتیجتا لفظ "عبداللہ" رسول خدا (ص) کے کلام "میرے والد کے نام کی مانند" کے لیے تشریح کے طور پر تھا۔

تیسرا نام: مہدی ہے اور وصیت اس پر تصریح کیا ہے اور فرمایا ہے "اور تیسرا نام مہدی ہے"۔

پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ روایت وصیت تو کہتی ہے ان کے تین اسماء ہیں مگر چار اسماء کا ذکر کرتی ہے؟!

یہ کلام بولنے والے (اشکال نکالنے والا) کی لاعلمی اور ظاہر بینی کی دلالت کرتا ہے؛ اور اسی وجہ سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو واضح ترین امور سے مصروف کرتا ہے اور اسے اشکال سمجھتا ہے!

چوتھا اشکال: وصیت باطل مطالب کا حامل ہیں جو کہ صادر نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے

روایت وصیت کے مطابق رسول خدا (ص) نے علی بن ابی طالب (ع) کو فرمایا: «اے علی تم میرے اہل بیت اور ان کے مردہ و زندہ کے وصی ہو۔ اور تم میرے ازواج کے بھی وصی ہو اگر ان میں سے جن کو میری زوجیت پر باقی رکھا، وہ مجھ سے قیامت میں ملاقات کریں گی اور جن کو تم نے طلاق دے دیں ان کا تعلق مجھ سے ختم ہو جائے گا اور وہ کبھی مجھ سے نہیں ملیں گی اور میں ان کو روز قیامت نہیں دیکھوں گا۔ اور تم میرے بعد میری امت میں خلیفہ اور میرے جانشین ہو.»

اس کا مطلب کیا ہے کہ علی (ع) حضور (ص) کے وصی ہیں ان کے اھل بیت اور زوجین پر؟! اس طرح کہ حضور (ص) ان کو امر طلاق کی وکالت دیتے ہیں؛ اور نتیجتا جن کو علی (ع) طلاق دے گا وہ حضور (ص) کو قیامت کے میدان میں نہیں دیکھیں گی اور جن کو علی زوجیت کے عقد میں رکھے گا وہ حضور (ص) کو قیامت کے دن ملاقات کریں گی؛ جبکہ زوجہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد وفات کی عدت رکھتی ہے اور جبری طور پر اپنے شوہر

سے جدا ہوتی ہے اور جب طلاق کی عدت ختم ہوتی ہے تو اسے یہ حق ہے کہ دوسرے فرد سے شادی کرے۔ تو پھر علی بن ابی طالب (ع) کو حضور (ص) کے اس کلام کا کیا مطلب ہے؟!

جواب:

حضور (ص) کے لیے خاص احکام موجود ہے؛ منجملہ زوجات کی تعداد، اور حضور (ص) چار زوجہ سے زیادہ شادی کر سکتے ہیں۔ اور اس احکام کی ایک مثال، آنحضرت (ص) کی وفات کے بعد ان کی ازواج کو شادی نہ کرنے کا جواز ہے۔ حضور (ص) کی ازواج کے امر طلاق کو ان کی وفات کے بعد علی (ع) کے حوالہ کرنا، اس احکام میں سے ایک ہے۔ نتیجتاً وصیت آئی کہ اس حکم کو مستحکم کریں اور طلاق کے حق وصی رسول کو عطا کریں۔

یہ اس کے علاوہ ہے کہ طلاق سے مراد وہی عرفی طلاق نہیں جس کے بارے میں فقیہ تحقیق کرتا ہے اور اس کا مطلب شوہر سے جدا ہونا ہوتا ہے؛ بلکہ مراد، کسی اور اعتبار سے جدا ہونا ہے؛ یعنی حضور (ص) کی ازواج کو ام المومنین ہونے کی شرافت سے جدا ہونا ہے (اور یہ شرافت ان کے لیے باقی ہے) اس وقت تک کہ اللہ سبحان کی طاعت میں باقی رہے۔

رسول خدا (ص) امیر المومنین (ع) سے فرماتے ہیں: «اے ابا الحسن... اس وقت تک کہ اللہ کی اطاعت میں رہے؛ تو پھر ان میں سے جو میرے بعد تم پر خروج کرنے سے اللہ کی معصیت کرے اسے طلاق دو اور اسے ام المومنین ہونے کی شرافت سے ساقط کرو.»[1]

صدوق کمال الدین میں سعد بن عبداللہ قمی تک سند کے ساتھ روایت کی ہے؛ اس نے کہا: "سِرِّ مَن رَاٰی: سامرا (وہ سر جو میں نے دیکھا)" میں علی ابو محمد (ص) کے محضر میں حاضر ہوا۔ ان کی دائیں ران پر ہمارے مولا قائم (ع) کو دیکھا جبکہ وہ جوان بیٹا تھا۔ میں نے ایک طومار تیار کیا تھا اور اس میں چالیس اور کچھ سخت سوالات میں سے جمع کیے تھے جس کے جوابات دینے والا کوئی نہیں ملا تھا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا: «تمہیں کیا ہوا اے سعد؟» میں نے عرض کیا: احمد بن اسحاق نے مجھے اپنے مولا کے دیدار کے لیے حوصلہ افزائی کی ہے۔ انھوں نے فرمایا: «جن مسائل کے بارے میں آپ پوچھنا چاہتے تھے ان کا کیا ہوا؟» میں نے عرض کیا: ویسے ہی رہ گئے ہیں، اے میرے مولا۔ انھوں نے فرمایا: «اس مسائل کو میرے نور عین سے پوچھو» اور اس بیٹے کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ جوان بیٹا نے فرمایا: «جو تمہارے لیے مسئلہ بنا ہے اس کے بارے میں پوچھو!» میں نے عرض کیا: اے ہمارے

---

1 - بحار الانوار: ج 32 ص 267.

مولااور ہمارے مولا کے بیٹے، آپ سے ہمارے لیے روایت ہوئی ہے کہ رسول خدا (ص) نے اپنی ازواج کی طلاق، امیرالمومنین (ع) کے اختیار میں رکھی، اس وقت تک کہ [آنحضرت] جمل کے دن عائشہ کی طرف [پیغام] بھیجا [کہ] : «تم اپنے فتنہ سے ، اسلام اور اس کے اھل پر بغاوت کی ، اور اپنے بیٹوں کو اپنی جہالت سے ہلاکت کے کھڈے میں ڈال دیا۔ اگر مجھ سے [جنگ سے] دستبردار ہو جاؤ گی ، تمہیں تبعید کروں گا و گرنہ تمہیں طلاق دوں گا.» یہ اس وقت تھا جب رسول خدا کی وفات ان کی طلاق ہی تھی ! انھوں نے فرمایا: «طلاق کیا ہے؟» میں نے عرض کیا: رہائی۔ انھوں نے فرمایا: «تو پھر اگر ان کی طلاق ، رسول خدا کی وفات ہی تھی تو وہ قطعی طور پر آزاد ہوئیں تھیں؛ تو پھر کیوں ان کے لیے شادی حلال نہیں تھی؟ »میں نے عرض کیا: کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے ان پر شادی کو حرام کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: «کیسے ، جبکہ رسول خدا (ص) کی وفات ، انھیں آزاد کیا ہے؟»میں نے عرض کیا: اس طلاق کی معنی سے جو رسول خدا (ص) نے اس کا حکم امیرالمومنین (ع) کے حوالہ کیا ہے، ہمیں باخبر فرما۔ اے ہمارے مولا کے بیٹے ! انھوں نے فرمایا: «اللہ تعالی - کہ ان کا نام مقدس ہے - حضور (ص) کی ازواج کے مقام کو عظمت بخشی اور ان کو "ماں [ام المومنین]" کی شرافت سے مخصوص فرمایا۔ رسول خدا نے فرمایا: اے ابا الحسن، یہ شرافت ان کے لیے باقی ہے، جب تک کہ وہ اللہ کی اطاعت پر باقی رہیں؛ پھر ان میں سے جو میرے بعد تم پر خروج کرنے سے اللہ کی نافرمانی کریں اسے طلاق دو اور اسے مومنین کی ماں ہونے کی شرافت سے ساقط کردو.»[1]

ابن اعثم "الفتوح" میں علی (ع) کو عائشہ پر وارد ہونے کے باب میں روایت کی ہے: امام علی (ع) نے رسول خدا (ص) کے قاطر کو منگوایا، اس پر سوار ہوئے اور عائشہ کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے؛ پھر اجازت مانگی اور داخل ہوئے۔ اس دوران عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں اور اھل بصرہ سے کچھ عورتیں ان کی ساتھ تھیں۔ جبکہ عائشہ رو رہی تھیں اور وہ بھی ان کے ساتھ رو رہی تھیں۔ اس نے کہا: صفیہ بنت حارث ثقفی، عبداللہ بن خلف خزاعی کی زوجہ، علی (ع) کی طرف ایک نظر دوڑائی اور فریاد کی اور سب عورتیں اس کے ساتھ فریاد کرنے لگیں اور سبھی کہنے لگیں کہ اے عزیزوں کے قاتل، اور تفرقہ ڈالنے والے ! خدا تمہاری اولاد کو یتیم کرے جیسے کہ تم نے عبداللہ بن خلف کے بیٹے کو یتیم کیا ہے۔ پھر علی (ع) نے اس کی طرف نظر دوڑائی، اسے پہچانا اور فرمایا: «اما میں تمھیں ملامت نہیں کروں گا کہ تم مجھ سے غضبناک ہوگئی ہو۔ جبکہ تمہارے جد کو بدر کے دن اور تمہارا چچا کو

---

1 - کتاب کمال الدین و تمام النعمۃ، شیخ صدوق: ص 459.

احد کے دن اور تمہارے شوہر کو ابھی مار ڈالا اور - جیسے کہ تم کہتی ہو - اگر میں عزیزوں کا قاتل ہوتا تو قطعی طور پر تمام افراد کو جو اس خاندان اور اس گھر میں ہوتے، قتل کر دیتا۔» اس نے کہا: پھر علی (ع) نے عائشہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا: «کیا اپنی اس کتیوں کو مجھ سے دور نہیں کرو گی؟! آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس گھر کے دروازے کو کھولتا اور جو بھی اس میں ہوتا اسے قتل کر دیتا، اور اگر عافیت میرے لیے عزیز نہ ہوتی تو فوری طور پر ان سب کو باہر نکالتا اور سب کی گردن اڑا دیتا» اس نے کہا: عائشہ چپ ہو گئیں اور عورتیں بھی چپ ہو گئیں اور کسی نے کچھ نہیں کہا۔ اس نے کہا: پھر علی (ع) نے عائشہ کی طرف رخ کیا اور اسے توبیخ کرتے ہوئے فرمایا: «اللہ نے تمہیں حکم دیا کہ اپنے گھر میں بیٹھو اور پس پردہ میں رہو اور ظاہر مت ہو جاؤ۔ تم نے اللہ کی نافرمانی کی اور میرے ساتھ تمہاری جنگ میں - ستم سے - لوگ مرے ہیں اور تم نے لوگوں کو میرے خلاف اکسایا، جبکہ صرف ہمارے واسطہ کی وجہ سے اللہ نے تمہیں شرافت بخشی اور اس سے پہلے تمہارے والد کو شرافت دی اور تمہیں حجاب میں رکھا۔ ابھی اٹھو اور چلی جاؤ، اور اسی جگہ چھپ جاؤ جہاں رسول خدا (ص) نے تمہیں رکھے تھے، اس وقت تک کہ وہاں تمہاری موت واقع ہو جائے۔» پھر علی (ع) اٹھے اور اس کے پاس سے چلے گئے۔ اس نے کہا: اور جب صبح ہو گئی اپنے بیٹے حسن (ع) کو اس کے پاس بھیجا۔ حسن (ع) نے اسے فرمایا: «امیر المومنین (ع) تمہیں فرما رہے ہیں، اما اس کی قسم جو کہ دانہ کو شگاف دیا اور انسان کو خلق کیا اگر ابھی نہیں جاؤ گی تو وہی کام کروں گا جو تمہیں معلوم ہے!» اس نے کہا: اور اس وقت عائشہ اپنے دایاں ہاتھ والے بال کی چوٹی بنائی تھی اور جب وہ چاہتی تھی کہ بایاں ہاتھ والے بال کی چوٹی بنائے اور جب حسن (ع) نے انہیں اس پیغام سے آگاہ فرمایا، اچانک اٹھی اور کہنے لگی مجھے یہاں سے لیجائیے۔ مہالبہ سے ایک عورت نے انہیں کہا: اے ام المومنین، عبداللہ بن عباس تمہارے پاس آیا، سنا ہے آپ نے اس کا جواب دیا ہے جبکہ آپ کی آواز اونچی تھی، پھر وہ آپ کے ہاں سے چلا گیا جبکہ وہ غصہ میں تھا۔ پھر یہ جوان اپنے والد کے پیغام کے ساتھ آپ کے ہاں آیا اور تمہیں ہلا دیا جبکہ ان کے والد آپ کے پاس آیا تھا اور اس طرح کے ہل جل آپ سے دیکھی نہیں! عائشہ نے کہا: اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا کیونکہ وہ رسول اللہ (ص) کی بیٹی کا بیٹا ہے؛ جو شخص رسول اللہ (ص) کو دیکھنا چاہتا ہے اس جوان کی طرف دیکھے، اور اس کے علاوہ ان کے والد نے انہیں اس پیغام کے ساتھ میرے پاس بھیجا ہے جو میں جانتی ہوں اور جانے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ اس عورت نے ان سے کہا: اللہ اور محمد رسول اللہ (ص) کے واسطہ آپ سے پوچھتی ہوں کہ اس چیز سے جو علی بن ابی طالب (ع) نے آپ کی طرف بھیجا ہے مجھے باخبر کر دو۔

عائشہ نے کہا: وائے تم پر، رسول خدا (ص) کسی جنگ میں سے کچھ غنائم حاصل کیے تھے اور اسے اپنے اصحاب کے درمیان تقسیم فرمارہے تھے، کہ ہم نے ان سے درخواست کی کہ اس میں سے کوئی چیز ہمیں دیں، اور اس درخواست پر اصرار کیا۔ علی (ع) نے ہمیں ملامت کی اور فرمایا: «یہی آپ کے لیے کافی ہے کہ رسول خدا (ص) کو رنجیدہ کئے ہیں.» ہم ان کی طرف حملہ آور ہو گئیں اور ان پر غضبناک ہو گئیں اور برے الفاظ سے ان سے کلام کیا۔ انھوں نے فرمایا: « امید ہے وہ اگر تمہیں طلاق بھی دے دے گا تو خدا تمہارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں عطا کردے گا.» (سورہ تحریم)۔ ہم پھر سے غضبناک ہو کر ان سے بات کی۔ رسول خدا (ص) اس حرکت اور علی کے ساتھ ہمارے برتاؤ کی وجہ سے مجھ پر غصہ ہوگئے، ان کی طرف رخ کیا اور پھر فرمایا: « اے علی ان کی طلاق تمہارے ہاتھ میں رکھ دی ہے، ان میں سے جن کو طلاق دو گے، وہ [مجھ سے] جدا ہو گئیں ... .»[1]

پانچواں اشکال: موصی (وصیت کرنے والا) سے پہلے وصی کا آنا

قطعی طور پر وصی، موصی کی وفات کے بعد آتا ہے نہ کہ ان سے پہلے؛ جبکہ احمد الحسن (ع) وصیت کو اپنے والد امام مہدی (ع) کی حیات میں ادعا کیا ہے۔

جواب:

اوصیاء موصی کی حیات کے دوران موجود ہوتے ہیں اور کچھ کرداروں کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ معنا، سید احمد الحسن (ع) کے جواب کے ذریعے معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت فرماتے ہیں:

"آپ سے پوچھتا ہوں: کیسے وصی حجت سے پہلے آتا ہے؟ قرآن کے صریح نص کے مطابق، یہ ھارون (ع) ہیں جو کہ موسی سے پہلے مصر میں رسالت کے مقام پر فائز ہوئے (وَإِذْ نَادَى رَبُّكَ مُوسَى أَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ* قَوْمَ فِرْعَوْنَ أَلَا يَتَّقُونَ* قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ* وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَى هَارُونَ)[2]

(اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو بلایا (اور کہا) کہ آپ ظالم لوگوں کے پاس جائیں* فرعون کی قوم کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟ *موسیٰ نے عرض کی: پروردگارا! مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ

---

1 - الفتوح- ابن اعثم: ج 1 ص 931، سہیل زکار کی تحقیق، چاپ دار الفکر بیروت.

2 - شعراء: 10سے 13 .

میری تکذیب کریں گے۔ اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان رکتی ہے تو ہارون کو حکم بھیج کہ میرے ساتھ چلیں.)

یہ آیات بیان کرتی ہیں کہ موسی (ع) نے اللہ سے مانگا کہ ھارون کو نبی بنائے؛ یعنی جس طرح خود کو آگاہ بنایا تھا ویسے ہی ھارون کو بھی باخبر کرے۔ دعوت کی شروعات، ھارون (ع) کے ذریعے ہوئی اور انھوں نے ان لوگوں کو موسی (ع) سے استقبال کے لیے تیار کیا: (قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ)[1] (فرمایا: ہرگز نہیں! آپ دونوں ہماری نشانیاں لے کر جائیں کہ ہم آپ کے ساتھ سنتے رہیں گے.) یہ آیت بتاتی ہے کہ اللہ نے موسی کی درخواست کو قبول کیا؛ ساتھ ہی یہ آیت بتاتی ہے کہ جو براہ راست لوگوں سے ملا، ھارون تھا۔(فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَى)[2] (یہ دیکھ کر سارے جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور آواز دی کہ ہم ھارون اور موسٰی کے پروردگار پر ایمان لے آئے.) اس آیت میں، ھارون (ع) اول میں ذکر ہوئے ہیں؛ کیونکہ وہ تھا جو ان کے سامنے آیا۔ ھارون، موسی کے وصی تھے جو کہ حضرت موسی سے پہلے، رسالت کی سرزمین جو کہ مصر ہے، رسالت پر فائز ہوا؛ حتی موسی (ع) کے حضور کے باوجود، کلام کرنا اور سامنے ہونا، ان کا کام تھا؛ کیونکہ موسی (ع) نے ایسی ہی درخواست کی تھی۔ یہ تمام تفاصیل کے ساتھ، ھارون کے لیے موسی (ع) حجت تھے اور صرف موسی (ع) کے حکم سے کلام کرتے تھے:

(يَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَى هَارُونَ) (اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان رکتی ہے تو ہارون کو حکم بھیج کہ میرے ساتھ چلیں.)

موسی کیا چاہ رہے تھے؟ متکلم کون تھا؟ وہ یہ چاہ رہے تھے کہ ھارون (ع) متکلم ہو۔ اللہ نے اجابت فرمایا؛ حتی ساحروں نے بھی ایمان لاتے ہوئے، موسی (ع) سے پہلے ھارون (ع) کا نام لیا تھا؛ کیا اس چیز پر غور کیا؟ (فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَى) (یہ دیکھ کر سارے جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور آواز دی کہ ہم ھارون اور موسٰی کے پروردگار پر ایمان لے آئے.)

1- شعراء: 15.

2- طٰہ: 70.

اب کیا یہ موضوع ختم ہوا اور واضح ہوا کہ ممکن ہے وصی اس حجت سے پہلے مبعوث ہو جائے جسے حجت دریافت کرتا ہے اور ان کی جانب سے آتا ہے (مثلا موسی اور ھارون)؟ اس سے پہلے میں نے تین مثالیں آپ کے لیے بیان کی تھیں؛ لوط و ابراہیم، محمد و علی، سلیمان و داوود صلوات اللہ علیھم؛ اور یہ بھی چوتھی مثال جو کہ کافی ہے؛ بلکہ آخری مثال جو آپ کے لیے پیش کی ہے، وہی صرف کافی ہے۔ ایک مسئلہ باقی رہتا ہے؛ اگر آپ سے کہیں کہ امام مہدی (ع) مرفوع ہیں، تو ان کے لیے آپ عیسی (ع) اور آنحضرت کے اوصیاء کی مثال لائیں۔ ان کے پاس امام مہدی کی زندگانی کی کیفیت کے بارے میں کوئی رائے نہیں؛ اس لیے آنحضرت کی حیات میں طول عمر کی دلیل کے طور پر عیسی (ع) اور خضر (ع) کا ذکر کریں اور یہ وہی رفع پر ان کی اعتقاد ہونے کے مترادف ہے."[1]

چھٹا اشکال: [وصیت کا] تسلیم کرنا وفات پر مشروط ہے، نہ کے اس سے پہلے

وصیت میں کہا گیا ہے کہ جب امام مہدی (ع) کی وفات ہو جائے تو اسے اپنے بیٹے کے حوالے کر دیں؛ اور اس سے یہ مطلب اخذ ہوتا ہے کہ جب تک ان کی وفات نہیں ہوئی اسے ان کے حوالہ نہیں کرے گا۔

جواب: کتاب "در محضر عبد صالح" میں آیا ہے:

«عبد صالح سے اس موضوع کے بارے میں سوال پوچھا جو کہ رسول خدا کی مقدس وصیت سے مربوط تھا اور میں نے کہا: وصیت کے حوالہ سے، ہمیں اس سوال کا سامنے کرنا پڑتا ہے، کیونکہ وصیت میں آیا ہے: "فاذا حضرته الوفاة: جب ان کی وفات کا وقت آ پہنچے۔" جبکہ ابھی وفات حادث نہیں ہوئی ہے۔ تو ہم کیسے جواب دیں؟

انھوں نے فرمایا: "وفات کے معنی ہمیشہ موت نہیں؛ بلکہ صرف موت کی طرف اشارہ ہے؛ اس اعتبار سے کہ وفات، استیفاء (پورا اور مکمل طور پر لینا) اللہ سبحان کی جانب سے ہے-(إِذْ قَالَ اللّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ) (جب اللہ نے فرمایا: اے عیسٰی اب میں تمہاری مدت پوری کر رہا ہوں.) کیا عیسی مر چکے ہیں؟!

لہٰذا رفع بھی موت کی مانند وفات کہلاتی ہے؛ اس اعتبار سے کہ دونوں استیفاء (پورا اور مکمل طور پر لینا) کے مصداق ہیں۔ جو افراد آپ سے مجادلہ کرتے ہیں ان کے باطل کلام کو واضح کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ پچھلی مثالوں کی طرف اشارہ کریں۔"

---

1 - عبد صالح کی محضر میں، ج1 ص49.

میں نے کہا: کیا اس رفع جس میں، (خلافت کو) امام کے وصی کے حوالہ کرنا ہے، اس رفع کے ساتھ جو کہ امام اپنی پیدائش کے وقت سے رکھتا تھا، مختلف ہے؟ یہ وہ چیز ہے جس کی تشریح کرنے کا تقاضا کرتا ہوں۔

انھوں نے فرمایا: "اب، آپ پلٹ آیئے اور وصیت کے انتہا میں جو کلام آیا ہے (اور وہ پہلا ایمان لانے والوں میں سے ہے) ان کے لیے تشریح کیجیے جو ان پر اتمام حجت کے لیے کافی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ حوالہ کرنا، غیبت کبری کے دور میں واقع ہوتا ہے؛ ان کی وفات یعنی ان کی غیبت، لیکن وہ اس موضوع کو ادراک نہیں کریں گے اور جو کچھ دلیل و برھان سے تمہارے پاس ہے تمہارے لیے کفایت کرے گا۔

وہ لوگ علم و دانش کو صرف اس پر منحصر کرتے ہیں جو خود کہتے ہیں اور حتی قرآن کے روشن متون یا ائمہ کی روایات قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ پھر کیسے توقع رکھتے ہو کہ آپ سے قبول کرلیں کہ "وفات" کی اصطلاح روایت میں ایک معنی سے زیادہ بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے جس میں سے ایک "رفع" ہے؟! اول المومنین" سے اس سے احتجاج کرو کہ صرف یہی کافی ہے اور مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ تمام لوگوں کے لئے غیبت کبری میں امام کے ظہور سے پہلے بعثت، تسلیم اور رسالت انجام پائے گا۔»[1]

ساتواں اشکال: ایک ہی وقت میں دو حجتوں کا جمع ہونا

اگر احمد الحسن (ع) لوگوں کے لیے حجت ہے اور امام مہدی (ع) بھی ایک دلیل ہے تو اس صورت میں بیک وقت دو دلیلوں کا جمع ہونا ضروری ہے، اور یہ ممکن نہیں!

جواب: کتاب "در محضر عبد صالح" میں ہے:

«میں نے عبد صالح سے اس بارے میں پوچھا۔ انھوں نے - میری جان اس پر قربان ہو - فرمایا: "جب آپ سے لوگوں کے لیے موجودہ حجت کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ وہ کون ہے، حضرت مہدی یا ان کا جانشین، تو آپ کے پاس خود ہی جواب ہے؛ کیا ایسا نہیں ہے؟

میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں: کیا عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی وصی تھا؟ اگر آپ "نہیں" کہتے ہیں تو آپ نے اپنے مذہب اور خدا کے دین کے ایک اصول پر باطل کی لکیر کھینچ دی ہے کہ "ان لکل نبی وصی: ہر نبی کا ایک جانشین ہوتا ہے۔" کیا کوئی یسوع کے لیے وصی کے وجود سے انکار کر سکتا ہے؟! اس کے علاوہ آپ شیعوں کا

---

1 - عبد صالح کی محضر میں، ج 1 ص 50.

کہنا ہے کہ حضرت مہدی کی والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانشین کی اولاد تھیں؛ لہٰذا، آپ ثابت کرتے ہیں کہ یسوع کا وصی تھا؛ اس لیے آپ کے پاس "ہاں" کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔[1]

اب حضرت عیسیٰ (ع) کے رفع ہونے کے بعد کیا ان کا انتقال ہو گیا ہے، یا وہ زندہ ہیں اور اس دنیا میں کچھ کر رہے ہیں؟ تم مسلمان اس بات پر متفق ہو کہ وہ کسی وقت اتریں گے اور ان کا ایک کام ہوگا۔ عیسائیوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ رفع ہونے کے بعد وقتاً فوقتاً نیچے آتے اور اپنے حواریوں سے بات چیت کرتے ہیں، اس لیے یسوع فوت نہیں ہوئے ہیں[2] اور یہاں تک کہ قرآن بھی اس کو ثابت کرتا ہے۔ جہاں ارشاد ہے: (وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ) (اور انہوں نے مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا؛ بلکہ ان کے لیے معاملہ مشتبہ ہو گیا)؛ پھر وہ قتل نہیں ہوئے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ حجت کون ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت ناطق (بولنے والا) کون تھا؟ اگر اس وقت کوئی وصی تھا تو اب بھی ایسا ہی ہے۔

---

1 - شیخ صدوق نے اسے کمال الدین میں ایک طویل حدیث میں نقل کیا ہے جس کا ایک حصہ میں بطور دلیل نقل کرتا ہوں: «رسول اللہ (ص) نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھانا چاہا تو اس کی طرف وحی کی کہ وہ کتاب الٰہی کا نور، حکمت اور علم شمعون بن حمون صفا کے سپرد کر دے جو مومنین پر اس کا جانشین تھا اور اس نے ایسا کیا۔ تو اس لیے شمعون نے اپنی قوم کے درمیان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مسلسل تعمیل کی اور بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ (ع) کے تمام ارشادات پر عمل کیا اور کفار سے جنگ کی؛ پھر جو کوئی اس کی فرمانبرداری کرتا اور اس پر اور جو کچھ وہ لایا تھا اس پر ایمان لاتا، وہ مومن تھا، اور جو کوئی اس کا انکار اور نافرمانی کرتا، وہ کافر تھا » کمال الدین و تمام النعمہ صفحہ 224 اور 225.

امام جعفر بن محمد صادق (ع) سے اپنے والد (ع) سے اپنے والد (ع) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: « رسول اللہ (ص) نے علی ابن ابی طالب (ع) سے فرمایا: «اے علی تم آدم کے لیے ھبہ اللہ اور تم نوح کے لیے سام، ابراہیم کے لیے اسحاق، موسیٰ کے لیے ہارون اور عیسیٰ کے لیے شمعون ہو۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا...» امالی صدوق، صفحہ 100 اور 101.

2 - احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ (ع) نہ مرے اور نہ ہی قتل ہوئے۔ ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے امام ابو جعفر محمد باقر (ع) کو فرماتے سنا: «اس امر کے صاحب میں انبیاء کی چار روایتیں ہیں: موسیٰ کی روایت، عیسیٰ کی روایت، یوسف کی روایت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت۔ لیکن موسیٰ سے ان کی روایت یہ ہے کہ وہ ڈرتے بھی ہیں اور چوکنا بھی اور انتظار بھی کرتے ہیں اور یوسف سے ان کی روایت یہ ہے کہ انہیں قید کیا گیا اور حضرت عیسیٰ (ع) سے ان کی روایت یہ ہے کہ وہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے جب کہ وہ مرے نہیں ہیں، لیکن ان کی روایت حضرت محمد (ص) یہ ہے کہ وہ تلوار کے ساتھ قیام کریں گے.» کمال الدین اور تمام النعمہ، صفحہ 151 اور 152.

مسعودی کی سند سے، حمیری کی سند سے، محمد بن عیسیٰ کی سند سے، سلیمان بن داؤد کی سند سے، ابی نصر کی سند سے، انہوں نے کہا: "میں نے ابو جعفر (ع) سے سنا، امام محمد باقر (ع) نے فرمایا: «صاحبِ امر میں انبیاء کی چار سنتیں موجود ہیں: موسیٰ علیہ السلام کی سنت ان کی غیبت میں ہے؛ عیسیٰ علیہ السلام کی سنت ان کے خوف اور یہود سے محتاط رہنے میں، اور یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مر چکے ہیں حالانکہ وہ نہیں مرے، انہیں قتل کیا گیا ہے حالانکہ قتل نہیں ہوئے؛ یوسف علیہ السلام کی سنت ان کے حسن و جمال اور سخاوت میں ہے؛ اور حضرت محمد (ص) کی سنت یہ ہے کہ وہ تلوار کے ساتھ ظہور کریں گے.» اثبات وصیت مسعودی، ص، 280، ط 2، 1409ق، دار الاضواء، بیروت۔ اور دیگر روایات.

وہ حضرت مہدی (ع) کو ان کے باپ دادا سے قیاس کرتے ہیں اور اس طرح، وہ آپ کے لیے غلط فہمیوں اور جھوٹے دلائل سے مسائل پیدا کرتے ہیں؛ جبکہ حضرت مہدی (ع) اپنے باپ دادوں کی طرح نہیں ہیں۔ایک روایت میں جو آنحضرت کی ولادت کو ثابت کرتی ہے، یہ بیان کیا گیا ہے: آپ کی پیدائش کے فوراً بعد فرشتوں نے آپ کو اٹھالیا۔[1] پس حضرت مہدی (ع) عیسیٰ (ع) کی طرح ہیں اور ان کے ساتھ موازنہ ہونا چاہیے۔"

میں نے کہا: کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مہدی (ع) کو حضرت عیسیٰ (ع) سے موازنہ ہونا چاہیے اور حضرت مہدی (ع) کے جانشین کو بھی حضرت عیسیٰ (ع) کے جانشین سے موازنہ ہونا چاہیے؟

انھوں نے فرمایا: "ہاں، وہ ملتے جلتے ہیں۔ پچھلی امتوں میں یہ "خضر" تھا اور موسیٰ (ع) کی قوم میں "ایلیا"۔ نیز عیسیٰ (ع) اور امام مہدی (ع)؛ ان سب کے حالات یکساں ہیں، یہ اپنی قوم کے گواہ بھی ہیں اور زندہ بھی ہیں اور اٹھائے گئے ہیں۔ خدا کا دین ایک ہے اور خدا کی سنت (روایت) بھی ایک ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے."

میں نے آگے کہا: اب دو مسائل رہ گئے ہیں: پہلا یہ کہ ہم "رفع" کے مسئلے کی وضاحت کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے یا کم از کم یہ مسئلہ ہم میں سے کچھ لوگوں کے لیے بالکل واضح نہیں ہے۔ دوسرا، مخالفین کا خیال ہے کہ حجت ناطق (بولنے والے حجت) ہمیشہ حجت صامت (خاموش حجت) سے افضل ہے۔

انہوں (ع) نے دوسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے اپنے کلام کا آغاز کیا اور فرمایا: "امام مہدی محمد بن الحسن (ع) اپنے تمام باپ دادا سے افضل ہیں سوائے اصحاب کساء کے۔ امام حسن بن علی عسکری (ع) ناطق تھے اور امام مہدی (ع) صامت تھے۔ کیا آپ پر امام مہدی (ع) کی فضیلت ثابت ہے؟ اس سلسلے میں روایات موجود ہیں.[2]

---

1 - کمال الدین اور تمام النعمہ صفحہ 426 میں روایت کی طرف رجوع کریں.

2 - ابی عبداللہ امام جعفر صادق (ع) سے، ان کے آباء (ع) سے روایت ہے کہ رسول خدا (ص) نے فرمایا:... «اور مجھ سے اور علی میں سے حسن اور حسین کو منتخب کیا، اور اس کا مکمل کرنے والا حسین کی اولاد میں سے بارہ امام ہیں، جن میں سے نواں ان کا باطن ہے، اور وہ ان کا ظاہر ہے، اور وہ ان میں سب سے بہتر اور ان کے قائم ہیں.» غیبت نعمانی، ص 73.

امام صادق (ع) نے فرمایا: «حسین بن علی کے بعد ہم میں سے نو (امام) ہیں، ان میں سے نواں ان کا قائم ہے اور وہ ان میں سب سے افضل ہے.» دلائل الائمہ محمد بن جریر طبری (شیعی)، ص 453.

جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا: «خدا دنوں میں سے، جمعہ کو اور راتوں میں سے شب قدر کو اور مہینوں میں سے رمضان کا مہینہ کو منتخب کیا؛ اور اس نے مجھے اور علی کا انتخاب کیا۔ اور علی میں سے، حسن اور حسین کو اور حسین میں سے اہل عالم کے حجتوں کو چن لیا جو ان کا نواں ان کا قائم ہے اور وہ ان کا اعلم اور احکم ہے» بحار الانوار، ج 36 ص 372.

اس کے ساتھ ساتھ ایک اور موضوع بھی ہے جس پر میں بات کرنے جارہا ہوں جس سے ایک اور نقطہ نظر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت وصی لوگوں پر حجت ناطق ہے۔ پہلے موضوع میں آپ کے لیے وصی کا حجت ہونا ثابت ہوا اس اعتبار سے کہ امام کی غیبت، غیبت رفع ہے۔

اب ان کے پاس اس طرح کہ کوئی اور کلام ہے جو کہتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف مرفوع نہ ہوں اور آنحضرت اس زمین پر غائب اور پوشیدہ ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہے؟

اس صورت میں جواب کا اظہار لوط اور ابراہیم کے قصے سے کیا جائے گا۔ لوط حجت ناطق تھے، جبکہ ابراہیم زندہ تھے اور زمین پر نظر آتے تھے اور اوپر نہیں اٹھائے گئے تھے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ابراہیم لوط کے گاؤں میں موجود نہیں تھے۔ اب اگر امام چھپ گیا تو صورت حال وہی ہو گی"۔

میں نے عرض کیا: اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ وہ احادیث جو کہتی ہیں کہ "دو حجتیں (ایک ساتھ) موجود نہیں ہوں گے جب تک کہ ان میں سے کوئی ایک ناطق ہو" 1 کا تعلق اس وقت سے ہے جب یہ دونوں ایک جگہ جمع ہوں۔ کیا ایسا ہے؟

انھوں (ع) نے فرمایا: "ہاں، ایسا ضرور ہے۔ کیا کوئی عقلمند اس کے علاوہ کچھ کہتا ہے؟! کیا امام علی (ع) جب رسول اللہ (ص) تبوک گئے تھے تو اہل مدینہ پر حجت ناطق تھی یا نہیں؟ کیا اہل مدینہ محجوج تھے (یعنی حضرت علی (ع) ان پر حجت تھے) یا نہیں؟ کیا مدینہ والوں پر ہر قول و فعل میں آنحضرت کی پیروی واجب تھی یا نہیں؟ اس لیے رسول اللہ (ص) کے باوجود، ان کے لیے حجت ثابت ہو چکا تھا۔ ایک بات اور رہ جاتی ہے: علی خدا کا حجت نہیں تھا، بلکہ حضرت محمد (ص) کا حجت تھا، اور انہوں نے خدا کی طرف سے نہیں بلکہ پیغمبر محمد (ص) کی طرف سے

سلمان کہتے ہیں: ہم رسول اللہ (ص) کے ساتھ تھے۔ جب کہ حسین بن علی (ع) آنحضرت کے گھٹنے بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی ص نے ان کے چہرے کو گھورا اور فرمایا: «اے ابا عبداللہ، آپ آقاوں کے آقا ہیں، اور آپ امام ہیں، امام کے بیٹے، امام کے بھائی اور نہ اماموں کے والد ہیں جن میں سے نواں ان کا قائم، ان کا امام، سب سے زیادہ عقلمند، حکیم اور افضل ہے» بحار الانوار، ج36، ص372۔ اور دیگر روایات اس حالیہ روایت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام اپنے آٹھوں آباء کے امام ہیں نہ کہ صرف ان میں سب سے زیادہ فضیلت والے!

1 - ان احادیث میں مذکور ہے منجملہ: حسین بن ابوعلاء سے، انہوں نے کہا: "میں نے امام صادق (ع) سے عرض کیا: کیا یہ ممکن ہے کہ زمین میں کوئی امام نہ ہو؟ انھوں نے فرمایا: «نہیں» میں نے کہا: کیا زمین پر دو امام ہو سکتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: «نہیں، جب تک کہ ان میں سے کوئی (صامت) خاموش نہ ہو.» الکافی، جلد 1، صفحہ 178 حدیث 1.

ناطق تھے، خواہ پیغمبر (ص) کے زمانے میں ہو یا ان کی شہادت کے بعد! ہم کہتے ہیں کہ وہ خدا کا حجت تھا؛ کیونکہ وہ اصل میں خدا کا حجت تھا، کیونکہ علی (ع) حضرت محمد (ع) کا حجت تھا، اور حضرت محمد (ع) خدا کے خلیفہ تھے....[1]

پھر عبد صالح (ع) اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے ایک تیسرا گواہ شامل کرتا ہے اور فرماتا ہے: (وَدَاوُودَ وَسُلَيمَانَ إِذْ يحكمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وكنّا لِحُكمِهِمْ شَاهِدِينَ* فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيمَانَ وَكلًّا آتينَا حُكمًا وَعِلْمًا وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يسَبِّحْنَ وَالطَّيرَ وكنّا فَاعِلِينَ)[2] (اور داؤد اور سلیمان (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصلہ کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے *اور ہم نے سلیمان کو اسی طرح فیصلہ کرنا سکھایا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد کے لیے مسخر کیا جو ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور ایسا کرنے والے ہم ہی تھے.)

یہ وہ سلیمان ہے جس نے اپنے والد داوود کی زندگی میں کسی مسئلہ کے بارے میں حکم کیا اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام (تنہا) نے حکم جاری فرمایا۔ خدا نے سلیمان کا حکم اور فیصلہ جاری کیا، حالانکہ سلیمان حضرت داوود پر محجوج (تابع) تھا؛ اس لیے سلیمان ناطق تھا اور وہی ہے جسے خدا نے سکھایا تھا۔ یہ کہانی زیر بحث موضوع کو ثابت کرنے میں بہت واضح ہے.»[3]

اور سید احمد الحسن صامت دلیل کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«لیکن حجت صامت سے مراد "وہ ہے جو محجوج ہے" (یعنی وہ خود دلیل فراہم نہیں کرتا) اور "محجوج بہ: وہ جو دلیل لاتا ہے" کے باوجود کچھ نہیں کرتا اور یہ ان کے درمیان کا معاملہ ہے اور اس کا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا بیک وقت ان دونوں کی موجودگی سے حجت صامت رد ہوتا ہے؟ کیا ہارون اور لوط کو رد کرنا جائز ہے کیونکہ وہ موسیٰ اور ابراہیم کے وجود کی وجہ سے صامت تھے؟ "صامت" کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ دونوں ایک جگہ ملیں تو

---

1 - شیخ ناظم العقیلی کہتے ہیں: اس مضمون سے ہم سمجھتے ہیں کہ سید احمد الحسن (ع) اب لوگوں کے لیے امام مہدی (ع) کا حجت ہے اور وہ خدا کا حجت نہیں ہے۔ ہاں وہ خدا کا حجت ہے کیونکہ وہ امام مہدی (ع) کا حجت ہے اور امام مہدی (ع) خدا کا حجت ہے.

2 - انبیاء: 78 اور 79.

3 - عبد صالح کی محضر میں، ج 1 ص 47.

ناطق وقت کا حجت ہے اور وصی صرف اس کی اجازت سے بولتا ہے؛ اور یہ واحد مفہوم ہے جو قرآن سے مطابقت رکھتا ہے.[1]

یہ، اصرار کی صورت میں، در حقیقت، وہ اس معنی کی تلاش میں ہیں جو یہ کہتا ہے صامت اور ناطق والی روایات قرآن سے متصادم ہیں اور جو روایات قرآن کے خلاف ہیں، جیسا کہ اہل بیت نے حکم دیا ہے، یا تو ان کی تاویل کی جائے یا ان سے منہ موڑا جائے؛ وہ بھی یہی مانتے ہیں۔

لہٰذا ان کے فہم کے مطابق، صامت اور ناطق والی روایات، قرآن کے خلاف ہیں اور ان کی یا تو تفسیر کی جائے یا ترک کر دی جائے۔

صرف ایک صورت باقی رہتا ہے؛ اس طرح صامت اور ناطق کی روایتوں کی اس طرح تاویل کی جاتی ہے کہ صامت سے مراد، ناطق سے محجوج ہے (بولنے والے کے باوجود وہ نہیں بولتا) اور وہ ناطق کی موجودگی میں صرف اس کی اجازت سے بولتا ہے؛ اس سلسلے میں یہ واحد صحیح فہم ہے۔ اس کے علاوہ کوئی تعبیر اور تفسیر، یہ روایات کو قرآنی محکمات سے متصادم حالت میں رکھتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو سلیمان علیہ السلام کے کلام میں ان کے والد داوٗد علیہ السلام کی زندگی میں حکم الٰہی سے واضح طور پر آشکار ہوئی ہے: (فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيمَانَ) (اور ہم نے سلیمان کو اس [طرح فیصلہ کرنا] سکھایا.)

---

1 - روایت ہے کہ امام حسن (ع) نے اپنے والد امیر المومنین (ع) کی عدم موجودگی میں فتویٰ دیا اور حضرت علی (ع) نے بھی ان کے فتوے کی تصدیق کی اور اس پر اطمینان کا اظہار کیا اور فرمایا کہ حسن (ع) کے کہنے کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔

ابو عبداللہ امام جعفر صادق (ع) فرماتے ہیں: «ایک گروہ امیر المومنین (ع) سے فتویٰ لینے آیا؛ لیکن وہ ان سے نہیں ملے۔ حسن (ع) نے ان سے فرمایا: مجھے اپنا مسئلہ بتاؤ، اگر میں صحیح جواب دوں تو خدا کی طرف سے اور امیر المومنین کی طرف سے ہو گا، اور اگر میں غلط ہوں تو امیر المومنین تمہارے پیچھے آئیں گے.» انہوں نے کہا: ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ ہمبستری کی اور اس کے پاس جماع کی گرمی تھی، اس نے اٹھ کر ایک کنواری لونڈی سے مساحقہ کی، اس نے نطفہ بہایا اور لونڈی حاملہ ہو گئی۔ امام حسن (ع) نے فرمایا: «اس لڑکی کا مہر جلد از جلد اس عورت سے لے لیا جائے گا؛ کیونکہ بچہ بکارت (کنوارہ پن) پھٹنے سے ہی نکلتا ہے۔ پھر آپ کو اس وقت تک انتظار کرنا ہو گا جب تک کہ لونڈی کے بچے کی پیدائش نہیں ہو جاتی اور اس پر حد لاگو ہوتی ہے۔ بچہ نطفہ کے مالک سے منسوب ہے اور شادی شدہ عورت کو سنگسار کیا جاتا ہے.» وہ لوگ واپس آئے اور راستے میں امیر المومنین (ع) کو دیکھا۔ امام حسن (ع) سے ان کی ملاقات اور تبادلہ خیال کی کہانی انہوں نے آنحضرت کو سنائی ۔ حضرت علی (ع) نے فرمایا: «خدا کی قسم اگر تم ابوالحسن (حضرت علی (ع) کی کنیت) سے ملے ہوتے، ان کے پاس سوائے حسن کے کہنے کے کچھ نہیں تھا.» وسائل الشیعہ آل البیت: جلد 27، صفحہ 169 حدیث 34476۔

اب اگر امیر المومنین (ع) کے زمانے میں امام حسن (ع) پر بات کرنا حرام تھا، تو انھوں نے ایسا کیوں کیا؟ ! اس کے علاوہ بہت سی روایات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بہت سے معاملات میں ائمہ (ع) نے سوالات کا جواب اپنے اوصیاء پر چھوڑ دیا ہے۔ اب اوصیاء کی طرف سے دیے گئے جواب، سائل کے لیے حجت سمجھا جائے گا یا نہیں؟ !

ان کی باتیں صرف وقت کا ضیاع ہے۔ خدا کی قسم، خدا کی قسم، خدا کی قسم میں نے اس مسئلہ کو ان پر اتنا مضبوط اور قائم کر دیا ہے کہ نہ قرآن میں اور نہ روایات میں، ان کو اس سے کوئی فرار کا راستہ نہیں ہے؛ سوائے اس کے کہ وہ بحث کرنے میں صرف وقت ضائع کر رہے ہیں، جبکہ وہ خود بھی اس مطالبے سے آگاہ ہیں۔ اب وہ زیادہ علم والے ہیں یا ان کے فقہا؛ ان کے پاس کیا ہے کہ وہ کہہ سکیں؟ اگر فقہاء علم رکھتے ہیں تو میدان میں آئیں؛ کیا میں نے اپنی موجودگی کا اعلان نہیں کیا اور انہیں دعوت نہیں دی اور وہ یہ نہیں کہتے کہ میں حق پر نہیں ہوں؟! تو کیوں (موجود نہ ہو کر) لوگوں کو میری پیروی کرنے دیتے ہیں؟! کیا لوگوں کو بچانا ان کا فرض نہیں؟!»[1]

آٹھواں اشکال: وصیت کے واجب ہونے کی آیت منسوخ ہے

جس آیت کے بارے میں سید احمد الحسن (ع) کے پیروکار استدلال کرتے ہیں وہ منسوخ ہے۔

پہلا سوال: ابن مسکان سے، ابو بصیر سے، امام باقر (ع) سے یا صادق (ع) سے، اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بارے میں: کلام «كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ» (تمہارے اوپر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت سامنے آجائے تو اگر کوئی خیر و نیکی چھوڑا ہے تو اپنے ماں باپ اور قرابتداروں کے لئے وصیت کر دے یہ صاحبان تقوی پر ایک طرح کا حق ہے.)

روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: «یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے۔ فرائض والی آیت جو کہ وراثت سے متعلق ہے اسے منسوخ کر دیا ہے: «فَمَن بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ »(اس کے بعد وصیت کو سن کر جو شخص تبدیل کر دے گا اس کا گناہ تبدیل کرنے والے پر ہو گا تم پر نہیں) یعنی اس وصی پر.»

کیا یہ آیت منسوخ ہے؟ وصیت کیا ہے جو مکلّف پر واجب ہے؟

سید احمد الحسن (ع) نے جواب دیا:

«اس آیت میں خیر (نیکی) سے مراد صرف جائیداد اور اثاثے نہیں ہیں۔ اگر یہ آیت منسوخ ہو چکی ہو، تو اس کا نسخ کا حکم ورثہ میں تقسیم ہونے والے اموال و جائیداد سے آگے نہیں بڑھتا؛ یعنی وراثت سے متعلق آیات کے نازل ہونے کے بعد، وہ وصیت جو ورثہ میں تقسیم ہونے والے اموال و جائیداد پر کی جاتی ہے، واجب نہیں ہے؛ یعنی

---

1 - عبد صالح کی محضر میں: ج1 ص 47.

وصیت اموال کے $\frac{2}{3}$ پر واجب نہیں ہے، لیکن اس مقدار کے علاوہ آیت کا حکم جاری و ساری ہے اور یہ دعویٰ کرنا ممکن نہیں کہ (ہم کہیں کہ) وراثت کی آیات نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔

محمد بن مسلم کہتا ہے: وارث کے لیے وصیت کے بارے میں ابی جعفر امام محمد باقر (ع) سے سوال پوچھا. انھوں نے فرمایا: «جائز ہے» پھر اس آیہ کی تلاوت فرمایا: «إِن تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِينَ» (اگر کوئی خیر و نیکی چھوڑا ہے تو اپنے ماں باپ اور قرابتداروں کے لیے وصیت کرنا واجب ہے.)[1]

اسی طرح، یہ آیت واضح طور پر مؤمن کے لیے اس ایک تہائی حصے کی وضاحت کرتی ہے جس کے بارے میں وصیت کرنا واجب ہے، یعنی یہ کہ اس کے بارے میں وصیت کرنا واجب ہے، یا اس کا کچھ حصہ اپنے زمانے کے خلیفہ کو وصیت کر دے، جیسا کہ ان سے روایت ہوا ہے۔ ہاں، خلیفۂ خدا کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس واجب کو ساقط کر دے، جس طرح اسے خمس ساقط کرنے کا حق ہے کیونکہ یہ وہ اموال ہیں جو اس کے لیے مخصوص ہیں اور جب چاہے ان کو ساقط کر سکتا ہے؛ یہ وہ مال ہے جس سے وہ امت اور فقرا کی سرپرستی کرتا ہے اور جس کے ذریعے زمین پر خلیفۂ خدا کا حکم نافذ ہوتا ہے.»

سماعۃ بن مہران، امام صادق (ع) سے خدا تعالیٰ کے اس کلام: «الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِينَ» (اپنے ماں باپ اور قرابتداروں کے لئے نیک وصیت صاحبان تقوی پر ایک طرح کا حق ہے) کے بارے میں فرماتے ہیں: «یہ وہ چیز ہے جو اللہ نے صاحبِ امر کے لیے مقرر کی ہے.» میں نے عرض کیا: کیا اس کی کوئی مقدار ہے؟ فرمایا: «جی ہاں.» میں نے عرض کیا: کتنی ہے؟ فرمایا: «اس کی کم سے کم مقدار ایک تہائی ہے.»[2]

عمار بن مروان کہتے ہیں: میں نے امام صادق (ع) سے خدا کے ارشاد کے بارے میں پوچھا: «إِن تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ» (اگر کوئی خیر چھوڑا ہے، تو وصیت کر دے) انھوں نے فرمایا: «یہ ایک حق ہے جو اللہ نے لوگوں

---

1 - الکافی: ج7ص 10.

2 - من لایحضرہ الفقیہ: جلد4، صفحہ 235.

کے اموال میں صاحب الامر کے لیے مقرر کیا ہے.» (راوی) کہتا ہے: میں نے عرض کیا: کتنا ہے؟ فرمایا: «اس کی کم سے کم مقدار ایک چھٹا حصہ (1/6) اور زیادہ سے زیادہ مقدار ایک تہائی ہے.»[1]

احمد بن محمد بیاری نے کتاب تنزیل و تحریف میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان «اگر کوئی خیر (مال) چھوڑ جائے تو وصیت کرے» کے بارے میں کہا: امام صادق (ع) نے فرمایا: «یہ ایک حق ہے جو اللہ عزوجل نے صاحب الامر کے لیے ایک تہائی مال میں واجب کیا ہے.» ان سے عرض کیا گیا: یہ کتنی مقدار ہے؟ فرمایا: «کم سے کم مقدار ایک تہائی مال ہے، اور باقی مال میں میت اپنی مرضی سے وصیت کر سکتا ہے.»[2]

اسی طرح اللہ کی تقویٰ کی وصیت اور لوگوں کو زمین پر خلیفۂ خدا کی مدد کرنے کی ترغیب دینا، خصوصاً اس شخص کے لیے جو سمجھتا ہے کہ اس کی بات یا وصیت ان لوگوں پر، جو اس کی موت کے بعد اسے پڑھیں گے، حق کی پہچان اور خلیفۂ خدا کی مدد میں اثر انداز ہوگی، واجب ہے۔ امیر المؤمنین (ع) نے اس شخص کو، جس کے پاس مال نہیں تھا، وصیت ترک کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ اسے حکم دیا کہ وصیت کو ترک نہ کرے اور اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرے۔

امام صادق (ع) اپنے والد اور وہ اپنے والد سے امیر المؤمنین (ع) کا یہ قول نقل کرتے ہیں: «ایک غریب آدمی امیر المؤمنین (ع) کے پاس آیا اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین علیہ السلام، کیا میں وصیت کروں؟ آپ نے فرمایا: 'اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرو، لیکن مال اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ دو؛ کیونکہ یہ تھوڑا اور فنا ہونے والا ہے؛ اللہ عزوجل فرماتا ہے: "اگر کوئی خیر (مال) چھوڑ جائے" اور تم نے کوئی خیر (مال) نہیں چھوڑا جس کی وصیت کی جا سکے۔»[3]

لیکن جہاں تک زمین پر خلیفۂ خدا یا خصوصاً رسول اللہ (ص) کا تعلق ہے، یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے بہت زیادہ خیر چھوڑا، اور وہ خیر زمین پر اللہ کی خلافت کا مقام ہے، جب وہ عالم بالا کی طرف تشریف لے گئے۔ خلیفۂ الٰہی وہ ہے جو لوگوں تک اللہ کے احکام پہنچانے کا ذریعہ ہے؛ تو وہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے جانشین کے بارے میں وصیت نہ کریں؟!

---

1 - مستدرک الوسائل: جلد 14، صفحہ 143.
2 - مستدرک الوسائل: جلد 14، صفحہ 143.
3 - مستدرک الوسائل: ج 14 ص 141.

اس کے علاوہ، اس آیت میں دو واضح الفاظ موجود ہیں جو وفات کے وقت وصیت کو واجب قرار دیتے ہیں: "کتب، حق علی: واجب ہو گیا، ان پر حق ہے۔" لہٰذا، یہ درست نہیں کہ صاحبِ شریعت اس سے منہ موڑ لیں، کیونکہ اس سے منہ موڑنا ایک قبیح اور ناپسندیدہ عمل ہے؛ تو کیسے ممکن ہے کہ محمد (ص) اپنی وفات کے وقت وصیت کرنے سے منہ موڑ دیں، جبکہ ان کے پاس لکھنے کے لیے کافی وقت تھا، حتیٰ کہ اس کے باوجود کہ انہیں جمعرات کے دن لوگوں اور گواہوں کے سامنے لکھنے سے روک دیا گیا تھا۔ کیا علی (ع)، سلمان، ابوذر، مقداد، عمار اور دیگر افراد کی موجودگی میں۔ وہ افراد جنہوں نے وصیت لکھنے کی تصدیق کی۔ رسول اللہ (ص) کے پاس اپنے اصحاب میں سے دو عادل گواہ موجود نہیں تھے؟! کیا ان کے پاس وقت نہیں تھا؟! حالانکہ ان کے پاس تقریباً تین دن اور رات کا وقت تھا!

میں نہیں سوچتا ہوں، کوئی بھی فرد جو رسول اللہ (ص) کا احترام کرتا ہے، کہے کہ آنحضرت تحریر «وصیت» لکھنے کو ترک کیے ہیں؛ وہ تحریر جو قیامت کا دن تک امت کو گمراہی سے بچانے پر وصف کی گئی ہے.

شیعیوں کے کچھ افراد کی بات جو کہ ادعای علم کرتے ہیں، صحیح نہیں: «قطعی طور پر، وصیت کی تحریر کرنے کو ترک کرنا بہتر ہے، کیونکہ وہ افراد جنھوں نے جمعرات کا دن اس (وصیت) لکھنے پر اعتراض کیے اور کہے: وہ ہذیان کہہ رہا ہے، یا درد اس پر غلبہ کی ہے (یعنی عمر اور اس کا گروہ) حضور (ص) کی وفات کے بعد (بھی) وصیت لکھتے وقت حضور (ص) کی عقلانی طاقت کی صحت پر طعنہ مارنے سے دست بردار نہیں ہوتے، جس طرح «رزیہ الخمیس» (جمعرات کے المئے) میں اس کام کو سرانجام دیئے. »

ان کی یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ یہ بات اس وقت ممکن تھا کہ وصیت اعتراض کرنے والوں کے لیے، تحریر اور آشکار ہو جاتا، لیکن اگر علی (ع) کے لیے اور ان اصحاب کے لیے جو ان کو قبول کرتے ہیں، لکھ دیا جائے، اعتراض کرنے والوں کو آشکار ہوئے بغیر، (تو اس صورت میں) رسول اللہ (ص) پہ کوئی طعنہ وارد نہیں اور اسی صورت حال میں وصیت کو تحریر کرنے کا مقصد محقق ہو جائے گا؛ یہ کہ یہ وصیت اس امت کے بعد میں آنے والوں کو ملے اور قیامت کا دن تک، گمراہی کو اس امت سے منتفی کرے.

جی ہاں، اس افراد کے لیے جو «فقہ» کا ادعا کرتے ہیں. جائز ہے کہ اس بات کو کہے، اسی دلیل کی وجہ سے رسول اللہ (ص) اسی موقع پر وصیت لکھنے پہ اصرار نہیں فرمایا، یعنی جمعرات کے واقعہ میں لیکن نہ مطلق اور ہمیشہ کے لیے!

یہ بات واضح ہے! کیا وہ فرد جو رمضان کا ایک دن کا روزہ نہیں رکھ سکتا کیا وہ مطلق طور پہ روزہ رکھنے سے باز آئے گا یا کہ دوسرا دن جس میں اس کے لیے روزہ رکھنے کا امکان ہو، روزہ رکھے گا؟ کیا وہ فرد جو ایک مکان میں، نجاست موجود ہونے کہ وجہ سے، نماز نہیں پڑھ سکتا، نماز ہی نہیں پڑھے گا یا کسی دوسری جگہ نماز پڑھے گا؟

رسول اللہ (ص) کی تحریر وفات کے وقت (وصیت)، روزہ اور نماز سے بڑھ کر بہت بڑا مسالہ ہے، اور اللہ تعالی اپنے اس کلام کے ذریعہ، اس کو حضور (ص) پر فرض کیا ہے «كُتِبَ، حَقًّا عَلَى» (واجب ہوگیا، ان پر حق ہے) اور حضور (ص) اس وصیت کو یوں توصیف فرمایا ہے کہ امت کو قیامت کا دن تک گمراہی سے بچاتی ہے؛ حال یہ کیسے ممکن ہے رسول اللہ (ص) محض اس لیے کہ ایک گروہ نے جمعرات میں اس (وصیت) کو تحریر کرنے پہ اعتراض کیا، اس کو مطلق طور پر ترک فرمایا؟!

حقیقت میں یہ ایک بہت بڑا اور خطرناک مسائلہ ہے کہ رسول اللہ (ص) کو وفات کے وقت وصیت تحریر نہ کرنے پر متھم کیا ہے؛ کیونکہ یہ اتھام رسول اللہ (ص) پر وارد ہوگا کہ وہ جو اللہ تعالی ان کو امر کیا اسے چھوڑ دیا اس حالت میں کہ اس کا انجام دینے اور قائم کرنے کا امکان ان کے لیے موجود تھا اس حال میں کہ اللہ تعالی وصیت لکھنے کو آقا اور پرھیزگاروں کے امام کو ایک ہی آیہ میں دوبار واجب قرار دیا ہے، اس کلام میں : «كُتِبَ ، حَقًّا عَلَى» (واجب ہوگیا، ان پر حق ہے) . «كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِينَ»[1] (تمھارے اوپر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے تو اگر وہ کچھ خیر (اور نیکی) چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے نیک وصیت کردے یہ (وصیت کرنا) صاحبان تقوی پر ایک حق ہے.) آج فلان شخص یا کوئی اور فرد آکر یہ کہتے ہیں: محمد (ص) وہ وصیت جو ثقلین کو واضح کرتی ہے نہیں لکھے ہیں!!

یہ فرد بڑے آسانی سے رسول اللہ (ص) پر تہمت لگایا کہ آنحضرت اللہ سے نافرمانی کیے ہیں؛ کیونکہ واحد روایت کی گئی حدیث وصیت اس کے ہوای نفس کے مطابق نہیں کیونکہ اس میں مھدیین اور ان کا پہلا مذکور ہیں. اس لیے کوئی عجب نہیں کہ وہ کہے: رسول اللہ (ص) وصیت ہی نہیں فرمائی. کیا ہوای نفس سے پیروی، اس سے زیادہ واضح ہو سکتا ہے؟!!

---

1 - بقرہ، 180.

مصیبت یہ ہے کہ کچھ لوگ ادعا کرتے ہیں وہ مطالب جو کہ رسول اللہ (ص) - ان لوگوں کے گمان کے مطابق نہیں لکھے ہیں - وہ لوگ جانتے ہیں؛ اس بنا کہ وصیت صرف بیعت غدیر اور مختصر حدیث ثقلین پر ایک تاکید ہی تھا؛ اسی لیے آنخضرت (ص) وصیت نامہ لکھنے کی طرف کوئی اہتمام نہیں کیا اور ان لوگوں کے گمان کے مطابق حتی (جمعرات کے) اس مصیبت بار واقعہ کے بعد اس مسکین افراد کے لیے جو اس کو مانتے ہیں، مثلاً عمار، ابوذر و مقداد کے لیے اس (وصیت) کو نہیں لکھا؛ اور ان لوگوں کے گمان کے مطابق حتی اس (وصیت) کو علی (ع) کے لیے بھی نہیں لکھا تا کہ اسے ان افراد تک پہنچا دے جو اسے مانتے ہیں اور وہ تمام افراد جو اگلے نسلوں میں ہوں گے ضایع اور گمراہ نہ ہو جائے اور امت گمراہی سے در امان رہے!

مجھے نہیں پتا وہ کہاں سے یقین رکھتے ہیں کہ وصیت صرف تکرار یا تاکید واقعہ غدیر یا دوسرے حادثات اور رسول اللہ (ص) کے پچھلے کلام ہے، حدیث مختصر ثقلین کی مانند، اس کے باوجود کہ آنخضرت (ص) پیغمبر اور اللہ کی جانب سے رسول ہیں اور وحی ان پر مستمر ہے، اور ان کی رسالت لوگوں کے لیے جاری ہے حتی ان کی زندگی کے آخری لحات میں. کیا اللہ تعالی ان لوگ کو خبر دار کیا ہے کہ مثلاً ایک دن یا ایک مہینہ یا دو مہینے ان کی وفات سے پہلے، کوئی نئ چیز یا تفاصیل محمد (ص) کو وحی نہیں کرے گا، جو کہ ثقلین کے کسی ایک کے بارے میں ہو اور وہ وہی ان کے بعد کے اوصیا اور ان کے نام اور ان میں سے کسی خصوصیات کے بارے میں ہیں وہ امور جو قیامت تک لوگوں کو گمراہ ہونے سے روکتا ہے؟! اس کے باوجود کہ یہ بات حکمت کے موافق ہے! جب اللہ تعالی ان مدعیوں کو کوئی چیز وحی نہیں کیا، (تو وہ) کیسے یقین رکھتے ہیں کہ وصیت صرف ماضی کا تکرار ہے اس وجہ سے ان کا گمان کے مطابق بہتر ہے کہ «رزیہ الخمیس» (جمعرات کے مصیبت) کے بعد نہیں لکھ دیا جائے؟!

کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عمر نے رسول خدا (ص) کے لیے یہ تعیین تکلیف (فیصلہ) کیا تھا کہ جمعرات کے دن وصیت نہ لکھنا بہتر ہے. جس طرح کہ کچھ افراد اپنے گمان کے مطابق بولتے ہیں کہ عمر کی اعتراض وصیت تحریر کرنے پر توفیق اور تایید کی وجہ سے تھی؟! اور آپ رسول اللہ (ص) کو بولتے ہیں کہ بہتر ہے کہ وصیت جمعرات کا دن کے بعد بھی نہ لکھے اور آپ اپنی عذاب کی آگ بھڑکانے سے کوئی پروا نہیں کرتے ہیں؟! تمہارے رب کی قسم دیتا ہوں، پیغمبر کون ہے؟! محمد بن عبداللہ (ص) یا عمر اور اس کی جماعت اور یا تم لوگ جو اپنے آپ کو شیعہ کہلاتے ہو؟!

میں ان افراد کو جو یہ باتیں اپنی زبان پر جاری کرتے ہیں، انہیں توبہ اور استغفار کی دعوت دیتا ہوں؛ اگر وہ اللہ تعالی سے ڈرتے ہیں!

وصیت خلیفہ خدا کی دلیل، وفات کے دوران اور اس کا حکمت، یہ ہے کہ وحی اور تبلیغ زمین پر خلیفہ خدا کے لیے، حتی ان کی زندگی کے آخری لحات تک جاری رہے گا؛اس لیے ان کی وصیت آخری چیز ہے جو ان کو وحی ہو جاتے ہیں اور اس کا موضوع خلیفہ یا خلفای الہی ان کے بعد یا ان کے اوصیا ہے اس لیے خدای حکیم مطلق سبحان فرماتا ہے: «كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضرَأحَدكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَکَ خَيْراً الْوَصِيّةُ»(آپ پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت سامنے آجائے تو اگر کوئی خیر چھوڑا ہے تو وصیت کردے....) اور اللہ تعالی نہیں فرمایا کہ وصیت کریں اور بس. اسی لیے محمد رسول اللہ (ص) «رزیہ الخمیس» (جمعرات کے مصیبت) میں فرمایا کہ ان کی وفات کے دوران (کی گئی) وصیت گمراہی سے بچاتی ہے اور نہ کوئی اور چیز! کیونکہ یہ وصیت، ثقلین (گمراہی سے بچانے والا جانشین) کی پہچان کے لیے اس نام اور صفت کے ساتھ ہے جس کے ذریعہ، قیامت تک گمراہی، اس فرد کے لیے جو اسے تھام لے، حاصل نہیں ہوگی.

پھر سے تاکید کرتا ہوں اور کہتا ہوں: رسول اللہ (ص) کے کلام رزیہ (مصیبت) کا دن جیسے کے ابن عباس اس دن کو اسی نام پہ پکارا ہے: «کاغذ لائیں تاکہ آپ لوگوں کے لیے ایسی تحریر لکھوں تا اس کہ بعد کبھی گمراہ نہ ہو جائے»، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز رسول اللہ (ص) کی رسالت سے لائی گئی ہے، قرآن کے مطالب اور جو علی (ع) کے بارے میں بار بار وصیت کی گئی ہیں. حتی جو حسن (ع) حسین (ع) کے بارے میں حدیث کساء میں اور اس کے علاوہ ان کی شخصیت (کردار) کے بارے میں وضاحت کیے ہیں، قیامت تک امت کو گمراہی سے نہیں بچاتی، بلکہ ثقلین کی درست معرفت لوگوں کو گمراہی سے بچاتی ہے، جو کہ رسول اللہ (ص) ص کو وحی ہوا اور اللہ تعالی نے امر کیا کہ اسے وصیت مبارک میں، وفات کے دوران اور ان کی مبارک زندگی اور رسالت کے اختتام پر لوگوں کو پہنچادے.

آخر میں:

قرآن میں ایک آیہ موجود ہے جو موت کے وقت وصیت کرنے کو واجب قرار دیتی ہے اس دو الفاظ سے جو وجوب پر دلالت کرتی ہیں: «كُتِبَ، و حقاً علی» (واجب ہے، ان پر حق ہے) اللہ تعالی فرماتا ہے: «كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضرَ أحَدكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَکَ خَيْراً الْوَصِيّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتّقِينَ»[1]

---

1 - بقرہ: 180 .

(تمھارے اوپر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے تو اگر وہ کچھ خیر (اور نیکی) چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے نیک وصیت کر دے یہ (وصیت کرنا) صاحبان تقوی پر ایک حق ہے) کوئی بھی فرد اگر وصیت تحریر ہونے کو انکار کرے، تو وہ رسول اللہ (ص) کو معصیت کرنے پر متہم کیا ہے۔

کچھ روایات موجود ہیں جو کہ حضور (ص) کی جانب سے وفات کے وقت وصیت لکھنے پر یا وصیت لکھنے پر تاکید کرنے پر دلالت کرتی ہیں: مثلاً روایت «رزیہ الخمیس» (جمعرات کے المیے) جو بخاری میں یہ روایت موجود ہے اور سلیم بن قیس کی کتاب میں بھی روایت کی گئی ہے.

کچھ روایات موجود ہیں جو کہ وصیت کی مضموں سے موافقت رکھتی ہیں اور یہ روایات بارہ مھدیین کے بارے میں ہیں اور یہ انصار کے کتابوں میں موجود ہیں. اور ان کے منابع کے لیے شیعہ اور اھل سنت (کے کتابوں) میں رجوع کر سکتے ہیں. جو طوسی ان (ع) سے روایت کی ہے مھدی کا نام «احمد و عبداللہ و مھدی» ہیں اور جو اھل سنت سے روایت کی ہے مھدی کا نام رسول اللہ کے نام کے موافق ہے. یعنی احمد، جیسے کے وصیت میں مذکور ہے.

وفات کے وقت تحریر ہوئی وصیت موجود ہے اور کتاب شیخ طوسی میں یہ روایت بیان ہے اور وصیت کے متن کے خلاف کوئی روایت موجود نہیں، اور تمام اشکالات جو وصیت کے انکار کے لیے لائے گئے ہیں وہ سب بیان ہوئے ہیں اور ان کے باطل ہونے کا بھی جواب دیا گیا ہے .

یہ سب ہوتے ہوئے، کیسے ایک عقلمند انسان وصیت کو انکار کر سکتا ہے؟! کیسے ایک شخص جو آخرت سے ڈرتا ہے، وصیت کو انکار کر سکتا ہے؟! اور کیسے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ وصیت کو رد کر سکتا ہے؟!»

آنحضرت (ع) کے کلام کا اختتام۔

پانچویں مبحث کے سوالات:

سوال 1 : کہا گیا ہے کہ یہ بعید ہے کہ نبی (ص) کو وفات کے وقت وصیت کی ضرورت ہو؛ کیونکہ وصیت کا مضمون پہلے سے معلوم تھا؛ کیونکہ وصیت واقعۂ غدیر کا اعادہ تھا۔اس شبہے کا جائزہ لیں!

سوال 2 : کہا گیا ہے کہ اگر وفات کے وقت وصیت واجب ہوتی تو حضرت موسیٰ بن جعفر (ع) بھی وصیت کرتے۔اس کا جواب دیں!

سوال 3 : وصیت میں آیا ہے: « اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں تمہیں علی مرتضیٰ، امیرالمؤمنین، صدیق اکبر، فاروق اعظم، مامون اور مہدی کے ناموں سے پکارا ہے اور یہ نام کسی اور کے لیے درست نہیں ہیں۔» جبکہ وصیت کے آخر میں احمد (ع) کو مہدی کا نام دیا گیا ہے اور فرمایا ہے: «اس کے تین نام ہیں؛ ایک میرا نام کی مانند، ایک میرے والد کے نام کی مانند اور وہ نام عبداللہ اور احمد ہیں، اور تیسرا نام مہدی ہے۔» کیا یہ تضاد نہیں؟

سوال 4 : وصیت میں آیا ہے: «اس کے تین نام ہیں؛ ایک میرا نام کی مانند، ایک میرے والد کے نام کی مانند اور وہ نام عبداللہ اور احمد....» جبکہ نبی (ص) کا نام محمد ہے، احمد نہیں؟!

سوال 5 : وصیت میں آیا ہے: « اے علی، تم میرے وصی اور میرے اہل بیت کے نگران ہو گے - چاہے وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ۔ تم میرے وصی میری بیویوں پر بھی ہو گے؛ چنانچہ جسے تم میری ازدواجی عقد میں چھوڑو گے، قیامت کے دن مجھ سے ملاقات کرے گی اور جسے تم طلاق دو گے، میں اس سے بیزار ہوں گا اور قیامت کے دن نہ وہ مجھے دیکھے گی اور نہ میں اسے دیکھوں گا۔ تم میرے بعد میری امت کے جانشین اور خلیفہ ہو گے»؛ جبکہ عورتیں اپنے شوہر کی وفات کے بعد طلاق نہیں دی جاسکتیں؛ کیونکہ وہ موت کی وجہ سے شوہر سے جدا ہو جاتی ہیں۔ تو وفات کے بعد طلاق کیسے ممکن ہے؟

سوال 6 : معروف ہے کہ وصی ہمیشہ موصی کے بعد آتا ہے۔ احمد الحسنؑ موصی (وصیت کرنے والے) کی حیات میں آئے ہیں اور جب تک موصی زندہ ہیں، ان کی بات حجت نہیں ہوتی۔ اس اعتراض کا جواب دیں!

سوال 7 : وصیت میں وضاحت کی گئی ہے کہ امام مہدی (ع) کو وصیت حوالے کرنے کا عمل وفات کے وقت ہو گا، اور نتیجتاً جب تک وفات نہیں ہوتی، وصیت کی تسلیم واحتجاج ممکن نہیں ہو گا۔ اس بات کا تجزیہ کریں!

سوال 8 : امام مہدی (ع) حجت ہیں اور اگر احمد الحسن (ع) بھی حجت ہیں، تو اس صورت میں ایک وقت میں دو حجتوں کا اجتماع ہو جائے گا، جو مذہب کے قواعد کے خلاف ہے۔ اس کا جواب دیں!!!

سوال 9 : حجت صامت کا کیا مطلب ہے؟

سوال 10 : کہا گیا ہے کہ وصیت واجب نہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہ قول: «كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ» (تمھارے اوپر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آ جائے تو اگر وہ کچھ خیر (اور نیکی) چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے نیک وصیت کر دے یہ (وصیت کرنا) صاحبان تقویٰ پر ایک حق ہے) منسوخ ہو چکی ہے۔ اس اعتراض کا جواب دیں۔

سوال 11 : کہا گیا ہے کہ نبی (ص) کے لیے وصیت چھوڑنا افضل ہے؛ کیونکہ جن لوگوں نے نبی (ص) کی قوت پر تنقید کی تھی، وہ وفات کے بعد دوبارہ تنقید کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ اس اعتراض کا جواب دیں۔

سوال 12 : وصیت کی آیت میں کچھ امور پائے جاتے ہیں جو وصیت کے وجوب (فرضیت) کی دلیل ہیں؛ ان کو بیان کریں، اور وجوب پر استدلال کی وضاحت کریں۔

چھٹا مبحث: وصیت وہ متن ہے جو امامت کو ثابت کرتا ہے

اور گفتگو دو بنیادی محوروں پر ہوگی:

پہلا محور: امامت نص کے ذریعے پہچانی جاتی ہے

خداوند متعال نے اپنے خلیفہ آدم (ع) کو واضح طور پر مقرر فرمایا، اور اسی طرح خداوند متعال نے اپنے خلفاء کے بارے میں اپنی حجتوں (ع) کی زبان سے وصیت کی؛ نتیجتاً آدم (ع) نے اپنے خلیفہ کے لیے نص (وصیت) کی، اور اسی طرح – جیسا کہ پہلے فصل میں کہا گیا – ہر حجت نے اپنے بعد آنے والی حجت کے لیے واضح تصریح اور وصیت کی۔

نتیجتاً، تنصیب اور تعیین خداوند متعال کی جانب سے ہوتی ہے، اور نبی یا امام اس معاملے میں مداخلت نہیں کرتے، سوائے خداوند متعال کے حکم کو تبلیغ اور لوگوں تک پہنچانے کے۔ اس لیے ہر واجب الاطاعت امام کا خداوند متعال کی جانب سے انبیاء اور اس کے فرستادگان کے ذریعے وصیت کیا جانا ضروری ہے؛ کیونکہ امام اور حجت لازماً معصوم ہونا چاہیے، اور معصوم کو سوائے خداوند متعال کے کوئی نہیں جانتا؛ پس معصوم صرف خداوند متعال کی جانب سے نص کے ذریعے پہچانا جاتا ہے۔ نتیجتاً، وہ عامل جو واضح کرتا ہے کہ وہ معصوم اور حجت ہے، وہی وصیت اور نص ہے۔

1۔ امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ آپ (ع) نے فرمایا: «کیا آپ سوچتے ہیں کہ وصیت کرنے والا ہم میں سے کسی کو بھی اپنی مرضی سے وصیت کرتا ہے؟! نہیں، خدا کی قسم! یہ خداوند اور اس کے رسول کی جانب سے ایک عہد ہے، جو ایک مرد سے دوسرے مرد تک پہنچتا ہے، یہاں تک کہ یہ امر اپنے صاحب تک پہنچ جائے.»[1]

2۔ اسی طرح امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ آپ (ع) نے فرمایا: «... امامت خداوند عزوجل کی طرف سے ایک عہد ہے، جو ان مردوں کے لیے مخصوص کیا گیا ہے جن کا نام خداوند نے معین اور واضح کیا ہے، اور امام اپنے بعد آنے والے سے یہ عہد واپس نہیں لے سکتا۔ خداوند تبارک وتعالیٰ نے داوود (ع) پر وحی کی کہ اپنے اہل

---

1 - الکافی: جلد 1، صفحہ 278؛ بصائر الدرجات کا خلاصہ: ص 490؛ بحار الانوار: ج 23 ص 70.

خاندان میں سے ایک وصی منتخب کرو؛ کیونکہ میرے علم میں یہ طے ہو چکا ہے کہ میں کوئی نبی مبعوث نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کے خاندان میں سے ایک وصی ہوتا ہے۔ داوود (ع) کے کئی بیٹے تھے، ان میں ایک نوجوان بیٹا بھی تھا جس کی ماں داوود (ع) کے پاس تھی اور داوود (ع) اسے بہت پسند کرتے تھے۔ جب وحی نازل ہوئی تو داوودؑ اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا: خداوند عزوجل نے مجھ پر وحی کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے خاندان میں سے ایک وصی منتخب کروں۔ ان کی بیوی نے کہا: میرے بیٹے کو وصی بنائیے۔ آپ (ص) نے فرمایا: یہ میرا بھی ارادہ ہے اور خدا کے قطعی علم میں یہ طے ہے کہ وہ سلیمان ہے۔ خداوند تبارک وتعالیٰ نے داوودؑ پر وحی کی: جلدی نہ کرو، جب تک میرا حکم تم تک نہ پہنچے... .»[1]

3۔ امام علی بن الحسین (ع) سے روایت ہے کہ فرمایا: «ہم میں سے کوئی امام ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ معصوم ہو، اور عصمت ظاہری خلقت میں نہیں ہے تاکہ اس کی بنیاد پر اسے پہچانا جائے، اور اسی لیے کوئی [امام] نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے لیے نص موجود ہو.» ان سے پوچھا گیا: اے رسول خدا کے فرزند! معصوم کا مطلب کیا ہے؟ تو آپ (ع) نے فرمایا: «وہ شخص جو اللہ کی رسی کو تھامے ہو، اور اللہ کی رسی قرآن ہے، اور یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ اور امام قرآن کی طرف ہدایت کرتا ہے اور قرآن امام کی طرف، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (إنّ هذا القُرآنَ يهدِي لِلّتِي هِي أقوَمُ)[2] (بے شک یہ قرآن اس کی طرف ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ پائیدار ہے)[3].»

4۔ سعد بن عبداللہ قمی سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ انہوں نے امام مہدی (ع) سے اس وقت سوال کیا جب وہ اپنے والد، حسن عسکری (ع) کی زندگی میں ایک کمسن لڑکے تھے؛ انہوں نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ لوگوں کو اپنے لیے امام منتخب کرنے سے روکا گیا ہے؟ امام (ع) نے فرمایا: «کیا [امام] مصلح ہو یا مفسد؟» میں نے عرض کیا: مصلح۔ امام (ع) نے فرمایا: «کیا یہ ممکن نہیں کہ ان کا انتخاب کسی مفسد پر جا پڑے، کیونکہ کوئی بھی دوسرے کے باطن سے واقف نہیں ہوتا کہ وہ صالح ہے یا فاسد؟» میں نے عرض کیا: جی، یہ ممکن ہے۔ امام (ع) نے فرمایا: "یہی وجہ ہے، اور میں تمہارے لیے ایک دلیل پیش کروں گا تاکہ تمہاری عقل اسے قبول کرے۔"

---

1 - الکافی: جلد 1، صفحہ 278؛ تفسیر نورالثقلین: ج 3، ص 442۔ قصص الانبیاء جزائری: ص 430.

2 - اسراء: 9.

3 - معانی الاخبار: ص 123؛ بحار الانوار: ج 25 ص 194.

امام (ع) نے فرمایا: "خدا کے وہ رسول جو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیے اور ان پر کتاب نازل کی، اور ان کو وحی اور عصمت کے ذریعے تقویت دی تاکہ وہ امت کے رہنما بنیں، ان کا کیا حال ہے؟ کیا موسیٰ (ع) اور عیسیٰ (ع)، جو امت کے رہنما ہیں اور انتخاب کے لیے زیادہ موزوں ہیں، ان کی عقل زیادہ اور علم کامل ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ایک منافق کو مومن کے بجائے منتخب کریں؟" میں نے کہا: نہیں، یہ ممکن نہیں ہے۔ امام (ع) نے فرمایا: "یہ موسیٰ کلیم اللہ ہیں، جو اپنی تمام عقل، علم اور وحی کے نزول کے باوجود اپنی قوم کے اعیان اور سپاہ کے بڑوں میں سے ستر افراد کو اپنے رب کی ملاقات کے لیے منتخب کیا اور ان کے ایمان اور اخلاص میں کوئی شک نہیں تھا، لیکن پھر بھی انہوں نے منافقوں کو چُن لیا۔« پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَاخْتارَ موسَى قَوْمَهُ سَبْعينَ رَجُلاً لِميقاتِنا)[1] (اور موسیٰ نے ہماری مقررہ میعاد کے لیے اپنی قوم [کے درمیاں] سے ستر افراد منتخب کیے) یہاں تک کہ اللہ کا یہ فرمان :(لَنْ نُؤمِنَ لَکَ حَتّى نَرَى اللهَ جَهرَةً فَأَخَتْكُمُ الصّاعِقَةُ)[2] (جب تک ہم خدا کو سامنے نہ دیکھ لیں گے، تم پر ایمان نہیں لائیں گے، تو تم کو بجلی نے آگھیرا)، ان کے ظلم کی وجہ سے؛ جب ہم نے دیکھا کہ نبوت کے لیے خدا کے برگزیدہ افراد کا انتخاب بدتر (افسد) پر واقع ہوا نہ کہ بہتر (اصلح) پر، حالانکہ وہ خود یہ گمان کرتے تھے کہ وہ بہتر ہیں نہ کہ بدتر، تب ہم نے جانا کہ کوئی انتخاب نہیں ہوتا مگر اس ہستی کے ذریعے جو ان چیزوں کا علم رکھتا ہے جو دلوں میں چھپی ہوتی ہیں، وہ باطن کی باتوں کو جانتا ہے اور نیتوں کے رجحانات سے آگاہ ہوتا ہے۔ اب جب انبیاء (ع) کے انتخاب میں اہل فساد پر اعتماد کیا گیا، جبکہ اہل صالح کے انتخاب کی خواہش رکھی گئی تھی، [تب ہم نے جانا کہ] مہاجرین اور انصار کا انتخاب کوئی اہمیت نہیں رکھتا.»[3]

امامت کے نصّ سے ثابت ہونے پر علمائے شیعہ کی تصریح

اسی وجہ سے علمائے شیعہ کا عقیدہ ہے کہ امامت صرف نصّ سے ثابت ہوتی ہے:

شیخ صدوق نے ائمہ (ع) کے وصف میں فرمایا ہے:

---

1 - اعراف: 155.

2 - بقرہ:55.

3 - کمال الدین: ص461؛ دلائل الامامہ: ص 515.

"... نہ وہ شخص جو ان سے قطع تعلق کرتا ہے، انہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے، اور نہ ہی وہ جو ان سے منہ موڑ لیتا ہے؛ کیونکہ اللہ کی طرف سے ان کے حق میں نبی کریم (ص) کی زبان مبارک سے نصّ وارد ہوئی ہے۔" [1]

اسی طرح فرمایا ہے:

"... ہم نے اس بات پر دلیل دی ہے کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ امام میں عصمت واجب ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ نبی کریم (ص) نے اس پر تصریح فرمائی ہو؛ کیونکہ عصمت ظاہری خلقت میں نہیں ہوتی کہ لوگ مشاہدے سے اسے پہچان سکیں؛ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہے، نبی (ص) کی زبان سے عصمت پر تصریح فرمائے، اور یہ اس لیے ہے کہ امام نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر نص نہ ہوئی ہو اور نص ہمارے لیے ان دلائل اور حجتوں کے ذریعے واضح ہوئی جو ہم نے بیان کیں، اور ان صحیح احادیث کے ذریعے جو ہم نے روایت کیں... ." [2]

اور شیخ طوسیؒ نے کہا ہے:

"... اور اس پر نص ہونا واجب ہے؛ کیونکہ پہلے سے اس میں عصمت ہونا ضروری ہے، اور چونکہ عصمت کو حس، مشاہدہ، استدلال یا تجربے سے سمجھا نہیں جا سکتا اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اسے نہیں جانتا، اس لیے واجب ہوا کہ اللہ اس پر نص کرے اور نبیؐ کے کلام کے ذریعے اسے دوسروں سے ممتاز فرمائے .... ." [3]

اور شریف رضیؒ نے کہا ہے:

"... کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ضرورتاً علمائے امامیہ کا عقیدہ ہے کہ امام وہی ہوتا ہے جو معصوم ہو اور جس پر نص کیا گیا ہو... ." [4]

اور شیخ مظفر فرماتے ہیں:

" امامت صرف خداوند متعال کی طرف سے نبی یا اس سے پہلے کے امام کی زبان پر نص کے ذریعے قائم ہوتی ہے۔ یہ معاملہ لوگوں کے اختیار اور انتخاب میں نہیں ہے کہ وہ جب چاہیں کسی کو منصوب کریں، یا جب چاہیں اپنے لیے امام معین کریں، یا جب چاہیں اسے برطرف کریں؛ تاکہ اس طرح ان کے لیے بغیر امام ہونا درست سمجھا

---

1 - کمال الدین: ص 247.

2 - معانی الاخبار: ص 136.

3 - الاقتصاد: ص 194.

4 - رسائل مرتضی، ج 2، ص 368.

جائے؛ بلکہ جیسا کہ رسول اعظم کی طرف سے مستفیض حدیث کے ذریعے ثابت ہوا ہے: "ہر شخص جو مر جائے اور اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے، وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔" بنابراین، یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی زمانہ [زمین] امام واجب الطاعہ اور خداوند متعال کی طرف سے منصوب سے خالی ہو؛ چاہے بشر اسے قبول کرے یا نہ کرے، یا اسے مدد دے یا مدد نہ دے، یا اس کی اطاعت کرے یا نہ کرے، اور چاہے وہ حاضر ہو یا لوگوں کی نظروں سے غائب؛ کیونکہ جیسے کہ پیامبر کی غیبت صحیح ہے (جیسا کہ ان کی غیبت غار اور کوہ کے شگاف میں ہوئی)، اسی طرح امام کی غیبت [بھی] صحیح ہے اور عقلی حکم کے لحاظ سے غیبت کے طویل ہونے اور مختصر ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَ لِکلِّ قَومٍ هادٍ "[1] یعنی، ہر امت کا ایک رہنما ہوتا ہے؛ اور فرماتا ہے: "وَ إِنْ مِنْ أُمّةٍ إلّا خَلا فيها نَذيرٌ "[2] یعنی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔"[3]

یہ حقیقت ہر اس شخص کے لیے واضح اور روشن ہے جو اہل بیت (ع) کی زندگی کی تاریخ کا مطالعہ کرے؛ ہر امام اپنے بعد آنے والے امام کی نشاندہی کرتا ہے، اور اسی لیے ہم یہ نکتہ حتیٰ کہ رسول خدا (ص) کی وصیت میں بھی دیکھتے ہیں، جہاں ہر امام کو حکم دیا گیا ہے کہ امامت یا خلافت کو اپنے بعد آنے والے امام کے حوالے کرے۔

وصیت، خداوند متعال کا قانون ہے جس کے ذریعے اُس کی حجتیں ثابت ہوتی ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ حجتیں وصیت کے ذریعے ممتاز ہوتی ہیں۔ نتیجتاً ہم کسی حجت کو نہیں پاتے مگر یہ کہ پہلے حجتوں نے اُس کی وصیت کی ہو، برخلاف دیگر مدعیان کے؛ کیونکہ ان کے پاس کوئی وصیت نہیں ہوتی؛ چونکہ وصیت، وہی خداوند کا قانون ہے جو اُس نے اپنی حجتوں کی شناخت کے لیے وضع کیا ہے، اور اسی وجہ سے جو لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے ان کے برعکس محمد (ص) واقعی نبی تھے؛ کیونکہ آپ (ص) کے بارے میں وصیت کی گئی تھی اور آپ (ص) کو گزشتہ حجتوں کی زبان پر ذکر کیا گیا تھا، اور حجتوں نے محمد (ص) کی صفات اور ان سے متعلقہ شناخت کی وضاحت کی تھی۔

---

1 - رعد: 8.

2 - فاطر: 22.

3 - عقائد الامامیہ: ص 66.

دوسرا محور: نص اپنے مالک کی شناخت کرتی ہے

الف۔ حضرت امام باقر (ع) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: «آلِ محمد (ص) میں سے ان شذاذ[1] افراد سے دور رہو؛ کیونکہ محمد (ص) اور علی (ع) کا صرف ایک پرچم ہے اور باقی لوگوں کے مختلف پرچم ہیں؛ پس زمین پر ثابت قدم رہو اور ہر گز ان میں سے کسی مرد کی پیروی نہ کرو، یہاں تک کہ تم حسینؑ کی اولاد میں سے ایک مرد کو دیکھو جس کے ساتھ اللہ کے رسول (ص) کا عہد، اُن کا پرچم اور اُن کا ہتھیار ہے۔ بے شک اللہ کے رسول (ص) کا عہد علی بن حسین (ع) کے پاس آیا، پھر یہ محمد بن علی (ع) کے پاس تھا؛ اور خدا وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے.»[2]

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص آنے والا ہے، اس کے ساتھ رسول اللہ (ص) کا عہد ہو گا: «جو بھی چیز تمہارے لیے مشکل پیدا کرے، رسول اللہ (ص) کا عہد، ان کا پرچم اور ان کا ہتھیار تمہارے لیے کوئی مشکل پیدا نہیں کریں گے.»[3]

جس طرح رسول اللہ (ص) کی جانب سے نص کا ہونا خود اس کی حقانیت کی دلیل ہے؛ اور اسی وجہ سے روایت میں فرمایا ہے: «رسول اللہ (ص) کا عہد تمہارے لیے کوئی مشکل پیدا نہیں کرے گا ...»

یہ ایک واضح تعبیر ہے کیونکہ یہ وصیت اپنے صاحب کو دوسروں سے واضح اور نمایاں کرتی ہے؛ اور اس کے نتیجے میں حق وصیت کے حامل کے ساتھ ہوتا ہے اور کسی اور کے ساتھ نہیں، اور اگر خود اس کے ذریعے وصیت کا حامل ہونا دلیل شمار نہ ہوتا تو اس کا معاملہ بھی دوسروں کی طرح مشکل میں پڑ جاتا؛ جبکہ روایت فرماتی ہے کہ رسول خدا (ص) کے عہد کے حامل کے معاملے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

پھر جو شخص وصیت کو اٹھاتا ہے، اس کا معاملہ واضح اور روشن ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، دوسروں کے برخلاف۔

ب۔ روایت ہے کہ ولید بن صبیح نے کہا: میں نے ابا عبداللہ علیہ السلام کو فرماتے سنا: «اس امر کا دعویٰ اس کے صاحب کے علاوہ کوئی نہیں کرتا، اور اگر کوئی اور دعویٰ کرے تو خداوند اس کی عمر کو مختصر کر دیتا ہے.»[4]

سید احمد الحسن (ع) اس روایت کی دلالت کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

---

[1] - شُذَاذ: [شذَّ] من الناس: وہ افراد جو قوم کے درمیان ہیں، لیکن اس قوم کے قبیلے سے نہیں ہیں۔ (مترجم، ماخذ: سائٹ المعانی).

[2] - بحار الانوار: ج52 ص 224.

[3] - بحار الانوار: ج52 ص 223.

[4] - الکافی: ج1 ص373؛ الامامۃ والتبصرۃ: ص136؛ مناقب آل ابی طالب: ج1 ص221؛ بحار الانوار: ج25 ص112.

«ماضی کے خلیفہ کا ایک بالواسطہ نص بھی اس نص شدہ شخص کا تعین کرتا ہے بشرطیکہ خود نص میں یا دیگر نصوص میں ایسی خصوصیات اور ہدایات موجود ہوں جو دعوی کرتے وقت نص کو ایک شخص کے علاوہ کسی اور کے ساتھ موافقت سے روکتے ہیں۔ جیساکہ رسول اللہ (ص) کی وفات کی رات کی وصیت، جسے نبی (ص) نے اس پر تمسک کرنے (چمٹے رہنے) والوں کے لیے گمراہ ہونے سے روکنے کے طور پر وصف کیا گیا ہے۔

یہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ: عالم، قادر، صادق، حکیم، مطلق کو چاہیے کہ اس نص کو محفوظ رکھے، جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ "اس کے تمسک کرنے کو گمراہ ہونے سے روکنا" کے طور پر وصف کیا گیا ہے اور کسی جھوٹے دعویدار کو یہ دعویٰ نہ کرنے دیں۔ جب تک اس کے صاحب خود نہ آجائے۔ اور اس کا دعویٰ کرے اور اس وصیت کا مقصد پورا ہو جاہے ورنہ خدا (العیاذ باللہ) یا تو جاہل ہوگا یا نااہل ہوگا یا جھوٹا اور دھوکہ باز ہوگا اور وہ ان لوگوں کی گمراہی کا سبب بنا ہے جو اس کے الفاظ پر قائم ہیں؛ اور خدا کا جاہل یا عاجز ہونا ناممکن ہے، کیونکہ وہ سب کچھ جاننے والا اور قادر مطلق ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جھوٹ کا آنا ناممکن ہے، کیونکہ وہ صادق اور حکیم ہے، اور اسے جھوٹے وصف کرنا ممکن نہیں۔ اس پر، بصورت دیگر، آپ کسی بھی چیز کے بارے میں اس کے الفاظ پر بھروسہ نہیں کرسکتے اور مذہب کی بنیاد پامال ہو جائے گا۔

زمین پر خدا کے خلیفہ کی نص اس کے بعد آنے والے وصی کے لیے اس وصف کے ساتھ کہ وہ نص ہر اس شخص کے لیے گمراہ ہونے سے روکتی ہے جو اس سے چمٹے رہے، ایک الٰہی نص کے طور پر اسے خدا کے جانب سے جھوٹے اور جھوٹے دعویداروں کے دعووں سے محفوظ ہونا چاہیے، جب تک اس کا صاحب اس کا دعوی نہیں کرتا؛ ورنہ وہی نص جھوٹی ہوگی اور باطل کی پیروی کرنے والوں کی گمراہی کا سبب بنے گی اور ایسی بات کبھی بھی عالم، صادق، قادر، حکیم، مطلق سے جاری نہیں ہوگی.»

قرآن کریم میں اور اہل بیت (ع) سے منقول احادیث میں خدا نے اپنے آپ کو اہل باطل کے دعووں اور چوری سے الٰہی نص کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے؛ اہل باطل کو اس کا دعویٰ کرنے سے روک دیا گیا ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ایسی چیز ممنوع ہے: «وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ * لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ * ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ» (اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے۔ تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے ۔ پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے.) (حاقۃ: 44 سے 46 تک)

امام صادق (ع) فرماتے ہیں: (إنّ هذا الْأمر لَا يدّعيه غير صاحبه إلّا تبر اللّه عُمرہ) [1] (اس کے صاحب کے علاوہ کوئی بھی اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا جب تک کہ خدا اس کی زندگی کاٹ نہ دے.)

لہٰذا، جھوٹے دعویٰ کرنے والے کو الٰہی نص کا دعویٰ کرنے سے روک دیا گیا ہے، جسے "تمسک کرنے (چمٹے رہنے) والوں کو گمراہی سے روکنے" کے طور پر وصف کیا گیا ہے۔ یا یہ کہ اس کا وصیت کا دعویٰ اس کی تباہی کے مترادف ہے، اس سے پہلے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنا دعویٰ ظاہر کرے، کیونکہ اس کو ایک وقت دینا - جبکہ وہ وصیت کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے- تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وصیت کو تھامنے والوں کے لیے وعدہ کرنے والے کی جہالت، نااہلی، یا جھوٹ ہے کہ وہ اس وصیت سے گمراہ نہیں ہوں گے اور یہ سب چیزیں مطلق حق (اللہ تعالی) کے درگاہ میں ناممکن ہیں اور اسی وجہ سے فرمایا: «أخذنَا منْهُ بِالْيمين * ثُمّ لَقطَعْنَا منْهُ الْوتين (تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے ۔ پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے) اور امام صادق (ع) نے فرمایا: «خدا اس کی جان کاٹ دے گا.»

مزید وضاحت کے لیے کہتا ہوں: یہ آیت سابقہ عقلی دلیل کے مطابق ہے، یعنی جھوٹے دعویدار کی طرف سے وصیت کا دعویٰ کرنا ناممکن ہے، کیونکہ خدا فرماتا ہے: «وَ لَوْ تقوّلَ علَيْنَا بعْض الْأقاويلِ * أخذنَا منْهُ بِالْيمين * ثُمّ لَقطَعْنَا منْهُ الْوتينَ»، (اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے۔ تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے ۔ پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے.) یعنی ہم جانتے ہیں کہ خدا کے رسول کی ہلاکت اور فنا ناممکن ہے، کیونکہ ان کے لیے خدا پر جھوٹ باندھنا ناممکن ہے، یعنی اگر وہ جھوٹ باندھنے والوں سے ہوتا تو یقیناً ہلاک ہو جاتا۔ یہ آیت ان لوگوں سے مخاطب ہے جو محمد (ص) اور قرآن کو نہیں مانتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آیت میں اس لفظ کے ساتھ دلیل لانا اس لیے نہیں ہے کہ یہ آیت خدا کا کلام ہے، کیونکہ وہ اس آیت کو بھی نہیں مانتے، بلکہ حجت اور دلیل آیت کے مواد پر مبنی ہے، یعنی کسی چیز سے استدلال جو عقلی نقطہ نظر سے ان کے لیے طے شدہ اور یقینی ہے؛ الٰہی نص جس کو "اس سے تمسک کرنے والوں کو گمراہ ہونے سے روکنا" کے طور پر وصف کیا گیا ہے اس کا دعویٰ اس کے مالک کے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ تسلیم کرنا کہ اس نص کے صاحب کے علاوہ کوئی اور دعویٰ کر سکتا ہے اس کے لیے جہالت یا نااہلی یا جھوٹ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی ضرورت ہے۔

---

[1] - الکافی کلینی، جلد 1 صفحہ۔372.

لہذا عقلی، قرآنی اور روایتی نقطۂ نظر سے یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک جھوٹے دعویدار کے لیے الہی تشخیصی نص کا دعویٰ کیا جائے جسے "اس سے تمسک کرنے والوں کو گمراہ ہونے سے روکنا" کے طور پر وصف کیا گیا ہے یعنی یہ نص دوسروں کے دعووں سے محفوظ رہتی ہے جب تک کہ اس کا صاحب اس کا دعویٰ نہ کرے، تاکہ نص کا مقصد، جو نص پر قائم رہنے والے کو گمراہ ہونے سے روکنا ہے، پورا ہو، جیسا کہ خدا نے وعدہ کیا ہے۔

نتیجتا، آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہم تشخیصی نص کے دعوے کے بارے میں بات کر رہے ہیں جسے "گمراہ ہونے سے روکنا" کے طور پر وصف کیا گیا ہے، عام طور پر الہی منصب کے دعوے کے بارے میں نہیں؛ کیونکہ زمین پر خدائی عہدہ یا نبوت یا خلافت کا دعویٰ جھوٹا اور احمقانہ طور پر اور وصیت (تشخیصی نص) سے استدلال کیے بغیر بہت بار واقع ہو چکا ہے اور شاید جھوٹا دعویدار طویل عرصے تک زندہ رہا ہو[1]؛ لہذا، خدا کی گواہی اور الہی نص اور وصیت کے بغیر دعویٰ کی کوئی قیمت نہیں اور یہ ایک احمقانہ دعویٰ ہے۔ لہذا جو بھی اس قسم کے جھوٹے دعوے کو تسلیم کرتا ہے اس کے پاس خدا کے سامنے کوئی عذر نہیں ہے۔

لہذا، ہمارا مقصد دعویداروں کے دعووں کی قطعی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ، اس نے انہیں تشخیصی نص کا دعویٰ کرنے سے روک دیا کہ جس کی صفت ہے کہ "جو لوگ اس سے چمٹے رہے انہیں گمراہ ہونے سے روکتے ہیں" اور یہی خلیفہ اللہ کی وصیت عوام کے لیے ہے۔ اور یہ محال ہونا جسے ہم نے عقل کے ساتھ ثابت کیا اور قرآنی نص اور روایات بھی اس پر تاکید کرتی ہیں؛ بیرونی حقیقت بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ کیونکہ سینکڑوں سال اس تشخیصی نص سے بغیر کسی دعوے کے گزر چکے ہیں اور اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے یہی کافی ہے۔ تورات میں پیغمبروں کی وصیت اور عیسیٰ (ع) کی وصیت پر سینکڑوں سال گزر چکے ہیں، اور محمد (ص) اور ان کے بعد کے اوصیاء کے علاوہ کسی نے اس کا دعویٰ نہیں کیا، جس طرح ائمہ (ع) کے علاوہ کسی نے پیغمبر (ص) کی وصیت کا دعویٰ نہیں کیا، اور امام رضا (ع) جاثلیق نصرانی کے خلاف اس حقیقت سے استدلال کیا، یعنی تورات اور بائبل سے رسول اللہ (ص) کے بارے میں ماضی کے انبیاء کی نص بیان کرنے کے بعد، جاثلیق نصرانی نے دلیل دی کہ یہ نصوص ایک سے زیادہ افراد پر لاگو ہو سکتی ہیں۔ امام رضا (ع) کا جاثلیق کو جواب اور دلیل یہ تھی کہ ایسی چیز یعنی جھوٹے دعویداروں کی وصیت کا دعویٰ آج تک پورا نہیں ہوا۔ روایت کے اس حصے پر غور کریں:

---

[1] ۔ مسیلمہ کذاب ان کی ایک مثال ہے۔ رسول اللہ (ص) کی زندگی میں، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور وہ رسول اللہ (ص) کی وفات تک زندہ رہے۔

(جاثلیق نے کہا:) "...لیکن ہمارے لیے صحیح طورپر یہ ثابت نہیں ہوا کہ اس سے آپ کا محمد مراد ہے۔ لیکن صرف اس لیے کہ ان کا نام محمد (ص) ہے، ہم ان کی نبوت کو قبول نہیں کر سکتے جب کہ ہمیں شک ہے کہ آیا وہ آپ کے محمد ہیں)..."امام رضا (ع) نے فرمایا: تم نے شک پر احتجاج کیا! کیا خدا نے آدم سے پہلے یا بعد میں آج تک کوئی نبی بھیجا ہے جس کا نام محمد (ص) ہے؟! یا ان کتابوں میں سے جو خدا نے تمام انبیاء پر نازل کیں کیا تم نے ہمارے نبی محمد (ص) کے علاوہ کوئی اور پایا ہے؟! یہیں وہ امام رضا (ع) کو جواب دینے سے رہ گئے.[1]

لہٰذا ماضی کے انبیاء کو اس نص سے دلیل لانا، ان کے ماننے والوں کے لیے ایک حجت ہے اور حضرت عیسیٰ (ع) اور محمد (ص) نے ماضی کے انبیاء کی نص سے استدلال کیا؛ حضرت عیسیٰ (ع) نے ماضی کے انبیاء کی نص سے استدلال کیا، حالانکہ وہ وقت کے لحاظ سے ان سے دور تھے:

(17 پھر اشعیا نبی کا صحیفہ اس کو دیا گیا، اور جب اس نے کتاب کھولی، تو ایسی جگہ پایا جہاں لکھا تھا 18 خداوند کی روح مجھ پر ہے، کیونکہ اس نے مجھے مسح کیا ہے تاکہ میں غریبوں کو خوشخبری سناؤں، اور اس نے مجھے بھیجا ہے کہ شکستہ دلوں کو شفا دوں اور قیدیوں کو رہائی دوں اور اندھوں کو بینائی بخشوں، اور دبے ہوئے لوگوں کو آزادی دوں، 19 اور ایسے طریقے سے تبلیغ کروں جو رب کو پسند ہو۔ 20 پھر اس نے کتاب کو لپیٹا، خادم کے حوالے کیا، اور بیٹھ گیا اور کنیسہ (عبادت خانہ) میں موجود سب کی نظریں اس پر لگی ہوئی تھیں۔ 21 پھر اس نے ان سے کہنا شروع کیا کہ آج یہ تحریر تمہارے کانوں میں پورا ہوا۔ 22 اور سب نے اس کی گواہی دی اور اس کے فیض بھرے کلام پر حیران ہوئے جو اس کے منہ سے نکل رہا تھا، کہنے لگے، "کیا یہ یوسف کا بیٹا نہیں ہے؟)[2]

محمد (ص) نے عیسیٰ (ع) اور اس سے پہلے کے انبیاء کی نص سے استدلال فرمایا۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

«وَ إِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رسول الله إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ»[3]

---

[1] ۔بحار الانوار: ج49 ص76؛ اثبات الہداۃ: ج ا ص 194 اور195.

[2] ۔انجیل لوقا: اصحاح چہارم.

[3] ۔ قرآن پاک، سورہ صف، آیت 6.

(اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم (ع) کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کے اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں۔ (پھر) جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے.)

«الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَ الْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَ الْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَ عَزَّرُوهُ وَ نَصَرُوهُ وَ اتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ »[1]

(جو لوگ کہ رسولِ نبی امّی کا اتباع کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر سے احکام کے سنگین بوجھ اور قید و بند کو اٹھا دیتا ہے پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اس کا احترام کیا اس کی امداد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی در حقیقت فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں.)

اور خدا نے قرآن میں بیان کیا ہے کہ اگر محمد (ص) کا دعویٰ جھوٹا ہوتا (جو کہ ہر گز ایسا نہیں) تو وہ اسے اس نص کا دعویٰ کرنے کے لیے نہ چھوڑتا، کیونکہ خدا، جھوٹے دعویداروں کے دعووں سے اس نص کی حفاظت اور تحفظ کا ذمہ دار ہے، یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ خداوند کی ذمہ داری ہے کہ انہیں (نص کے دعوے) سے روک دے۔

«فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ* وَمَا لَا تُبْصِرُونَ *إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ * وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ * وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ * تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ * وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ * لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ * ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ * فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ * وَ إِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ * وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ * وَ إِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ * وَ إِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ *فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ»[2]

---

[1]- قرآن پاک، سورہ اعراف، آیت 157.

[2]- قرآن کریم، سورہ الحاقۃ، آیات 36 - 52.

(میں اس کی بھی قسم کھاتا ہوں جسے تم دیکھ رہے ہو۔اور اس کی بھی جس کو نہیں دیکھ رہے ہو۔ یقینا یہ ایک کریم رسول کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے ہاں تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔اور یہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے جس پر تم بہت کم غور کرتے ہو۔ یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔اور اگر یہ پیغمبر ہماری طرف سے کوئی بات گڑھ لیتا ۔تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے ۔پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔پھر تم میں سے کوئی مجھے روکنے والا نہ ہوتا۔اور یہ قرآن صاحبانِ تقویٰ کے لئے نصیحت ہے۔اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے جھٹلانے والے بھی ہیں ۔اور یہ کافرین کے لئے باعث حسرت ہے۔اور کچھ شک نہیں کہ یہ برحق قابل یقین ہے۔ لہٰذا آپ اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح کریں.) عقاید اسلام کے صفحہ 87 کے بعد...

چھٹا مبحث کے سوالات:

سوال ۱: خلیفہ کی تقرری کے لیے نصِ الٰہی کیوں ضروری ہے؟

سوال ۲: شیعہ علماء میں سے کسی ایک کی عبارت ذکر کریں جو بیان کرتی ہے کہ امامت نص کے ذریعے پہچانی جاتی ہے۔

سوال ۳: روایت ہے کہ ولید بن صبیح نے کہا: میں نے ابا عبداللہ (ع) کو فرماتے سنا: «اس امر کا دعویٰ اس کے صاحب کے علاوہ کوئی نہیں کرتا، اور اگر کوئی اور دعویٰ کرے تو خداوند اس کی عمر کو مختصر کر دیتا ہے۔» اس روایت سے استدلال کی وضاحت کریں۔

سوال ۴: امام رضا (ع) نے جاثلیق کا استدلال کیسے باطل کیا؟

چوتھا باب
یمانی، اور جوان کے بارے میں ہے

اس باب کے مباحث:

پہلا بحث: روایات میں وارد ہوئے الفاظ کی تشریح.

دوسرا بحث: شخصیت یمانی کے حدود.

تیسرا بحث: یمانی وہی قائم آل محمد ہے.

چوتھا بحث: کیا یمانی یمن سے ہے؟

چوتھا باب: یمانی، اور جوان کے بارے میں ہے

پہلا مبحث: روایات میں وارد ہوئے الفاظ کی تشریح

1. لفظ یمانی

روایات، خروج یمانی کو امام مہدی (ع) کے ظہور کی علامتوں میں سے ایک قرار دیتی ہیں. اس روایات کے بعض درج ذیل ہیں:

پہلی روایت: امام صادق (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «قیام قائم سے پہلے پانچ علامات ہیں: صیحہ (آسمانی ندا)، سفیانی، بیداء میں زمین دھسنا، خروج یمانی اور قتل نفس زکیہ.»[1]

دوسری روایت: امام صادق (ع) سے روایت ہوئی کہ انھوں نے فرمایا: «ندا یقینی ہے، سفیانی یقینی ہے، یمانی یقینی ہے، قتل نفس زکیہ یقینی ہے اور وہ ہتھیلی جو آسمان سے طلوع کرے گی، یقینی ہے.» اور فرمایا: «اور رمضان کے مہینے میں ایک خوف پیدا ہو گا، جو سونے والے کو بیدار کرے گا، اور جاگنے والے کو وحشت میں ڈال دے گا، اور نوجوان لڑکی کو اس کے پردے سے باہر نکال دے گا.»[2]

تیسری روایت: ابوالحسن رضا (ع) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: «اس امر سے پہلے، سفیانی، یمانی، مروانی اور شعیب بن صالح ہوں گے؛ پھر کیسے کہتے ہیں ایسے اور ویسے.»[3]

لہٰذا، امام مہدی علیہ السلام سے پہلے، خروج یمانی حتمی امور میں سے ہے۔

---

[1] -اس روایت کو شیخ طوسی نے اپنی کتاب غیبت میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے: ابن فضال سے، حماد سے، ابراہیم بن عمر سے، عمر بن حنظلہ سے۔ حوالہ کے لیے غیبت شیخ طوسی، صفحہ 436 ملاحظہ فرمائیں.

[2] - اس روایت کو شیخ نعمانی نے اپنی کتاب غیبت میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے: علی بن احمد البندنیجی نے ہمیں خبر دی ہے، انہوں نے کہا: عبید اللہ بن موسی علوی نے ہمیں بتایا، یعقوب بن زید سے، زیاد بن مروان سے، عبداللہ بن سنان سے۔ حوالہ کے لیے غیبت شیخ نعمانی، صفحہ 261 ملاحظہ فرمائیں.

[3] - اس روایت کو شیخ نعمانی نے اپنی کتاب غیبت میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے: محمد بن ہمام نے ہمیں خبر دی، انہوں نے کہا: جعفر بن محمد بن مالک نے مجھے بتایا، انہوں نے کہا: علی بن عاصم نے مجھے بتایا، احمد بن محمد بن ابونصر سے۔ حوالہ کے لیے غیبت شیخ نعمانی، صفحہ 262 ملاحظہ فرمائیں۔

2. لفظ قائم کی تشریح

پہلی روایت میں آیا ہے: «قیام قائم سے پہلے پانچ نشانیاں ہیں.» کبھی لفظ قائم سے مراد امام مہدی محمد بن الحسن عسکری(ع) ہوتے ہیں، اور اس لفظ سے آنحضرت مراد ہوتے ہیں؛ جیسے کہ پہلی روایت میں اس صورت میں ہے۔ اور بعض روایات میں لفظ قائم یمانی پر اطلاق ہوتا ہے؛ جیسے کہ درج ذیل روایات میں آیا ہے:

پہلی روایت: محمد بن علی حلبی نے کہا: سنا ہے کہ ابا عبد اللہ (ع)فرماتے تھے: «بنی عباس کے درمیان اختلاف حتمی نشانیوں میں سے ہے، ندا حتمی نشانیوں میں سے ہے، اور خروج قائم حتمی نشانیوں میں سے ہے.» میں نے عرض کیا: اور ندا کیسی ہوگی؟انھوں نے فرمایا: «منادی (ندا دینے والا) آسمان سے دن کے آغاز میں آواز دے گا کہ آگاہ ہو جاؤ، علی اور ان کے شیعہ نجات یافتہ ہیں.» اور فرمایا: «اور منادی دن کے آخر میں آواز دے گا کہ آگاہ ہو جاؤ، عثمان اور ان کے شیعہ نجات یافتہ ہیں.»[1]

دوسری روایت: امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: «خروج قائم حتمی امور میں سے ہے.»میں نے عرض کیا: "ندا کیسی ہوگی؟"انہوں نے فرمایا: «منادی آسمان سے دن کے آغاز میں آواز دے گا؛ 'آگاہ ہو جاؤ کہ حق علی اور ان کے شیعوں کے ساتھ ہے'۔ پھر ابلیس لعنت اللہ دن کے اختتام پر ندا دے گا؛ 'آگاہ ہو جاؤ کہ حق عثمان اور ان کے شیعوں کے ساتھ ہے'، اور اس وقت اہلِ باطل شک میں مبتلا ہو جائیں گے.»[2]

تیسری روایت: ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہوئی ہے: اس نے کہا: امام صادق (ع) سے عرض کیا: ابا جعفر (ع) فرماتے تھے «سفیانی کا خروج حتمی امور میں سے ہے، آسمانی ندا حتمی امور میں سے ہے، اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا بھی حتمی امور میں سے ہے، اور وہ ان چیزوں کا ذکر کر رہے تھے جو حتمی امور میں سے ہیں.» امام صادق (ع) نے فرمایا: «بنی فلان کے درمیان اختلاف بھی حتمی امور میں سے ہے، نفس زکیہ کا قتل حتمی امور میں سے ہے، اور قائم کا خروج بھی حتمی امور میں سے ہے.» میں نے عرض کیا: "ندا کیسی ہو گی؟ «انہوں نے فرمایا: "دن کے آغاز میں ایک منادی آسمان سے آواز دے گا جو ہر قوم اپنی زبان میں سنے گی؛ آگاہ ہو جاؤ کہ حق علی اور ان

---

[1] - الکافی، ج8 ص310؛ بحارالانوار، ج52 ص305؛ معجم احادیث امام مہدی (ع)، ج3 ص 458.

[2] - غیبت طوسی، ص454؛ بحارالانوار، ج52 ص 290.

کے شیعوں کے ساتھ ہے۔ پھر ابلیس دن کے آخر میں زمین سے آواز دے گا: آگاہ ہو جاؤ کہ حق عثمان اور اس کے شیعوں کے ساتھ ہے۔ اس وقت اہل باطل شک میں مبتلا ہو جائیں گے.»[1]

قائم سے مراد ان تین روایتوں میں خود «یمانی» ہے، کیونکہ قائم ان روایتوں میں علامات میں سے ایک علامت کے طور پر ذکر ہوا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ اس قائم سے مراد امام مہدی (ع) ہوں، کیونکہ قائم ان روایتوں میں امام مہدی (قائم) محمد بن حسن عسکری (ع) سے پہلے ایک نشانی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

نتیجتاً، یہ ممکن نہیں کہ اس قائم سے مراد جو خود ایک نشانی ہے، وہی امام محمد بن حسن عسکری علیہ السلام ہوں۔ اس لیے قائم سے مراد وہی یمانی ہے جو پہلی تین روایتوں میں مذکور ہے، اور اسی دلیل کی بنیاد پر، پہلی تین روایتوں میں ذکر شدہ یمانی کے لفظ کو بعد میں بیان کی گئی روایتوں میں اپنی جگہ پر رکھتے ہیں؛ یعنی لفظ «قائم» کی جگہ آئے گا؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ قائم کا لفظ یمانی پر بھی اطلاق ہوتا ہے، اور نتیجتاً، بعض روایات میں لفظ یمانی اور لفظ قائم ایک ہی کردار کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

3. عبارت «مھدی» کی تشریح

پہلی روایت: ابوہریرہ سے، اس نے کہا: «سفیانی اور مہدی دونوں مقابلہ کرنے والے گھوڑوں کی طرح خروج کریں گے پھر سفیانی اپنے حریف پر اور مھدی اپنے حریف پر غلبہ پائیں گے.»[2]

یہ روایت مہدی اور سفیانی کو مقابلے میں استعمال ہونے والے دو گھوڑوں کی طرح بیان کرتی ہے، اور یہ ان دیگر روایات کی نفی کرتی ہے جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ صرف یمانی —اور کوئی اور نہیں— سفیانی کے ساتھ ایک ہی وقت میں خروج کرے گا.

امام باقر (ع) سے روایت ہوئی ہے... یہاں تک کہ فرمایا: «...سفیانی و یمانی و خراسانی کے خروج ایک ہی سال میں، ایک ہی مہینہ میں اور ایک ہی دن میں ہے، تسبیح کے دانوں کی طرح ایک دوسرے کے بعد. پھر مشقت اور مصیبت ہر طرف سے ہوگی. وائے اس پر جو ان کے ساتھ مخالفت کرے.»[3]

---

[1] - غیبت طوسی، ص435؛ بحارالانوار، ج52 ص288.

[2] - کتاب الفتن نعیم بن حماد مروزی: ص205؛ معجم احادیث امام مہدی ع: ج1، ص424.

[3] - غیبت نعمانی: ص262؛ بحارالانوار: ج52 ص232؛ معجم احادیث امام مہدی ع: ج3 ص255.

حذلم بن بشیر سے روایت ہے، اس نے کہا: علی بن الحسین (ع) سے عرض کیا: مھدی کے خروج کو میرے لیے وصف فرمایئے اور ان کی دلائل اور علامات کو میرے لیے روشناس کیجیئے. انھوں نے فرمایا: «خروج مھدی سے پہلے، سرزمین جزیرہ میں ایک مرد خروج کرے گا جسے عوف سلمی کہا جاتا ہے، اور اس کی جگہ تکریت ہے اور مسجد دمشق میں قتل کیا جائے گا. اس کے بعد شعیب بن صالح کا خروج ہوگا سمرقند سے، پھر ملعون سفیانی وادی یابس (خشک وادی) سے خروج کرے گا اور وہ عتبہ بن ابوسفیان کے بیٹوں میں سے ہے. جب سفیانی ظاہر ہو جائے، مھدی چھپ جائے گا اور اس کے بعد خروج کرے گا.» [1]

یہ روایت بیان کرتی ہے کہ مہدی، سفیانی سے پہلے ظاہر (موجود) ہوں گے (لیکن ابھی خروج نہیں کریں گے) اور سفیانی کے ظہور کے بعد مخفی ہوں گے، پھر خروج کریں گے (نہ کہ ظہور کریں گے)۔ واضح ہے کہ اس مہدی سے مراد امام مہدی محمد بن الحسن عسکری (ع) نہیں ہیں، کیونکہ سفیانی آنحضرت کے ظہور کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ سفیانی کا ظہور امام مہدی (ع) کے ظہور سے پہلے ہونا چاہیے، جبکہ یہ روایت اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ مہدی کا ظہور سفیانی سے پہلے ہوگا۔

تو پھر یہ واضح ہوتا ہے کہ بعض روایات میں "مہدی" کے لفظ سے مراد "یمانی" ہے۔

4. صاحب الامر

صدوق نے کتاب "کمال الدین" میں عیسیٰ خشاب سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حسین بن علی (ع) سے عرض کیا: «کیا آپ اس امر کے صاحب ہیں؟ انہوں نے فرمایا: «نہیں، اس امر کا صاحب وہ ہوگا جو بھاگا ہوا اور بے گھر ہوگا، جس کے والد (امام حسین (ع)) کا خون (کا انتقام) ابھی تک نہیں لیا گیا ہوگا، اور جو اپنے چچا کے لقب سے مشہور ہوگا۔ وہ آٹھ مہینے تک اپنی تلوار کو اپنے کندھے پر اٹھائے رکھے گا.» [2]

---

[1] - غیبت شیخ طوسی: ص 443؛ بحار الانوار: ج 52 ص 213.

[2] - اس روایت کو شیخ صدوق نے اپنی کتاب کمال الدین و تمام النعمۃ میں صفحہ 318 پر اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے: میرے والد نے ہمیں بتایا، محمد بن یحییٰ عطار نے ہمیں بتایا، جعفر بن محمد بن مالک نے ہمیں بتایا، حمدان بن منصور نے مجھے بتایا، سعد بن محمد سے، عیسیٰ خشاب سے، انہوں نے کہا: میں نے حسین بن علی سے عرض کیا.

یہ سوال صاحب الامر کے بارے میں ہے، اور امام کوئی نام ذکر نہیں فرماتے، بلکہ صرف کچھ صفات بیان کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت یہاں احتیاط سے کام لیتے ہیں اور کوئی نام نہیں لیتے اور یہ کسی دوسری روایت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

عبد الاعلی بن حصین ثعلبی سے، اپنے والد سے، اس نے کہا "میں نے ابا جعفر محمد بن علی (ع) کو حج یا عمرہ میں دیکھا اور ان سے عرض کیا: میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں، اور مجھے نہیں معلوم کہ دوبارہ آپ سے ملاقات ہو سکے گی یا نہیں۔ مجھے ایک بات فرمائیں اور یہ بتائیں کہ فرج کب ہو گا؟" انہوں نے فرمایا: «وہ شخص جو بھاگا ہوا، بے گھر، بے مثال اور تنہا ہو گا، جو اپنے اہل و عیال سے دور ہو گا، جس کے والد کے خون کا بدلہ نہیں لیا گیا ہو گا، اور جس کی کنیت اس کے چچا کی مانند ہو گی؛ وہی پرچموں کا صاحب ہو گا اور اس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام جیسا ہو گا.»[1]

ابو جارود نے ابو جعفر محمد بن علی (ع) سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: «اس امر کا صاحب وہی شخص ہے جو بھاگا ہوا، بے گھر ہے، جس کے والد کے خون کا بدلہ نہیں لیا گیا ہے، جو اپنے چچا کے نام سے ملقب ہے، اپنے گھر والوں سے دور ہے، اور اس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام جیسا ہے.»[2]

حمران بن اعین سے روایت ہے، اس نے کہا: میں نے امام باقر (ع) سے عرض کیا: آپ پر فدا ہو جاؤں، میں مدینہ میں داخل ہوا جبکہ میرے کمر پر چمڑے کا بیگ بندھا ہوا تھا جس میں ہزار دینار تھے۔ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اسے ایک ایک دینار آپ (کے گھر) کے سامنے انفاق کر دوں یا کہ آپ میرے سوال کی جواب دیں۔ انھوں نے فرمایا: «اے حمران، سوال پوچھو تاکہ تمہیں جواب مل جائے اور اپنے دیناروں کو انفاق مت کرو.» (حمران کہتا ہے) "میں نے عرض کیا: میں آپ سے حضور (ص) کی قربت کی وجہ سے پوچھتا ہوں؛ کیا آپ صاحب الامر اور ان کے قائم ہیں؟ انھوں نے فرمایا: «نہیں» میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا، تو پھر وہ کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: «وہ سرخ و سفید ہے، آنکھیں اندر کی طرف جھکی ہوئی ہیں، بھوئیں گنی ہوئی ہیں، اس کے

---

[1] - غیبت نعمانی: ص 178.

[2] - غیبت نعمانی: ص 179.

کندھوں کے درمیان چوڑا ہے، بالوں میں خشکی ہے، اور اس کی رخسار میں ایک نشانی ہے؛ اللہ موسیٰ کو غریق رحمت کریں.»[1]

"ہم ان روایات کو بھی دیکھتے ہیں جو تصریح کرتی ہیں کہ اہل بیت (ع) ان کے نام کو بیان نہیں کرتے اور جو ان کا نام لیتا ہے وہ کافر ہے۔ اور ان کا نام نہ لینا، رسول خدا (ص) کی طرف سے علی بن ابی طالب (ع) کے لیے ایک عہد تھا۔

ابو خالد کابلی سے روایت ہے کہ اس نے کہا: 'میں امام سجاد (ع) کی شہادت کے بعد امام باقر (ع) کے حضور میں آیا اور کہا: میری جان آپ پر فدا ہو، آپ کو آپ کے والد سے میرے دلبستگی اور انس اور مجھے لوگوں سے دور رہنے کے بارے میں اچھی طرح پتا ہے. امام نے فرمایا: «اے ابا خالد، سچ کہا ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ بتائیں.» میں نے کہا: میری جان آپ پر فدا ہو، آپ کے والد نے میرے لیے صاحب الامر کو اس طرح وصف کیا کہ اگر ایک دن انہیں راستے میں دیکھ لوں تو ان کے ہاتھ پکڑ لوں گا۔ امام نے فرمایا: «اے ابا خالد! اور کیا چاہتے ہو؟» میں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کا نام بتائیں تا کہ میں انہیں ان کے نام سے پہچان سکوں۔ امام نے فرمایا: «اے ابا خالد! اللہ کی قسم، آپ نے مجھ سے بھاری سوال پوچھا ہے، اور اس امر کے بارے میں پوچھا ہے جسے میں کسی کو نہیں بتا سکتا۔ اگر میں کسی کو بتا سکتا تھا تو تمہیں بتا دیتا۔ اس بارے میں مجھ سے پوچھا ہے کہ اگر فاطمہ (علیہا السلام) کے اولاد اسے پہچانتے تو وہ یقینی طور پر اس پر طمع کرتے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے.» [2]

علی بن رئاب سے روایت ہے کہ امام صادق (ع) نے فرمایا: «اس امر کے صاحب کو اس کے نام سے کوئی نہیں پکارے گا سوائے کافر کے.» [3]

جابر جعفری سے روایت ہے، اس نے کہا: سنا ہے ابا جعفر (ع) فرماتے تھے: عمر بن خطاب، امیر المومنین (ع) سے پوچھا: مجھے مھدی کے بارے میں خبر دو کہ ان کا نام کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: «جہاں تک ان کے نام کا تعلق ہے، میرے حبیب (رسول اللہ ص) نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ ان کے نام کے بارے میں بات نہ کروں جب تک کہ اللہ انہیں مبعوث نہ کرے...» اس نے کہا: پھر مجھے ان کی صفت کے بارے میں

---

[1] - غیبت نعمانی، ص 223؛ اسے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے: ابو سلیمان احمد بن ہوذہ نے ہمیں کہا ہے: ابراہیم بن اسحاق نہاوندی نے ہمیں کہا: عبد اللہ بن حماد انصاری نے ہمیں کہا: عبد اللہ بن بکیر نے ہمیں کہا: حمران بن اعین سے.

[2] - غیبت نعمانی، ص 299؛ بحار الانوار، ج 51 ص 31.

[3] - کافی، ج 1 ص 233؛ الامامة والتبصرة، ص 117؛ کمال الدین، ص 648.

بتائیں. انھوں نے فرمایا: «وہ درمیانی جسامت والا جوان ہے، خوبصورت، خوبصورت بالوں والا، اس کے بال کندھوں پر گرتے اور اس کے چہرے کی نورانی چمک اس کی داڑھی اور سر کے سیاہ بالوں پر غالب ہوتی ہے، میرے والد برترین کنیزوں پر فدا ہوں.»[1]

اور یہ قطعی طور پر حرام نہیں کہ امام مہدی، جو بارہویں امام ہیں، کا نام لیا جائے جب تک اللہ تعالیٰ انہیں مبعوث نہ کرے؛ بلکہ اہل بیت (ع) نے اپنی روایات میں ان کا نام ذکر کیا ہے اور واضح طور پر ان پر روشنی ڈالی ہے۔

اس لیے وہ صاحب الامر جن کا نام نہیں لیا جا رہا جب تک کہ اللہ انہیں مبعوث نہ کرے، قطعی طور پر بارہویں امام نہیں ہو سکتے؛ بلکہ وہ کوئی اور شخصیت ہیں جن پر صاحب الامر [کی عبارت] بھی منطبق ہوتی ہے۔

تو پھر مذکورہ روایات ایسی صفات بیان کرتی ہیں جو بارہویں امام (ع) پر منطبق نہیں ہوتیں؛ جیسے "اپنے چچا کی کنیت رکھتا ہے یا اپنے چچا سے ملقب ہے"؛ مزید برآں، یہ روایات ایک اور مسئلہ بیان کرتی ہیں جو بارہویں امام کے متعلق نہیں ہے؛ مثلاً "وہ شخص تلوار کو آٹھ مہینے تک اپنے کندھے پر رکھے گا" اور روایات یہ بھی بتاتی ہیں کہ جو شخص آٹھ مہینے تک تلوار اٹھائے گا، وہ مہدی (ع) کے اہل بیت میں سے ہوگا۔

امیر المومنین (ع) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: «مہدی سے پہلے ان کے اہل بیت میں سے ایک مرد مشرق سے خروج کرے گا۔ وہ آٹھ مہینے تک تلوار اپنے کندھے پر اٹھائے رکھے گا، قتل کرے گا اور مثلہ کرے گا، اور بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا، وہاں تک پہنچے گا نہیں کہ مر جائے گا.»[2]

اس روایت میں مراد امام مہدی محمد بن الحسن عسکری (ع) نہیں ہیں، کیونکہ آنحضرت اپنے چچا کی کنیت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ شخص ہیں جو آٹھ مہینے تک تلوار اپنے کندھے پر اٹھائے رکھے گا۔ مالک جہنی سے روایت ہے کہ اس نے کہا: 'میں نے ابا جعفر (ع) سے عرض کیا کہ ہم اس امر کے صاحب کو ایسی صفات سے بیان کرتے ہیں جو کسی

---

[1] - ارشاد، ج 2، ص 382؛ غیب طوسی: ص 470; بحار الانوار: ج 51، ص 36۔ کشف الغمہ: ج 3، ص 263۔ الامامۃ والتبصرہ: ص 117 معمولی فرق کے ساتھ.

[2] - الفتن نعیم بن حماد مروزی کی کتاب: ص 198۔ امام مہدی (ع) کی احادیث کا مجموعہ: جلد 3، ص 119؛ کنز العمل: ج 14، ص 589۔ اور سید ابن طاووس کی روایت ملاحم اور الفتن: ص 139 میں ہے: "... اہل مشرق کے لیے...".

بنتا ہے کہ اس روایت کی بتائی گئی تعبیر، یعنی "وہاں تک پہنچے گا نہیں کہ مر جائے گا" پر غور کریں۔ لگتا ہے کہ یہاں تصحیف واقع ہوئی ہے... اور اس روایت کا ظاہر یہ بیان کرتا ہے کہ اس سے مراد یہ تھا کہ 'نہیں مرے گا، وہاں پہنچ ہی جائے گا' یعنی اس کے ذریعے بیت المقدس کی آزادی حتمی ہے.

اور شخص میں نہیں ملتیں۔ انہوں نے فرمایا: «نہیں، اللہ کی قسم! کبھی ایسا نہ ہوگا، جب تک کہ وہ خود تمہارے لیے اپنی حجت نہ لے آئے اور تمہیں اس کی دعوت نہ دے۔»

تو پھر جو عبارت "صاحب الامر" بعض روایات میں آئی ہے، اس سے مراد بارہویں امام کے علاوہ کوئی اور شخص ہے۔

5. مشرق سے طلوع کرنے والا

علی بن ابی طالب (ع) سے ایک روایت "مشرق سے طلوع کرنے والے" کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ انہوں نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا: «...جان لو، اگر مشرق سے طلوع کرنے والے کی پیروی کرو گے، تو وہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے پر ہدایت کرے گا اور تمہیں بہرے پن، گونگے پن، اور اندھے پن سے نجات دلائے گا اور تم مصیبت اور آمریت سے نجات پاؤ گے، آپ کے کندھوں سے بوجھ اٹھا لیا جائے گا۔ خدا کسی کو اپنی رحمت سے نہیں ہٹاتا، سوائے اس کے جو حق کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے، ظلم اختیار کرتا ہے، اور جو اس کا حق نہیں ہے، اسے ناحق چھین لیتا ہے؛ اور جلد ہی ظالم جان لیں گے کہ وہ کہاں پلٹ کر جائیں گے۔»[1]

اور شاید روایات نے "مشرق سے طلوع کرنے والے" کو اس وجہ سے ان پر منطبق کیا ہے کہ ان کا خروج مشرق سے ہوگا؛ نتیجتاً ان کی دعوت عراق، ایران، اور ان دونوں کے ہمسایہ علاقوں سے ہوگی۔

6. ہم اہل بیت سے ایک مرد

ابو بصیر سے امام صادق (ع) کی روایت ہے: انہوں نے کہا کہ امام نے فرمایا: «اللہ اس سے زیادہ جلال، کرامت اور عظمت والا ہے کہ زمین کو عادل امام کے بغیر رہنے دے۔» (راوی) کہتا ہے: میں نے عرض کیا: کوئی ایسی بات فرمائیے جس سے میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔ انھوں نے فرمایا: «اے ابا محمد! محمد (ص) کی امت کو اُس وقت تک کبھی راحت نہیں ملے گی جب تک (بنی فلاں کے) بیٹوں کی سلطنت قائم ہے، اس وقت تک جب تک ان کی سلطنت ختم نہیں ہو جاتی۔ جب ان کی سلطنت ختم ہو گی، اللہ امتِ محمد (ص) کے لیے ہم اہل بیت میں سے ایک مرد کو بھیجے گا۔ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے گا، بصیرت اور ہدایت سے قدم اٹھائے گا، اور اپنے حکم میں

[1] - کافی: ج8 ص 66.

رشوت نہیں لے گا۔ اللہ کی قسم، میں ان کا نام اور ان کے والد کا نام جانتا ہوں۔ پھر ایک سخت (مزاج) چھوٹے قد والا فرد جس کے دو خال اور ایک نشانی ہے، آئے گا۔ وہ قائم (ع)، عادل اور امانتدار ہوگا، اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح اسے ظلم وجور سے بھر دیا گیا تھا۔»[1]

اس روایت میں چند نکات موجود ہیں:

1. یہ روایت دو کرداروں کا ذکر کرتی ہے جو عظیم صفات کے حامل ہیں۔ پہلا کردار اس طرح بیان ہوا ہے: «ہم اہل بیت میں سے ایک مرد کو بھیجے گا۔ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے گا، بصیرت اور ہدایت سے قدم اٹھائے گا، اور اپنے حکم میں رشوت نہیں لے گا۔»

2. روایت میں اس مرد کے نام کی وضاحت نہیں کی گئی، بلکہ یہ فرمایا گیا ہے: «اللہ کی قسم، میں ان کا نام اور ان کے والد کا نام جانتا ہوں۔» اور پہلے بھی بیان ہوا کہ اہل بیت یمانی کے نام کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور ایسی بات نہیں کرتے جس سے ان کا نام ظاہر ہو جائے۔

اور دوسرا کردار بھی دو خصوصیات کے ساتھ بیان ہوا ہے، جو درج ذیل ہیں:

1. «سخت (مزاج) چھوٹا قد والا فرد جن کے دو خال اور ایک نشانی ہے، آئے گا» اور یہ جسمانی وصف ہے۔

2. « (وہ) قائم (ع)، عادل، اور امانتدار ہے۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح اسے ظلم وجور سے بھر دیا گیا ہے.»

یہ وصف امام مہدی (ع) کے لیے ہے اور اس روایت کی کسی دوسری شکل میں تفسیر کرنا ممکن نہیں ہے۔

7. مھدی (ع) کا خلیفہ

حبہ عرنی کہتا ہے: امیر المومنین (ع) حیرہ کی طرف نکلے اور فرمایا: «ایک دن یہ اس سے متصل ہو جائے گا- اور اپنے ہاتھ سے کوفہ و حیرہ کی طرف اشارہ فرمایا- اس طرح کہ ان کے درمیان ایک ذراع زمین دیناروں میں فروخت ہو جائے گی (یعنی بہت قیمتی ہو جائے گی)۔ اور حیرہ میں ایک مسجد بنے گی جس کے پانچ سو دروازے ہوں گے اور حضرت قائم (ع) کا خلیفہ اس میں نماز ادا کرے گا، کیونکہ مسجدِ کوفہ ان کے لیے چھوٹی پڑ جائے گی؛ ویسے ہی اس میں بارہ عادل امام نماز ادا کریں گے.» میں نے عرض کیا: یا امیر المومنین (ع)، کیا اُس دور میں مسجدِ کوفہ میں

---

[1] - اقبال الاعمال: ج3 ص66.

ان لوگوں کے لیے جو آپ فرما رہے ہیں گنجائش ہوگی؟ انہوں نے فرمایا: «چار مساجد اس میں بنیں گی، جن میں سب سے چھوٹی مسجدِ کوفہ ہوگی، اور یہ مسجد اور دیگر دو مساجد کوفہ کے دونوں طرف، اِس طرف اور اُس طرف ہوں گی؛ اور ہاتھ سے بصریین اور غریبین کی نہر کی طرف اشارہ فرمایا.» [1]

اس روایت میں دو اہم نکات مذکور ہیں:

1. «اس میں بارہ عادل امام نماز ادا کریں گے» یعنی اس مسجد میں جو آخر الزمان میں بنے گی، نماز پڑھیں گے اور ممکن نہیں یہ بارہ افراد وہی بارہ ائمہ (ع) ہوں؛ کیونکہ یہ مسجد اس وقت میں بنے گی جب وہ اس دنیا میں نہیں ہوں گے.

2. «قائم (ع) کا خلیفہ (جانشین) اس میں نماز ادا کرے گا» اور مہدی (ع) کے جانشین سے مراد وہی ہے جو وصیت میں ذکر ہوا ہے کہ وہ—یعنی امام مہدی کے امر کی ذمہ داری سنبھالے گا، اور وہ—جیسے کہا گیا—یمانی ہوگا. اور اس کے علاوہ تفسیر سے روایات کی ہماہنگی ممکن نہیں ہوگی.

8. اپنے چچا کی کنیت (لقب) رکھتا ہے

عیسی خشاب سے نقل ہوا ہے، اس نے کہا: حسین بن علی (ع) سے عرض کیا: کیا آپ اس امر کے صاحب ہیں! انھوں نے فرمایا: «نہیں، اس امر کا صاحب وہ بھاگا ہوا بے گھر ہے جس کے والد کا خون کا بدلہ نہیں لیا گیا اور جو اپنے چچا کی کنیت سے ملقب ہے۔ وہ آٹھ مہینے اپنی تلوار اپنے کندھے پر اٹھائے گا.» [2]

عبد الاعلی بن حصین ثعلبی، اپنے والدہ سے، اس نے کہا: ابا جعفر محمد بن علی (ع) کو حج یا عمرہ میں دیکھا اور ان سے عرض کیا: میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں، اور مجھے نہیں معلوم کہ دوبارہ آپ سے ملاقات ہو سکے گی یا نہیں۔ مجھے ایک بات فرمائیں اور یہ بتائیں کہ فرج کب ہوگا" انہوں نے فرمایا: «وہ شخص جو بھاگا ہوا، بے گھر، بے مثال اور تنہا ہوگا، جو اپنے اہل و عیال سے دور ہوگا، جس کے والد کے خون کا بدلہ نہیں لیا گیا ہوگا، اور جس کی کنیت اس کے چچا کی مانند ہوگی؛ وہی پرچموں کا صاحب ہوگا اور اس کا نام حضور (ص) کے نام جیسا ہوگا.» [3]

---

[1] - تہذیب الاحکام: جلد 3 صفحہ 253.

[2] - کمال الدین و تمام النعمۃ: ص 318؛ امامۃ و تبصرۃ ابن بابویہ قمی: ص 115.

[3] - غیبت نعمانی: ص 178.

ابو جارود نے ابو جعفر محمد بن علی (ع) سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: «اس امر کا صاحب وہی شخص ہے جو بھاگا ہوا، بے گھر ہے، جس کے والد کے خون کا بدلہ نہیں لیا گیا ہے، جو اپنے چچا کے نام سے ملقب ہے، اپنے گھر والوں سے دور ہے، اور اس کا نام حضور (ص) کے نام جیسا ہے.»[1]

سید احمد الحسن (ع) فرماتے ہیں:

«کنیت سے مراد ابو فلان اور اپنے چچا سے مراد اس روایت میں عباس بن علی (ع) ہے.

عام طور پر ایک مرد کو اپنے بڑے بیٹے کی طرف نسبت دی جاتی ہے، لیکن ائمہ (ع) کی نگاہ سب سے اہم بیٹے کی طرف ہوتی ہے؛ یعنی مہدی یا وہ حجت جو ان کے بعد میں ہے یا جو اُن کے بعد آئے گا۔ اس کنیت کی تفسیر، جو امیر المومنین علی (ع) نے کوفہ میں ایک خطبے میں ارشاد فرمائی اور جسے شیعہ و سنی دونوں نے نقل کیا ہے، ایسی ہے: «بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و ثنا اللہ کے لیے مختص ہے جو آسمانوں کا خالق ہے... پھر انھوں نے فرمایا: اگر چاہوں تو سورت فاتحہ الکتاب کی تفسیر سے ستر اونٹوں پر سامان کے حساب سے تفسیر کر سکتا ہوں۔ (ق، والقُرآنِ الْمَجيدَ) (ق، قرآن مجید کی قسم)... پاک و منزہ ہے وہ قدیم، کتاب کو کھولتا ہے اور جواب کو پڑھتا ہے۔ اے ابا العباس، تم لوگوں کے امام ہو۔ پاک و منزہ ہے اللہ، جو زمین کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور ولایتوں کو اپنے گھروں پر لوٹا دیتا ہے۔ اے منصور، صور بنانے میں قدم آگے بڑھاؤ کہ یہ عزیز و علیم کا فیصلہ (تقدیر) ہے.»[2،3]

9. وہ مولا جو کہ امام مھدی (ع) کے امر کا ذمہ دار ہے

امام صادق (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اس امر کے صاحب کی دو غیبتیں ہوں گی؛ ان میں سے ایک غیبت لمبی ہو جائے گی یہاں تک کہ کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ مر چکا ہے، کچھ کہیں گے کہ وہ مارا گیا ہے، اور بعض کہیں گے کہ وہ جا چکا ہے۔ پھر ان کے اصحاب میں سے سوائے چند افراد کے، ان کے امر پر کوئی باقی نہیں رہے گا۔ ان کے ولیوں اور دوسروں میں سے کسی کو ان کے مقام کا علم نہیں ہوگا، سوائے اس مولا کے جس پر ان کے امر کی ذمہ داری سونپی گئی ہے.»[4]

---

[1] - غیبت نعمانی: ص 179.

[2] - الزام الناصب در اثبات حجت غائب، شیخ علی یزدی حائری: ج 2 ص 209.

[3] - جواب المنیر، ج 2، سوال 108.

[4] - غیبت طوسی: ص 161 اور 162.

10. اللہ کا خلیفہ مھدی (ع)

«سنن ابن ماجہ»: محمد بن یحیٰی اور احمد بن یوسف کہتے ہیں کہ عبد الرزاق، سفیان ثوری سے خالد حذاء سے ابی قلابہ سے ابی سماء رحبی سے ثوبان سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا (ص) نے فرمایا: «آپ کے خزانے کے پاس تین افراد مارے جائیں گے جو کہ سب خلیفہ کے بیٹے ہوں گے۔ پھر خلافت ان تینوں میں سے کسی کو نہیں ملے گی۔ اس وقت سیاہ پرچم مشرق سے نمودار ہوں گے اور وہ تمہیں اس طرح قتل کریں گے جیسے کسی گروہ نے کبھی ایسا قتل نہیں کیا .» پھر رسولِ خدا (ص) نے کچھ فرمایا جو مجھے یاد نہیں۔ پھر فرمایا: «پھر جب تم اسے دیکھو تو اس کی بیعت کرنا، چاہے برف پر رینگتے ہوئے بھی جانا پڑے؛ کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ، مہدی ہے.»[1]

حاکم نیشابوری «مستدرک» میں ایک اور سند سے سفیان ثوری سے نقل کرتا ہے:

ابو عبد اللہ صفار، محمد بن ابراھیم بن ارومہ سے حسین بن حفص سے سفیان سے خالد حذاء سے ابی قلابہ سے ابی اسماء سے ثوبان سے روایت کرتا ہے کہ رسول خدا (ص) نے فرمایا: «آپ کے خزانہ کہ پاس تین افراد قتل ہو جائیں گے جو کہ سبھی خلیفہ کے بیٹے ہیں، پھر خلافت کسی کو نہیں ملے گی؛ پھر سیاہ پرچم مشرق کی جانب سے نمودار ہوں گے، اور وہ تمہارے ساتھ ایسی جنگ کریں گے جیسی کسی گروہ نے پہلے کبھی نہیں کی ہو گی.» پھر کوئی چیز فرمایا اور بعد میں فرمایا: « جب انہیں دیکھو تو ان کی بیعت کرو، چاہے برف پر رینگتے ہوئے جانا پڑے، کیونکہ وہ خلیفۃُ اللہ مہدی ہیں.»[2]

11. لفظ سفیانی کی تشریح

سفیانی جو کہ باطل لشکر کی علامت ہے اور یمانی کے خلاف اٹھ کھڑا ہو گا اور اس کے خلاف جنگ کرے گا، ایک خاص کردار نہیں بلکہ کئی افراد پر مشتمل ہوتا ہے. اور یہ وہی نکتہ ہے جو کہ اھل بیت (ع) کی روایات میں دیکھتے ہیں:

---

[1] - سنن ابن ماجہ بقلم محمد بن یزید قزوینی متوفی 273 ق، تحقیق اور نمبر نگ اور زیرین حاشیہ محمد فواد عبد الباقی، دار الفکر للطباعہ والنشر والتوزیع پبلیشر، ج2، ص1367، ح4084.

[2] -المستدرک علی الصحیحین، جسے حاکم نیشابوری نے لکھا ہے (متوفی ۴۰۵ھ)، یوسف عبد الرحمٰن المرشلی کی نگرانی میں جلد 4، ص 463 الی 464.

پہلی روایت: باقر(ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «...پھر آگے بڑھ گئے ــ یعنی قائم ــ یہاں تک کہ وہ اور ان کے ساتھی 'عذرا' میں داخل ہو گئے، جبکہ بہت سے لوگ ان سے آ ملے؛ اور سفیانی اس دن وادی رملہ میں ہوگا، یہاں تک کہ دونوں گروہ آپس میں ٹکرا جائیں گے۔ جو لوگ سفیانی کے ساتھ تھے، وہ آلِ محمدؐ کے گروہ میں شامل ہو جائیں گے، اور جو آلِ محمدؐ کے ساتھ تھے، وہ سفیانی سے ملحق ہو جائیں گے، کیونکہ وہ ان کے پیروکار تھے اور آخرکار ان سے جاملیں گے۔ ہر گروہ اپنے پرچم کی طرف جائے گا اور وہ دن ابدال کا دن ہوگا۔ اس دن سفیانی اور اس کے ساتھی مارے جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی خبر دینے والا بھی باقی نہیں رہے گا۔ جو اس دن کلب کی غنیمتوں سے محروم رہا، وہ ناکام رہا۔ پھر وہ کوفہ کی طرف رخ کریں گے اور ان کی منزل اس شہر میں ہوگی.» [1]

دوسری روایت: امام صادق (ع) کے ساتھ مفضل کی گفتگو میں آیا ہے: مفضل نے کہا: پھر مہدی کیا کریں گے، اے میرے آقا؟ امام (ع) نے فرمایا: «وہ سفیانی کے خلاف ایک لشکر تیار کریں گے؛ اسے گرفتار کریں گے اور چٹان کے اوپر اسے ذبح کریں گے...»[2]

دونوں روایات تصریح کرتے ہیں کہ سفیانی دمشق میں مارا جائے گا.

تیسری روایت: ابو جعفر (ع) سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: «پھر کوفہ میں داخل ہوگا ــ یعنی قائم (ع)۔ پھر کوفہ میں کوئی نہیں بچے گا مگر یہ کہ وہ ان پر ایمان لائے گا... پھر وہ اپنے اصحاب سے کہے گا: اس باغی کی طرف بڑھو۔ پھر وہ اسے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول (ص) کی سنت کی طرف دعوت دے گا. پھر سفیانی ــ تسلیم ہوتے ہوئے ــ بیعت کرے گا. کلب کے قبیلہ جو اس کے ماموں ہیں اسے کہتے ہیں: یہ کیا ہے؟ تم نے کیا کیا؟ اللہ کی قسم ہم ہرگز اس کام پر تمہارے ساتھ بیعت نہیں کریں گے! پھر وہ (سفیانی) کہے گا: میں کیا کروں؟ وہ کہیں گے: اس کا مقابلہ کرو! نتیجتاً، سفیانی قائم (ع) کے خلاف کھڑا ہو جائے گا۔ تب قائم صلوات اللہ علیہ اسے فرمائیں گے: احتیاط کا راستہ اختیار کرو۔۔۔ پھر اللہ ان (قائم کے اصحاب) کو قوت بخشے گا اور سفیانی اسیر ہو جائے گا۔ اس طرح (قائم) اسے پکڑ کر اپنے ہاتھ سے ذبح کریں گے ... .»[3]

---

[1] - بحارالانوار: ج52 ص 224.

[2] - رجعت، استر آبادی: ص100.

[3] - بشارۃ الاسلام: ص305.

چوتھی روایت: ابو جعفر (ع) سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: «جب سفیانی کو اطلاع ملے گی کہ قائم کوفہ سے اس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، وہ فوراً اپنے سپاہیوں کے ساتھ آگے بڑھے گا یہاں تک کہ قائم (ع) سے ٹکرائے گا؛ پھر (سفیانی) باہر نکلے گا اور کہے گا: میرے چچازاد بھائی کو میرے پاس لاؤ... »[1]

یہ دونوں روایات تصریح کرتے ہیں کہ سفیانی کوفہ میں مارا جائے گا۔

پانچویں روایت: حذلم بن بشیر سے روایت ہے، اس نے کہا: علی بن الحسین (ع) سے عرض کیا: مھدی کے خروج کو میرے لیے وصف فرمایئے اور ان کی دلائل اور علامات کو مجھے بتایئے گا. انھوں نے فرمایا: «خروج مھدی (ع) سے پہلے جزیرہ کے سرزمین میں ایک مرد خروج کرے گا جسے عوف سلمی کہا جاتا ہے اور وہ تکریت سے ہے اور مسجد دمشق میں مارا جائے گا. اس کے بعد شعیب بن صالح سمرقند سے خروج کرے گا؛ پھر سفیانی ملعون وادی یابس (خشک) سے خروج کرے گا اور وہ عتبہ بن سفیان کے بیٹوں میں سے ہے. جب سفیانی ظاہر ہو جائے گا تو مھدی (ع) چھپ جائے گا اور پھر اس کے بعد خروج کرے گا.» [2]

یہ روایت کہتی ہے کہ سفیانی «عتبہ بن ابوسفیان» کی اولاد میں سے ہے اور ھاشمی یعنی قائم (ع) کے چچازاد نہیں ہے.

چھٹی روایت: امیر المومنین (ع) سے روایت ہے: «اور خروج سفیانی سرخ پرچم سے ہوگا، اور ان کا امیر بنی کلب سے ایک آدمی ہوگا.»[3]

ساتھویں روایت: امیر المومنین (ع) سے روایت ہے: «اور خروج سفیانی ہرے پرچم اور سونے کی صلیب سے ہوگا.» [4]

چھٹی روایت سفیانی کے پرچم کو سرخ رنگ سے وصف کرتی ہے؛ جبکہ ساتھویں روایت اسے ہرے رنگ سے وصف کرتی ہے؛ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں پرچم (مختلف) ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کا پرچم دوسرے سے مختلف ہوگا.

---

1 - بشارۃ الاسلام: ص 335.

2 - غیبت شیخ طوسی: ص 294 .

3 - بحارالانوار، ج 52، ص 72؛ اور بنی کلب عرب کے قبائل میں سے ہے.

4 - بحارالانوار، ج 53 ص 81.

پہلے مبحث کے سوالات

س1. ایک روایت ذکر کیجیے جو پانچ حتمی نشانیوں کو بیان فرمارہی ہے.

س2. کیسے ثابت کرتے ہیں کہ یمانی وہی قائم ہے؟

س3. کیسے ثابت کرتے ہیں کہ لفظ مھدی، یمانی پر اطلاق ہوجاتا ہے؟

س4. صاحب الامر کی علامات جو روایات بیان کرتی ہیں کیا ہے؟

س5. کیسے ثابت کرتے ہیں کہ لفظ صاحب الامر، امام مھدی محمد بن الحسن کے علاوہ کسی اور پر اطلاق ہوا ہے؟

س6. درج ذیل روایت سے کیا نکات معلوم ہوتا ہے؟ ابو بصیر سے امام صادق (ع) کی روایت ہے: انہوں نے کہا کہ امام نے فرمایا: «اللہ اس سے زیادہ جلال، کرامت اور عظمت والا ہے کہ زمین کو عادل امام کے بغیر رہنے دے.» (راوی) کہتا ہے: میں نے عرض کیا: کوئی ایسی بات فرمایئے جس سے میرے دل کو اطمینان ہو جائے. انھوں نے فرمایا: «اے ابا محمد! محمد (ص) کی امت کو اُس وقت تک کبھی راحت نہیں ملے گی جب تک (بنی فلان کے) بیٹوں کی سلطنت قائم ہے، اس وقت تک جب تک ان کی سلطنت ختم نہیں ہو جاتی۔ جب ان کی سلطنت ختم ہو گی، اللہ امتِ محمد (ص) کے لیے ہم اہل بیت میں سے ایک مرد کو بھیجے گا۔ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے گا، بصیرت اور ہدایت سے قدم اٹھائے گا، اور اپنے حکم میں رشوت نہیں لے گا۔ اللہ کی قسم، میں ان کا نام اور ان کے والد کا نام جانتا ہوں۔ پھر ایک سخت (مزاج) چھوٹے قد والا فرد جس کے دو خال اور ایک نشانی ہے، آئے گا۔ وہ قائم (ع)، عادل اور امانتدار ہو گا، اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح اسے ظلم و جور سے بھر دیا گیا تھا.»

س 7. درج ذیل روایت سے کیا نکات اخذ ہوتے ہیں؟ حبہ عرنی کہتا ہے: امیر المومنین (ع) حیرہ کی طرف نکلے اور فرمایا: «ایک دن یہ اس سے متصل ہو جائے گا- اور اپنے ہاتھ سے کوفہ و حیرہ کی طرف اشارہ فرمایا- اس طرح کہ ان کے درمیان ایک ذراع زمین دیناروں میں فروخت ہو جائے گی (یعنی بہت قیمتی ہو جائے گی)۔ اور حیرہ میں ایک مسجد بنے گی جس کے پانچ سو دروازے ہوں گے اور حضرت قائم (ع) کا خلیفہ اس میں نماز ادا کرے گا، کیونکہ مسجدِ کوفہ ان کے لیے چھوٹی پڑ جائے گی؛ ویسے ہی اس میں بارہ عادل امام نماز ادا کریں گے.» میں نے عرض کیا: یا امیر المومنین، کیا اُس دور میں مسجدِ کوفہ میں ان لوگوں کے لیے جو آپ فرمارہے ہیں گنجائش ہوگی؟ انہوں نے فرمایا: «چار مساجد اس میں بنیں گی، جن میں سب سے چھوٹی مسجدِ کوفہ ہوگی، اور یہ مسجد اور دیگر دو مساجد کوفہ کے دونوں طرف، اِس طرف اور اُس طرف ہوں گی؛ اور ہاتھ سے بصریین اور غریبین کی نہر کی طرف اشارہ فرمایا.»

س 8. ایسی روایت ذکر کیجیے جو اس مولا کی موجودگی پر دلالت کرتی ہے کہ امام مھدی (ع) کے امر کی ذمہ داری لیتاہے اور یہ کہ وہ غیبت کبری کے فترت میں موجود ہے.

س 9. ایسی روایت بیان کریں جس میں خلیفہ اللہ مھدی (ع) کا ذکر موجود ہو.

س 10. لفظ سفیانی کو کیسے جانچ پڑتال کرتے ہیں؟ کیا سفیانی متعدد ہے؟ اور کیسے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے؟

دوسرا مبحث: یمانی کا کردار کی حدود

یمانی وہ لقب ہے اس شخص کے لیے جو امام مھدی (ع) سے پہلے خروج کرے گا ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ اسے "یمانی" کیوں کہتے ہیں؟

اس سوال کا جواب سید احمد الحسن الیمانی (ع) نے جو بیان کیا ہے، اس کے ذریعے سمجھا جائے گا۔ یہ متن سوال و جواب پر مشتمل ہے، جو کتاب "متشابہات" جلد 4، صفحہ 41 میں آیا ہے:

«سوال 144: سید احمد الحسن، امام مھدی (ع) کے وصی اور سفیر!

یمانی کون ہے؟ اور کیا اس کردار کے اوصاف اور خصوصیات موجود ہیں جس کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے؟ اور کیا وہ اھل یمن ہے؟

کیا وہ ویسا ہے جیسے کہ امام باقر (ع) کی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: «اس کا پرچم، ھدایت کا پرچم ہے اور کسی بھی مسلمان پر جائز نہیں اس کی خلاف ورزی کرے؛ جو ایسا کرے، وہ اھل دوزخ سے ہے؛ کیونکہ وہ حق اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے.» کیا وہ معصوم ہے ایسا کہ لوگوں کو باطل میں نہ ڈالے اور حق سے خارج نہ کرے؟

جواب:

... سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ مکہ تھامہ سے ہے اور تھامہ یمن سے؛ اس لیے محمد وآل محمد (ع) سبھی یمانی ہیں: حضرت محمد (ص) یمانی ہیں. [1] علی (ع) یمانی ہیں. امام مھدی (ع) یمانی ہیں. بارہ مھدیوں (ع) یمانی ہیں اور مھدی اول (ع) بھی یمانی ہیں. یہ وہ نکتہ ہے جو سابقہ علماء (اللہ ان پر رحمت کرے) جانتے تھے۔ (فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُوا ٱلشَّهَوَٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًا) [2] (پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ان

---

[1] - رسول اللہ (ص): «بر ترین لوگ یمن والوں میں سے ہیں؛ ایمان یمانی ہے اور میں یمانی ہوں... » بحار الانوار ج 57 ص 232؛ اصول شانزدہ گانہ، ص 81.

[2] - مریم، 59.

کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے چل پڑے پس وہ عنقریب ہلاک سے دوچار ہوں گے۔)

علامہ مجلسی نے بحار میں، اھل بیت (ع) کے کلام کو "حکمت یمانیہ" پکارا ہے.[1] اور یہاں تک کہ کہا ہے کہ یہ موضوع حضور (ص) سے نقل ہوا ہے؛[2] جیسے کہ عبدالمطلب (ع) نے بیت الحرام کو «کعبہ یمانیہ» کا نام دیا تھا.3

اما یمانی کے کردار کی خصوصیات اور اوصاف کے بارے میں:

امام باقر (ع) سے ایک روایت ذکر ہوئی ہے: «پرچموں کے درمیان، پرچم یمانی سے زیادہ ہدایت کرنے والا کوئی پرچم نہیں؛ پرچم ہدایت وہی ہے، کیونکہ آپ کے صاحب کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جب یمانی خروج کرے، تو اسلحہ بیچنا لوگوں پر اور ہر مسلمان پر حرام ہو جائے گا۔ جب یمانی خروج کرے، تو فوراً اس کی طرف بڑھو، کیونکہ اس کا پرچم، پرچم ہدایت ہے اور کسی بھی مسلمان پر جائز نہیں کہ اس کی خلاف ورزی کرے؛ جو ایسا کرے گا، وہ اہل دوزخ سے ہوگا، کیونکہ وہ حق اور صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے.»[4] کہ اس حدیث میں:

پہلا: «کسی بھی مسلمان پر جائز نہیں کہ اس کی خلاف ورزی کرے؛ جو بھی ایسا کرے، وہ اہل دوزخ سے ہوگا»: اس کا مطلب یہ ہے کہ یمانی ولایتِ الٰہی کا حامل ہے۔ جی ہاں، کوئی فرد لوگوں پر اس طرح حجت نہیں ہو سکتا کہ اس کی خلاف ورزی سے لوگ جہنم میں داخل ہو جائیں، چاہے وہ نماز پڑھے یا روزہ رکھے؛ مگر یہ کہ وہ فرد زمین پر اللہ کے جانشینوں میں سے ہو؛ اور یہ افراد ولایتِ الٰہی کے حامل انبیاء، رسولان، ائمہ اور مہدیوں میں سے ہیں.

دوسرا: «وہ حق اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے»: حق اور سیدھا راستہ یا صراط مستقیم کی طرف دعوت دینا اور پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرد غلطی کا مرتکب نہیں ہوگا، یعنی لوگوں کو باطل کی طرف نہیں لے جائے

---

1 - بحار الانوار کا تعارف ملاحظہ فرمائیں: جلد 1 صفحہ 1.

2 - رسول اللہ (ص) نے فرمایا: «ایمان، یمانی ہے اور حکمت یمانی ہے. »کافی: ج8، ص70، ح27.

3 - بحار الانوار، ج22، 51، 75 کی طرف رجوع کریں۔ ویسے ہی اللہ تعالی نے عیسیٰ (ع) سے اپنی مناجات میں، حضرت محمد (ص) کی وصف میں کعبہ کو کعبہ یمانی وصف فرمایا ہے، جہاں فرماتا ہے: «...اے عیسیٰ! اس کا دین حنفی اور اس کا قبلہ یمانی ہے، وہ میرے گروہ سے ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں... »کافی: ج8، ص139.

4 - غیبت نعمانی: ص 264.

گا یا انہیں حق سے خارج نہیں کرے گا۔؛ دوسری عبارت میں، وہ معصوم ہے، جس کی عصمت پر نص اور تصریح آئی ہیں، اور اس معنی میں، اس طرح کی حدود یا قید یمانی کے کردار کی تعیین کے لیے ایک معیار کی وضاحت کرتی ہیں.

اما اس کلام کے لیے کوئی دوسرا مطلب فرض کرنا، یعنی «وہ حق اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے»، معصومین (ع) کے اس کلام کو عبث اور بیہودہ بناتا ہے اور نیتجتاً یمانی کے کردار کے لیے کوئی حد اور قید تعیین نہیں کرتا اور یہ ان معصوم حضرات (ع) کی طرف سے بعید ہے!

جو کچھ پہلے اور دوسرے نکات میں بیان ہوا، ہم اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ:

یمانی (ع) زمین پر اللہ کے حجتوں میں سے ایک حجت ہے، معصوم ہے اور ان کی عصمت پر نص اور تصریح وارد ہوئی ہیں اور متواتر روایات اور قطعی الدلالہ والے متون سے ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ حضرت محمد (ص) کے بعد حجتیں، بارہ امام (ع) اور ان کے بعد بارہ مھدیین (ع) ہیں اور ان کے علاوہ زمین پر کوئی بھی معصوم اور حجت موجود نہیں؛ ان سے نعمت مکمل ہوتی ہے؛ دین، کمال پاتا ہے اور آسمانی رسالتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے. ائمہ میں گیارہ امام گزر چکے ہیں اور امام مھدی (ع) اور بارہ مھدیین (ع) باقی رہ گئے ہیں. یمانی امام مھدی (ع) کی طرف دعوت دیتا ہے؛ تو پھر یمانی ناگزیر، مھدیوں (ع) کا پہلا ہے؛ کیونکہ ان کے بعد گیارہ مھدیوں، ان کے بیٹوں میں سے ہیں؛ (ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ) [1] (وہ اولاد جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے.) اور وہ امام مھدی (ع) کی ظہور کے بعد والے دور میں آئیں گے اور حکومت عدل الہی میں حاضر ہوں گے. ثابت ہوا ہے کہ پہلا مھدی، امام مھدی (ع) کے ظہور کے دوران موجود ہے اور وہ ظہور کی شروعات اور امام کی تحریک میں، امام مھدی (ع) کے اول مومنین میں سے ہے اور قیام کی بنیاد کے مقدمات تیار کرتا ہے –جیسے کہ رسول اللہ (ص) کی وصیت میں ذکر ہوا ہے –اور یہاں سے یمانی (ع) کا کردار اس پر منفرد اور محدود ہوتا ہے کہ وہ بارہ مھدیوں میں سے مھدی اول ہے.

اھل بیت (ع) کی روایات نے مھدی اول کے نام، خصوصیات اور رہائش کی جگہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، اور یہ کہ ان کا نام احمد اور ان کی کنیت عبد اللہ –یعنی اسرائیل –ہے؛ یعنی لوگ مجبوری میں اور اپنی مرضی کے خلاف ان کو اسرائیلی پکاریں گے.

---

[1] - آل عمران: 34.

رسول خدا (ع) نے فرمایا: «میرا نام احمد ہے اور میں عبد اللہ ہوں، میرا نام اسرائیل ہے؛ جو کچھ اسے حکم فرمایا مجھے بھی حکم دیا اور جو کچھ اس سے مربوط ہوتا ہے مجھ سے بھی مربوط ہے. »

مھدی اول، تین سو تیرہ کا پہلا ہے؛ وہ بصرہ سے ہے، ان کے دائیں رخسار میں ایک نشانی ہے، ان کے سر میں خشکی ہے، ان کا جسم موسیٰ بن عمران (ع) کے جسم کی مانند ہے، اور ان کی پشت پر مہر نبوت ہے۔ رسول خدا (ص) کی وصیت ان کے بارے میں ہے۔ وہ ائمہ (ع) کے بعد قرآن، توریت اور انجیل کو لوگوں میں سب سے بہتر جانتے ہیں، اور آنحضرت کی ظہور کے ابتدا میں، وہ جوان ہے. رسول خدا (ص) نے فرمایا: «...پھر ایک جوان کے بارے میں کلام کیا اور فرمایا: جب اسے دیکھو گے اس کی بیعت کرو کیونکہ وہ مھدی کا خلیفہ ہے.» [1]

ابو عبد اللہ (ع) سے، اپنے آباء (ع) سے، امیر المومنین (ع) سے نقل ہوا ہے کہ انھوں نے فرمایا: «حضرت رسول اللہ (ص) اسی رات جس میں ان کی وفات ہوئی حضرت علی (ع) کو فرمایا: اے ابا الحسن! کاغذ اور سیاہی لے کر آیئے۔ حضرت رسول اللہ (ص) نے اپنی وصیت امیر المومنین (ع) کے ذریعے تحریر فرمائی یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا: اے علی! میرے بعد بارہ امام ہوں گے اور ان کے بعد بارہ مہدی ہوں گے؛ اور اے علی! تم بارہ اماموں کے پہلے امام ہو. اور وہ حدیث کو جاری رکھتے ہیں یہاں تک کہ فرماتے ہیں: پھر حسن (خلافت) کو اپنے بیٹے "محمد" (ع) کے حوالے کرے جو آلِ محمدؐ کا ذخیرہ ہے. یہ بارہ امام ہیں اور ان کے بعد بارہ مھدی ہوں گے پھر جب ان کی وفات کا وقت آئے اس (خلافت) کو اپنے بیٹے جو کہ اولین مقربین (اولین مھدیین) میں سے ہے سپرد کر دے؛ اور ان کے تین نام ہیں ان کا ایک نام میرے نام اور دوسرا نام میرے والد کا نام کی مانند ہے اور وہ ہیں عبد اللہ و احمد اور ان کا تیسرا نام مھدی ہے اور وہ اولین مومنان ہے » [2]

امام صادق (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «ہماری نسل سے قائم کے بعد بارہ مھدی حسین (ع) کی اولاد سے ہوں گے.» [3]

---

[1] - بشارۃ الاسلام: ص 30؛ مقریزی کی کتاب إمتاع إسماع: ج 12 ص 6 29 روایت میں آیا ہے: « پھر جب اسے دیکھو گے، تو اس کی بیعت کرو، حتیٰ کہ اگر برف پر رینگتے ہوئے بھی جانا پڑے، کیونکہ وہ مھدی کا خلیفہ ہے.».

[2] - بحار الانوار: ج 53 ص 147؛ غیبت طوسی: ص 150؛ غایۃ المرام: ج 2 ص 241.

[3] - بحار الانوار: ج 53 ص 148؛ برہان: ج 3 ص 310؛ غیبت طوسی: ص 385.

امام صادق (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «ہماری نسل سے قائم کے بعد گیارہ مھدی حسین (ع) کی اولاد سے ہوں گے.» [1]

اس روایت میں "قائم" (ع) سے مراد مہدی اول ہے نہ کہ امام مہدی (ع)، کیونکہ امام مہدی (ع) کے بعد بارہ مہدیین آئیں گے.

امام باقر (ع) مھدی اول (ع) کی وصف میں فرمایا ہے: «... وہ سرخ رنگت والے چہرے، اندر گئی ہوئی آنکھوں اور گھنی بھوؤں والے ہیں، ان کے دو کندھوں کے درمیان کشادہ اور بڑا ہے، ان کے سر میں خشکی اور چہرے پر ایک نشانی ہے۔ اللہ کی رحمت ہو موسیٰ پر.» [2]

اور امیر مومنان (ع) سے ایک طویل حدیث میں روایت ہوئی ہے: «...انھوں نے فرمایا: خبردار ان کا پہلا بصرہ سے اور ان کا آخری ابدال سے ہوگا...» [3]

اور امام صادق (ع) سے ایک طویل روایت میں، جس میں اصحابِ قائم کے نام ذکر کیے گئے ہیں، آیا ہے:

«...اور بصرہ سے... احمد...» [4]

اور امام باقر (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «وہ –یعنی قائم– کے دو نام ہیں: ایک خفیہ نام اور ایک ظاہر نام؛ خفیہ نام احمد ہے اور ظاہر نام محمد ہے.» [5] اور احمد، مھدی اول کا نام ہے اور محمد امام مھدی کا نام ہے، جیسے کہ رسول خدا (ص) کی وصیت سے ظاہر ہوتا ہے.

امام باقر (ع) سے روایت ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: « اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ طالقان میں ہے، لیکن وہ نہ سونے کا ہے اور نہ چاندی کا۔ خراسان میں بارہ ہزار افراد ہیں جن کا نعرہ 'احمد احمد' ہے، اور بنی ہاشم سے ایک نوجوان ان کی قیادت کر رہا ہے، جو خاکی رنگت کے قاطر پر سوار ہے اور سرخ رنگ کا سربند باندھے ہوئے ہے۔ ایسا لگتا ہے

---

1 - بحارالانوار: ج53 ص145.
2 - غیبت نعمانی: ص215.
3 - بشارۃ الاسلام: ص148.
4 - بشارۃ الاسلام: ص181.
5 - کمال الدین و تمام النعمۃ: ج2 ص653 ب57.

جیسے میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ فرات سے گزر رہا ہے، اور اگر تم اسے سنو، تو اس کی طرف فوراً بڑھو، چاہے تمہیں برف پر رینگتے ہوئے ہی کیوں نہ جانا پڑے۔»[1] اور احمد, مھدی اول کا نام ہے.

کتاب الملاحم والفتن سے منقول ہے: «اس نے کہا کہ امیر غضب نہ اِس کا ہے اور نہ اُس کا, لیکن ایک ایسی آواز سنو گے جو نہ کوئی انسان بولتا ہے اور نہ کوئی جن, کہ فلان شخص کی بیعت کریں, اس کے نام سے کہ نہ اِس کا ہے نہ اُس کا, لیکن وہ مھدی کا خلیفہ ہے.»[2]

اور کتاب الملاحم والفتن میں سید ابن طاووس حسنی سے منقول ہے: «پھر جمع ہو جائیں گے اور اس فرد کا انتظار کریں گے جس کی بیعت کرنی ہے۔ اسی دوران اچانک ایک آواز سنیں گے جو نہ کوئی انسان بولتا ہے اور نہ کوئی جن, کہ فلاں شخص کی بیعت کریں, اس کے نام سے کہ نہ یہ اِس کا ہے اور نہ وہ اُس کا, لیکن وہ یمانی کا خلیفہ ہے.

»[3]

شیخ علی کورانی کتاب معجم احادیث امام مھدی (ع) میں روایت کی ہے: «مھدی نہیں مگر قریش سے, اور خلافت نہیں مگر قریش میں, اس کے سوائے کہ اس کا اصل و نسب یمن سے ہو گا.»[4] اور چونکہ مھدی اول (ع) امام مھدی (ع) کی اولاد میں سے ہے, تو لازمی طور پر مقطوع النسب ہو گا (یعنی مبہم اور نامعلوم نسب رکھتا ہے)؛ کیونکہ امام مھدی (ع) کی اولاد گمنام ہیں اور یہ سب یمانی منصور کی صفات اور مھدی اول کی صفات ہیں؛ کیونکہ یہ (در حقیقت) ایک ہی فرد ہے, جیسے کہ یہ بات پہلے واضح ہو چکی ہے.

اور اگر مزید جاننا چاہتے ہو, تو میں اس میں اضافہ کرتا ہوں کہ یمانی, ظہورِ مقدس کے دور میں زمینہ ساز ہے اور 313 افراد میں سے ایک ہے, جو پرچم کو امام مہدی (ع) کے حوالے کرے گا, اور مہدی (ع) کا پہلا مومن ہے۔ اور مہدی اول (ع) بھی ظہورِ مقدس کے وقت موجود ہوں گے اور امام مہدی (ع) پر پہلا مومن ظہور کے شروع میں اور امام کے قیام سے پہلے ہو گا۔ اس لیے مجبوراً ان میں سے ایک کو دوسرے پر حجت ہونا چاہیے, اور جیسا کہ ائمہ (ع) اور مہدیوں (ع) سب مخلوقات پر اللہ کے حجت ہیں, اور مہدی اول ان میں سے ہے, اس لیے وہ یمانی پر حجت ہے؛ اگر یہ دونوں ایک فرد نہ ہوں, تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ مہدی اول, ظہور کے زمینہ ساز انقلاب کا کمانڈر

---

[1] - منتخب الانوار المضیئۃ: ص 343.
[2] - ملاحم والفتن سید بن طاووس حسنی: ص 27.
[3] - ملاحم والفتن: ص 80.
[4] - معجم احادیث امام مہدی ع: ج 1 ص 299.

ہوگا، اور اس صورت میں یمانی کا کردار ثانوی اور کمانڈر کا مددگار ہوگا، جو درست نہیں ہے؛ کیونکہ یمانی، مرکزی زمینہ ساز اور ظہورِ مقدس کی تحریک کا کمانڈر رہے۔ للذا لازمی طور پر مہدی اول ہی یمانی ہے، اور یمانی ہی مہدی اول ہے.

اس کے مطابق یمنی (کی وصف) کچھ یوں ہے: «ان کا نام احمد ہے، بصرہ سے ہے، ان کے دائیں چہرے پر نشان ہے، ظہور کے آغاز میں جوان ہیں، ان کے سر میں خشکی ہے، ائمہ کے بعد قرآن، تورات اور انجیل کو لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، مقطوع النسب ہیں، ان کا لقب مہدی ہے۔ وہ اللہ کی جانب سے واجب الاطاعہ امام ہیں، کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ ان کی مخالفت کرے، اور جو ایسا کرے گا، وہ اہلِ دوزخ میں سے ہوگا۔ وہ حق اور صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور امام مہدی (ع) کی طرف بلاتے ہیں... »اور وہ مہدی اول کے تمام اوصاف اور خصوصیات کے حامل ہیں جو محمد وآلِ محمد (ع) کی روایات میں ذکر ہیں۔ درج ذیل کتابوں کی روایات کی رجوع کریں: غیبت نعمانی، غیبت طوسی، اکمال الدین، بحار [1] اور دیگر حدیث کی کتابیں.

ایک اور نکتہ باقی رہ جاتا ہے؛ یہ کہ یمانی کے تمام پیروکار، امام (ع) کے تین سو تیرہ اصحاب میں، یمانی ہیں؛ اس لیے کہ وہ اپنے یمانی کمانڈر سے منصوب ہیں؛ منجملہ یمانی صنعا اور یمانی عراق ہیں....»

[1] - بحار الانوار: ج 52 اور ج 53.

دوسرا مبحث کے سوالات:

س1: امام باقر(ع) کے کلام سے یمانی کے کردار کو کیسے تعیین کرتے ہیں؟«پرچموں کے درمیان، پرچم یمانی سے زیادہ ہدایت کرنے والا کوئی پرچم نہیں؛ پرچمِ ہدایت وہی ہے، کیونکہ آپ کے صاحب کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جب یمانی خروج کرے، تو اسلحہ بیچنا لوگوں پر اور ہر مسلمان پر حرام ہو جائے گا۔ جب یمانی خروج کرے، تو فوراً اس کی طرف بڑھو، کیونکہ اس کا پرچم، پرچمِ ہدایت ہے اور کسی بھی مسلمان پر جائز نہیں کہ اس کی خلاف ورزی کرے؛ جو ایسا کرے گا، وہ اہل دوزخ سے ہو گا، کیونکہ وہ حق اور صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے.»

س2: سید احمد الحسن (ع) کیسے ثابت کرتے ہیں کہ یمانی اور مہدی اول کا کردار ایک ہی فرد کا ہے؟

تیسرا مبحث: یمانی وہی قائم آل محمد ہے

کتاب جامع الادلہ میں آیا ہے:

یمانی وہی قائم آل محمد اور مہدی آخر الزمان ہے۔

کتاب کافی میں آیا ہے: اباعبداللہ امام صادق (ع) نے فرمایا: « کوئی بھی پرچم جو قیام قائم سے پہلے اٹھ جائے اس کا صاحب طاغوت ہے جو کہ اللہ کی جگہ عبادت ہو جاتا ہے.»[1]

اس روایت یعنی عام طورپر کوئی بھی پرچم جو قائم (ع) سے پہلے اٹھ جاتا ہے، ضلالت و گمراہی کا پرچم ہے اور اس کا صاحب طاغوت ہے جو کہ اللہ کے بجائے پوجا جاتا ہے اور اس حکم سے صرف قائم کا پرچم مستثنی ہے۔

لیکن جو پیش کیا گیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یمانی کا پرچم —جو کہ امام مہدی (ع) سے پہلے ہے- ھدایت کا پرچم اور حتی سب سے زیادہ ھدایت کرنے والا پرچم ہے ! اب ہم روایتِ یمانی اور کتابِ کافی کی اس وارد شدہ روایت کے درمیان پیدا ہونے والے تعارض سے باہر نکلنے کا راستہ کیسے تلاش کریں؟اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ کوئی بھی حل اس مسئلے کے لیے دونوں روایتوں کے مفہوم کو محفوظ رکھے، اس کے بغیر کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو ساقط کیا جائے۔

واحد حل جو اس صورتحال میں ہمارے سامنے موجود ہے یہ ہے کہ ہم کہہ دیں کہ قائم کا پرچم اور یمانی کا پرچم دونوں ایک ہی پرچم ہیں اور یہ، ایک حقیقت کو یقینی بناتا ہے؛ یعنی قائم وہی یمانی ہے، یہ وہی حقیقت ہے جس کی طرف غضب کی فوج والی روایت اشارہ کرتی ہے؛ وہ روایت جس میں آیا ہے کہ غضب کی فوج کا سربراہ یا تین سے تیرہ اصحاب کا کمانڈر وہی خلیفہ یمانی ہے۔ اباعبداللہ سے روایت ہوئی کہ انھوں نے فرمایا: «جب امام کو ظہور کی اجازت ملے گی وہ اللہ کو اپنے عبرانی والا نام سے پکاریں گے اور تین سو تیرہ افراد حضرت کے اصحاب، خزاں کے بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح ان کے گرد جمع ہو جائیں گے.»[2]

---

[1] - کافی، ج8، ص295.

[2] - غیبت نعمانی، ص 326.

اس لیے اس کے مطابق جو کہ امام صادق (ع) نے بیان فرمایا خلیفہ یمانی، ایک امام ہے۔

اس بات کے لیے کہ یمانی اللہ کے حجتوں میں سے ایک حجت ہے اتنا کافی ہے کہ اس کا پرچم کو "پرچم ھدایت" اور "سب سے زیادہ ھدایت کرنے والا پرچم" کے طور پر وصف کیا گیا ہے۔ چونکہ حق کا پرچم واحد ہوتا ہے اور متعدد نہیں، تو پھر اس پرچم کے حامل کو اللہ کے حجتوں میں سے ایک حجت ہونا چاہیے۔ اور جب وہ حجتِ الٰہی ہے، تو امام باقر (ع) کے اس حکم کی تفسیر واضح ہو جاتی ہے کہ "اگر یمانی خروج کرے اس کی طرف بڑھو"؛ معصومین (ع) کا فرمان اللہ کا فرمان ہے اور اللہ عزوجل کبھی غیر معصوم کی اتباع کا حکم نہیں دیتا۔ سلیم بن قیس ہلالی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا: سنا ہے کہ امیر المومنین علی (ع) نے فرمایا: «اپنے دین کے معاملے میں تین چیزوں سے ہوشیار رہو: وہ مرد جو قرآن پڑھتا ہے، لیکن جب اس کے چہرے پر خوشی اور نشاط آجائے [معاشرے میں منصب مل جائے] تو اپنی تلوار اپنے ہمسائے پر نکالے اور اسے شرک کی تہمت کے تیر کا ہدف بنائے.» میں نے عرض کیا: اے امیر مومنان! ان میں سے کون زیادہ مشرک ہے؟ انھوں نے فرمایا: «وہ جو تہمت کا تیر مارتا ہے اور وہ مرد جو روزمرہ کے واقعات کا کھیل بنا ہوا ہے اور ہر جھوٹے افسانے کو جو بنایا جاتا ہے، وہ اسے مزید بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ اور وہ مرد جسے اللہ عزوجل نے طاقتور بنایا ہے، اور وہ گمان کرتا ہے کہ اس کی اتباع کرنا اللہ کی اتباع ہے اور اس کے حکم سے نافرمانی کرنا اللہ کے حکم سے نافرمانی ہے؛ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کی معصیت کے راستے میں کسی مخلوق کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ کسی بھی مخلوق کی چاہت اور رغبت اللہ کی نافرمانی میں جائز نہیں ہے؛ لہٰذا، اللہ کی نافرمانی کے راستے میں کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی کسی گناہگار فرد کے حکم کے ماتحت رہنا چاہیے۔ اطاعت صرف اللہ، اس کے رسول اور والیان امر کے لیے ہے اللہ عزوجل نے صرف حضور ص کی اطاعت کا حکم دیا ہے کیونکہ آنحضرت پاک و مطہر و معصوم ہیں اور اللہ کی نافرمانی کا حکم نہیں دیتے۔ (اسی طرح، اللہ نے) صرف اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ پاک و معصوم افراد ہیں جو گناہ و نافرمانی کا حکم نہیں دیتے.»[1]

امام (ع) کا یہ کلام اس جملے «جب یمانی خروج کرے گا تو اسلحہ کی فروخت حرام ہو جائے گی» کی تفسیر کرتا ہے۔

آل محمد (ص) نے بیان کیا ہے کہ مخالفین کو اسلحہ فروخت کرنا حرام نہیں ہے، سوائے اس وقت کے جب مباینہ

[1] - خصال، شیخ صدوق، ص139.

(اختلاف یا افتراق) ہو، اور یہ مباینہ ظہورِ قائم سے حاصل ہوگا؛ کیونکہ - جس طرح کہ معصومین (ع) کے بہت سارے احادیث میں آیا ہے- دشمنوں اور ان کے درمیاں جنگ اور ھلاکت واقع نہیں ہوگی مگر ظہور قائم سے۔

کافی میں آیا ہے: ھند سراج نے کہاہے: ابا جعفر امام باقر (ع) سے پوچھا: اللہ آپ کی اصلاح کرے! میں اسلحہ اور ہتھیار شام لے جاتا ہوں اور وہاں بیچتا ہوں۔ جب اللہ نے مجھے اس امر کی طرف متوجہ کیا تو میں اس کام پر غمزدہ ہوا اور اپنے آپ سے کہا کہ میں پھر اسلام کے دشمنوں کے لیے اسلحہ نہیں لے جاؤں گا۔ امام نے فرمایا: «ان تک اسلحہ پہنچا دو اور ان کے ساتھ خرید و فروخت کرو؛ کیونکہ اللہ ان کے ذریعہ سے ہماری اور تمہاری دشمن، یعنی رومیوں کو ہلاک کرتا ہے؛ لیکن اگر ہمارے اور ان کے درمیان جنگ واقع ہو جائے تو پھر انہیں اسلحہ مت پہنچاؤ، کیونکہ ایسی صورت میں جو بھی ہماری دشمن کو اسلحہ پہنچائے گا، وہ ان کی ہماری خلاف مدد کر رہا ہوگا اور مشرک شمار ہوگا.»[1]

ویسے ہی آیا ہے: ابو بکر حضرمی کہتاہے: اباعبداللہ (ع) کی خدمت میں حاضر ہوا اور حکم سراج نے آنخضرت سے سوال کیا: آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو گھوڑے کا زین شام لے جاتا ہے اور وہاں بیچتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: «کوئی اشکال نہیں۔ آپ ابھی رسول اللہ کے اصحاب کے مقام میں، جنگ بندی اور صلح کے دور میں ہیں۔ اگر کوئی جنگ واقع ہو جائے، وان کے لیے زین اور اسلحہ لے جانا آپ پر حرام ہو جائے گا.»[2]

کتاب جامع ادلہ سے نقل کا اختتام۔

اور کتاب میں مہدی اول, قائم اور یمانی کے کردار کا ایک ہی ہونے کے بارے میں ایک رسالہ آیا ہے:

" قائم اور یمانی کے کردار کا ایک ہی ہونا:

پہلا: معلوم ہوا کہ رسول اللہ محمد (ص) کے اوصیاء، بارہ امام اور بارہ مہدی ہیں اور ہر گز ان کے علاوہ آپ (ص) کے بعد اس زمین پر آخری دن تک کوئی الہی خلیفہ اور حجت نہیں ہوں گے۔ جب یہ بھی واضح ہوگیا کہ یمانی الہی حجتوں میں سے ایک حجت اور معصوم ہے۔ تو پھر اس ترتیب سے وہ آل محمد (ع) سے ہوگا؛ کیونکہ ان (ع) کے علاوہ اللہ کے لیے کوئی اور حجت موجود نہیں۔ اللہ فرماتاہے:(ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ)[3] (وہ

---

[1] - الکافی، ج5، ص 112.
[2] - الکافی، ج5، ص 112.
[3] - آل عمران: 34.

اولاد جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے.) اس لیے ضروری ہے کہ ان کا ذکر وصیت مقدس میں موجود ہو، اور چونکہ ان کا کردار ظہور مقدس کے دور سے متعلق ہے، تو وہ کوئی اور نہیں، سوائے مہدی اول کے ، اور نہ کوئی دوسرا۔

دوسرا: مہدی اول (احمد) وصیت رسول اللہ (ص) کے متن کے مطابق الٰہی خلیفہ ہے۔ اسی لیے ان کی مخالفت (معصوم کی مخالفت) کا انجام جہنم ہے؛ کیونکہ معصوم امام حق اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے، اور یہی یمانی کی خصوصیت اور شناخت کا باعث بنتی ہے۔ امام باقر (ع) نے اپنی روایت میں اس نکتہ پر زور دیا کہ یمانی، الٰہی خلیفہ ہے اور ان کی مخالفت حرام ہے، اور وہی ہے جو حق اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

تیسرا: اگر کوئی فرد راضی نہیں ہوا اور مہدی اول اور یمانی کے کرداروں کے ایک ہونے کا انکار کر دیا، تو ہم اسے جواب دیتے ہیں کہ یہ واضح ہے کہ مہدی اول ظہور مقدس کے زمانے میں موجود ہیں، اور وہ اپنے والد امام مہدی (ع) کے اولین مقربین اور اولین مومنین میں سے ہیں، اور [امام مہدی کے لیے] لوگوں سے بیعت لیتے ہیں اور دیگر امور، جو وصیت مقدس اور دیگر روایات میں مذکور ہیں، ایک جانب سے ہیں دوسری جانب، یمانی بھی زمانہ ظہور میں موجود ہے اور وہ سب سے زیادہ ہدایت کرنے والا پرچم کا حامل ہے اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی زمینہ سازی میں اس کا مرکزی کردار ہے اور سب پر واجب ہے کہ اس کی نصرت کریں اور اس کی مخالفت سب پر حرام ہے۔ اب:

اگر مہدی اول اور یمانی ایک ہی شخصیت ہیں کہ اس ترتیب سے جو مطلوب ہے ثابت ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ کی صورت میں، انکار کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ اس پیش آنے والے سوال کا جواب دیں: کون کس کی پیروی کرے گا اور کون دوسرے کے پرچم کے نیچے آئے گا؟ کیونکہ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ آل محمد کا صرف ایک ہی پرچم ہے اور کئی پرچم نہیں!

اب اگر وہ جواب دیں کہ جس کی پیروی کریں گے، وہ قطعی طور پر یمانی ہے، تو یہ نتیجہ باطل ہے؛ کیونکہ اس جواب کے مطابق مہدی اول کسی اور کے پیروکار بن جائیں گے اور دوسرے کے پرچم تلے آئیں گے (یعنی یمانی کے پرچم تلے)؛ جبکہ وہ الٰہی حجتوں میں سے ایک حجت اور اوصیاء میں سے ایک وصی ہیں، جیسا کہ وصیت کے الفاظ سے واضح ہے۔ اب کیا شیعہ عقائد میں معصوم کسی اور کے حکم اور پرچم کے ماتحت ہوتا ہے؟! جبکہ ان کے لیے حرام ہے کہ وہ کسی اور (یمانی) کی مخالفت کریں؟!

اس بات کے باوجود کہ یہ جواب، اس روایات کو مسترد کرتا ہے جس کے مطابق، "مہدی احمد" وہی فرد ہے جو لوگوں سے بیعت لیتا ہے اور کامیاب فوج کے سربراہ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ فاتح شخص مہدی اول ہے، تو یہ بھی باطل ہے؛ کیونکہ یہ یمانی کو ایک ثانوی کردار کا حامل بناتا ہے اور اسے مہدی احمد کا پیروکار قرار دیتا ہے۔ اس صورت میں زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ سب سے زیادہ ھدایت کرنے والا پرچم کا صاحب، مہدی اول، احمد ہو نہ کہ یمانی؛ اور یہ جواب واضح طور پر امام باقر (ع) کے کلام کو مسترد کرتا ہے؛ اللہ کی پناہ ہو!

اسی ترتیب سے یمانی اور مہدی اول کے کرداروں کا ایک ہونا، دونوں پہلوؤں سے انکار کرنے والے فرد کے لیے لازم قرار پاتا ہے، اور یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ "مہدی اول = یمانی"۔

اس سے پہلے ہمارے لیے واضح ہو چکا ہے کہ مہدی اول، وہی قائم آل محمد ہیں جو سفیانی کی تحریک کے ساتھ ایک ہی دور میں ہوں گے اور اس کے خلاف جنگ کریں گے، بلکہ اصل میں اس سے پہلے ظہور کریں گے۔ اور اب ہمارے لیے یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ یمانی، وہی مہدی اول ہیں؛ نتیجتاً یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "مہدی اول = قائم آل محمد"۔ اسی دلیل سے ہم اس راز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو 'قائم' اور 'یمانی' کی دو صفات میں اس روایت میں موجود ہے جس میں امام باقر (ع) ایک محمدی کردار کے بارے میں کلام کرتے ہیں، جس کے خروج سے شیعہ آل محمد کے لیے فرج (گشائش) حاصل ہو جائے گی۔

اس بات کی تشریح کو مکمل کرنے کے لیے ایک نکتہ اضافہ کرتا ہوں:

چوتھا: روایت یمانی خود ثابت کرتی ہے کہ یمانی وہی قائم ہے۔

سید احمد الحسن (ع) فرماتے ہیں:

"مخالفین کو اسلحہ بیچنا حرام ہونا، وہ مسئلہ ہے جو آل محمد (ع) نے بیان فرمایا ہے، اور یہ بات کہ یہ مسئلہ اہل بیت (ع) میں سے قائم کی ظہور کے دوران ہوگا اور اسی ترتیب سے روایت یمانی میں یہ قید "اسلحہ بیچنا حرام ہے"، ان افراد کے لیے ایک وضاحت ہے جو اہل بیت (ع) کے کلام کے مفہوم کو سمجھتے ہیں کہ یمانی، وہی قائم ہے؛ کیونکہ احادیث میں اہل بیت (ع) نے اسلحہ کی فروخت کو حرام کرنے کو خروج قائم کے دوران ہونے والی جنگ کے وقت سے مشروط فرمایا ہے۔ فرمایا گیا ہے: «جب یمانی خروج کرے گا، اسلحہ کی فروخت حرام ہو جائے گی»۔ اسی ترتیب سے وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ یمانی، وہی قائم ہے۔ نتیجتاً، امام (ع) اپنے اس کلام «اور جب یمانی خروج کرے گا، اسلحہ کی فروخت لوگوں اور ہر مسلمان پر حرام ہو جائے گی'» سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یمانی، وہی

قائم ہے، جن کے ظہور اور جنگ کے دوران اسلحہ کی فروخت حرام ہو جاتی ہے۔ یہ اس بیان کے علاوہ ہے جو روایت میں موجود ہے - جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا- جو واضح کرتا ہے کہ یمانی، قائم اور الٰہی حجتوں میں سے ایک حجت ہے۔"

کچھ روایات جن میں خصوصی طور پر خروج قائم کے دوران اور دشمنوں کے درمیان جنگ ہونے کے وقت اسلحہ بیچنے کو حرام قرار دیا گیا ہے، درج ذیل ہیں:

ھند سراج کہتا ہے: امام باقر (ع) سے کہا: اللہ آپ کی اصلاح کرے! میں ہمیشہ شامیوں کے لیے جنگی آلات لے کر جاتا ہوں اور انہیں فروخت کر دیتا ہوں۔ جب اللہ نے مجھے اہل بیت کے مذہب سے روشناس کرایا تو میں پھس گیا اور اپنے آپ سے کہا: اور اللہ کے دشمنوں کے لیے اسلحہ لیکر نہیں جاوٴں گا۔ امام (ع) نے فرمایا: « ان کے لیے اسلحہ لے کر جاؤ؛ کیونکہ اللہ شامیوں کے ذریعہ ہمارے اور تمہارے دشمن یعنی رومیوں کو دفع کرتا ہے۔ شامیوں کو اسلحہ بیچو۔ لیکن اگر ہمارے اور شامیوں کے درمیان جنگ واقع ہو جائے تو ان کے لیے اسلحہ نہ لے کر جاؤ (کیونکہ) جو بھی ہمارے دشمنوں کو فوجی اسلحہ سے مدد کرے، مشرک ہے.»[1]

ابو بکر حضرمی کہتا ہے: امام صادق (ع) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حکم سراج نے امام سے کہا: اُس شخص کے لیے کیا حکم ہے جو شامیوں کے لیے زین اور دیگر جنگی آلات لے کر جاتا ہے؟ امام نے فرمایا: « کوئی اشکال نہیں۔ ابھی آپ لوگ حضور (ع) کے اصحاب کی طرح صلح کی حالت میں ہیں۔ اگر ہمارے اور شامیوں کے درمیاں جنگ ہو جائے، تو ان کے لیے زین اور اسلحہ لیکر جانا حرام ہے.»[2]

پانچواں: ان دیگر امور میں سے جو یمانی اور قائم کی انفرادیت پر زور دیتے ہیں، وہ روایات ہیں جو امام مہدی (ع) کے ظہور کی حتمی علامات کو لوگوں کے لیے منظرکشی کرتے ہیں۔ ان روایات کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایات میں قائم کو [ظہور کی] علامات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے-اس طرح کی کچھ روایات ہم پہلے پیش کر چکے ہیں- اور کچھ دیگر (روایات) میں یمانی کو [علامت کے طور پر] قائم کی جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ اب اگر کردار کی یہ وحدت موجود نہ ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا الگ الگ ذکر کرنے میں کوئی دلیل

---

[1] - الکافی: ج5 ص112.

[2] - الکافی: ج5 ص112.

موجود نہیں ہوگی، اور تعدد پیش آئے گا یعنی صاحبِ پرچمِ ہدایت کا تعدد، اور روایات سے جو ہمیں واضح طور پر معلوم ہوا ہے، اس کے مطابق یہ بات باطل ہے۔

حتمیات سے متعلق کچھ روایات:

عمر بن حنظلہ سے امام صادق (ع) سے روایت ہوئی کہ انھوں نے فرمایا: «پانچ نشانیاں، قائم کے قیام سے پہلے کی علامات میں سے ہیں: صیحہ (آسمانی ندا)، سفیانی، بیداء میں خسف (زمین دھنس جانا)، خروج یمانی اور نفس زکیہ کا قتل.»[1]

محمد بن علی حلبی سے روایت ہے کہ اس نے کہا: سنا ہے امام صادق (ع) فرماتے تھے: «بنی عباس کے درمیان اختلاف ہونا حتمیات میں سے ہے، ندا حتمیات میں سے ہے، خروج قائم حتمیات میں سے ہے....»[2]

اس کے علاوہ یمانی اور تلوار سے قیام کرنے والا فرد، امام مہدی (ع) سے رابطہ میں ہوتا ہے کیونکہ وہ -ایک جانب سے- وصی اور امام کے اولین مقربین اور اولین مومنین میں سے ہے، اور - دوسری جانب سے -وہ امام مہدی (ع) کے امر کا قائم اور ہدایت کے پرچم کا حامل ہے۔ ایک اور پہلو سے، وہ امام مہدی کا یمانی ہے، اور یہی وہ فرد ہے جسے امام مہدی، حکومتِ عدلِ الہٰی کے قیام کے لیے زمینہ سازی کے عمل کو شروع کرنے کے لیے لوگوں کی طرف بھیجتے ہیں۔

اور اسی ترتیب سے مکمل وضاحت سے معلوم ہوا کہ "مہدی اول = قائم آل محمد = یمانی موعود"، اور مہدی احمد، وصی امام مہدی (ع) اور لوگوں کے لیے ان کے سفیر ہے۔"

کتاب مہدی اول اور یمانی کے کرداروں کا ایک ہی ہونے کے بارے میں رسالہ کے متن کا اختتام۔

---

[1] - غیبت طوسی: ص436ح427.

[2] - الکافی: ج1ص310ح484.

تیسرا مبحث کے سوالات:

س1: درج ذیل روایت سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: «قائم کے قیام سے پہلے کوئی بھی پرچم اٹھایا جائے اس کا صاحب طاغوت ہے جو کہ اللہ کی جگہ پر ستش کیا جاتا ہے۔»

ص2: کیسے ثابت کرتے ہیں کہ یمانی وہی قائم ہے؟

چوتھا مبحث: کیا یمانی یمن سے ہے؟[1]

اس شبہہ کو رفع کرنے کے لیے پہلے اس پس منظر کو تعین کرنا چاہیے جس کی بنا پر یمانی کو موجودہ یمن کی سرزمین سے منسوب کرنے والے معتقدین نے اپنی سوچ کو اس پر قائم کیا ہے، اور اس سے نکلنے کا راستہ بھی معلوم ہو جائے۔ اس پس منظر کے دو منابع ہیں جن سے اس تفکر کی ابتدا ہوئی:

پہلا: لفظ "یمانی" کو سرزمین یمن سے منسوب کرنا؛ واضح ہے کہ لفظ "یمانی" سے اس مرد کا سرزمین یمن سے تعلق ہونا اخذ کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا: ان روایات کا وجود، جنہیں وہ اس نکتے کی دلیل سمجھتے ہیں کہ یمانی سرزمین یمن سے خروج کرے گا۔

شروع میں اس شبہہ کے پہلے منبع کی جانچ پڑتال کریں گے اور پھر دوسرے مسئلے کا جائزہ لیں گے۔

اس شبہہ کے پہلے منبع کی جانچ پڑتال

شیخ سند کہتا ہے: «دوسری نشانی بھی موجود ہے جس کی طرف روایت اشارہ کرتی ہے؛ وہ یہ کہ یمانی، یمن کی سرزمین سے خروج کرے گا، اور یہی وجہ ہے کہ اسے 'یمانی' کا نام دیا گیا ہے.»[2]

اور جیسے کہ کہا یہ نام دینے کی وجہ، یمن کی سرزمین کی طرف منسوب کرنا ہے، کورانی کہتا ہے: «لیکن خلیجی علاقے میں، یہ فطری بات ہے کہ یمانی - حجاز کے علاوہ - اس خطے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ احادیث نے اس بات کو بیان نہیں کیا ہے.»[3]

اس کا یہ کلام: «اگرچہ روایات اس نکتہ کو نہیں بتاتی ہیں» اشارہ کرتا ہے کہ اس کے خیال میں یمانی یمن کی سرزمین سے خروج کرے گا۔

---

[1] - یہ سبق ڈاکٹر عبدالرزاق دیراوی کی تصنیف کردہ کتاب جامع ادلہ سے لیا گیا ہے۔

[2] - فقہ علائم ظہور، ص 28.

[3] - عصر ظہور، ص 113.

اس سے واضح ہے کہ دونوں افراد- اور دیگر افراد۔ لغت کے نقطہ نظر سے- جو لفظ یمانی کو یمن کی سرزمین سے منسوب کرنے کی طرف جاتا ہے- یمانی کو سرزمین یمن سے منسوب کرتے ہیں؛ علی الخصوص سند نے لفظی دلیل کے علاوہ، روایی دلیل بھی پیش کرتا ہے جس کے بارے میں اس کے کلام میں بعد میں وضاحت کریں گے۔

لفظ "یمانی" کو نسبت دینے کے بارے میں، جو ممکن ہے یمن کی طرف ہو، یہ لفظ یُمن (برکت) کی طرف بھی اشارہ کر سکتا ہے اور یمین (سیدھا) کی طرف بھی؛ شاید وہ ایسا کردار ہو جس کے دائیں ہاتھ میں کوئی ایسی چیز ہو جو اسے دوسروں سے منفرد بناتی ہو، یا یہ کہ وہ امام مہدی (ع) کے دائیں ہاتھ ہو سکتا ہے؛ جیسے علی (ع) رسول (ص) کے دائیں ہاتھ تھے۔ اسی طرح یہ اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ "ید بیضا" یا "سخی اور بخشنے والے ہاتھ" کا مالک ہے؛ کریم کی صفت ان لوگوں پر لاگو ہوتی ہے جن کے پاس "ید بیضا" ہو اور اپنے دائیں ہاتھ سے عطا کرتا ہے؛ یہاں تک کہ ان میں سے بعض افراد بائیں ہاتھ سے بخشنے سے گریز کرتے تھے۔ اس کے علاوہ، اس نام کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے جو ہمارے لیے پوشیدہ ہے۔ بہت سے احتمالات موجود ہیں اور کوئی ایسی چیز واضح نہیں جو ایک کو دوسرے پر فوقیت دے۔

لیکن حتیٰ کہ اس مفروضے کے ساتھ کہ یہ نسبت سرزمین یمن کی طرف ہو، اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ وہ لازمی طور پر اس سرزمین میں رہائش پذیر ہو۔ یہ ایک مشہور اور ناقابل انکار نکتہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو کسی علاقے کی نسبت دی جاتی ہے، جبکہ وہ کسی اور علاقے میں رہائش پذیر ہوتے ہیں۔

صہیب رومی اور بلال حبشی دونوں سرزمین عرب میں رہتے اور فوت ہوئے؛ سید خوئی کی طرح جن کو 'خوی' کے شہر کی نسبت دی جاتی ہے، حالانکہ وہ عراق میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی؛ ایسی مثالیں بہت ہیں۔

یہ ایک مشہور بات ہے کہ مکہ تمامہ سے ہے اور تمامہ یمن سے-؛ اسی وجہ سے رسول اللہ (ص) اور ان کے اہل بیت (ع) سب یمانی ہیں۔ رسول اللہ (ص) سے روایت ہے: «ایمان یمانی ہے اور حکمت یمانی ہے' اور 'اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں ضرور ایک یمانی مرد ہوتا۔»[1]

حضور (ص) سے یہ بھی روایت ہے: «... حقیقت میں سب سے بہتر لوگ اہل یمن ہیں اور ایمان یمانی ہے، اور میں بھی یمانی ہوں ...»[2]

---

[1] - الکافی، ج8، ص 70.

[2] - اصول ستۃ عشر، ص81؛ بحارالانوار، ج57، ص 232.

شریف رضی کی کتاب "مجازات نبوی" میں آیا ہے:

"...اور منجملہ، آنحضرت۔ ان پر سلام و صلوات ہو۔ کہ یہ کلام «ایمان یمانی ہے اور حکمت یمانی...» سے مراد یہ ہے کہ اہل ایمان اور اہل حکمت، یمانی ہیں۔ گفتار میں اس طرح کے استعمال کی مثالیں بہت مشہور ہیں۔ مکے والے اور مدینے والے بھی اس وصف میں شامل ہوتے ہیں۔ جہاں تک مکہ کا تعلق ہے، یہ یمن کے علاقوں میں سے ایک علاقہ شمار ہوتا ہے اور اس لحاظ سے کہ یہ اس کا ایک حصہ ہے، یمانی تصور کیا جاتا ہے۔ اور مدینے کے بارے میں، اکثر مدینہ والے انصار ہیں اور ان کا اصل یمن سے ہے؛ اگرچہ رہائش کے لحاظ سے حجاز کے رہائشی محسوب ہوتے ہیں۔»

اس متن میں شریف رضی رسول خدا (ص) کے اس کلام «ایمان یمانی ہے اور حکمت یمانی ہے» کو مجازی معنی میں لیتے ہیں، یعنی لفظ "یمان" اور "یمانی" کو اس ظاہر معنی سے۔ جو ایمان اور حکمت کو یمن کی سرزمین سے منسوب کرتا ہے۔ پلٹا کر اسے مکہ اور مدینہ والوں پر منطبق کرتے ہیں؛ اس قرینے کے ساتھ کہ مکہ یمن کے علاقوں میں سے ایک علاقہ شمار ہوتا تھا اور اکثر مدینہ والے بھی اصل میں یمنی تھے۔

بحار الانوار کے مقدمہ میں آیا ہے: «... اور مومنین کے قلوب کی زمینوں کو حکمت یمانی کے باغات کے لئے تیار کیا اور اسے پھیلا دیا»[1]

علامہ مجلسی آل محمد (ع) کے کلام کو "حکمت یمانی" پر وصف کرتے ہیں؛ وہ وصف جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لفظ یمانی سے، سرزمین یمن سے منسوب ہونا اخذ نہیں ہوتا ہے۔

"معجم البلدان" میں آیا ہے:

«... مدائنی کہتا ہے کہ تمامہ یمن سے ہے اور اس سے مراد اس کے صحراؤں کی وسعت ہے جو اس کے بیابانوں میں پھیلی ہوئی ہیں، اور مکہ تمامہ میں سے ہے... اور طائف مکہ سے منسوب ہے؛ تو پھر وہ تھامہ کا حصہ ہے»[2] مدائنی تصریح کرتا ہے کہ مکہ تھامہ میں سے ہے اور تھامہ یمن سے اور واسی ترتیب سے مکہ یمن کا حصہ محسوب ہوتا ہے اور نتیجتاً محمد وآل محمد (ع) سب یمانی ہیں اور "یمانی" کا لقب صرف ان پر مختص نہیں جو یمن میں رہائش پذیر ہیں۔

---

[1] - بحار الانوار، ج1، ص1.

[2] - معجم البلدان حموی، ج2، ص63.

مولا محمد صالح مازندرانی اس جملے "ان کا قبلہ یمنی ہے" کی تشریح اس طرح کرتے ہیں:

«کیونکہ مکہ تمامہ سے ہے اور تمامہ سرزمین یمن سے ہے، اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: کعبہ، یمانی ہے.»[1]

جو کچھ بیان ہوا اس سے واضح ہوتا کہ اس دعوے سے کہ "یمانی" کی نسبت کی وجہ یمن کی سرزمین پر لفظ "یمانی" کا منسوب ہونا ہے، یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ یمانی سرزمین یمن سے خروج کرے گا۔

حتی شاید حضور (ص) کا یہ ارشاد: «حکمت یمانی ہے اور ایمان، یمانی» اور « ایمان، یمانی ہے اور حکمت یمانی» اور «اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں قطعی طور پر یمانی مرد ہوتا. »اس شخص کی رائے کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے جو ادعا کرتا ہے کہ یمانی ضرور آجکل کے معروف سرزمین یمن کے رہائشیوں میں سے ہونا چاہیے اور ان کا خروج بھی اس سرزمین سے ہونا چاہیے۔

کتاب " الفتن" مصنف نعیم بن حماد مروزی" میں آیا ہے: « مہدی صرف قریش سے ہے اور کوئی خلافت نہیں سوائے قریش میں؛ مگر یہ کہ اس کا اصل و نسب یمن سے ہے.»[2] یہ ایک تاریخ گواہی ہے کہ جو لوگ حضور (ص) کے دور سے زیادہ قریب تھے، جانتے تھے کہ قریش کی نسبت سرزمین یمن پر قابل قبول تھی، کیونکہ قریش-مکہ کے رہائشی تھے جن-کا اصل و نسب یمن سے تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس اصل و نسب سے مراد، اس نکتہ کی طرف اشارہ ہو کہ مکہ تھامہ سے ہے اور تھامہ یمن سے اور نتیجتاً مکہ یمن سے ہے؛ یا ہو سکتا ہے کوئی اور مطلب مد نظر ہو۔ اس اصل و نسب سے مراد جو بھی ہو معتقدین کی سوچ کو اس بات پر کہ لفظ" یمانی" کا اطلاق ضرور یمن میں رہنے کا مطلب ہوگا، باطل کرتا ہے۔

اس لئے یمانی کی اصلیت کا تعین کرنا صرف لغوی نکتہ پر اعتماد کرنے سے۔ کہ یمانی کو سرزمین یمن سے نسبت دینا- وہ نقطہ نظر ہے جس کی بدولت حقیقت تک نہیں پہنچا جا سکتا ؛ بلکہ یہ نقطہ نظر فتنہ گری سے متشابہات سے پیروی کرتے ہوئے حقائق کی تأویل کی جانب زیادہ قریب ہوگا.[3]

---

[1] -شرح اصول کافی، مولا محمد صالح مازندرانی، ج12، ص 130۔ بحارالانوار، ج 15، ص 310 میں آیا ہے: « جب ابوطالب مکہ کے قریب آیا، کہا: بار الٰہا! اس کعبہ یمانی کے رب اور ستائش شدہ سرزمین اور قائم شدہ پہاڑ».

[2] -الفتن، ص 231.

[3] - عیون اخبار الرضا (ع) ج ۲، ص ۲۶۱، اباحیون، امام رضا (ع) کے غلام سے نقل ہوا ہے:«جو بھی قرآن کے متشابہ کو محکم کی طرف پلٹا دے، وہ صراط مستقیم پر ہدایت یافتہ ہوا ہے۔' پھر انہوں نے فرمایا: 'ہماری احادیث میں بھی، قرآن کے متشابہ کی طرح متشابہ موجود ہے اور قرآن کے محکم کی

اس شبہہ کے دوسرے منبع کی جانچ پڑتال

بعض روایات اس شبہہ کو پیدا ہونے میں بہت سارے افراد کے ذریعے موثر رہی ہیں ۔سب سے اہم روایات میں وہ روایت ہے جو کتاب شیخ صدوق، کمال الدین و تمام النعمہ میں آئی ہے:

محمد بن محمد بن عصام نے، محمد بن یعقوب کلینی سے قاسم بن علاء سے اسماعیل بن علی قزوینی سے علی بن اسماعیل سے عاصم بن حمید حناط سے محمد بن مسلم ثقفی سے ہمارے لیے نقل کیا ہے: سنا ہے ابا جعفر محمد بن علی باقر(ع) فرماتے تھے: «ہمارے قائم خوف کے ذریعے نصرت یافتہ اور فتح سے تائید شدہ ہے۔زمین اس کے فرمان کے تحت آئے گی اور خزانے اس کے لئے آشکار ہوں گے۔اس کی سلطنت مشرق و مغرب میں پھیلے گی اور اللہ عزوجل اس کے ذریعے اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کرائے گا؛اگرچہ مشرکین کو یہ بات اچھی نہ لگے؛ زمین میں کوئی ویران جگہ نہیں بچے گی مگر یہ کہ آباد ہو جائے اور روح خدا عیسی بن مریم اتریں گے اور ان کے پیچھے نماز ادا کریں گے»راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اے رسول خدا کے بیٹے! آپ کا قائم کب خروج کرے گا؟انہوں نے فرمایا: «جب مرد عورتوں کی شبیہ بن جائیں اور عورتیں مردوں کی شبیہ؛ مرد مرد پر اکتفا کرے اور عورت عورت پر؛ عورتیں سواریوں پر سوار ہو جائیں؛ جھوٹی شہادتیں قبول ہوں اور عادل شہادتیں رد ہو جائیں؛ لوگ خونریزی اور زناکاری اور ربا کو سبک (بے ارزش) سمجھیں اوراشرار سے ان کی زبان کی وجہ سے در گزر کریں؛ سفیانی شام سے خروج کرے گا اور یمانی یمن سے؛ بیداء میں زمین دھنس جائے گی؛آل محمد (ع) سے ایک جوان رکن و مقام کے درمیان قتل ہو گا جس کا نام محمد بن الحسن، نفس زکیہ ہے...»[1]

اسی طرح کی روایت اسی کتاب (کمال الدین) میں صفحہ 327 اور 328 پر روایتوں کے سلسلے سے پہلے جو مندرجہ بالا روایت کا اظہار کرتے ہیں، موجود ہے۔اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ ایک ہی روایت ہو سکتی ہے جو ایک ہی مجلس میں کہی گئی ہو اور ایک بار سے زیادہ -مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہو۔ دوسری روایت کی تفصیل درج ذیل ہے:

طرح محکم بھی ہے؛ پھر اس کے متشابہ کو اس کے محکمات کی طرف پلٹا دیں، اور ہمارے متشابہ اخبار کی پیروی اس کے محکم کو سمجھے بغیر نہ کریں، ورنہ گمراہ ہو جائیں گے.»

[1] - کمال الدین و تمام النعمہ، ص330 اور 331.

محمد بن محمد بن عصام نے، محمد بن یعقوب (کلینی) قاسم بن علاء سے اسماعیل بن علی قزوینی سے علی بن اسماعیل سے عاصم بن حمید حناط سے محمد بن مسلم ثقفی طحان سے ہمارے لیے نقل کیا ہے: ابا جعفر محمد بن علی باقر (ع) کے محضر میں حاضر ہوا اور قائم آل محمد (ع) کے بارے میں ان سے سوال پوچھنا چاہتا تھا اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا امام نے فرمایا: «اے محمد بن مسلم قائم آل محمد (ع) کی پانچ رسولوں سے مماثلت موجود ہے: یونس بن متی، یوسف بن یعقوب، موسی، عیسی اور محمد کہ اللہ کا درود ان سب پر ہو؛ لیکن ان کی مماثلت یونس بن متی سے: بہت بزرگ ہونے کے باوجود، غیبت کے بعد ایک نوجوان کی صورت میں واپسی۔ یوسف بن یعقوب (ع) سے ان کی مشابہت: ان کی غیبت خاص و عام سے اور اپنے بھائیوں سے چھپنا اور اپنے والد یعقوب سے ان کے امر کا پیچیدہ ہو جانا اس کے باوجود کہ ان کے اور ان کے والد اور خاندان اور ان کے شیعوں کے درمیان کم فاصلہ موجود تھا؛ اما اس کی مماثلت موسی (ع) سے: اس کا خوف قائم رہنا، اس کی غیبت کا طویل ہونا، اس کی پیدائش کا خفیہ ہونا اور ان کے شیعوں کی مشکلات اور مصیبتیں جو وہ (غیبت کے بعد) جھیلیں گے اس وقت تک کہ اللہ عزوجل ان کے ظہور کی اجازت دے گا، تو ان کی نصرت کرے گا اور انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کرے گا؛ لیکن اس کی مماثلت عیسی سے: اس کے بارے میں اختلاف واقع ہوگا۔ یہاں تک کہ ایک گروہ کہے گا کہ وہ پیدا نہیں ہوئے، دوسرا گروہ کہے گا کہ وہ مر چکے ہیں، اور ایک اور گروہ کہے گا کہ وہ قتل ہو کر صلیب پر چڑھائے گئے ہیں۔ لیکن ان کی مماثلت اپنے جد محمد مصطفیٰ (ص) سے: ان کا خروج تلوار کے ذریعے ہوگا، اور وہ اللہ کے دشمنوں، اس کے رسول کے دشمنوں، جابروں، اور طاغوتوں کو قتل کریں گے؛ وہ تلوار اور دہشت سے نصرت پائیں گے، اور انہیں کوئی پرچم نہیں دیا جائے گا۔ ان کے خروج کی نشانیاں: شام سے سفیانی کا خروج، (یمن سے) یمانی کا خروج، رمضان کے مہینے میں آسمانی ندا، اور آسمان سے آواز دینے والا جوان کے اور ان کے والد کے نام سے پکارے گا» [1]

اس روایت میں عبارت "یمن" سے۔ اسلامی مطبوعات کے پرنٹ کے مطابق۔ دو الٹا کوما کے درمیان واقع ہے جو اس نکتہ کی نشاندہی کرتا ہے کہ کم از کم یہ عبارت اس کتاب کے بعض نسخوں میں موجود نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے کہ بعض نسخوں میں اس کا اضافہ بعض نسخہ لکھنے والوں یا محققین کے ذریعے کیا گیا ہو.

---

[1] - کمال الدین و تمام النعمہ، ص 327 اور 328.

جو اس عبارت کو شامل کرنے اور اصل متن میں موجود نہ ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ بعض مؤلفین نے اسی روایت کو اس اضافے کے بغیر نقل کیا ہے۔ ابن ابی الفتح اربلی اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں اس حدیث کو کتاب "کمال الدین" سے درج ذیل صورت میں نقل کرتے ہیں:

محمد بن مسلم سے: ابا جعفر محمد بن علی باقر (ع) کے محضر میں پیش ہوا اور ان سے آل محمد (ع) کے قائم (ع) کے بارے میں سوال پوچھنا چاہتا تھا اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا امام نے فرمایا: « اے محمد بن مسلم قائم آل محمد (ع) کی پانچ رسولوں سے مماثلت موجود ہے:... وہاں تک کہ فرمایا: اس کے خروج کی نشانیاں: شام سے خروج سفیانی، خروج یمانی، رمضان کے مہینے میں آسمانی ندا، اور آسمان سے آواز دینے والا جوان کے اور ان کے والد کے نام سے پکارے گا»[1]

ملاحظہ کیجئے کہ اس روایت میں عبارت "یمن سے" کا کوئی نشان موجود نہیں۔

شیخ طبرسی بھی اس حدیث کو اسی صورت میں کتاب "اعلام الوری باعلام الهدی" میں نقل کیا ہے:

محمد بن مسلم ثقفی سے روایت ہے: ابا جعفر محمد بن علی باقر (ع) کے محضر میں پیش ہوا اور ان سے آل محمد (ع) کے قائم (ع) کے بارے میں سوال پوچھنا چاہتا تھا اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا امام نے فرمایا: « اے محمد بن مسلم قائم آل محمد کی پانچ رسولوں سے مماثلت موجود ہے:... وہاں تک کہ فرمایا: اس کے خروج کی نشانیاں: شام سے خروج سفیانی، خروج یمانی، رمضان کے مہینے میں آسمانی ندا، اور آسمان سے آواز دینے والا جوان کے اور ان کے والد کے نام سے پکارے گا.»[2]

یہاں پر بھی عبارت "یمن سے" کا کوئی نشان دکھائی نہیں دیتا۔

بحار الانوار میں بھی آیا ہے: اکمال الدین: همدانی نے، علی بن ابراہیم سے، محمد بن عیسی سے، سلیمان بن داوود سے ابو بصیر اور ابن عصام سے کلینی سے قاسم بن علاء سے اسماعیل بن علی سے علی بن اسماعیل سے عاصم بن حمید سے محمد بن مسلم سے، کہ ہمیں ایسا کہا: ابا جعفر محمد بن علی باقر (ع) کے محضر میں پیش ہوا اور ان سے آل محمد (ع) کے قائم (ع) کے بارے میں سوال پوچھنا چاہتا تھا اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا امام نے فرمایا: « اے محمد بن مسلم قائم آل محمد (ع) کی پانچ رسولوں سے مماثلت موجود ہے:... وہاں تک کہ فرمایا: اس کے خروج کی نشانیاں:

---

[1] - کشف الغمہ، ج 3، ص 329 اور 330.

[2] - اعلام الوری باعلام الهدی، ج 2، ص 233.

شام سے خروج سفیانی، خروج یمانی، رمضان کے مہینے میں آسمانی ندا، اور آسمان سے آواز دینے والا جوان کے اور ان کے والد کے نام سے پکارے گا»[1]

یہاں پر بھی عبارت "یمن سے" موجود نہیں۔

یہ تینوں پرانے منابع سبھی اس روایت کو کمال الدین سے نقل کیے ہیں؛ لیکن مدنظر عبارت کسی ایک میں بھی نہیں؟ اس لیے لگتا ہے کہ عبارت "یمن سے" ان تینوں کتابوں کی تالیف کے بعد کسی دور میں، کتاب کمال الدین کے کسی ایک نسخہ میں اضافہ ہوا ہے اور لگتا ہے کہ نسخہ لکھنے والوں میں سے کسی ایک نے اس عبارت کو اضافہ کیا ہے، کیونکہ انہوں نے سوچا ہوگا کہ یمانی یمن سے خروج کرے گا؛ لغوی قرینہ کے مطابق، یا کہ یمانی کو یمن سے منسوب کرنا جو کہ ہم نے پہلے اس مطالب کی جانچ پڑتال کی ہے۔

شاید جس چیز نے اسے اس کام کو انجام دینے پر ابھارا ہے، وہ اس روایت میں سفیانی کا ذکر ہے جس کے خروج کی جگہ واضح طور پر معین کی گئی ہے (اور شام سے خروج سفیانی)، اور اس نے گمان کیا ہے کہ اگر عبارت "یمن سے" کو لفظ یمانی پر اضافہ کرے تو یہ تعبیر زیادہ موزوں ہوگی۔

شاید عبارت "یمن سے" کو پہلی روایت میں وارد کرنے کا مقصد نسخہ لکھنے والے کی اپنی تفہیم اور ارادے کو تقویت دینا تھا، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔ تاہم، یہ احتمال کمزور معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ہم اس روایت کو سید مرعشی کی کتاب "شرح احقاق حق" میں کتاب "فصول المھمہ" سے نقل کرتے ہوئے، دیکھتے ہیں جہاں "یمانی یمن سے" جیسی کوئی عبارت موجود نہیں ہے اور یمانی کا ذکر بھی نہیں ملتا، سید مرعشی کہتا ہے:

"جو چیز قوم نے روایت کی ہیں: منجملہ علامہ ابن صباغ مالکی نے اپنی کتاب "فصول المھمہ" میں کہا ہے: ابا جعفر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے: «ہمارے مھدی خوف سے نصرت یافتہ اور کامیابی سے تائید شدہ ہے۔ زمین ان کے فرمان کے تحت ہوگی... وہاں تک کہ فرمایا: اور خروج سفیانی شام سے اور یمن...»[2]

---

[1] - بحارالانوار، ج 51، ص 217 اور 218.

[2] - شرح احقاق حق، ج 13، ص 342، شیخ ناظم عقیلی اپنی کتاب "پژوھشی در شخصیت یمانی موعود" جلد 2 میں کہا ہے کہ یہ روایت اسی صورت میں وارد ہوئی ہے جسے سید مرعشی نے کتاب "فصول المھمہ" ابن صباغ میں تحریر کیا ہے، پرنٹ بیروت، دار اضواء، دوسرا پرنٹ 1409 ق/1988 م، ص 292 اور 293.

اس روایت میں سفیانی شام اور یمن سے خروج کرتا ہے اور شاید جو فرد یمن سے خروج کرے گا وہ سفیانی شام کے علاوہ کوئی اور سفیانی ہو سکتا ہے؛ لیکن وہ بھی سفیانی اول کی طرح منحرف ہے۔امام علی (ع) سے روایت ہوئی ہے:

«مجھ سے سوال کرو، مجھ سے سوال کرو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرے میں اس سے پہلے کہ تم مجھے کھو بیٹھو گے ...» پھر ان فتنوں کا ذکر کیا گیا جو رونما ہوں گے ، انہوں نے فرمایا: «ان کا پہلا فرد سفیانی اور آخری فرد بھی سفیانی ہے.» پوچھا گیا: یہ سفیانی اور وہ سفیانی کون لوگ ہیں؟انہوں نے فرمایا: «سفیانی صحبر والا اور سفیانی شام والا.»[1]

اور "صحبر" جیسے کہ مصنف "معجم البلدان" نے کہا ہے یمن میں ایک سرزمین ہے:

"اور صحبر: یمن میں ایک شہر ہے کہ عثر اور اس کے درمیان یمن کی طرف ایک دن رات کا فاصلہ ہے۔۔۔"[2]

اسی ترتیب سے، ان دونوں روایتوں کی بنیاد پر علمی یا اعتقادی اصول قائم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں روایتیں کچھ تردید کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اور یہ واضح ہے کہ کسی چیز سے استدلال کرنا اس کے ثابت ہونے پر منحصر ہے۔یہ دو روایات ہیں- حتیٰ کہ اگر انہیں دو الگ روایات شمار کیا جائے- جیسا کہ بعض دشمنوں کا مقصد ہے، اس سے کوئی حتمی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔

حتیٰ کہ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ "یمانی سے یمن" کی عبارت اس روایت میں آئی ہے، پھر بھی کوئی قطع و یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس سے مراد وہی موعود یمانی ہے اور نہ کہ کوئی اور فرد۔ ہمیں اس روایت سے جو امام باقر (ع) سے منقول ہے، اور دیگر روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یمانی اور سفیانی کے درمیان پہلا مقابلہ سرزمینِ عراق میں ہوگا؛ دونوں ایک ہی سال، ایک ہی مہینے، اور ایک ہی دن میں دو مقابلے والے گھوڑوں کی مانند کوفہ کی جانب پیش قدمی کریں گے۔ جیسا کہ درج ذیل روایت میں مذکور ہے:

«ناگزیر ہے کہ بنی فلاں کو حکومت ملے، اور جب وہ حاکم بنیں گے تو ان کے درمیان اختلاف پیدا ہوگا اور ان کی حکومت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گی؛ یہاں تک کہ سفیانی اور خراسانی ان پر خروج کریں گے، ایک مشرق سے اور دوسرا مغرب سے۔ایک یہاں سے اور دوسرا وہاں سے؛ دو مقابلہ کرنے والے گھوڑوں کی طرح کوفہ کی طرف رواں دواں ہوں گے اور بنی فلاں کی ہلاکت ان دونوں کے ذریعے یقینی ہو جائے گی؛ اس طرح کہ ان میں سے کسی

---

[1] - الملاحم والفتن، ص 271.

[2] - معجم البلدان، حموی، ج5، ص 393.

کو بھی نہیں چھوڑیں گے.» پھر امام (ع) فرماتے ہیں: «سفیانی و یمانی و خراسانی کا خروج ایک ہی سال، ایک ہی مہینے اور ایک ہی دن میں ہوگا؛ جیسے تسبیح کے دانے، ایک کے بعد ایک آئیں گے.»[1]

یہ اس حالت میں ہے کہ روایات اشارہ کرتی ہیں کہ سفیانی، عراق کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے "منصور یمانی" نامی ایک شخص کے ساتھ جنگ کرے گا؛ جو کہ وعدہ کیے گئے یمانی کے علاوہ کوئی اور یمانی ہے۔

ابا جعفر امام محمد باقر (ع) سے روایت ہے: «جب سفیانی ابقع، منصور، کندی، ترک اور روم پر فاتح ہوگا، تو وہ عراق کی جانب لشکر کشی کرے گا.»[2]

یہ روایت وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ سفیانی، عراق کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے اور یمانی موعود کا سامنا کرنے سے قبل، منصور پر غلبہ حاصل کرے گا اور اسے شکست دے گا۔

یہاں پر آل محمد (ص) کے کلام کے مطابق جو فرماتے ہیں «مہدی نہیں مگر قریش سے اور کوئی خلافت نہیں مگر ان کے درمیان؛ مگر یہ کہ اس کا اصل و نسب یمن سے ہے» اور جو کچھ پیش کیا گیا اس کے بارے میں جدل سے پرہیز کرتے ہوئے۔ کہا جا سکتا ہے: ممکن ہے کہ آل محمد (ص) نے کہا ہو گا "یمانی یمن سے" اور ممکن ہے ان کا مقصد اس کے اصل اور یہ کہ وہ آل محمد (ص) میں سے ہے کہ طرف اشارہ ہو؛ کیونکہ آنحضرات۔ اس کے مطابق جو پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جب تک مکہ تھامہ سے ہے اور تھامہ یمن سے، سبھی یمانی ہیں۔

منجملہ روایات، جن کی سند پیش کی گئی ہے، وہ روایت ہے جو کہ کتاب" مختصر اثبات الرجعہ، فضل بن شاذان" سے نقل ہوئی ہے: " محمد بن عمیر نے ہمیں خبر دیا ہے اور کہا ہے: جمیل بن دراج نے ہمیں خبر دی اور کہا: زرارہ بن امین نے ابا عبداللہ امام صادق (ع) سے ہمیں خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا: «سفیانی، دجال، اور تمام اہل فتنہ والوں کے شر سے اللہ کی پناہ لیں.» عرض کیا: اے رسول اللہ کے بیٹے! دجال کو آپ کی احادیث کے مفہوم کے ذریعہ پہچان لیا کہ اس کا کیا مقام اور درجہ ہے؛ اما سفیانی اور تمام فتنہ والے کون ہیں اور کیا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: «ان میں سے جو پہلا فرد خروج کرے گا ایک مرد ہے جس کو " اشھب بن قیس" کہا جاتا ہے۔ وہ جزیرہ کی سرزمین سے خارج ہوگا اور لوگوں کی نظر میں نفرت اور ظلم کے لیے بہت مشہور ہوگا۔ پھر جرہمی شام کی

---

[1] - غیبت نعمانی، ص 264.

[2] - الفتن، نعیم بن حماد، ص184؛ کنز العمال، متقی ہندی، ج11، ص277، شمارہ 31511؛ معجم احادیث امام مہدی (ع)، ج 3، ص 275.

سرزمین سے اور قحطلانی یمن کی سرزمین سے خروج کریں گے، اور ان میں سے ہر ایک اپنی حکومت میں عظیم شان و شوکت کا حامل ہوگا اور فتنہ و ظلم سے ان علاقوں کے رہائشیوں پر غلبہ پائے گا۔ اسی وقت خراسان سے سمرقندی سیاہ پرچموں کے ساتھ اور سفیانی شام کے خشک صحرا سے خروج کرے گا۔ سفیانی عتبہ بن ابی سفیان کے بیٹوں میں سے ہے۔ یہ ملعون اپنے خروج سے پہلے زہد و تقویٰ کا اظہار کرے گا، اپنے آپ کو سادہ رہنے والا دکھائے گا اور جو کی روٹی اور بلغور (خشک پیسا ہوا گندم) کھائے گا، اور جاہلوں کے دلوں اور سوچ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے اموال بزل و بخشش کرے گا۔ پھر خلافت کا دعویٰ کرے گا اور لوگ اس کی بیعت کریں گے اور جو علماء حق کو چھپاتے ہیں اور باطل کو ظاہر کرتے ہیں ان کی پیروی کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: وہ اس زمین کا بہترین فرد ہے۔ اس کا خروج یمانی کے خروج کے ساتھ یمن سے سفید پرچموں کے ساتھ ایک ہی دن اور ایک ہی مہینہ اور ایک ہی سال میں ہوگا۔ پہلا فرد جو سفیانی سے جنگ کرے گا، قحطلانی ہے؛ لیکن وہ ہار جائے گا اور یمن واپس جائے گا اور یمانی اسے قتل کرے گا۔ پھر اصحب اور جرھمی، سفیانی سے بہت زیادہ جنگ کرنے کے بعد آخر میں بھاگ جائیں گے اور وہ (سفیانی) ان کی تعاقب کرتے ہوئے انہیں کچل دے گا اور جو بھی اس کی خلاف اٹھے اور جنگ کرے، اسے شکست دے گا سوائے یمانی کے۔ پھر سفیانی اپنے سپاہیوں کو سرزمینوں کی طرف بھیجے گا اور بہت سارے سرزمینوں پر قبضہ کرے گا۔ وہ بہت قتل و فساد کرے گا۔ وہ خراسانی بادشاہ کو پیچھے دھکیلنے کے لئے روم کی طرف جائے گا اور فاتحانہ اپنی گردن پر صلیب باندھ کر واپس آئے گا۔ پھر وہ یمانی کا ارادہ کرے گا اور یمانی اس کے شر کو دفع کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوگا اور سفیانی متعدد جنگوں اور شدید لڑائیوں کے بعد شکست کھائے گا۔ یمانی اس کی تعاقب کرے گا اور جنگیں اور سفیانی کی شکست جاری رہے گی یہاں تک کہ یمانی اسے اور اس کے بیٹے کو ایک جگہ کے قریب "لو" نامی ندی کے کنارے اسیروں کے لباس میں دیکھے گا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ پھر دشمن کے بغیر، تیس سال سلطنت کے تخت پر حکمرانی کرے گا۔ پھر سلطنت کو اپنے نیک بیٹے کے حوالے کرتے ہوئے، مکہ میں قائم کے انتظار میں بیٹھے گا، یہاں تک کہ وفات پائے گا۔ ان کے بعد ان کا بیٹا تقریباً چالیس سال فرمانروائی اور حکومت کرے گا؛ اور یہ دونوں ہمارے قائم کی دعا سے اس دنیا میں واپس پلٹیں گے.» زراہ کہتا ہے: سفیانی کی حکومت کے دورانیے کے بارے میں آنحضرت سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: «یہ بیس سال لمبی ہوگی.»[1]

کچھ علل کی وجہ سے اس روایت کو قبول نہیں کر سکتے؛ منجملہ:

---

[1] - مختصر اثبات الرجعہ، فضل بن شاذان، تراثنا گزین میں مطبوعہ، ج15، ص214 اور آگے.

1۔کتاب ”مختصر اثبات الرجعہ“ جو کہ اس روایت کا منبع ہے، مفقود ہے اور جو آج کل موجود ہے، وہ اس کتاب کا خلاصہ ہے جو کسی عالم نے لکھا ہے، اور۔ جیسا کہ اس کا محقق نے کہا ہے۔ جو کچھ اس خلاصے میں لکھا ہوا ہے، کتاب کا اصل موجود نہ ہونے کی وجہ سے، اس کے صحیح ہونے کے لیے قطعی اثبات کے لیے کوئی چیز موجود نہیں۔ اس کے علاوہ، یہ محقق بیان کرتا ہے کہ اس کتاب کا دوسرا نسخہ موجود ہے جو کہ اس کی تحریروں سے مطابقت نہیں رکھتا ہے.[1]

2۔اس روایت میں بہت تناقضات موجود ہیں۔ اس روایت نے سفیانی کی حکومت کے دورانیہ کو بیس سال بیان کرتی ہے جبکہ ائمہ سے کوئی اور کلام وارد ہوا ہے۔[2] یمانی ایک بادشاہ کے طور پر ہے جو تیس سال حکمرانی کرے گا اور پھر حکومت کو اپنے نیک بیٹا کے حوالے کر دے گا۔ وہ مکہ جائے گا اور ہمارے قائم کے انتظار میں رہے گا، یہاں تک کہ وہاں وفات پائے گا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا چالیس سال کے قریب حکومت کرتا ہے اور دونوں ہمارے قائم (ع) کی دعا سے اس دنیا میں واپس پلٹیں گے ! مگر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یمانی سفیانی سے جنگ کرے گا اور

---

[1] - یہ محقق کہتا ہے: "اس رسالہ کے نسخوں سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہی نسخہ ہے جسے زین العابدین، شیخ محمد بن الحسن ارموی نے ذی العقد کے آخری آٹھ راتوں میں سنہ ۱۳۵۰ق میں، وسائل المحدث کے مصنف شیخ محمد بن حسن حر عاملی (متوفی سنہ ۱۱۰۴ق) کے نسخہ سے نقل کرتے ہوئے اپنی لکھت سے تحریر کیا ہے۔ ہمارے رسالہ سے متعلقہ نسخہ کتابخانہ امام رضا (ع) مشہد میں مجموعہ نمبر ۷۴۴۲ کے ساتھ ہاتھ سے تحریر شدہ دو کتابیں، امالی اور اقصاح امامت امیر المومنین (ع) کے بارے میں موجود ہیں - جو دونوں شیخ مفید کی تحریر ہیں۔ اور ان کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ہمارے مد نظر نسخہ، 1 سے 11 قطاروں کی جگہ گھیرتا تھا؛ لیکن لسٹ بنانے والے نے اس مجموعہ میں اس نسخہ کو شامل نہیں کیا اور صرف شیخ مفید کے دو کتابوں کو لایا ہے ! جناب علامہ محقق سید عبد العزیز طباطبائی اپنی تحقیقات اور تجسّس کے مطابق مختلف لائبریریوں کے خطی کتب میں، ہمیں اس نسخے کی طرف ہدایت کیا اور ادارہ ”آل البیت لاحیاء التراث“ بھی اس کی تصویر بنانے کی سہولت ہمارے لئے فراہم کیا۔ اللہ سب کو توفیق عطا فرمائے۔ یہ نسخہ جو کہ میرے پاس ہے، صرف ۲۰ احادیث پر مشتمل ہے، جس کا موضوع امام مہدی (ع)، ان کی غیبت اور بعض علامات ظہور ہے جو کہ خلاصہ کرنے والا فرد نے اسی مقصد کے لئے کتاب کے اصل سے منتخب کیا ہے اور میرے پاس اس رسالہ کی محتوبات کو کتاب کے اصل سے منسوب ہونے کوئی دلیل موجود نہیں۔ شائستہ ہے کہ یاد دلائوں کہ اس بیس احادیث میں، رجعت کا موضوع صرف احادیث نمبر ۷ اور ۱۶ میں آیا ہے۔ دوسرا خطی نسخہ بھی - کہ البتہ مجھے نہیں ملا - ابن شاذان ”مختصر کتاب رجعت“ کے عنوان سے نجف میں آیت اللہ حکیم کی لائبریری میں پچاس کتابوں کے مجموعہ کے ساتھ موجود ہے جو کہ اس لائبریری کی فہرست میں ۵۶/1 نمبر ۳۱۶ میں آیا ہے۔ یہ نسخہ، محدث حر عاملی۔ کتاب وسائل الشیعہ کے مصنف کا نسخہ ہے۔ اور کتاب کی جلد پر کچھ بزرگوں کے نام موجود ہیں جن سے نسخہ لیا گیا ہے، جن کا آخری شیخ محمد سماوی متوفی سنہ ۱۳۷۰ق تھا اور یہ نسخہ "سلسلہ تعریف کتاب ھای خطی" دانشگاہ تھران پبلیکیشن ۵، ۴۲۳ نمبر ۴۰ میں نادر خطی کتابوں کے زمرے میں آیت اللہ حکیم کی لائبریری میں آیا ہے۔" تراثنا میگزین؛ ج ۱۵، ص ۱۹۶، ۱۹۵.

[2] - اباعبداللہ امام صادق (ع) سے (روایت ہے کہ) «سفیانی حتمیات سے ہے۔ اس کا خروج رجب میں ہوگا اور اس کے خروج کی ابتدا سے انتہا تک پندرہ مہینے ہوں گے۔ اس مدت میں چھ مہینے جنگ کرے گا اتنے کہ پانچ شہروں پر مسلط ہو جائے گا اور نو مہینے حکومت کرے گا، نہ ایک دن زیادہ .» غیبت نعمانی، باب ۱۸، ج ۱، ص ۳۱۰.

حکومت کو امام مہدی (ع) کے حوالے کرے گا، اور حتیٰ کہ وہ- امام مہدی کے حکم سے- لوگوں کو امام مہدی (ع) کی طرف دعوت دیتا ہے۔

منجملہ دیگر روایات میں سے جس کی سند عبیدہ بن زرارہ سے وارد ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: ابا عبدللہ (ع) کے محضر میں سفیانی کا ذکر ہوا، اور انہوں نے فرمایا: «وہ خروج نہیں کرے گا جب تک کہ "کاسر عینیہ" صنعاء سے خروج نہ کرلے. »[1]

ہر مفکر کو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو اس بات پر دلالت کرے کہ جو فرد یمن سے خروج کرتا ہے، وہ یمانی ہے؛ نہ کوئی صراحت، نہ کوئی نتیجہ، اور نہ کوئی اثر! آخر میں جو چیز سبب بنتی ہے کہ کوئی کہے یہ مرد وہی یمانی ہے، صرف یہ ہے کہ یمانی یمن سے خروج کرے گا۔ حتیٰ کہ اس فرض کے باوجود بھی ہم قطع و یقین سے بیان نہیں کر سکتے کہ جسے " کاسر عینیہ " کہا گیا ہے، وہی یمانی موعود ہے؛ کیونکہ کیا پتا، ممکن ہے- جو کہ ایسا ہی ہے- کہ ایک سے زیادہ افراد سرزمین یمن سے خروج کریں۔

اس لیے جو فرد اس روایت پر استدلال کرنا چاہے، درحقیقت وہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یمانی یمن سے خروج کرتا ہے؛ کیونکہ یہ روایت اس مقصد کو پورا نہیں کرتی۔ بلکہ یہ فرد صرف اس دلالت کے مطابق، جو پہلے سے اپنے ذہن میں تھی، اس روایت کی ایسی تفسیر کرتا ہے۔ اور جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا، یہ اس کی پوسیدہ اور فرسودہ تفسیر کے علاوہ کچھ نہیں .[2]

اور ان لوگوں نے سید بن طاووس کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جو انہوں نے عباد بن محمد مدائنی سے نقل کی ہے؛ جہاں وہ کہتے ہیں: «نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد ابا عبداللہ امام جعفر صادق (ع) کے محضر میں آیا؛ جبکہ آنحضرت اپنے مبارک ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے... یہاں تک کہ فرمایا: «اور یمن سے میرے چچازاد بھائی زید کے (بیٹوں میں سے) ایک مرد کا خروج...»[3] کوئی دلیل موجود نہیں کہ یہ زیدی

---

[1] - غیبت نعمانی، ص 276.

[2] - کورانی اپنی کتاب "عصر ظہور" میں احتمال دیتا ہے کہ "کاسر عینیہ" یمانی موعود کے علاوہ کوئی فرد ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا ہے: "احتمال موجود ہے کہ یہ فرد ایک یمانی ہو جو کہ سفیانی سے پہلے ظہور کرتا ہے کہ یمانی موعود کے لئے زمینہ سازی کرے."

[3] - بحار الانوار، ج83، ص 62 اور 63.

مرد وہی یمانی موعود ہے۔ حتیٰ کہ اس روایت میں بھی کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جو اس شخص کی تعریف میں ہو، اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ وہ یمانی ہے یا نہیں.[1]

آخر میں بعض لوگ اس روایت پر استناد کرتے ہیں جو سطیح نامی کسی کاہن سے نقل ہوئی ہے، جو اسلام سے پہلے رہتا تھا۔ وہ صنعا سے ایک بادشاہ کو حسن یا حسین کے نام سے یاد کرتا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ کیسے اس روایت پر استناد کرتے ہیں جو ایک کاہن سے نقل ہوئی ہے، بغیر اس کے کہ اہل بیت (ع) کی جانب سے اس کے لیے کوئی تائید آئی ہو؟!

اس روایت کا وہ حصہ جس پر استناد کیا گیا ہے، آپ کے حضور پیش ہے: «پھر صنعا یمن سے ایک بادشاہ خروج کرے گا، جو کپاس کی طرح سفید ہوگا۔ اس کا نام حسن یا حسین ہوگا، اور اس کے خروج سے افرا تفری اور فتنے جڑ سے ختم ہو جائیں گے.»[2]

حتیٰ اگر اس روایت کو قبول کر لیں، پھر بھی یمانی سے متعلق کوئی بات نہیں ہوتی: بلکہ ایک بادشاہ کے بارے میں بتایا گیا ہے جو صنعا میں ظہور کرتا ہے۔ اور جیسے کہ پہلی روایت میں آیا ہے، شاید وہ "کاسر عینیہ سفیانی" ہو، یا شاید منصور یمانی، یا شاید کوئی اور فردان کے علاوہ؛ تو پھر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ قطع و یقین سے کہہ سکیں کہ وہ وہی یمانی موعود ہے۔

---

[1] - نعیم بن حماد نے روایت کی ہے؛ ابو عثمان جابر سے ابا جعفر امام باقر (ع) سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: «جب ابقع دیو قامت قوم کے ساتھ ظہور کرے گا، ان کے درمیان عظیم حماسہ رونما ہوگا۔ پھر اخوص، وہ ملعون سفیانی ظہور کرے گا، سب سے جنگ کرے گا اور سب پر غلبہ کرے گا۔ پھر منصور یمانی صنعا سے اپنے سپاہیوں کے ساتھ ان کی طرف خروج کرے گا، جس کا غصہ بہت تیز ہے جاہلیت (کے دور) کی مانند لوگوں کو مار ڈالے گا۔ ان اور اخوص کے درمیان جن کے پیلے پرچم اور رنگین کپڑے ہیں سخت جنگ ہوگی جس میں اخوص سفیانی غالب آئے گا» ہو سکتا ہے کہ یہ یمانی -اور اللہ زیادہ جانتا ہے- کا سرزنش کیا گیا ہو، اور شاید وہ قحطلانی ہو جس کا ذکر کعب نے ایک روایت میں "شرح احقاق حق ج 29، ص 530" میں کیا ہے: "کوئی فرار نہیں اس بات سے کہ عیسیٰ زمین پر نازل ہوں گے، اور کوئی فرار نہیں کہ ان کے آنے سے پہلے علامات اور فتنے واقع ہوں گے۔ پہلا فرد جو خروج کرتا ہے اور سرزمینوں پر غلبہ حاصل کرتا ہے، وہ اصہب ہے جو سرزمین جزیرہ سے قیام کرے گا۔ اس کے بعد جرھمی شام سے خروج کرے گا اور قحطلانی یمن سے۔ کعب الاحبار نے کہا ہے کہ یہ اس حالت میں ہوگا کہ یہ تینوں ظلم و ستم سے اپنی جگہوں پر غالب آئیں گے، اور اس وقت سفیانی دمشق سے خروج کرے گا۔"

[2] - بحار الانوار، ج 51، ص 163.

دلائل اور قرائن جو دلالت کرتے ہیں کہ خروج یمانی یمن سے نہیں ہوگا

پہلا:

"ایک حدیث آپ کے لیے پیش کی گئی ہے جس میں یمانی کے ذریعے ایک دعوت کا ذکر ہے، جس کے نتیجے میں ان کے اصحاب کے " 313 " افراد کا جمع ہونا اور دس ہزار افراد پر مشتمل ایک حلقے کا تشکیل پانا بھی شامل ہے۔ یمانی- متون و روایات کے مطابق،- وہی غضب فوج یا لشکرِ اصحاب کا کمانڈر ہوگا۔

سید بن طاووس اپنی کتاب 'ملاحم' میں نقل کرتے ہیں: «فوج غضب کا امیر، نہ ان کا ہے نہ ان کا؛ لیکن اس کے نام سے ایک آواز سنیں گے- جو نہ کسی انسان نے کہی ہوگی اور نہ کسی جن نے- کہ فلاں شخص سے بیعت کریں، جو نہ ان کا ہے نہ ان کا؛ لیکن وہ خلیفہ یمانی ہے.»[1]

پھر فوج غضب کا امیر وہی خلیفہ یمانی ہے، اور وہی مرد ہے جس کے نام پر جبرائیل آواز دیتا ہے، اور جبرائیل کی یہ آواز مراد ہے جسے نہ کسی انسان نے کہا ہے اور نہ کسی جن نے۔ خلیفہ یمانی وہی ہے جو تلوار کے ساتھ قیام کرنے والا (احمد) ہے، جیساکہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں اور آنے والے مباحث میں دلائل کے ساتھ اس کا اثبات کریں گے۔

اما اس بات کی دلیل کہ فوج غضب وہی "اصحاب" ہیں، امام علی (ع) کی فرمائش ہے، جب آپ سے فوج غضب کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: «یہ وہ گروہ ہے جو آخری زمانے میں خزاں کے بادلوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے آئیں گے؛ ہر قبیلے سے ایک مرد، دو مرد، تین مرد، یہاں تک کہ ان کی تعداد نو افراد تک پہنچ جائے گی۔ جان لیجیے، قسم ہے اللہ کی، میں ان کے امیر کو جانتا ہوں، اس کے نام کو جانتا ہوں، اور اس کے اترنے کی جگہ کو بھی جانتا ہوں۔ پھر آپ اٹھے اور فرماتے گئے: باقر، باقر، باقر'۔ پھر فرمایا: وہ میرے بیٹوں میں سے ایک مرد ہے جو علم کو مکمل طور پر کھولے گا.»[2]

یہ افراد جو بادل کے ٹکڑوں کی طرح جمع ہوں گے، وہی اصحاب ہیں؛ جیساکہ امام صادق (ع) کی حدیث میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے: «جب امام کو ظہور کی اجازت ملے گی، وہ اللہ کو عبرانی زبان میں پکاریں گے اور ان کے اصحاب، جو کہ ۳۱۳ افراد پر مشتمل ہوں گے، خزاں کے بادل کے ٹکڑوں کی طرح جمع ہو جائیں گے.»[3]

---

[1] - الملاحم والفتن، سید بن طاووس، ص 80.

[2] - غیبت نعمانی، ص 325.

[3] - غیبت نعمانی، ص 326.

حال، اگر یمانی یا "قائم بالسیف" خود اس دعوت کی ذمہ داری لے، بیعت لے اور انصار کو جمع کرے، تو آیئے اس کی حقیقت پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا ان میں سے کوئی یمن سے ہے؟ واضح ہے کہ اگر ان کو یمن سے خروج کرنا ہے اور ان کی رہائش اور تحریک وہیں سے ہے، تو ناچار وہاں ان کے کچھ انصار ہونے چاہئیں۔ حتیٰ کہ کورانی کی یاوہ گوئی کے مطابق، جو یمن والوں کے لیے ایک وسیع اور طویل کردار کا تصور کرتے ہیں تو مجبوراً ان کی فوج کی بنیاد اور اصل لوگ بھی یمن والوں پر مشتمل ہونے چاہئیں۔ آیئے درج ذیل روایت کا جائزہ لیتے ہیں جو جابر جعفی سے منقول ہے، تاکہ یہ معلوم ہو کہ کیا یمن والوں کو قائم کی فوج میں کوئی نصیب ہے۔ جابر جعفی کہتے ہیں کہ امام ابو جعفر محمد باقر (علیہ السلام) نے فرمایا: «قائم سے، رکن و مقام کے درمیان کچھ افراد، اہل بدر کی تعداد میں بیعت کریں گے۔ ان افراد میں مصر کے نجبا، شام کے ابدالی اور عراق کے بہترین لوگ شامل ہوں گے، اور وہ دنیا میں اتنی مدت تک رہیں گے (حکومت کریں گے) جتنی اللہ چاہے گا...»[1]

تو پھر یہ اصحاب، مصر کے نجبا، شام کے ابدال اور عراق کے بہترین افراد میں سے ہوں گے، اور- جیسا کہ پچھلے مبحث میں ذکر کیا گیا- حلقہ مشرق سے ہوگا؛ تو پھر یمن والوں کا وہ کردار، جو کورانی اور دیگر افراد کی وہم و گمان کا نتیجہ ہے، کہاں سے آیا ہے؟!

دوسرا:

سید بن طاووس اپنی کتاب ملاحم میں نقل کرتا ہے: «فوج غضب کا امیر، نہ ان کا ہے نہ ان کا؛ لیکن اس کے نام سے ایک آواز سنیں گے- جو نہ کسی انسان نے کہی ہو گی اور نہ کسی جن نے- کہ فلاں شخص سے بیعت کریں، جو نہ ان کا ہے نہ ان کا؛ لیکن وہ خلیفہ یمانی ہے.»[2]

اور کتاب "الفتن، نعیم بن حماد مروزی" میں آیا ہے: ولید بن مسلم، جراح سے، ارطاۃ سے ہمیں خبر دیا ہے اور کہا ہے: «فوج غضب کا امیر، نہ ان کا ہے نہ ان کا؛ لیکن اس کے نام سے ایک آواز سنیں گے- جو نہ کسی انسان نے کہی ہو گی اور نہ کسی جن نے- کہ فلاں شخص سے بیعت کریں، جو نہ ان کا ہے نہ ان کا؛ لیکن وہ خلیفہ یمانی ہے.»[3][4]

---

[1] - غیبت نعمانی، ص 477.

[2] - ملاحم والفتن، سید بن طاووس، ص 80.

[3] - اس حدیث کا عربی متن: " امیر جیش غضب لیس من ذی ولا من ذو... بایعوا فلانا باسمه لیس من ذی ولا ذو ولکنه خلیفة یمانی. " (مترجم)

[4]-الفتن، نعیم بن حماد مروزی، ص 66.

یہ روایت بیان کرتی ہے کہ غضب فوج کا امیر۔ خلیفہ یمانی۔ نہ اس گروہ سے ہے اور نہ اس گروہ سے؛ یعنی اس کا نسب یمن کے بادشاہوں سے نہیں ہے، اور اس نکتے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یمانی دراصل یمن سے نہیں ہے۔

"لسان عرب، ابن منظور" میں آیا ہے: «اور مھدی کی وصف میں: قرشی یمانی نہ اس کا ہے اور نہ اس کا؛ یعنی ان کا نسب یمن کے بادشاہوں سے نہیں جو کہ حمیر[1] والے بادشاہوں میں سے ہیں اور منجملہ "ذویزن" اور "ذورعین"[2] ان میں سے ہیں اور ان کا یہ کلام: قرشی یمانی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یمانی کا اصل قرشی نَسَب سے ہے.»[3،4]

---

[1] - حمیَر کی سلطنت (عروج کا دور: 110 قبل مسیح سے 520 عیسوی تک) یمن کی قدیم سلطنتوں میں سے ایک تھی۔ اس سلطنت کا دارالحکومت پہلے شہر ظفار اور پھر آج کا شہر صنعاء تھا۔ (مترجم، ماخذ: فارسی ویکیپیڈیا).

[2] - اَذْوَاء، [ذو]، یمن کے بادشاہوں کو کہتے ہیں جن کی القاب کے شروع میں (ذو) ہے، جیسے "ڈویزن"، "ذونواس"، "ذو ریاش"۔ (مترجم، معنی سائٹ المعانی سے ماخوذ ہے).

[3] - لسان العرب، ج 15، ص452؛ اور اس کی مانند بحارالانوار میں، ج21، ص374، ا ور "الفائق فی غریب الحدیث»، جاراللہ زمخشری، ج1، ص 407.

[4] - جامع ادلہ کتاب سے اقتباس کا اختتام.

چوتھا مبحث کے سوالات:

س ا۔ جو افراد ادعا کرتے ہیں کہ یمانی آجکل والے یمن کے سر زمین سے ہے وہ کیا دلیل پیش کرتے ہیں؟

س ۲: بعض اعتقاد رکھتے ہیں کہ یمانی [کا نسب] یمن کی سر زمین کی طرف ہے، لفظ "یمانی" کے ان پر اطلاق ہونے کے سبب سے۔ آپ کیسے جواب دیں گے؟

س ۳ کچھ روایات ایسی ہیں جن میں عبارت "یمن سے" آئی ہے۔ آپ کیسے ثابت کریں گے کہ یہ عبارت روایت کا حصہ نہیں تھی؟

س ۴: ان چند قرائن کا ذکر کیجئے جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یمانی یمن سے نہیں ہے!

پانچواں باب

اس باب کے مباحث:

پہلا مبحث: توقیع سمری میں جستجو

دوسرا مبحث: جسمانی مادی معجزہ اور اللہ کے دین میں اس کا مقام

تیسرا مبحث: اللہ کے خلیفہ اور معجزے والی صفات

چوتھا مبحث: زمین پر اللہ کا خلیفہ اور بول چال

پانچواں باب

پہلا مبحث: توقیع سمری میں جستجو[1]

بعض اعتقاد رکھتے ہیں کہ امام مہدی (ع) غیبت کبری کے دوان مشاھدہ یا نظر نہیں آتے ہیں[2] اور اس بارے میں امام مہدی (ع) سے کلام کرتے تھے۔ منجملہ چیزوں میں سے جو ذکر کرتے ہیں امام مہدی (ع) کیجانب سے اپنے چوتھے سفیر کو صادر ہوئی توقیع ہے؛ اتنا کہ میں کتاب غیبت طوسی میں ایک کلام پڑھا ہے جس کے مطابق سمری کے بعد سفارت کے ادعا کی نفی کرتا ہے؛ جہاں کہا گیا ہے:

" ... کیونکہ ہماری نظر میں ثابت ہوچکاہے کہ جو بھی سمری کے بعد اس امر کا ادعا کرے، پھر وہ کافر بدبودار گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے، اور توفیق صرف اللہ کی طرف سے ہے۔"[3]

حائری بھی چوتھا سفیر کے لیے صادر ہوئی توقیع پہ استناد کیا ہے اور غیبت امام مہدی (ع) میں سفارت خاص نہ ہونے پر فتوی دیا ہے؛ جہاں اپنے مقلدین کے ایک گروہ کی جانب سے بھیجے گئے سوال کی جواب میں جو کہ دعوت سید احمد الحسن (ع) کے خصوص اور یہ کہ وہ امام مہدی (ع) کیجانب سے سفیر اور وصی ہے کہا ہے:

---

1 - یہ عنوان اور مبحث کتاب "گفتگو انسانی" سے عبارتوں میں کچھ تبدیلی کے ساتھ اخذ کیا گیا ہے.

2 - منجملہ وہ فتوی جو سیستانی نے صادر کیا ہے۔ یہ فتوی جو کہ اس موضوع کی نسبت جہالت و نادانی کی وجہ سے صادر ہوا ہے، آپ کی حضور میں پیش کرتا ہوں: "بسمہ تعالی؛ اس فرد کے بارے میں شرعی موقف جو کہ سوچتا ہے کہ امام عصر (ہماری جانیں ان پر فدا ہوں) کو چاہے براہ راست اور چاہے رویا کے ذریعہ دیکھا ہے، غیبت کبری کے دوران، اس کے ادعا کا عدم تصدیق اور اوامر اور ہر کوئی چیز پر جو آنخضرت (ع) پہ نسبت دیتا ہے عمل نہ کرنا ہے؛ اور حتی اسے ہر سو سے انکار کرنا تمام چیزوں کے بارے میں جو آنخضرت (اللہ کے درود و سلام ان پر ہو) سے حکایت کرتا ہے یہ ان چیزوں میں سے ہے جس کا باطل ہونا معلوم ہے؛ اس چیزوں کی طرح جو پہلے بیان کردیئے ہیں۔ ہم اپنے مومن بھائیوں کو خبردار کرتے ہیں- اللہ کو جس چیز میں رضا ہے انہیں کامیاب کریں- کہ ایسے ادعائیں کے پیچھے نہ پڑیں اور اسے نشر اور رائج کرنے پر کسی بھی ممکن صورت میں شریک نہ ہو جائیں اور ان کو ایسے ادعا کرنے والے اصحاب اور پیروکاروں سے دوری پہ سفارش کرتے ہیں جب تک کہ اس راستہ و طریقہ سے دستبردار نہ ہو جائیں؛ اللہ تبارک و تعالی کے بارگاہ میں تضرع کرتے ہیں کہ ہمارے امام صاحب العصر (ع) کی ظہور میں تعجیل فرمائیں اور ہمیں ان کے اعوان و انصار میں سے قرار دیں۔ 21 رمضان 1422ق."

3 - غیبت شیخ طوسی: ص 412؛ بحار الانوار: ج 51 ص 378.

«بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قطع و یقین سے ثابت ہوا کہ چار سفیروں نے امام (ع) کی نیابت کی ذمہ دار تھے، جن میں پہلا عثمان بن سعید عمری، دوسرا محمد بن عثمان عمری، تیسرا ابولقاسم حسین بن روح اور چوتھا علی بن محمد سمری رضوان اللہ علیہم ہیں؛ اور چھ دن سمری کی وفات سے پہلے، امام (ع) کے ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ان کے دستخط کے ساتھ ایک تحریر خارج ہوئی جس میں انھوں نے فرمایا ہے: اللہ تمہارے بھائیوں کے اجر کو تمہارے بارے میں عظیم کریں۔ قطعی طور پر چھ دن بعد وفات پاؤگے اور کامل غیبت واقع ہوگی، اور اپنے بعد کسی کو وصیت مت کرو؛ اور ظہور نہ ہوگی جب تک کہ آسمانی ندا واقع ہو جائے اور سفیانی ظاہر ہو جائے اور... میرے شیعیوں میں سے بعض آئیں گے جو کہ مشاہدہ کا ادعا کریں گے؛ پھر جو آسمانی ندا اور ظہور سفیانی سے پہلے مشاہدہ کا ادعا کرے اسے تکذیب کریں...»

شیخ محمد سند اپنی کتاب "فقہ علائم ظہور" میں کہتا ہے:

«چوتھی دلیل: امامیہ گروہ کے ہاں ضرورت کی وجود اور ان کی توافق، نیابت خاصہ اور سفارت کا منقطع ہونے پر، اور یہ مذہب کی ضروریات میں سے ہے؛ جہاں تک کہ طائفہ کے علما سفارت کے مدعیوں کی گمراہی پر حکم دیئے ہیں، اور انہیں لعنت کی ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں اور انہیں گروہ سے باہر نکالتے ہیں؛ اور یہ موقف ان کے بعض کے بارے میں ناحیہ مقدسہ سے صادر ہوئے توقیعات کے مطالب سے پیروی کرنے کی وجہ سے...»[1]

چوتھا سفیر کے صادر ہوئی توقیع کے متن:

صدوق روایت کرتا ہے کہ ابو محمد حسن بن احمد مکتب نے ہمیں روایت کیا ہے اور کہا ہے: جس سال میں شیخ علی بن محمد سمری قدس اللہ روحہ وفات پائے مدینہ السلام میں حاضر تھا۔

ان کی وفات سے کچھ دن پہلے ان کے پاس حاضر ہوا۔ وہ لوگوں کے لیے ایک توقیع خارج کیا جس کا ایک نسخہ ایسا ہے: «بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے علی بن محمد سمری، اللہ تمہارے بھائیوں کے اجر کو تمہارے بارے میں عظیم کریں۔ تم چھ دنوں کے فاصلہ میں وفات پاؤگے۔ پھر اپنے کاموں کو سرانجام دو اور کسی کی وصیت مت کرو کہ تمہارے بعد جانشین ہو جائے؛ کیونکہ دوسری کامل غیبت واقع ہوگئی اور کوئی ظہور نہیں ہوگی، مگر اللہ عزوجل کے

---

[1] - فقہ علائم ظہور: ص 11.

اذن کے بعد اور یہ اجازت ایک طویل مدت کے بعد ہو گی (اتنے) کہ قلوب سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم سے بھر جائے گی اور میرے شیعیوں میں سے کچھ آئیں گے جو کہ مشاہدے کا ادعا کریں گے۔ آگاہ ہو جاؤ! جو خروج سفیانی اور آسمانی ندا سے پہلے مشاہدے کا ادعا کرے، وہ جھوٹا ہے اور بہتان باندھتا ہے اور کوئی قوت اور طاقت نہیں سوائے اللہ اعلی و عظیم کے... .»

کہا: ہم اس توقیع سے نسخہ (کاپی) لکھا اور اس کے پاس سے نکل آئے۔ چھٹے دن ان کے پاس آئے جبکہ وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ ان سے پوچھا گیا: آپ کا وصی کون ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ کا ایک امر ہے جو انجام دے گا؛ اور وہ وفات پا گئے۔ یہ ان کا آخری کلام تھا جو ہم نے سنا.[1]

اس توقیع کی روایت کے بارے میں یمانی آل محمد (ع) سے سوال کیا گیا؛ انھوں نے فرمایا:

«اس روایت کے بارے میں بہت بحث موجود ہیں جو (جواب کے لیے) کافی ہیں اور اس لیے وہ لمبی مدت سے اس روایت کو رہا کر کے اور اس سے اعراض کئے ہیں؛ کیونکہ وہ خود جانتے ہیں کہ اس پہ دلیل لانا بے فائدہ اور بے اعتبار ہے۔ اس روایت کی سند ان کے لیے "مطعون: ضعیف" ہے اور اگر ان کی نظر سے صحیح بھی ہوتی تو اس دلیل سے سہارا لیے بغیر کہ اس (روایت) کے صدور کو یقین تک پہنچا دیتے، [صرف] اس کی بنیاد پر، کوئی عقیدہ بنا نہیں سکتے ہیں اس کے علاوہ روایت کا متن متشابہ ہے اور ان میں سے بعض روایت کو مختلف انداز سے سمجھے ہیں۔ ویسے یہ روایت "مسورہ" نہیں اور ان کے عقیدہ کے مطابق یہ چیز سبب بنتی ہے کہ روایت کا "عام ہونا" ضعیف ہو جائے یا شاید ان کے پاس جو قواعد ہیں ان کے ہاتھوں کا کھیل ہے جب چاہے اس پر عمل کریں گے اور جب پسند نہیں کرتے تو اس پر عمل کرنے کو روک دیتے ہیں؟! اس کے علاوہ یہ توقیع کچھ روایت اور واقعات کے ذریعے نقض ہوتی ہے؛ منجملہ روایت یمانی، اور شیخ مفید سے جو مکاتبات کیے گئے ہیں

بہر حال اس روایت پہ دلیل لانا، قابل قبول نہیں۔ اور اس کے علاوہ سمری نے اپنی وفات کے وقت-جب ان کے بعد، وصی کے بارے میں سوال کیا گیا- کہا: "للہ امر بالغہ: اللہ کا ایک امر ہے جسے وہ خود انجام دے گا" یہ واضح طور پر دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ سمری نہ وصیت کرتا ہے اور نہ ہی اسے انکار کرتا ہے، بلکہ تاکید کرتا ہے کہ یہ امر، پھر سے واپس آئے گا.»[2]

---

[1] - کمال الدین: ص516؛ شیخ طوسی آن را در غیبت طوسی: ص395، احتجاج: ج2 ص296 روایت کیا ہے؛ بحار الانوار: ج53 ص318.

[2] - عبد صالح کی محضر میں: ص28.

سید احمد الحسن (ع) کی فرمائش کو واضح کرنے کے لیے چند نکات پر غور کریں گے اور اس نکات کے مجموعے سے ،امام صاحب العصر اور صاحب الزمان (ع) کے مشاہدے اور دیکھنے کی نفی کرنے میں اس توقیع پر دلیل لانے کی عدم صحت ،آپ کے لیے واضح ہو جائے گی۔

پہلا نکتہ : سند کے بارے میں بحث

یہ بحث اور جانچ پڑتال اس جہت سے ہے کہ ان کو اس چیز پر جو اپنے آپ کو تابع بنایا، اس پر تابع بنائیں، نہ کہ ہماری طرف سے علم رجال و درایہ یہ پر پابند ہونے کی وجہ سے ہو؛ کیونکہ اس طرح کہ ادعائے علوم کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں اور شائستہ ہے کہ وہ اس سے پہلے کہ اسے رجوع کے لیے مرجع و دلیل کے عنوان سے مد نظر رکھیں، ایسے علوم کی حجت ہونے کے لیے شرعی دلیل اقامہ کریں۔

اس نکتہ میں دو باتیں بیان کریں گے جس کے ذریعے معلوم ہو جائے گا کہ ان کو حق نہیں بنتا کہ امام محمد بن الحسن (ع) کے نفی مشاہدہ پر استدلال کریں۔

پہلی بات: مکتب اصول اور رجالی قواعد کے پیروکار، اخبار کو کچھ اقسام میں تقسیم کرتے ہیں؛ منجملہ خبر متواتر: یہ خبر کی قسم، وہ خبر ہے جو قطع و یقین تک پہنچا دیتی ہے، مثلاً حدیث غدیر متعدد ذرائع سے روایت ہوئی ہے؛ ویسے ہی خبر واحد: یہ خبر کی قسم، وہ خبر ہے جو صرف ظن و گمان تک پہنچاتی ہے اور علم کا افادہ نہیں کرتی۔ ان کی نظر میں معروف ہے کہ عقائد میں خبر واحد پر عمل نہیں ہوتا، کیونکہ عقائد میں، علم [تک پہنچنا] شرط ہے، اور خبر واحد پہ صرف فقہ میں عمل ہوتا ہے۔ اسی ترتیب سے اس توقیع کے ذریعے مشاہدہ اور دیکھنے کی نفی کرنا صحیح نہیں؛ کیونکہ یہ توقیع خبر ظنی ہے اور اس کے ذریعے اس مسئلہ کے بارے میں استدلال نہیں ہوتا جو کہ امامت سے مربوط ہے ؛ کیونکہ مسئلہ امامت منجملہ عقائدی امور سے ہے جن کی نظر سے خبر واحد ظنی سے ثابت نہیں ہوتی۔

نتیجے میں اخبار کی بنیاد پر ان کے عمل کرنے کے انداز کے مطابق، ان کو حق نہیں بنتا کہ اس خبر پر استناد کرتے ہوئے مشاہدہ اور دیکھنے کی نفی میں دلیل لائیں، جو پیش کیا گیا اس سے ایسے نہ سمجھیں کہ میں اخبار کے لیے ان کے یہ تقسیم بندی کے انداز میں موافقت کرتا ہوں؛ بلکہ صرف ان کو اس پر جو اپنے آپ کو تابع بناتے ہیں، اسے تابع بناتا ہوں، اور جلد آئے گا کہ ہم اس توقیع پر اقرار کرتے ہیں، اما اس کی تفسیر میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔

دوسری بات: اس توقیع میں دو جہات سے مسئلہ ہے: راوی کا مجہول ہونا، یا ارسال؛ ان کے بعض پہلے والے پہ قائل ہیں اور بعض دوسرے پہ؛ اس لیے اس طریقے کے مطابق جو کہ وہ خود اخبار پہ عمل کرنے میں اقرار کرتے ہیں، اس توقیع پہ عمل کرنا ممکن نہیں۔

پہلا مسئلہ: راوی کا مجہول ہونا؛ اس ترتیب سے روایت، ضعیف السند ہوتی ہے اور مجہول وہ ہے جو رجالی کتابوں میں اس کا شرح حال نہیں آیا ہے۔ خوئی معجم رجال حدیث میں، اس توقیع کو رد کرتے وقت، صرف راوی کے مجہول ہونے کو ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں وضاحت نہیں کی اور صرف اس کا نام یعنی "احمد بن حسن مکتب"[1] کو ذکر کیا ہے؛ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مکیال المکارم کا مصنف ایک نکتہ لکھتا ہے جس میں بیان کرتا ہے کہ جن سے توقیع نقل ہوئی "احمد بن حسن مکتب" نہیں بلکہ "حسن بن احمد مکتب"[2] ہے اور جو مکیال المکارم کے

---

[1] - معجم رجال حدیث: ج 31 ص 182.

[2] - وہ کہتا ہے: نکتہ: ہمارے علماء (اللہ تعالی ان کو رحمت کریں) کی کتابوں سے دو کتاب میں دو سہویات صورتیں واقع ہوئی ہیں۔ پہلی: شیخ اجل ابو جعفر محمد بن حسن طوسی کی کتاب غیبت میں، جس نسخے میں جو میرے پاس ہے، ایسے آیا ہے: ایک جماعت نے ہمیں خبر دی۔ : ابو جعفر محمد بن علی بن حسن بابویہ سے، اس نے کہا: ابو محمد احمد بن حسن مکتب نے مجھے کہا: میں مدینہ السلام میں تھا، اور حدیث کو اسی صورت میں کہ ابن بابویہ نے کمال الدین میں نقل کیا ہے ہمارے لیے نقل کرتا ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ ابن بابویہ جس سے نقل کرتا ہے حسن بن احمد ہے اور ظاہر میں ایسا لگ رہا ہے کہ سہو کتاب شیخ طوسی میں نسخہ لکھنے والا کے ذریعے واقع ہوئی ہے، اور بعض نسخہ لکھنے والوں کہ ذریعے اس سہو کو یہ نکتہ تائید کرتا ہے کہ حاج میرزا حسن نوری نے اس حدیث کو جنۃ الماوی میں غیبت شیخ سے مکتب سے نقل کیا ہے؛ اور اللہ تعالی بہتر جانتا ہے۔
دوسرا: عالم محدث محقق حاج میرزا حسین نوری کی کتاب مستدرک الوسائل میں، وہ اپنے وسیع احاطہ اور کثرت معلومات، اور مشائخ شیخ کے اسماء میں تحقیق اور جانچ پڑتال کرنے میں اس کی توجہ اور اہتمام کے باوجود، اس جلیل شخص کو ذکر کرنے سے غفلت کی ہے؛ اس فرد سے جو کہ صدوق نے بارہا اور رضایت واحترام اور اس کی مانند دیگر خصوصیات سے کہ عالم تحقیق اور تتبع میں اپنے آپ سے دکھاتا ہے، روایت نقل کی ہے، اور یہ باعث بنتی ہے کہ وہ (میرزا حسن نوری) جس بات سے غفلت کئے ہیں اس پر غالب آجائے۔ تو پھر میرے بھائیوں کو جدوجہد کرنی چاہیے کہ اللہ کوئی بھی جدوجہد کرنے والے محقق کو ناامید نہیں کرتا۔ منجملہ دیگر صورتوں میں سے جو کہ کتاب شیخ میں سہو اور غلطی واقع ہونے پہ اور اس شیخ سے، المستدرک کے مصنف کی غفلت پر بھی دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ وہ مولا عنایت اللہ ذکر ہوا ہے، ابن طاووس کی کتاب ربیع الشریعہ میں لکھی ہوئی حدیث کو حسن بن احمد مکتب کے ذریعہ نقل کیا ہے۔ اسی ترتیب سے اللہ تعالی کی حمد و نصرت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالحسن سمری سے روایت کرنے والا شخص وہی حسن بن احمد تھا کہ ابن بابویہ اس سے روایت کی ہے۔ منجملہ شواھد سے کہ اس حدیث کی صحت اور امام سے صادر ہونے پر دلالت کرتا ہے یہ نکتہ ہے کہ کتاب الاحتجاج کے مصنف، شیخ طبرسی نے اسے مرسل کی صورت میں، سند ذکر کئے بغیر روایت کی ہے، اور کتاب کے شروع میں صراحت سے بیان کیا ہے کہ اس احادیث کی سند کو بیان نہیں کیا ہے اسی دلیل سے کہ حدیث کو اجماع سے موافق ہونا یا موافق و مخالف کے درمیان اس حدیث کو مشہور ہونا، یا عقل کی حکم سے اس کا موافق ہونا؛ واضح ہے کے مذکور حدیث کی سند ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، (اس کی وجہ یہ ہے کہ) اس کا اجماع سے موافق ہونے سے یا اس کا مشہور ہونے سے یا دونوں سے۔ ویسے ہی منجملہ دیگر امور جو اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ ہمارے علماء صدوق کے دور سے لیکر ہمارے دور تک اس پہ استناد کرتے تھے، اس پر اعتماد کرتے تھے اور کوئی بھی اس کی اعتبار میں

صاحب نے ذکر کیا اس کے مطابق وہ صدوق کے مشائخ سے تھا؛ جیسے کہ سید خوئی نے معجم رجال حدیث میں اس پہ تصریح کی ہے.[1]

جبکہ "مستدرکات علم رجال حدیث" کے صاحب تصریح کرتا ہے کہ اس توقیع کا راوی وہی حسن بن احمد مکتب ہے؛ جیسے کہ مکیال المکارم کے صاحب نے کہا ہے؛ اس فرق کے ساتھ کہ وہ تصریح کرتا ہے کہ حسن بن احمد مکتب مجھول ہے.[2]

اس لیے اس بارے میں کہ یہ مرد "احمد بن حسن مکتب" ہے جو کہ بعض کی نظر میں مجھول ہے یا کہ حسن بن احمد مکتب ہے کہ اس صورت میں خوئی اور کتاب مکیال المکارم کے صاحب کے مطابق، مشائخ صدوق سے ہے اور مستدرکات علم رجال حدیث کے صاحب نمازی کے مطابق مجھول ہے، شک وتردید موجود ہے۔

مجھول راوی وہ ہے جو کہ رجال کی کتابوں میں ذکر نہیں ہوا اور اس کے مجھول ہونے کی وجہ سے اس کی خبر پہ- علم رجال میں ان کی بنیادوں کے مطابق –اعتماد نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لیے ان کو حق نہیں بنتا کہ اس توقیع پر عمل کریں یا اس کو دلیل کے طور پر لائیں؛ کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے۔ منجملہ افراد جو اس توقیع کے سند ضعیف ہونے پر قائل ہے سید محمد صدر ہے۔ اس نے کہا ہے: "اور امایہ بات کہ یہ خبر مرسلہ ہے صحیح نہیں۔"[3] لیکن اسی حالت میں، سند ضعیف ہونے کی وجہ سے، ابھی ایک اشکال باقی رہتا ہے۔ اس لیے یہ خبر "حکم شرعی کے اثبات کے لیے کافی نہیں."[4]

بحث اور مجادلہ نہیں کرتے تھے۔ کہ یہ نکتہ اس پر جو ان کے کلام سے انس رکھتا ہے اور ان کے کلام اور تصنیفات کی پیروی کرتا ہے پوشیدہ نہیں۔ اس لیے جو کچھ بیان کیے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکور حدیث منجملہ قطعی روایات سے ہے؛ ایسے کہ کوئی شک وتردید وشبہہ اس میں موجود نہیں اور ان امور کے مصداق میں سے ہے جس کے بارے میں امام (ع) نے فرمایا ہے: "اگر اس کے بارے میں اتفاق نظر ہو تو اس میں شک نہیں۔" مکیال المکارم، میرزا محمد تقی اصفہانی: ج2 ص324.

[1] - سید خوئی نے کہا ہے: حسن بن احمد مکتب: ابو محمد، مشائخ صدوق سے ہے کہ جس پر احترام رکھتا تھا. کمال الدین، باب 49، حدیث 41؛ معجم رجال حدیث: ج5 ص272.

[2] - اس نے کہا: حسن بن احمد مکتب: ابو محمد: اسے ذکر نہیں کیا۔ صدوق اس سے، کتاب میں باب 45 حدیث میں، اس کی علی بن محمد سمری کے پاس حاضر ہونا، ان کی وفات کے کچھ دن پہلے اور امام کی طرف سے خبر دینا اور ان کو کسی پر وصیت نہ کرنے کو نقل کیا ہے۔ مستدرکات علم رجال حدیث: ج2 ص348.

[3] - تاریخ غیبت صغری، سید محمد صدر: ص641؛ دار التعارف: ص1992.

[4] - تاریخ غیبت صغری: ص641.

دوسرا اشکال: ارسال؛[1] علمائے رجال مرسل روایات پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ مگر بعض راویوں کے مرسل روایات پر؛ مثلاً ابن ابی عمیر کے بعض کی رائے کے مطابق، ان کے مرسلوں پر عمل ہوتا ہے؛ اور حسن بن احمد مکتب یا احمد بن حسن مکتب اس افراد میں سے نہیں جن کے مرسلوں پر عمل ہوتا ہے۔

سید مصطفیٰ کاظمی بشارہ الاسلام میں کہتا ہے:

"یہ توقیع، خبر واحد مرسل ہے کہ بہت سارے رویدادوں سے اور عظیم وقایع سے کہ علما اسے قبول کئے ہیں اور اپنی کتابوں اور تصنیفات میں جمع کئے ہیں، تعارض نہیں رکھتا ہے؛ جبکہ یہ روایت، اس سے جو کلینی و نعمانی و شیخ طوسی اپنے معتبر سندوں کے ساتھ امام صادق (ع) سے روایت کئے ہیں، تعارض میں ہے۔ انھوں نے فرمایا: «اس امر کا صاحب مجبوراً غیبت میں جائے گا اور مجبوراً اپنی غیبت میں گوشہ نشینی اختیار کرے گا؛ لیکن تیس افراد موجود ہونے کی وجہ سے، اکیلاپن محسوس نہیں کرے گا.» حدیث کے ظاہر سے – جیسا کہ حدیث تشریح کرنے والوں نے تصریح کئے ہیں- ایسا لگتا ہے کہ امام (ع) اپنی غیبت کے دوران اپنے ولیوں کے تیس افراد سے انس رکھتے ہیں اور یہ تیس افراد کو چاہیے صدیوں کے دوران بدل جائیں؛ کیونکہ پوشیدہ نہیں کہ وہ اپنے آقا کی طرح طویل مدت تک رہ نہیں سکتے ہیں."[2]

علامہ مجلسی ان افراد میں سے ہے جنھوں نے تصریح کی ہے کہ یہ توقیع مرسل ہے؛ وہاں کہ یہ حدیث شریف کو ذکر کرتے وقت کہا ہے: "خبر واحدِ مرسل ہے."[3]

اس لیے اس روایت پر عمل کرنا حتی فقہ میں ممکن نہیں، عقائد تو اپنی جگہ پر۔

دوسرا نکتہ: روایت کے متن سے مربوط ہوتا ہے

کچھ امور کو بیان کروں گا:

---

[1] - مرسل، ارسال سے صیغہ مجہول سے ہے جس کا معنی اطلاق (رہا ہونا) ہے۔ کہا جاتا ہے: ناقہ مرسل ہے؛ کیونکہ راوی نے اسے مقید نہیں کیا ہے؛ یعنی جو معصوم سے نقل ہو جائے اسے فرد کے ذریعے سے درک نہیں کیا (دیکھا نہیں)، حتیٰ اگر ان کو اس کے علاوہ درک کیا ہے اور ان کے ساتھ ایک ہی جگہ پر موجود ہو؛ کہ اس صورت میں ان سے واسطہ کے بغیر یا واسطہ کے ساتھ اس طرح روایت کی ہے کہ راویوں کے سلسلہ سے (آخر میں سے) ایک فرد یا زیادہ (یا سب) حذف ہوئے ہوں، یا جان کر یا سھو سے یا بھولنے کی وجہ سے، (یعنی مرسل) مشہور ہے۔ نھایۃ الدرایہ سید حسن صدر: ص189.

[2] - بشارت الاسلام: ص146.

[3] - بحارالانوار: ج35 ص318.

پہلا امر

انھوں نے فرمایا: «اس کے علاوہ کہ روایت کا متن متشابہ ہے اور ان میں سے بعض نے اس سے مختلف نتائج اخذ کئے ہیں.»

یہ توقیع قطعی الدلالہ نہیں؛ بلکہ متشابہ ہے؛اس وجہ سے، لفظ "مشاھدہ" کی تفسیر میں اختلاف سے دوچار ہوگئے ہیں۔ وہ وجوہات جس کی وجہ سے یہ توقیع متشابہ ہوئی آپ کے حضور میں پیش ہو رہی ہے:

پہلی وجہ: مشاھدہ سے مراد صرف رویا ہے۔اس تفسیر کے لیے لازم ہے کہ روایات اور بہت سارے علما کی تکذیب ہو جائے۔

اما روایات کی تکذیب: روایات، غیبت کبری میں امام مہدی (ع) کو دیکھنے کے امکان پر صراحت کرتے ہیں۔ اس روایات میں سے بعض:

پہلی روایت: ہمارے اصحاب میں سے کچھ افراد، احمد بن محمد سے، حسن بن علی وشاء سے، علی بن ابو حمزہ سے ابو بصیر سے، امام صادق (ع) سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: «اس امر کا صاحب مجبورا غیبت میں جائے گا اور مجبورا اپنی غیبت میں گوشہ نشینی اختیار کرے گا؛ لیکن تیس افراد موجود ہونے کی وجہ سے، اکیلا پن محسوس نہیں کرے گا.» [1]

فاضل استرآبادی نے کہا ہے: "یعنی طیبہ"، اور یہ مشہور شہر ہے جس میں آنحضرت (ع) کے منزلگاہ ہے اور آنحضرت (ع) اپنے اولیاء کے تیس افراد کے ساتھ مانوس ہوتے ہیں» [2]

دوسری روایت: احمد بن محمد بن سعید نے ہمیں خبر دی ہے، اس نے کہا: قاسم بن محمد بن حسن بن حازم نے اپنی کتاب سے ہمیں کہا: عبیس بن ھاشم نے، عبداللہ بن جبلہ سے ابراہیم بن مستنیر سے، مفضل بن عمر جعفی سے، اباعبداللہ صادق (ع) سے روایت کیا ہے، کہ انھوں نے فرمایا: «صاحبِ امر کے لیے دو غیبتیں ہیں؛ غیبت طویل ہو جائے گی، یہاں تک کہ بعض لوگ کہیں گے کہ وہ وفات پا گئے ہیں، بعض کہیں گے کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے، اور بعض کہیں گے کہ وہ چلے گئے ہیں۔ پھر ان کے اصحاب میں سے صرف چند افراد ہی ان کے امر پر باقی

---

[1] - الکافی: ج1ص 340.

[2] - شرح اصول کافی: ج6ص 265.

رہیں گے۔ ان کے ولیوں اور دوسروں میں سے کوئی بھی ان کے مقام سے واقف نہیں ہوگا، سوائے اس مولی کے جوان کے امر کی ذمہ داری رکھتا ہے.»[1]

شیخ طوسی اس روایت کو کچھ اختلاف کے ساتھ ابراہیم بن مستینر سے، مفضل سے نقل کرتے ہیں۔ کہ: سنا ہے اباعبدللہ (ع) فرماتے تھے: «صاحبِ امر کے لیے دو غیبتیں ہیں؛ ان میں سے ایک غیبت دوسری سے طویل تر ہوگی، یہاں تک کہ کہا جائے گا: وہ وفات پاگئے، اور کچھ لوگ کہیں گے: انہیں قتل کر دیا گیا۔ پھر ان کے اصحاب میں سے صرف چند افراد ہی ان کے امر پر باقی رہیں گے؛ اور ان کے ولیوں اور دوسروں میں سے کوئی بھی ان کے مقام سے واقف نہیں ہوگا، سوائے اس مولی کے جوان کے امر کی ذمہ داری رکھتا ہے.»

شیخ طوسی کہتا ہے:

«اور یہ خبر ہمارے عقیدہ کے بارے میں کہ ہمارے صاحب کے دو غیبتیں ہیں تصریح کرتا ہے۔ پہلی غیبت میں ان کے اخبار اور مکاتبات معلوم ہوتے تھے؛ اور دوسری میں جو کہ زیادہ طویل ہے ان کے اخبار اور مکاتبات منقطع ہوئے۔ اور ان کے بارے میں کسی کو پتا نہیں مگر وہ جو آنحضرت کا خاص ہو.»[2]

نتیجتاروایات امام مہدی (ع) کو دیکھنے کے اثبات پر تصریح کرتے ہیں، اور اسی ترتیب سے اس تعارض کو رفع کرنا ممکن نہیں

یہ اس بات کے علاوہ ہے کہ قطع ویقین سے، غیبت کبری میں امام صاحب العصر (ع) کا مشاھدہ، بہت لوگوں کے ذریعے، ثابت ہوچکا ہے۔ محدث نوری اپنی کتاب النجم الثاقب میں سو کہانیاں نقل کرتے ہیں جن کے صاحبان نے امام محمد ابن حسن المہدی (ع) کو دیکھا ہے۔

دوسری وجہ: مشاھدہ سے مراد، دیکھنا اور ساتھ ہی امام مہدی (ع) کی جانب سے باطل امور کی نقل کرنا ہے۔

یہ وہ مطلب ہے جسے شہید محمد صادق صدر نے بیان کیا ہے:

«اسی ترتیب سے مشاھدہ کا مدعی، بھتان باندھنے والا جھوٹا ہے اگر امام مہدی (ع) کی طرف سے باطل امور کو نقل کرے؛ اما اس صورت کے علاوہ، یہ توقیع شریف، مشاھدے کی بطلان پر دلالت نہیں کرتا، چاہے یہ فرد اسلامی

---

1 - غیبت نعمانی: ص 176.

2 - غیبت طوسی: ص 61.

قواعد کے تحت مہدی (ع) سے صحیح امور کو نقل کرے، اور چاہے کم از کم اس کی صحت کا احتمال موجود ہو، اور چاہے کلی طور پر کچھ بھی نقل نہ کرے.»[1]

پھر اس نتیجے کو خلاصہ کر کے، کہا:

«پھر تمام بیان کیے گئے مطالب سے نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ -وارد کی گئی اشکال نہ توقیع پر وارد ہوتی ہے نہ مشاھدہ کے اخبار پر؛ اور اس توقیع کو بھی اور مشاھدہ کے اخبار کو بھی قبول کر سکتے ہیں اور واجب نہیں اسکی تکذیب کریں، مگر وہ ادعائیں جس کی بنیاد انحراف اور حق سے خارج ہونے کے لیے ہوں... .»[2]

تیسری وجہ: مشاھدہ سے مراد، دیکھنا اور نیابت خاصہ کے ادعا کے ساتھ ہو۔

مجلسی بحار الانوار میں اس توقیع ذکر کرنے کے بعد ایک مطلب بیان کرتے ہیں جس میں آیا ہے:

«ہو سکتا ہے کہ یہ توقیع مشاھدہ کو ان کے لیے منتفی کیا ہے جو کہ مشاھدہ کا ادعا کرتے ہیں، چاروں سفیروں کی طرح، نیابت اور اخبار کو ان کی جانب سے شیعیوں تک پہنچانے کے ساتھ، کہ [اس توقیع] بیان ہوئے اخبار کے ساتھ اور ان کے اخبار جنھوں نے آنحضرت (ع) کو دیکھے ہیں اور آگے بیان ہوگا، [کے ساتھ] کوئی منافات نہیں رکھتا ہو؛ اور اللہ جانتا ہے.»[3]

جو مجلسی نے کہا ہے صرف ایک احتمال ہے جس کے ذریعے انھوں نے چاہا کہ وہ منافات جو خود سے تصور کیا ہے کہ اس توقیع اور دیگر اخبار کے درمیان موجود ہے جو کہ مشاھدہ کے وقوع پر تصریح کرتا ہے، بر طرف ہو جائے؛ نتیجتاً انھوں نے کہا ہے کہ اس توقیع میں جو نفی ہوئی ہے، امام مہدی (ع) کیجانب سے سفارت خاصہ ہے؛ کہ اس روایات اور حکایات کی تکذیب کرنے کے سخت مشکل میں نہ پڑے، جسے مشاھدہ ثابت ہوتا ہے۔

چوتھی وجہ: اور یہ وجہ ارجحیت رکھتی ہے؛ اس توقیع اور اس روایات اور حکایات کے درمیان منافات کا عدم وجود، جس کی وجہ سے مشاھدہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ معنا اس وقت واضح ہوتا ہے کہ ہم لفظ "نفی ہوا مشاھدہ" کو اس توقیع میں علنی ظہور کی معنی پہ تفسیر کرے۔ یہ وہی وجہ ہے جسے محقق نھاوندی نے اپنی کتاب "عبقری الحسان" میں

---

[1] - تاریخ غیبت صغری: ص 652.

[2] - تاریخ غیبت صغری: ص 653.

[3] - بحار الانوار: ج 52 ص 151.

ذکر کیا ہے اور شیخ فاضل، ناظم عقیلی نے اسے کتاب "پاسخ کوبندہ بہ تکذیب کنندہ رویت قائم" میں لایا ہے۔ محقق نھاوندی کی عبارت کے متن آپ کے حضور میں پیش ہے:

"جو فرد [روایات کے درمیان] جمع کرنا چاہتا ہے توقیع سمری اور ملاقات کی حکایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں دیکھتا؛ کیونکہ یہ توقیع شریف ادعای ظہور کو منع کرنا چاہتا ہے۔یعنی امام کی علنی ظہور۔اور مشاھدہ کا ذکر کرنا اس توقیع میں، ظہور اور حضور کی معنی میں ہے؛ جیسے کہ اس آیت میں آیا ہے: "فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَلْيَصُمْهُ"[1] (پس تم میں سے جو شخص اس مہینے (رمضان) کو پائے تو وہ اس کے روزے رکھے.)

دو چیزیں اس معنی میں قرینہ کے طور پر ہیں:

پہلا: امام (ع) کا یہ کلام: "تو پھر ظہور نہ ہوگا مگر ہرج و مرج و فتنہ و فساد کے بعد۔"

اور دوسرا: امام کا یہ کلام: "مگر جو مشاھدہ کا ادعا کرے۔یعنی ظہور امام کا ادعا—خروج سفیانی اور صیحہ سے پہلے جو کہ ظہور کی علامات میں سے ہیں، اور اس ترتیب سے کسی بھی صورت میں اس توقیع شریف اور حکایات کے درمیان تعارض موجود نہیں... ."[2]

اور اسی ترتیب سے پتا چلتا ہے کہ اس روایات جس سے مشاھدہ ثابت ہوتا ہے اور روایت توقیع کے درمیان تعارض موجود نہیں؛ اور یہ ارجحیت رکھتا ہے۔

دوسرا امر:

فرماتے ہیں: "اس کے علاوہ یہ روایت مسورہ نہیں، اور یہ ان کی نظر میں روایت کے عام ہونے پر اشکال وارد کرتا ہے"

امام (ع) نے جو کہا اس کی وضاحت کے لیے میں کہتا ہوں:

1. منطقیوں کی نظر میں جملہ دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے: خبریہ اور انشائیہ۔

2. خبری، عبارت مرکب تام ہے جس کا وصف صدق و کذب پہ صحیح ہے۔جملہ خبریہ کی مثال: "زید حج سے آیا"؛ یہ خبریہ جملہ ہے اور اس کے صدق و کذب ہونے کا احتمال موجود ہے۔

---

[1] - بقرہ: 185.

[2] - کتاب پاسخ دندان شکن بہ منکران دیدار با صاحب الزمان: ص 36 سے نقل ہوا ہے.

3. انشائیہ، عبارت مرکب تام ہے جس کی وصف صدق و کذب پہ صحیح نہیں۔ جملہ انشائیہ کے لیے مثال: "اے کاش جوانی واپس آجائے": اس جملہ کی وصف صدق و کذب پہ صحیح نہیں، کیونکہ یہ جملہ کسی چیز کے بارے میں خبر نہیں دیتا کہ وہ چیز حقیقی ہو اور مسئلہ صادق ہو جائے یا کہ غیر حقیقی ہو اور نتیجتا مسئلہ غیر صادقہ ہو جائے، اور متکلم صرف اپنی الفاظ سے کوئی نسبت کی ایجاد کرتا ہے۔ انشائیہ کے لیے مثالیں بہت ہیں.[1]

4- منطق میں اصطلاحی طور پر جملہ خبریہ کو "قضیہ" کہا جاتا ہے۔ پھر قضیہ وہی خبر ہے اور خبر وہی قضیہ۔

5- یا قضیہ کا مفہوم ایک شخص ہے کہ اس صورت میں اسے "موضوع" کہا جاتا ہے؛[2] یعنی بہت سارے لوگوں پر صدق نہیں کرتا؛ بلکہ صرف ایک شخص پر صادق ہے؛ مثلا: زید بہت بہادر ہے؛ اور یہ قضیہ اس دوران شخصی قضیہ کہلاتا ہے۔

---

[1] - معزز پڑھنے والوں کی وضاحت کے لیے شیخ مظفر کی کتاب منطق سے ایک متن نقل کرتا ہوں۔ کہتا ہے: خبریہ وانشائیہ: ہر کوئی مرکب تام ہے جس کی اجزاء میں نسبت موجود ہے اور یہ نسبت "تامہ" بھی کہلاتی ہیں؛ اور یہ نسبت:

پہلا: لفظ کو نظر انداز کر کے، خود بہ خود ایک ثابت حقیقت کا حامل ہے اور یہ مرکب لفظ صرف اس حقیقت کا حکایت کرنے والا اور دریافت کرنے والا ہے؛ مثلا جب کوئی حادثہ واقع ہوتا ہے یا مستقبل میں واقع ہوگا اور اس کے بارے میں خبر دے؛ مثلا بارش ہونا۔ کہتے ہو: بارش ہو گئی، یا کل بارش ہو گی، یہ "خبر" کہلاتی ہے اور "قول" بھی کہلاتا ہے۔ لازم نہیں کہ خبر ضرور اس واقعہ کے ساتھ مطابقت کی نسبت رکھتی ہو؛ اگر اس کا مطابق ہو تو صادق ہو جاتا ہے اور اگر مطابق نہ ہو تو کاذب ہو جاتا ہے۔ اس لیے خبر، عبارت تام مرکب ہے جسے صدق و کذب پہ وصف کر سکتے ہیں۔ اور خبر، وہ عبارت ہے جس کے بارے میں منطق تحقیق کر سکتا ہے؛ اور اس تحقیق کی تعلق تصدیق سے ہے.

دوسرا: لفظ کو نظر انداز کر کے، ایک ثابت حقیقت سے نسبت تامہ نہ رکھتا ہو؛ اور صرف لفظ اس نسبت کو محقق کرتا ہے اور متکلم کا قصد اسے وجود میں لاتا ہے۔ دوسری عبارت میں، متکلم معنی کو مرکب لفظ سے ایجاد کرتا ہے اور اس کے کلام کے پیچھے ثابت حقیقت کے ساتھ کوئی نسبت موجود نہیں کہ کلام کبھی اس سے مطابقت رکھتا ہو اور کبھی نہ رکھتا ہو۔ اس مرکب کو "انشائیہ" کہلاتے ہیں۔ اس کی مثالیں: امری جملات، مثلا: اپنی سبق یاد کرو؛ یا جملات نہی، مثلا: بد ذات داعیوں سے ہم نشینی مت کرو۔ استفہام، مثلا: کیا مریخ رہائشی ہے؟ ندا، مثلا: "اے محمد! میری آرزو ہو!" اور "اگر واپس آوں تو مومنین سے ہو جاوں گا۔" تعجب، مثلا: انسان کا خطرہ بہت بڑا ہے! قرارداد، مثلا: قرارداد انشاء، قرارداد معاملہ، قرارداد اجارہ، ازدواج اور دیگر چیزیں۔ مثلا: یہ کہ بھیج دیا، اجارہ کیا، ازدواج کیا۔ ایقاع، مثلا صیغہ طلاق اور عتق اور وقف اور اس جیسا۔ مثلا: فلان شخص نے طلاق دی اور میرا بندہ آزاد ہو گیا۔ یہ ترکیبات –اس لفظ سے درگزر کرنے کی صورت میں جس کے بارے میں حکایت کرتا ہے– کوئی بھی خود یہ خود ثابت حقیقی معنا نہیں رکھتے ہیں کہ اس معنی سے مطابقت کرے یا نہ کرے۔ ان کے معنی تشابہ ہے اور [صرف] لفظ سے معلوم ہو جاتا ہے۔ پھر ان کو سچ یا جھوٹ ہونے سے وصف نہیں کر سکتے ہیں۔ پھر انشائیہ، تام ترکیب ہے جسے صدق و کذب سے وصف نہیں کر سکتے ہیں۔ منطق، شیخ محمد رضا مظفر، ص61.

[2] - قضیہ یا جملہ، "موضوع" اور "محمول" سے تشکیل پاتا ہے۔ ہمارے کلام میں "زید قائم ہے"، زید: موضوع اور قائم "محمول" ہے۔ جملہ "زید کھڑا ہو گیا" میں بھی زید: موضوع اور کھڑا ہو گیا: محمول ہے۔ اس لیے "محمول" وہ حکم ہے جو کہ متکلم "موضوع" پر جاری کرتا ہے۔

یا کہ اس کہ موضوع کل ہے اور بہت سارے [تعداد] پر صدق کرتا ہے۔ قضیہ کا یہ قسم "مسورہ" اور "مہملہ" پہ منقسم ہوتا ہے۔

قضیہ مسورہ سے مراد وہ قضیہ ہے جس میں موضوع کے افراد کی کمیت (تعداد)، اس لفظ کے ساتھ محدود اور معلوم ہوتا ہے جو کہ حد معین کرنے پہ دلالت کرتا ہے۔

قضیہ مسورہ چار گروہوں پہ منقسم ہوتا ہے:

1- موجبہ کلیہ: مثلا "ہر انسان حیوان ہے"؛ اور "کل، جمیع (سب)، عامہ، کافہ، الف و لام استغراق" اور دیگر الفاظ کے ساتھ جو موضوع کے سبھی افراد کے لیے محمول کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے، بنایا گیا ہے۔

2- سالبہ کلیہ: مثلا "کوئی انسان پتھر نہیں"؛ اور "لا شی، لا واحد، سیاق نفی میں نکرہ" سے اور دیگر الفاظ کے ساتھ جو کہ موضوع کے تمام افراد سے محمول سلب کرنے پر دلالت کرتا ہے، بنایا گیا ہے۔

3- موجبہ جزئیہ: مثلا "بعض انسان، حیوان ہیں"؛ اور "بعد، واحد، کثیر، قلیل، ربما، قلما" سے اور دیگر الفاظ کے ساتھ جو کہ موضوع کے بعض افراد کے لیے محمول کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے، بنایا گیا ہے۔

4- سالبہ جزئیہ: مثلا "بعض انسان، کاتب نہیں ہے" اور "لیس بعض، بعض... لیس، لیس کل، ما کل..." اور دیگر چیزوں سے جو کہ موضوع کے بعض افراد سے محمول سلب کرنے پر دلالت کرتا ہے بنایا گیا ہے۔

دوسرا قضیہ بھی ہے جو "قضیہ مھملہ" کہلاتا ہے۔ اس قضیہ میں حد کا تعیین، موضوع کے افراد کے لیے چھوڑا گیا ہے؛ یعنی متکلم کوئی لفظ ذکر نہیں کیا جس سے موضوع کے افراد کی کمیت معلوم ہو جائے، مثلا "الانسان ضاحک: انسان ہنس رہا ہے"۔ قضیہ مھملہ، قضیہ جزئیہ کے حکم میں ہے۔ محقق حلی کہتا ہے: "اور یہ -یعنی مھملہ- جزئیہ کے حکم میں ہے۔"

تو پھر جزئیہ کے بارے میں بحث ہمیں اس (مھملہ) کے بارے میں بحث کرنے سے بے نیاز کرتا ہے۔"[1]

پھر یہ مطلب پیش ہونے کے بعد، روایت توقیع کی طرف واپس آتے ہیں؛ جہاں یہ عبارت امام مہدی (ع) سے وارد ہوئی ہے: "الا فمن یدعی المشاهده... فهو کذاب مفتر: آگاہ ہو جاؤ جو ادعای مشاهده کرے ... وہ

[1] - کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد- با تحقیق آملی: ص164.

بہتان باندھنے والا جھوٹا ہے۔" یہ قضیہ مہملہ ہے، کیونکہ اس میں لفظ جو موضوع کے افراد کی کمیت کی حد تعیین کرنے پر دلالت کرے، ذکر نہیں ہوا، یہ کہہ سکتے ہیں کہ قضیہ غیر مسورہ ہے؛ یہ دونوں معنی یکساں ہیں۔

تو پھر یہ قضیہ جزئیہ کے حکم میں ہے؛ یعنی ہمارے کلام میں "بعض افراد جو مشاہدے کا ادعا کرتے ہیں ، بہتان باندھنے والے جھوٹے ہیں" نہ کہ تمام افراد جو کہ مشاہدے کا ادعا کرتے ہیں ، جھوٹے ہوں!

اس لیے جب کوئی مشاہدے کا ادعا کرے صحیح نہیں کہ اس توقیع کی روایت سے استناد کرتے ہوئے اسے تکذیب کریں؛ کیونکہ اس توقیع کی روایت ثابت نہیں کرتی ہے کہ ضرور ہر وہ فرد جو ادعا کرے، بہتان باندھنے والا جھوٹا ہے۔

اس لیے جب مدعی ادعا کرتا ہے، ضرور اس کی دلیل پہ توجہ کرنی چاہیے ، کہ اس کا صدق یا کذب ثابت ہو جائے، نہ کہ جو کہتا ہے اس میں تحقیق اور تفحص کیے بغیر اسے تکذیب کریں؛ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ سچا ہو اور نتیجے میں ہم ہلاک ہو جائیں۔

اس وضاحت کے ساتھ -اے میرے عزیز بیٹے – ممکن نہیں کہ سید احمد الحسن یمانی (ع) کی دعوت کو توقیع سمری سے استناد کرتے ہوئے رد کریں؛ کیونکہ یہ توقیع ثابت نہیں کرتی کہ تمام ادعا کرنے والے افراد کی تکذیب کریں، بلکہ آخر میں جو چیز ثابت کر سکتی ہے یہ ہے کہ بعض افراد کو جو ادعا کرتے ہیں تحقیق اور چھان بین کے بعد اور دلیل جو وہ لایا ہے اس کی کیفیت سے مکمل اور درست شناخت حاصل کرنے کے بعد، اسے تکذیب کر سکتے ہیں۔

اس مطالب کے بعد برادر استاد ابو محمد انصاری حفظہ اللہ کی کتاب "جامع ادلہ" کے حاشیہ میں جو آیا ہے آپ کے لیے نقل کرتا ہوں جس میں کافی و وافی جواب اس عبارت کے لیے ہے جو ابن قولویہ نے لایا ہے اور شیخ طوسی نے اس سے نقل کیا ہے۔

"اس نے کہا: سید شہید محمد صادق صدر اپنی دائرہ المعارف میں –غیبت صغری، صفحہ 409، جھوٹے سفیروں کی تاریخ و تسلسل میں- کہا ہے: "...اور ان کا آخری، جھوٹے سفارت کے ادعا میں – شیخ کی عبارت سے جو ظاہر ہوتا ہے اس کے مطابق-ابودلف کاتب تھا۔ وہ چوتھا سفیر، سمری کی وفات کے بعد اس ادعا پر تھا..."

اس ترتیب سے واضح ہوتا ہے کہ ابودلف چوتھے سفیر کی حیات کے دوران سفارت کا ادعا کرتا تھا اور سمری کی وفات کے بعد تک بھی زندہ تھا اور اسی ترتیب سے غیبت صغری کے دوران مدعیوں میں سے تھا نہ کہ غیبت کبری میں، اور ابن قولویہ کے اس کلام کے بارے میں : "...کیونکہ ہماری نظر میں ثابت ہوا ہے کہ جو بھی سمری کے

بعد اس امر کا ادعا کرے پھر وہ کافر متعفن گمراہ، گمراہ کرنے والا ہے؛ اور توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے۔" ضروری نہیں کہ اس سے مراد چوتھے سفیر کی وفات کے بعد والا ادعا ہو؛ بلکہ سفارت پر اس کی تنصیب کے بعد والا ادعا ہو سکتا ہے۔ نتیبجتا ایک سفیر منتخب ہونے کے بعد جو بھی ادعا سفارت کرے، ایک بھتان باندھنے والا جھوٹا ہے ؛ ان افراد کی کیفیت کی مانند جو دوسرا اور تیسرا سفیر منتخب ہونے کے بعد سفارت کا ادعا کرتے تھے۔ شیعہ ہر وہ سفارت کے مدعی کو حقیقی سفیر کی تنصیب ثابت ہونے کے بعد، تکذیب کرتا تھا اور اس بات کو ابودلف کے واقعہ تایید کرتا ہے جو چوتھا سفیر کی حیات کے دوران سفارت کا ادعا کیا نہ ان کی وفات کے بعد، اور حتی اس کا ادعا چوتھا سفیر کی وفات کے بعد تک بھی جاری رہا۔

بہر حال حتی اگر ابن قولویہ کا کلام، چوتھے سفیر کی وفات کے بعد کے بارے میں بھی ہو تو پھر بھی یہ کلام پچھلی توقیع پر مستند ہے اور چوتھے سفیر کی وفات کے بعد اس دوران میں نفی سفارت کے بارے میں تھا نہ کہ ابد اور قیام قائم (ع) تک، اور اس طرح کے نتیجے میں کلام ابن قولویہ سے اخذ کرنا ناممکن ہے۔ علی الخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کلام اس دوران میں ایک معین فتنے کے جواب میں تھا جو کہ ابھی ہزار سال اس سے گزر چکا ہے؛ یعنی فتنہ ابودلف اور اس کے امثال جو کہ چار سفیروں کے دوران سفارت کا ادعا کرتے تھے؛ جہاں وہ خود کہتا ہے: "کل" کیسے قطع و یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اس کلام سے "ابد تک" کو قصد کیا ہے؟! پھر ہو سکتا ہے کہ کلیت کو اس دور میں اور اس دوران کے قریب، ارادہ کیا ہو - اور یہ اقرب ہے - نہ کہ قیام قائم (ع) تک۔

سب چیزوں سے قطع نظر کرتے ہوئے، ابن قولویہ کے کلام – اس عظمت کا باوجود – نص شرعی نہیں؛ بہت سارے متقدمین تھے جن کے کلام پر بعد میں آنے والوں نے رد یہ نکالا؛ کیونکہ عصمت اس کے اہل والوں کے لیے ہے اور عظمت و احترام کرنا ممکن نہیں مگر اس امت کے معصوم ثقلین کو۔

جو پیش کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ سفارت کا ادعا چار سفیروں کے دوران ہوتا تھا اور چوتھے سفیر کی وفات کے بعد اس کا کوئی اثر نہیں دیکھا گیا؛ اس کے بالعکس کہ بعض غافل لوگ کوشش کرتے ہیں کہ رائج کریں." [1]

[1] - پاورقی جامع ادلہ: ص 30.

تیسری بات:

فرماتے ہیں: «اس کے علاوہ کہ یہ توقیع کچھ روایات اور واقعات سے نقض ہوتی ہے؛ منجملہ روایت یمانی اور وہ خطوط جو کہ شیخ مفید کے لیے لکھے گئے ہیں.»

یہ توقیع کچھ روایات کے ذریعے نقض ہوتی ہے؛ جیسے کہ یہ توقیع اس واقعات سے جس کے بعض کا ذکر آئے گا نقض ہوتی ہے۔ جو امام (ع) نے نقل کیا ہے کچھ نکات میں خلاصہ کرتا ہوں:

1- عام طور پر یہ توقیع روایت یمانی سے – کہ امام مہدی (ع) اسے ظہور سے پہلے ایک سفیر کے طور پر بھیجتے ہیں جو کہ لوگوں کو امام مہدی (ع) کی طرف دعوت دے گا- نقض ہوتی ہے؛ اور روایت یمانی کو اس سے پہلے آپ کے لیے بیان کرچکا ہوں۔

2- شیخ مفید کے ساتھ امام کے مکاتبات۔ شیخ طوسی تہذیب میں، سنہ 410 صفر کے آخری ایام میں، امام مہدی (ع) کیجانب سے ایک خط شیخ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ کو روایت کیا ہے۔اس خط میں آیا ہے: «یہ ایک خط ہے باایمان بھائی اور رشید دوست، شیخ مفید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان کو جو کہ منجملہ عہد ناموں میں سے ہے جسے امانت میں سپرد کیا گیا ہے اور اللہ کے بندوں سے لیا گیا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد ... آپ پر سلام اے دین میں مخلص دوست کہ ہم پر اعتقاد میں علم و یقین سے ممتاز ہو... ہمیں اجازت دی گئی ہے کہ تمہیں مکاتبہ کی شرافت سے مفتخر کریں اور ذمہ دار بنائیں کہ جو کچھ تمہیں لکھ رہے ہیں تمہاری جانب سے ہمارے محبین کو پہنچادیں۔ اللہ اپنی طاعت کی عزت و توفیق انہیں عطا اور اپنے سرپرستی سے ان کی کفایت کرے، اور اپنے لطف کی پناہ میں انہیں حفاظت دے... .»[1]

3- روایت ہوئی ہے کہ امام مہدی (ع) کہ مبارک قیام سے پہلے بعض افراد ان سے ملاقات کرتے ہیں اور لوگوں کے ذریعے جھوٹے قرار پائیں گے: ابو عبداللہ امام جعفر صادق (ع) فرماتے ہیں: «قائم قیام نہیں کرے گا مگر یہ کہ بارہ مرد متفق القول (ایک زبان) ہوں گے کہ اسکو دیکھا ہے اور (لوگوں نے) انہیں تکذیب کریں گے.»[2]

---

[1] - تہذیب الاحکام: جلد 1 صفحہ 38.

[2] - غیبت نعمانی: صفحہ 285.

4- یہ روایت اس روایات سے نقض ہوتی ہے جو پہلی بات کے بارے میں بیان ہوئی ہے۔

چوتھی بات:

فرماتے ہیں: «اس کے علاوہ سمری اپنی وفات کے وقت – جب ان کے بعد والا شخص کے بارے میں سوال کیا گیا- کہا: "للہ امر ھو بالغہ: اللہ کا ایک امر ہے جسے خود انجام دے گا۔" اور یہ واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سمری نہ خود وصیت کرتا ہے اور نہ اسے انکار کرتا ہے، بلکہ تاکید کرتا ہے کہ یہ امر دوبارہ واپس آئے گا.»

امام، سمری کو امر فرمایا ہے کہ اپنے بعد کسی پر وصیت نہ کرے، اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام (ع) وصیت نہیں کرتا.[1]

---

[1] - شیخ ناظم عقیلی اپنی کتاب " منکرینِ اولادِ قائم علیہ السلام کو پرزور جواب: ص38 " پانچویں بات کو بھی ذکر کیا ہے.
پانچویں بات: یہ توقع بداء سے استثنا نہیں اور ممکن ہے اس میں "بداء" حاصل ہو جائے؛ اس ترتیب سے – کہ تمام بیان کیے گئے مطالب سے صرف نظر کر کے- عقلانی نہیں کہ اس توقع کو نفی سفارت خاصہ کے لیے ایک دلیل کے طور پر لیں اس وقت تک کہ قانون بداء سے مستثنی نہ ہو.
"بداء" کے مزید وضاحت کے لیے کتاب "در محضر عبد صالح" میں ایک مطلب آیا ہے جسے ذکر کرتا ہوں؛ جہاں وہ بھائی جو کہ عبد صالح سے ملاقات کرتا ہے، کہتا ہے: عبد صالح (ع) سے سفیانی کے بارے میں اور ظہور کے دوران واقعات اور اشخاص سے مربوط تفصیلات کے بارے میں سوال پوچھا.
انھوں (ع) نے جواب میں فرمایا: "سب تفصیلات میں، بداء (تبدیلی) کا احتمال موجود ہے؛ حتی یہ موضوع (بداء)، فوجی منصوبہ بندی کے مطابق جس کا ہدف دشمن یعنی شیطان اور اس کی فوج پر کامیابی ہے، زیادہ فوقیت رکھتا ہے۔ حتی خروج کے وقت جس کے بارے میں حدیث میں صراحت سے آیا ہے کہ "ایک دن میں انجام پائے گا" بھی بداء واقع ہونے کا احتمال موجود ہے."
انھوں (ع) نے بعض روایات شریفہ کو بیان اور ان کے مفہوم کا خلاصہ کیا اور فرمایا: "اس روایات سے کیا سمجھتے ہو؟ قائم (ع) حتمیات میں سے ہے، قائم (ع) وعدہ دیئے گئے (میعاد) میں سے ہے، سفیانی حتمیات میں سے ہے، کچھ حتمیات میں بداء واقع نہیں ہوتا ہے، جبکہ کچھ حتمیات میں بداء واقع ہوتا ہے، وعدہ دیئے گئے (میعاد) میں بداء کی کوئی راستہ نہیں.
حتمیات میں بداء موجود ہے، یعنی اس کی تفصیلات میں؛ ورگرنہ یہ روایات بیان کرتے ہیں کہ اس میں بداء کا کوئی راستہ نہیں۔ اصل سفیانی کا وجود ناقابل انکار ہے لیکن ممکن ہے وہ فلان فرد ہو یا فلان شخص، یا اس کا اصل یہاں سے ہو یا وہاں سے-، قائم (ع) میعاد میں سے ہے اور اس میں بداء کا کوئی راستہ نہیں؛ کیونکہ وہ امام ہے اور معصوم میں کوئی بداء نہیں.
اس لیے اصل "قیام یمانی وسفیانی وخراسانی ایک دن میں" بداء کے حدود میں واقع ہوتا ہے؛ حال کیسے ممکن ہے کہ ایک عاقل انسان اسے قطعی اور لازم التحقیق دلیل کے طور پر مد نظر رکھے، جب کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالی اس میں کوئی تبدیلی کرے؟" در محضر عبد صالح، ص 25.

پہلا مبحث کے سوالات:

س1: توقیع سمری سند کے اعتبار سے راوی کا مجہول ہونا اور ارسال کے مشکل سے دوچار ہے۔ تشریح کیجئے۔

س2: کیسے ثابت کرتے ہیں کہ اس توقیع کا متن متشابہ ہے؟

س3: توقیع سمری میں نفی کیا گیا مشاھدہ سے مراد کی تفسیر میں جو احتمالات ذکر ہوئے ہیں۔ اسے بیان کیجیے اور کونسا فوقیت رکھتا ہے؟ اور کس دلیل سے؟

س4: اس کلام پر "جو صیحہ سے پہلے مشاھدہ کا ادعا کرے... بھتان باندھنے والا جھوٹا ہے" اشکال وارد ہوا ہے کہ غیر مسورہ ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

س5: مشاھدہ کی نفی عام طور پر، واقعات زیادہ ہونے کی وجہ سے نقض ہوتا ہے؛ ان میں سے دو (وقایع) ذکر کیجئے۔

دوسرا مبحث: [1] جسمانی مادی معجزہ اور اللہ کی دین میں اس کا مقام

اس عالم جسمانی میں آنے کی وجہ، لوگوں کا امتحان اور آزمائش ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: «الّذی خَلَقَ الْموْتَ وَ الْحیاۃَ لِیبْلُوکمْ أیکمْ أحْسَنُ عملاً وَ هُوَ الْعزیزُ الْغفُور» [2] (وہی ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے، اور وہی غالب اور بخشنے والا ہے.) اب جب لوگ امتحان کے لیے اس دنیا میں آئے ہیں تو صحیح نہیں کہ حکیم مطلق، بعض لوگوں کو اس امتحان میں داخل ہوتے ہوئے ــ بغیر کوئی دلیل کے ــ دوسروں پر فوقیت دے، اور بعض کے امتحان کو منسوخ کرنا اور سب سے اچھا نتیجہ دینا- کوئی دلیل کے بغیر یا مقدمات جسے وہ انجام دیا ہو- صحیح نہیں۔

اگر مادی جسمانی معجزے سے، غلطی سے دوچار ہونے اور مخالفین کی طرف سے شبہہ پیدا ہونے میں کوئی فرصت موجود نہ ہو، تو یہ معجزہ، قاہر اور مجبور کرنے والا معجزہ کہلاتا ہے اور غیب کے امکان کی نفی کرتا ہے اور غیب پر ایمان لانے کا کوئی امکان نہیں بچاتا ہے۔اسی ترتیب سے بعض امتحان دینے والوں کے امتحان کو منسوخ کر دیتا ہے اور اس کا نتیجہ بعض امتحان دینے والوں کو دوسروں پر-بغیر کوئی دلیل- فوقیت دینا ہوگا۔اسی ترتیب میں معجزے کی یہ قسم-اس فرض سے کہ واقع ہو جائے-اس شخص کے لیے امتحان کو مسترد کرتا ہے جس کے لیے [معجزہ] واقع ہوتا ہے؛ کیونکہ ایسے فرد کا ایمان، محض مادی ایمان ہوگا اور اس میں غیب کی نسبت صفر ہے اور اسی ترتیب سے دیکھتے ہیں جس کے لیے معجزہ واقع ہوتا ہے دوسروں پر فوقیت دیئے گئے ہیں اور کسی امتحان کے بغیر جنت حاصل کر چکے ہیں۔ نتیجتا امتحان میں داخل ہوئے افراد کے لیے انصاف فراہم نہیں ہوتا ہے۔اسی دلیل سے کہتے ہیں: اگر مادی معجزہ واقع ہو جائے تو ایسے ڈھانچہ میں ہونا چاہیے جس میں غیب پر ایمان کے الہی سنت کی نفی نہ کر دی جائے۔

اگر ہمارے پاس موجود دینی متون میں تلاش کریں تو درج ذیل امور کو دیکھیں گے۔

---

[1] - اس بحث کے تمام مطالب کتاب عقائد اسلام، تألیف سید احمد الحسنؑ سے ماخوذ ہیں.

[2] - ملک: 2.

قرآن میں

پہلا: وہ آیات جو بیان کرتی ہیں کہ انبیاء اللہ کے اذن سے معجزہ لاتے ہیں اور ہو سکتا ہے اللہ معجزہ کی اجازت نہ دے: (وَ أَقْسَمُوا بِاللهِ جَهْدَ أَيمانِهِمْ لَئِنْ جاءَتْهُمْ آيةٌ لَيُؤْمِنُنّ بِها قُلْ إِنّمَا الْآياتُ عِنْدَ اللهِ وَ ما يشْعِرُكمْ أَنّها إِذا جاءَتْ لا يؤْمِنُون)[1] (انہوں نے حتیٰ کہ اپنی پوری کوشش کے ساتھ سخت ترین قسمیں کھا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے لیے کوئی معجزہ نازل ہو جائے تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ کہہ دو: تمام معجزے اللہ کے اختیار میں ہیں، اور تمہیں کیا معلوم کہ اگر معجزہ نازل بھی ہو جائے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے؟)

(وَ قالُوا لَوْ لا أُنْزِلَ عَلَيهِ آياتٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنّمَا الْآياتُ عِنْدَ اللهِ وَ إِنّما أَنَا نَذيرٌ مُبِينٌ)[2] (اور انہوں نے کہا: کیوں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں نازل نھیں کی گئیں؟ کہہ دو: نشانیاں تو صرف اللہ کے اختیار میں ہیں، اور میں تو صرف ایک کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں.)

دوسرا: وہ آیات جو بیان کرتے ہیں ان معجزات کے ذریعے ایمان لانا جو کہ قاہر اور تاویل نہ ہونے کی صورت میں ہیں اور غیب کا کوئی امکان نہیں چھوڑتا، قابل قبول نہیں ہے۔(هَلْ ينْظُرُونَ إِلاّ أَنْ تَأْتِيهُمُ الْمَلائِكةُ أَوْ يأْتِي رَبُّك أَوْ يأْتِي بَعْضُ آياتِ رَبِّك يوْمَ يأْتِي بَعْضُ آياتِ رَبِّك لا ينْفَعُ نَفْساً إِيمانُها لَمْ تكنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كسَبَتْ فِي إِيمانِها خَيراً قُلِ انْتَظِرُوا إِنّا مُنْتَظِرُون)[3] (کیا وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمہارا رب آئے یا تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئیں؟ جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی، اس دن کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔ کہہ دو: انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں.)

یہ آیت واضح ہے:(يأْتِي رَبُّك أَوْ يأْتِي بَعْضُ آياتِ رَبِّك يوْمَ يأْتِي بَعْضُ آياتِ رَبِّك لا ينْفَعُ نَفْساً إِيمانُها لَمْ تكنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ)[4]

---

[1] - انعام 109.
[2] - عنکبوت 50.
[3] - انعام 158.
[4] - یونس 90-92.

جب بعض آیات (معجزات) آتی ہیں، اللہ ایمان کو قبول نہیں کرتا ہے؛ اس کے باوجود کہ ہم اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ توبہ آخری سانس تک قبول ہوتی ہے! اس لیے صرف ممکن صورتحال یہ ہے کہ یہ آیات (معجزات) امتحان کو منسوخ کئے ہیں؛ اس طرح کہ انسان کی کیفیت ایک مردہ کی مانند ہے کہ اس دنیا کے امتحان سے خارج ہوچکا ہے، پھر اس سے ایمان اور کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوتا ہے، دوسری عبارت میں وہ خود اپنے امتحان کو مسترد کرتا ہے، یا دیگر عبارت سے، قاہر معجزہ واقع ہونے سے جوابات واضح طور پر اس کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور پھر پوچھے گئے سوالات کے لیے جواب مانگنا کوئی معنا نہیں رکھتا.

(وَ جاوَزْنا بِبَنی إِسْرائیلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُودُهُ بَغْیاً وَ عَدْواً حَتَّی إِذا أَدْرَکَهُ الْغَرَقُ قالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لا إِلهَ إِلاَّ الَّذی آمَنَتْ بِهِ بَنُوا إِسْرائیلَ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمینَ * آلْآنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ کُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدینَ * فَالْیَوْمَ نُنَجِّیکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُونَ لِمَنْ خَلْفَکَ آیَةً وَ إِنَّ کَثیراً مِنَ النَّاسِ عَنْ آیاتِنا لَغافِلُونَ)[1]

(اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کرادیا، پھر فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا تعاقب کیا، یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو کہنے لگا: میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے، اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ (جواب دیا گیا:) اب ایمان لاتا ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ پس آج ہم تیرے جسم کو بچائیں گے تاکہ تُو ان کے لیے نشانی بنے جو تیرے بعد آئیں، اور یقیناً بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں.)

اس آیات کے معنی میں پہلے کچھ مطالب لکھے ہیں؟ کتاب "تفسیر آیہ ای از سورہ یونس" کی رجوع کرسکتے ہیں۔

تیسرا: وہ آیات جو بیان کرتی ہیں کہ اللہ ان افراد کے ایمان کو قبول کرتا ہے جب معجزہ واقع ہونے کے دوران ایمان لاتے ہیں اور ان کا ایمان صحیح ہے: (فَأُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّداً قالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هارُونَ وَ مُوسی ... وَ مَنْ یَأْتِهِ مُؤْمِناً قَدْ عَمِلَ الصَّالِحاتِ فَأُولئِکَ لَهُمُ الدَّرَجاتُ الْعُلی * جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْری مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهارُ خالِدینَ فیها وَ ذلِکَ جَزاءُ مَنْ تَزَکَّی)[2] (تو جادو گر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے: "ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے ... اور جو اس کے پاس ایمان کی حالت میں آئے گا اور نیک اعمال کرے گا، تو ایسے ہی لوگوں کے

---

[1] - یونس 90-92.

[2] - طہ 70-76.

لیے بلند درجات ہیں۔ (وہ) ہمیشہ رہنے والے باغات (جنت عدن) ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہی اس کا بدلہ ہے جو پاکیزہ بنا۔)

ان کا ایمان قبول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ افراد مکمل جواب تک رسائی حاصل نہیں کئے تھے بلکہ صرف بعض جوابات تک رسائی حاصل کئے تھے؛ یعنی اس فرد کی مانند جسے ہدایات اور نشانیاں دیتے ہو کہ امتحان کے سوالات کو جواب دینے میں اسے مدد ملے۔ ایسا شخص اس کے باوجود کہ دوسرا شخص سے نچلی سطح میں ہے جو کوئی مدد کے بغیر جواب دیا ہے لیکن آخر کار، اس کے جواب قبول ہوتا ہے؛ کیونکہ ثابت ہوا کہ اس فرد میں اتنی شناخت اور معرفت موجود ہے کہ —اگرچہ اسے کچھ مدد ملی ہے- اسے جواب تک پہنچنے کی طاقت فراہم کرے۔ دوسری عبارت میں اس فرد کا امتحان مسترد نہیں ہوا اور امتحان کے سوالات کے جوابات ان کے سامنے نہیں رکھے گئے ہیں کہ ان کے جواب کی کوئی ارزش نہ ہو۔ اس ترتیب سے وہ—دوسرا گروہ کی مانند- امتحان سے نہیں نکلے ہیں۔

چوتھا: وہ آیات جو واضح کرتی ہیں کہ معجزات میں ذرا شبہہ اور پوشیدگی موجود ہونی چاہیے:

(وَ لَوْ جَعَلْناهُ مَلَكاً لَجَعَلْناهُ رَجُلاً وَ لَلَبَسْنا عَلَيهِمْ ما يلْبِسُونَ)[1] (اور اگر ہم اسے فرشتوں میں سے چن لیتے، تب بھی ہم اسے ایک مرد کی صورت میں ظاہر کرتے، اور اسی طرح معاملہ ان پر مشتبہ کر دیتے)

بیان کئے گئے مطالب کا خلاصہ:

آیات و معجزات اللہ کے اذن سے آتے ہیں نہ کہ لوگوں کی درخواست سے۔ نتیجے میں لوگوں کے ذریعے معجزہ کی درخواست اور رسول کی جانب سے منع کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ رسول برحق نہیں۔ اس کے علاوہ کچھ معجزات بھی موجود ہیں کہ جب آتے ہیں اور انسان اسے دیکھتا ہے، انسان کا ایمان قبول ہوتا ہے اور کچھ آیات بھی موجود ہیں کہ جب آتے ہیں،، انسان کا ایمان قبول نہیں ہوتا ہے۔ اور —جیسے کہ کہا— اللہ فرماتا ہے: جب کوئی آیت بھیجتا ہوں اس میں شبہہ قرار دیتا ہوں: (وَ لَوْ جَعَلْناهُ مَلَكاً لَجَعَلْناهُ رَجُلاً وَ لَلَبَسْنا عَلَيهِمْ ما يلْبِسُونَ) (اور اگر ہم اسے فرشتوں میں سے چن لیتے، تب بھی ہم اسے ایک مرد کی صورت میں ظاہر کرتے، اور اسی طرح معاملہ ان پر مشتبہ کر دیتے)

---

[1] - انعام 9.

اس لیے اس آیت جس کے ذریعے ایمان قبول ہوتا ہے، وہ آیت ہے جس میں شبہہ اور پوشیدگی موجود ہو؛ وہ آیت جس میں غیب پر ایمان کے لیے کوئی امکان چھوڑا ہو۔ اما اس آیت جس کے ذریعے ایمان قبول نہیں ہوتا وہ آیت ہے جس میں کوئی شبہہ موجود نہیں اور کسی کو فرصت نہیں جس کا طعنہ لگائے۔ یہ نکتہ موسی کی کہانی میں بھی موجود ہے؛ جب عصا سانپ سے بدل گیا، فرعون عصا کے معجزہ میں طعنہ اور شک و تردید کر سکا: (قالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ)[1] (فرعون نے کہا: "کیا تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمھیں اجازت دوں؟ بے شک وہ تمہارا بڑا (استاد) ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے!") اور (فَلَمَّا جاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنا قالُوا لَوْ لا أُوتِيَ مِثْلَ ما أُوتِيَ مُوسى أَ وَ لَمْ يَكْفُرُوا بِما أُوتِيَ مُوسى مِنْ قَبْلُ قالُوا سِحْرانِ تَظاهَرا وَ قالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كافِرُونَ)[2]

(پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آگیا تو انھوں نے کہا: "کیوں اسے وہ نہیں دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ کیا یہ لوگ اس سے پہلے اُس چیز کے منکر نہیں تھے جو موسیٰ کو دی گئی تھی؟ اور انہوں نے کہا: یہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، "اور کہا: ہم سب کا انکار کرتے ہیں.)

لیکن دریا کے دو حصے ہونے والے معجزے میں شک و تردید کرنے میں ناتواں ہوا، خاضع ہوا، تصدیق کیا اور کہا: ایمان لایا: (وَ جاوَزْنا بِبَنِي إِسْرائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُودُهُ بَغْياً وَ عَدْواً حَتَّى إِذا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لا إِلهَ إِلاَّ الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُوا إِسْرائِيلَ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ)

(اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے گزار دیا، پس فرعون اور اس کے لشکروں نے انہیں ظلم اور سرکشی کی راہ سے پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب ڈوبنے کی مصیبت نے اسے آ گھیرا، تو کہنے لگا: میں ایمان لے آیا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے، اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں.)؛ لیکن اس کا ایمان قبول نہیں ہوا؛ کیونکہ یہ ایمان، اس قاہر معجزے پہ ایمان تھا جس میں کوئی شبہہ موجود نہیں تھا اور اس میں کوئی شک و تردید کا راستہ نہیں تھا: (آلْآنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ * فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ

---

[1] - طہ 71.
[2] - قصص 48.

خَلْفَک آیةً وَ إِنّ کثیراً منَ النّاسِ عَنْ آیاتنا لَغافِلُونَ) (کیا اب (ایمان لاتا ہے)؟! جبکہ تو اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا! *آج ہم تیرے جسم کو محفوظ رکھیں گے تاکہ تو ان لوگوں کے لیے نشانی بن جائے جو تیرے بعد آئیں، حالانکہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں.)

حتی اس آیات کی سطح میں مخالفین کی جانب سے اللہ کے رسول محمد (ص) سے معجزے کی درخواست کو بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالی کے اس کلام کی مانند (وَ قالُوا لَوْ لا أُنْزِلَ عَلَیهِ آیاتٌ مِنْ رَبِّه قُلْ إِنّمَا الآیاتُ عِنْدَ اللهِ وَ إِنّما أَنَا نَذیرٌ مُبینٌ)[1]

(اور انہوں نے کہا: "اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوتی؟" کہہ دو: "نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں، اور میں تو محض کھلا ڈرانے والا ہوں.) ظاہر میں اس معجزات کے ساتھ تعارض میں ہے جو تاریخی اسناد میں ان سے نقل ہوا ہے۔ یہ امکان موجود ہے کہ بعض افراد اس آیت سے ایسے سمجھیں کہ انھوں نے معجزہ نہیں لائے ہیں اور اسی دلیل سے وہ لوگ ان سے معجزہ کی درخواست کرتے ہیں اور انھوں نے ایسا استدلال فرماتے ہیں کہ معجزہ اللہ کے پاس ہے۔ در حقیقت یہ موضوع ان لوگوں کی نقطہ نظر سے جو کہ اسلام اور رسول اللہ (ص) کی نبوت کی سچائی پر اشکال وارد کرتے ہیں، ایک واضح تعارض محسوب ہوتا ہے اور کم از کم ایک واضح تعارض قرآنی متن اور اس نقل ہوئے مطالب کے درمیان جو محمد (ص) کے لیے معجزات واقع ہونے کے ادعا کے بارے میں ہے، محسوب ہوتا ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی تعارض موجود نہیں؛ کیونکہ معجزات عام قانون اور غیب پر ایمان لانے کی الہی سنت کے ڈھانچہ میں واقع ہوتے ہیں؛ یعنی وہ ایمان قبول ہوتا ہے جو غیب پہ ہو۔

نتیجتا وہ معجزات جسے انبیاء - منجملہ حضرت محمد (ص) – ان مخالفین کے لیے لاتے ہیں جنھیں ایمان کی دعوت دیتے ہیں قاھر اور ناقابل تاویل معجزات نہیں ہیں؛ جبکہ انکار کرنے والے، قاھر معجزات کی درخواست کرتے ہیں جس میں کوئی شبہہ موجود نہیں!

---

[1] - عنکبوت 50.

اگر معجزہ قاھر ہو اور غیب کے امکان باقی نہ رہے، اس کے ذریعے ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اسی دلیل سے قاھر معجزہ اس لیے نہیں آتا ہے کہ دشمن اس کے ذریعے ایمان لائے؛ بلکہ قاھر معجزہ درج ذیل امور کے لیے واقع ہوتا ہے:

1- مومنین کے لیے. اس صورتحال میں معجزہ کا مقصد یہ نہیں کہ وہ غیب پہ ایمان لائے؛ کیونکہ اس کے واقع ہونے سے پہلے وہ ایمان لا چکے ہیں؛ بلکہ یہ معجزہ ان کے یقین میں اضافہ کرے گا اور ان کے لئے ایک حجت بنے گا جن کے لیے نقل کیا جائے گا.

2- ان افراد کے لیے جو ایمان اور حق کا اقرار کرنے کے قریب ہیں؛ نتیجتا غیب کے امکان کو ان کے ایمان میں ختم نہیں کیا ہے؛ کیونکہ وہ نسبی طور پر دعوت الہی کی تصدیق کو ترجیح دینے کے مقام تک پہنچ چکے ہیں اور ایک حد تک دعوت الہی پر مومن ہیں، اگرچہ ابھی انھوں نے اپنے ایمان کو آشکار نہیں کیا.

3- ان کافروں کے لیے جو معجزے سے عذاب پاتے ہیں؛ مثلا طوفان نوح (ع) کا معجزہ اور موسی (ع) کے لیے دریا کے شق ہونے کا معجزہ.

عام طور پر اگر معجزہ سب کے لیے یا انکار کرنے والوں کے لیے جو ایمان لانے کے مقصد سے معجزہ طلب کرتے ہیں، واقع ہو جائے، اس معجزہ میں غیب کا امکان باقی اور اس میں شبہہ موجود ہونا چاہیئے۔ اسی دلیل سے کافر جو کچھ محمد (ص) کی دعوت کے ساتھ تھا اسے معجزہ محسوب نہیں کرتے تھے؛ کیونکہ وہ مومنین کے ذریعے محمد (ص) سے نقل ہوئے معجزات کو ــ جو مومنین کے لیے واقع ہوتے تھے ــ جھوٹا سمجھتے تھے اور وہ (معجزات) جو خود کے لیے یا اپنے ہم خیال دیگر افراد کے لیے واقع ہوتے، صرف سحر و جادو یا اوھام محسوب کرتے تھے:

(وَ لَوْ فَتَحْنا عَلَيهِمْ باباًمِنَ السَّماءِ فَظَلُّوا فيهِ يعْرُجُونَ * لَقالُوا إِنَّما سُكرَتْ أَبْصارُنا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ)[1] (اور اگر ہم ان کے لیے آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیتے، جس سے وہ لگاتار چڑھتے رہتے، * تب بھی وہ ضرور کہتے: ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا ہے، بلکہ ہم تو ایک جادو زدہ قوم ہیں.) یا اس معجزات کو محض روزمرہ قدرتی واقعات کے لیے تاویلات اور غلط فہمیاں سمجھتے ہیں؛ مثلا جب اللہ کسی کو براہ راست ایک گھوڑے کے ذریعے جو اسے آگ کی طرف کھینچتے ہوئے ہلاک کرتا، یا اس پر پتھر گرجاتا اور محمد (ص) کی بے حرمتی کی وجہ

---

[1] - حجر 14-15.

سے اسے مار ڈالتا، تو وہ لوگ اسے قدرتی حادثہ سمجھتے اور کہتے موت جاری ہے اور ہر دن واقع ہوتی ہے۔ جب مسجد رسول اللہ (ص) کے ستون سے رونے کی آواز سننے کی خبر مؤمنین کے ذریعے مخالفین تک پہنچی، انھوں نے اسے بھی جھوٹ محسوب کیا اور کہنے لگے مؤمنین ان جھوٹوں کے ذریعے محمد (ص) کے لیے بازار گرم کر رہے ہیں۔

اور اس طرح غیر قاھر معجزات قبول نہ ہونے کا عمل ـ جس سے غیب کا کوئی امکان باقی رہتا ہے - جاری رہا، اور یہ ان کی بات ہے (وَ قَالُوا لَوْ لَا أُنْزِلَ عَلَيهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الآيَاتُ عِنْدَ اللهِ وَ إِنَّما أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ)[1] (اور وہ کہتے ہیں: "کیوں اس کے رب کی طرف سے اس پر نشانیاں نازل نہیں کی گئیں؟" کہہ دو: نشانیاں تو بس اللہ کے پاس ہیں، اور میں تو صرف کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں)؛ یعنی ان کو روشن قاھر آیات چاہیئے جس میں کوئی شبہہ نہ ہو اور غیب پہ ایمان کے کوئی امکان نہ چھوڑے۔ یہ ان کی درخواست کا خلاصہ ہے؛ وہ درخواست جو آج تک جاری ہے، جبکہ عقل اور دینی نص اور الٰہی سنت کے مخالف ہے؛ اس سے پہلے ایسا ہوا نہیں اور بعد میں بھی ایسا نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس کا مطلب، بعض مخلوقات کا امتحان منسوخ کرنا ہے جو کہ امتحان کی دنیا میں داخل ہوئے ہیں؛ اور ایسی بے عقلی، حکیم مطلق سے صادر نہیں ہوسکتی! کس طرح لوگ امتحان میں داخل ہوجائیں اور پھر صرف بعض کے امتحان منسوخ ہوجائیں، بغیر کوئی دلیل کے انہیں فوقیت دینے میں اور اس کے بغیر کہ جس کا امتحان منسوخ ہوا ہے اور جس کا امتحان مکمل طور پر انجام پایا ہے ان کے درمیان کوئی فرق موجود ہو؟!

اور کیسے جس کا امتحان منسوخ ہوا ہے، جنت میں داخل ہوجائے جبکہ اگر امتحان دینے والا فرد، امتحان میں شکست سے دوچار ہوجائے تو آگ میں داخل ہوجائے؟ اللہ کی نسبت اس کذب و بھتان باندھنے والی بات میں، اللہ سبحان و تعالی کی عدالت کا کیا مقام ہے؟!

قرآن و عقل سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ معجزے کا موضوع حدود اور ضابطہ رکھتا ہے اور جس طرح بے عمل علماء تصور کرتے ہیں اس طرح کا بے مقصد اور کھیل نہیں؛ علی الخصوص یہ کہ وہ ہر دور میں انبیاء اور اوصیاء کے سامنے ہوتے ہیں۔

جیسے کہ واضح ہوا، معجزہ، رسول کی مرضی یا مکلفین کی چاہت سے نہیں آئے گا؛ بلکہ اللہ کا حکم ہے جو جب بھی چاہے اور جس جگہ چاہے اسے جاری کرے گا۔ اگر مادی معجزہ واقع ہوجائے، تو لازم ہے کہ غیب کے امکان کو مکمل

---

[1] - عنکبوت 50.

طور پر ختم نہ کردے؛ کیونکہ الٰہی قانون اور الٰہی سنت وہی غیب پہ ایمان ہے۔ جبکہ تاسف کے ساتھ اکثر لوگ مختلف ادوار میں، ایسے معجزہ درخواست کرتے ہیں جن کو ایمان لانے پر مجبور کرے اور کوئی بھی امکان تاویل یا شک وتردید کرنے پہ باقی نہ رکھے۔ نتیجتا وہ محض مادی ایمان کی درخواست کرتے ہیں جس میں غیب کے کوئی بھی امکان موجود نہیں۔ ایسا ایمان قابل قبول نہیں۔ نتیجتا ان کی درخواست جاہلانہ ہے جسے اللہ ان کے لیے انجام نہیں دیتا؛ کیونکہ وہ حکیم مطلق ہے اور جاہلوں کے ساتھ ان کے جہل میں ساتھ نہیں دیتا۔۔۔۔

خلاصہ:

مادی معجزہ جس کا امکان اللہ کی طرف سے موجود ہے اور اللہ اس فرد کے ایمان کو قبول کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان لایا ہے؛ غیر قاھر (تاویل ہونے والا) مادی معجزہ ہے؛ مثلا موسی (ع) کے عصا کا سانپ میں بدل جانا۔[1] کچھ امور مثلا رسول خدا (ص) کے لیے ستون کے رونے کی آواز کچھ مومنین کو سنائی دینا اور محمد رسول اللہ (ص) کے ذریعے بہت سارے لوگوں کو کم کھانے کے ساتھ اطعام کرنا، امام حسین (ع) کی دعا کے ذریعے کربلا میں کچھ افراد کی موت واقع ہونا، حسین (ع) کی مظلومیت کی فتح بعض بیماریوں کی شفا اور انبیاء اور اوصیا کے دیگر معجزات، یہ معجزات جن افراد کے سامنے واقع ہوئے اکثر کے لیے کچھ شبہہ کے حامل تھے؛ کیونکہ وہ ان معجزات میں سو فیصد تمیز کر نہیں سکتے؛ یہ کہ صورتحال ویسی ہو جیسا کہ فرعون نے کہا: (سِحْرَانِ تَظَاهَرَا) (دو جادوگر جو ایک دوسرے کے حمایتی ہیں.) یا کہ کہا جائے جو موسی لائے، معجزہ ہے اور جو ساحر لائے صرف سحر

---

[1] - یہ معجزہ اس معجزے کے برعکس ہے جس میں موسی (ع) کے لیے دریا کا شق ہونا؛ کیونکہ یہ قاھر اور نا قابل تاویل معجزہ ہے اور اس فرد کا ایمان قبول نہیں ہوتا جو اس معجزے کے سبب ایمان لائے؛ جیسے کے اللہ نے اس معجزے کی وجہ سے فرعون کے ایمان کو قبول نہیں کیا: (وَ جاوَزْنا بِبَنی إِسْرائیلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُودُهُ بَغْیاً وَ عَدْواً حَتّى إِذا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لا إِلهَ إِلاَّ الَّذی آمَنَتْ بِهِ بَنُوا إِسْرائیلَ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمینَ * آلْآنَ وَ قَدْ عَصَیتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدینَ * فَالْیوْمَ نُنَجِّیكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آیةً وَ إِنَّ كَثیراً مِنَ النّاسِ عَنْ آیاتِنا لَغافِلُونَ) (اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کرادیا، پھر فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم و سرکشی کے ساتھ ان کا تعاقب کیا، یہاں تک کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو کہنے لگا: "میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" ** (کہا گیا:) ** "کیا اب (ایمان لاتا ہے)؟! حالانکہ تو اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا! *آج ہم تیرے جسم کو محفوظ رکھیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والوں کے لیے نشانی بن جائے، اور بے شک لوگوں میں سے اکثر ہماری نشانیوں سے غافل ہیں".)

وجادو تھا؛[1] اور اس کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ –جو قابل تاویل ہو- خود بخود اصلی دلیل محسوب نہیں ہوتا ہے اور صرف تایید کرنے والا اور دلیل ہے جس سے نص کی تایید ہوتی ہے۔

اماوہ افراد جو اس معجزے کو خود بخود دلیل سمجھتے ہیں جو کہ قاھر نہیں، اس سے جو سب سے اعلی چیز استدلال کرتے ہیں یہ ہے کہ اگر معجزہ اس فرد کہ ذریعے انجام پائے جو کہ باطل کا مدعی ہو، تو لازمی طور پر لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے اور یہ حکیم مطلق سے صادر نہیں ہوتا۔ اما یہ لوگ متوجہ نہیں کہ نکتہ یہی ہے کہ اثبات ہو جائے جو کچھ انجام پایا ان لوگوں کے لیے جن کے سامنے رونما ہوا معجزہ تھا [یا نہیں]۔ اس موضوع میں تردید کی گنجائش ہے اور جیسے کہ قرآن نے تصریح فرمائی ہے، اس میں شبہہ اور پوشیدگی موجود ہے۔[2] جیسے کہ میں نے بیان کیا اور جیسے کہ غیر مؤمنین کے لیے انبیاء کے تمام معجزوں میں اور اس معجزے میں بھی جو زیر بحث موضوع ہے۔ یعنی موسی (ع) کا عصا- یہ مطلب واضح ہے۔

اس لیے اللہ کے دین میں معجزات کا مقام یہ ہے کہ تایید کرنے والے ہیں اور خود بخود ایک مستقل دلیل نہیں اور دوسرے دلائل کے ساتھ ہمکنار ہونے سے معنا حاصل کر لیتے ہیں؛ یعنی اگر معجزہ اس دلیل کے ساتھ آ جائے جو خود بخود دلیل ہے، تو ضرورت سے بھی زیادہ ہوگا اور اللہ کے دین میں اس کا مقام یقین کی افزودگی اور لوگوں

---

1 - یعنی کیسے ساحروں کے عصا اور موسی (ع) کے عصا کو دیکھنے والا فرد فرق کر سکتا ہے اور حکم کر سکتا ہے کہ جو ساحروں نے انجام دیا سحر ہے اور جو موسی نے انجام دیا، معجزہ ہے؟ یہی مسئلہ موسی (ع) کے عصا یا موسی (ع) کے سانپ کے ذریعے ان کے سانپوں کو نگلنے کے دوران واقع ہوا کہ فرعون نے آسانی سے جواب دیا: «سِحْرَانِ تَظَاهَرَا: دو جادو گر کہ پشتیبان یکدیگرند» اور موسی (ع) ایک عظیم ساحر ہے اور اسی وجہ سے اس کا سحر، ساحروں کے سحر پر فوقیت رکھتا ہے (کبیر کم: وہ تمہارا بزرگ ہے): (فَلَمّا جاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلاَ أُوتِي مِثْلَ مَا أُوتِي مُوسَى أَوَلَمْ يكْفُرُوا بِمَا أُوتِي مُوسَى مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنّا بِكُلٍّ كَافِرُون) (پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے: "انہیں کیوں وہی (معجزے) نہ دیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا کیا؟ کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا تھا؟! کہنے لگے: "یہ دو جادو (تورات اور قرآن) ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔" اور کہنے لگے: "ہم سب کا انکار کرتے ہیں.") (قصص 48) (قالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنّهُ لَكَبِيرُكُمُ الّذِى عَلّمَكُمُ السِّحْرَ...) (فرعون نے کہا: "کیا تم اس سے پہلے ہی ایمان لے آئے، جبکہ میں نے تمہیں اجازت نہیں دی؟ بے شک وہی تمہارا بڑا (استاد) ہے جس نے تمہیں جادو گری سکھائی ہے...) (طہ 71 اور شعراء 49)

2 - (وَ لَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكاً لَجَعَلْنَاهُ رَجُلاً وَ لَلَبَسْنا عَلَيهِمْ مَا يَلْبِسُونَ) (اور اگر ہم اسے فرشتوں میں سے چنتے، تب بھی ہم اسے ایک مرد کی صورت میں بھیجتے اور اسی طرح ان پر معاملہ مشتبہ کر دیتے.) (انعام، 9)

کو زمین میں اللہ کے خلیفہ پہ ایمان لانے پر حوصلہ افزائی کرنا ہے؛ وہ خلیفہ جو کہ "نص" کی دلیل کے ساتھ آیا ہے۔

اس بات کا معنی یہ بھی ہے کہ امام مہدی -جو کہ ہزار سال پہلے سے غائب ہیں- کی شناخت کا راستہ ان کے لیے جن کی دلیل آنخضرت پر یہ ہے کہ وہ معجزہ کے ساتھ آئیں گے، بند ہے۔

معجزے کے بارے میں بعض آراء کی چھان بین

حلی کہتا ہے:

"تیسرا: امام کو چاہیے منصوص علیہ ہو (ان پر وصیت ہونا چاہیے)؛ کیونکہ عصمت باطنی امور سے ہے کہ صرف اس پر اللہ تعالی علم رکھتا ہے؛ اس لیے اس کی جانب سے نص صادر ہونا چاہیے جو اس کی عصمت سے واقف ہے یا اس کے ذریعے معجزے کا ظہور جس کی سچائی کا گواہ ہو۔"[1]

مقداد سیوری، حلی کے کلام پر حاشیہ میں لکھتا ہے:

"میں کہتا ہوں: یہ امام کے تعیین کرنے کے طریقے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ کہ تنصیص (نص کی وجود) اللہ، رسول خدا اور پچھلے امام کی جانب سے نص، امام (ع) کے تعیین کرنے میں ایک مستقل دلیل ہے۔ اجماع، حاصل ہوا ہے اور اختلاف کی بات صرف یہ ہے کہ کیا امام نص کے علاوہ کسی چیز کے ذریعے تعیین ہوتا ہے یا نہیں۔ ہمارے امامیہ کے اصحاب نے ہمیں اس سے منع کیا ہے اور کہا ہے: نص کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں؛ کیونکہ ہم نے بیان کیا کہ عصمت، امامت میں شرط ہے اور عصمت ایک باطنی مسئلہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی اس سے باخبر نہیں۔ نتیجتا جس شخص میں موجود ہو اس کے بارے میں پتا نہیں چلتا، مگر غیب جاننے والے کی طرف سے اور یہ دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے: پہلا: اس کا اعلان معصوم کے ذریعے -مثلا حضور (ع) کہ ہمیں امام کی عصمت سے آگاہ اور انہیں تعیین کرتا ہے۔ دوسرا: ان کے ذریعے معجزہ واقع ہونا کہ ادعاے امامت میں، ان کی سچائی پر دلالت کرتا ہے۔"[2]

پیش کیے گئے مطالب میں بیان ہوا کہ نص –براہ راست یا واسطے کے ذریعے –پچھلے حجت کی جانب سے زمین پر اللہ کے خلیفہ تعیین کرنے کی دلیل ہے؛ اما معجزہ تایید کرنے والا ہے۔ اما معجزہ تایید کرنے والا ہے۔ اما معجزے

---

[1] - باب یازدہم، علامہ حلی.

[2] - تعلیق بر باب یازدہم - مقداد سیوری: ص 100 – 101.

کے بارے میں، حلی اور سیبوری کے کلام کا کوئی مقام نہیں، مگر اس بات پر مبنی ہو کہ معجزہ واقع ہوتے وقت، ایسا ظاہر ہو جائے کہ جس میں کوئی شبہہ اور ابہام نہ ہو کہ ان افراد کے لیے جن کے سامنے واقع ہوتا ہے "معجزہ" محسوب ہو جائے، اور یہ وہ چیز ہے جو حقیقت میں واقع نہیں ہوتی ہے؛ یعنی ایسے معجزات واقع ہو جائے جس کے ذریعے، اس فرد کے ایمان قبول ہو جائے جس کے سامنے معجزہ واقع ہوا ہے؛ کیونکہ معجزہ شبہہ کے ساتھ ہونا چاہیے اور اس میں پوشیدگی ہونا چاہیے کہ غیب پر ایمان کا امکان مسترد نہ ہو جائے: (وَ لَوْ جَعَلْناهُ مَلَكاً لَجَعَلْناهُ رَجُلاً وَ لَلَبَسْنا عَلَيهِمْ ما يلْبِسُونَ)[1] (اور اگر ہم اسے فرشتوں میں سے چنتے، تب بھی ہم اسے ایک مرد کی صورت میں بھیجتے اور اسی طرح ان پر معاملہ مشتبہ کر دیتے۔) اس لیے عمل میں ذکر کیا گیا اس عقلی قائدہ کا انجام واقع نہیں ہوتا ہے، مگر قاھر اور تاویل نہ ہونے والے معجزے کے بارے میں کہ جب لوگوں کے لیے واقع ہو جائے؛ کیونکہ ایسے معجزے میں شبہہ اور ابہام کا کوئی امکان نہیں بچتا ہے اور جیسے کہ بیان کیا، یہ بات، بحث کا موضوع نہیں اور کسی بھی طرح ایمان کے مبحث میں موضوع نہیں بنتا ہے اور جیسا کہ پہلے اس بات کو عقلی اور نقلی طور پر تجزیہ کرتے ہیں، اس فرد کا ایمان قبول نہیں جو اس کے ذریعہ ایمان لایا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ فقہا کو جس مشکل کا سامنے کرنا پڑا ہے اور سبب بنا ہے کہ وہ غلطی سے دوچار ہو جائے یہ ہے کہ وہ قاھر معجزہ کہ اگر کوئی اس کی وجہ سے ایمان لائے، اس کا ایمان قبول نہیں ہوتا- مثلا فرعون کے لیے موسی (ع) کے ذریعے وہ معجزہ کہ دریا کو دو حصوں میں شق کیا- اور غیر قاھر معجزہ کہ اگر کوئی اس کی وجہ سے ایمان لائے، اس کا ایمان قبول ہے، کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے ہیں، جس طرح ساحروں کے لیے موسی (ع) کے عصا کو سانپ میں بدلتے وقت واقع ہوا اور وہ سانپ ان کے عصاوں کو کہ لوگ اسے متحرک سانپ کی صورت میں دیکھ رہے تھے، نگل لیا- اس مثال میں معجزہ – کہ ہمارے بحث کا موضوع ہے – شک انگیز ہے اور اس میں شبہہ اور پوشیدگی ہے اور یہ معجزہ ان افراد کے لیے جن کے سامنے واقع ہوتا ہے، سو فیصد واضح آشکار معجزہ محسوب نہیں ہوتا ہے۔

---

[1] - انعام: 9.

دوسرا مبحث کے سوالات:

س1: معجزہ قاھر سے کیا مراد ہے؟

س2: قاھر معجزہ امتحان کے منافی ہے۔اس بات پر روشنی ڈالیں۔

س3: کیوں ضروری ہے کہ معجزہ میں شبہہ اور ابہام موجود ہوں؟

س4: معجزہ رسول اور مکلفین کی مرضی سے واقع نہیں ہوتا ہے؛ کیوں؟

س5: قاھر اور غیر قاھر معجزے کے درمیان تفریق نہ کرنے میں، فقہا غلطی سے دوچار ہوگئے ہیں۔اس بات کو تشریح کیجئے۔

تیسرا مبحث: [1] اللہ کا خلیفہ اور معجزاتی صفات [2]

بعض افراد اعتقاد رکھتے ہیں کہ منجملہ معصوم کی صفات یہ ہے کہ سایہ نہیں رکھتے ہیں اور اگر پتھر پر چلیں تو پتھر پر ان کا نقش قدم رہ جاتا ہے اور ان کے قدموں کا نشان سست زمین پر نہیں بنتے ہیں اور درندہ جانور معصوم کا گوشت نہیں کھاتے ہیں اور ان پر حملہ آور نہیں ہوتے ہیں اور... اسی طرح.

حقیقت یہ ہے کہ یہ عقیدہ باطل ہے اور ہر فرد جو اعتقاد رکھتا ہے کہ معصوم ایک ہمیشہ اور دائمی خصوصیت کے طور پر معجزہ رکھتا ہے، عقیدتی لحاظ سے منحرف ہے اور اس کی کیفیت کچھ یوں ہے:

پہلا: یہ فرد قرآن کے مخالف ہے کہ (قرآن نے) محمد (ص) کو جو کہ برترین خلیفہ ہے، بشر اور بشری جسمانی صفات کا حامل سمجھتا ہے اور ذکر کرتا ہے کہ ان کا امتیاز روحی اور ان کی اخلاص کے نتیجہ میں تھا اور یہ جسمانی امتیاز نہیں۔

---

[1] - اس مبحث کے مکمل مطالب کتاب عقائد الاسلام، تحریر سید احمد الحسن (ع) سے ماخوذ ہے.

[2] - معجزاتی صفات سے مراد، وہ صفات ہے جس سے خلیفہ اللہ اپنی زندگی کے دوران پہچانا جاتا ہے اور ان سے الگ نہیں ہوتا ہے۔ یہ اس معجزات کے علاوہ ہے جو کہ ایک معین دور میں خلفاے الہی کے کسی خلیفہ کے لیے حاصل ہوتا ہے اور دیگر خلیفہ یا دیگر دور میں حاصل نہیں ہوتا ہے؛ اس لیے مثال کے طور پر اگر روایت موجود ہو جس میں خلیفہ اللہ کو روڈ میں بغیر سایہ کا دیکھا ہو ـ صحیح ہونے کی فرض سے- اس میں کوئی اشکال نہیں؛ کیونکہ یہ ایک معجزہ تھا ان کے لیے جو اسے دیکھا ہے کہ ایمان لائیں یا ان کے ایمان مضبوط ہو جائے اور اسے دوسروں کے لیے نقل کرے اور ان کے لیے بھی مفید ہو۔ اما اگر خلیفہ اللہ سے کوئی روایت نقل ہو جائے کہ خلفاے الہی کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ سایہ نہیں رکھتے ہیں، تو یہ روایت باطل ہے اور جیسے کہ بیان کر چکا ہوں، اس پر اعتقاد رکھنے والے عقیدہ میں انحراف سے دوچار ہیں۔ دیگر مثال: اگر کوئی نقل کرے کہ اللہ کے خلیفہ کو دیکھا ہے کہ درندہ جانوروں نے ان پر حملہ نہیں کیا اور ان کو سجدہ کیا اور ان کے سامنے نرمی دکھائی ـ اس کلام کی صحت کی صورت میں- اس میں کوئی اشکال نہیں؛ کیونکہ یہ ایک معجزہ ہو سکتا ہے جو واقع ہوا ہے۔ اما اگر کوئی کہہ دے کہ خلیفہ اللہ کی دائمی خصوصیت یہ ہے کہ درندہ جانور انہیں نہیں کھاتے، یہ ایک باطل کلام ہے اور اس پر اعتقاد رکھنے والے عقیدتی انحراف رکھتے ہیں اور ان کے عقیدہ کی انحراف کا سب سے کم میزان یہ ہے کہ وہ امام حسین (ع) کی نسبت کافر ہوئے ہیں؛ کیونکہ روایت ہوئی ہے کہ گھوڑوں نے آنخضرت کے سینہ کو پامال کئے ہیں اور درندے جانوروں نے ان کے بدن مبارک سے گوشت کھایا۔ پھر اس منحرف افراد کے عقیدے کے مطابق، حسین (ع) امام نہیں تھے اور یہ لوگ ان افراد کو جو کہ امام حسین (ع) پر اعتقاد نہیں رکھتے ہیں بہانہ دیا ہے کہ آنخضرت کی امامت پر کافر ہو جائیں.

اللہ تعالی فرماتا ہے:(قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يوحَى إِلَى أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ واحِدٌ فَمَنْ كانَ يرجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يشْرِك بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا)[1] (کہو: میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے.) ویسے ہی اللہ تعالی کا ارشاد ہے:(قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يوحَى إِلَى أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ واحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيلٌ لِلْمُشْرِكِينَ)[2] (کہو: میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں، سوائے اس کے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، پس اس کی طرف دوڑو اور اس سے بخشش مانگو، اور وائے ہو مشرکوں پر.)

دوسرا: اس فرد نے اللہ کو عدل کے خلاف عمل کرنے پر قابل اتہام ٹھہرایا ہے۔ اس فرد کی نظر میں، اللہ مخلوقات میں سے بعض کو امتحان سے پہلے اور ان کے بعض کی فضیلت کو دوسروں کے لیے آشکار ہونے سے پہلے۔ عمل میں ۔ارجحیت دیا ہے۔

تیسرا: اللہ کی حکمت کے خلاف عمل کرنے پر قابل اتہام ٹھہرایا ہے؛ کیونکہ اس فرد کی نظر میں خلفائے الہی، اس کے علاوہ کہ معجزاتی صفات رکھتے ہیں، اللہ انہیں اور معجزات بھی دیا ہے؛ جبکہ ان معجزات واقع ہونے کا اعجاز، اس معجزاتی صفات سے کم تر ہے۔ مثلا پتھر پر موسی کے قدم کی نشان بنا، کہ اس فاسد عقائد کے تحت، موسی کی خصوصیت ہے، عصا کو سانپ پہ بدلنے والا معجزہ سے زیادہ عظیم ہے، کہ موسی نے اسے انجام دیا۔ ان جاہلوں کے ادعا کے مطابق، جب موسی فرعون کے قصر میں داخل ہوا، تو فرعون کے قصر کے زمین کو نابود کرنا چاہیے تھا؛ کیونکہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ منجملہ خلیفہ اللہ کی خصوصیت، پتھر پر ان کے قدموں کے نشان بنانا ہے۔ ویسے ممکن نہیں کہ کوئی اس کے بارے میں کہے کہ سحر ہے؛ پھر یہ سب کے باوجود، موسی کو سانپ میں بدلنے والا عصا کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ فرعون اس کے بارے میں کہتا ہے کہ سحر ہے۔

---

[1] - کہف: 110.

[2] - فصلت: 6.

چوتھا: اس منحرف عقائد کے مطابق، مثلا یہ عقیدہ کہ وحشی حیوانات، معصوم یا امام کو نہیں کھاتے اور ان پر حملہ آور نہیں ہوتے ہیں، یہ لوگ قاتلان حسین (ع) کو آنحضرت کی قتل کی اجازت دیتے ہیں اور ان افراد کو حجت اور دلیل پیش کرتے ہیں جنھوں نے حسین (ع) پر ایمان نہیں رکھتے ہیں؛ کیونکہ ان کی عقیدہ کے مطابق، ان کے لیے ثابت ہوتا ہے کہ حسین (ع) امام نہیں؛ کیونکہ گھوڑے جو کہ پالتو جانور ہیں، آنحضرت کے سینہ کو پامال کردیئے تھے۔ اگر وحشی حیوانات، برحق امام یا خلیفہ اللہ کو اذیت نہیں دیتے ہیں، تو زیادہ شائستہ ہے کہ پالتو گھوڑے بھی ان کے سینہ کو پامال نہ کرے۔ یہ لوگ اس طرح اپنی باطل عقیدہ سے ان افراد کو حجت و دلیل پیش کرتے ہیں جنھوں نے آل محمد (ع) پر ایمان نہیں رکھتے ہیں کہ ائمہ (ع) کی امامت پر طعنہ مارے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو روایت ہوئی ہے بالکل اس عقیدہ کے بالعکس ہے، روایت ہوا ہے کہ وحشی حیوانات کو حسین (ع) کے جسد پر (حملہ آور ہونے کی) جرات ملی؛ جیسے کہ لوگوں کو جرات ملی اور جیسے کہ گھوڑوں کو جرات ملی۔ روایت ہوئی ہے کہ جب حسین (ع) نے چاہا کہ عراق کی طرف خروج کریں، تقریر کے لیے اٹھے اور فرمایا: «حمد و ثنا صرف اللہ کے لیے ہے۔ جو اللہ چاہے اور کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی جانب سے [اور سلام و درود ان کے رسول پر] موت کا طوق بنی آدم کی گردن پر، ہار کی مانند ہے جوان لڑکیوں کی گردن پر اور میں یوسف پہ یعقوب کے اشتیاق کی طرح، اپنے گزرے ہوئے لوگ کی دیدار میں مشتاق ہوں! اور میرے لیے شہادت کی جگہ چن لیا گیا ہے جس تک پہنچ جاوں گا۔ شاید نواویس و کربلا کے بیابانوں کے حریص بھیڑیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کو ایک دوسرے سے جدا کرکے، اپنے خالی معدہ اور مشک کو اس سے پر کرتے ہیں۔ اس دن سے کوئی گریز نہیں؛ جو کچھ تقدیر کے قلم سے لکھا ہے اس سے فرار کا کوئی راستہ نہیں۔ ہم اہل بیت، اللہ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہیں اور ان کی بلا پر صابر ہیں؛ اور وہ صابروں کے اجر ہمیں عطا کرے گا۔ رسول اللہ (ص) کے لخت جگر ان سے جدا نہیں ہوں گے۔ وہ کبریائی مقدس مقام میں ان کے گرد جمع ہوں گے، ان کے دیدار سے ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور ان کے حق میں اپنے وعدہ پر وفا کرے گا۔ ہر کوئی جو ہمارے راستہ

میں جو کہ اللہ کا راستہ ہے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی ملاقات کے لیے تیار کرتا ہے، ہمارے ساتھ جنگ کرنے چلیں کہ میں اللہ [تعالی] کی چاہ سے کل جنگ کرنے جاؤں گا.»[1]

علی کی بیٹی زینب (س) نے فرمایا: « ...اے یزید، کیا تم گمان کرتے ہو کہ زمین کے گرد و اطراف اور آسمان کے آفاق کو ہم پر تنگ کر دیئے ہو اور خلاص ہونے کا راستہ ہم پر بند کر چکے ہو کہ ہمیں کنیزوں کی طرح اسارت پہ لیجائے، کیا ہم اللہ کے محضر میں خوار اور تم سرافراز ہوگئے ہو اور مقام و منزلت پائے ہو؟۔۔۔اللہ کی قسم کہ اے دشمن خدا اور اس کا دشمن کا بیٹا! تمہاری قدر و منزلت کو حقیر دیکھ رہی ہوں اور تمہیں اس سے چھوٹا سمجھتی ہوں کہ سرزنش اور توبیخ کروں۔ اما کیا کروں کہ آنکھیں اشک بار اور سینے جلے ہوئے ہیں؛ اور یہ کام نہ ہمارے لیے کافی ہے اور نہ ہمیں بے نیاز کرتا ہے۔ یہ کہ حسین (ع) قتل ہوئے اور شیطان کا گروہ ہمیں جاہلوں کے گروہ کے پاس لیکر جاتا ہے کہ حرمت الہی پامال کرنے کے بدلہ، انہیں اللہ کے اموال مل جائے۔ یہ ہاتھ ہمارے خون سے آلودہ ہے اور یہ منہ ہمارے گوشت کھانے کے لیے مشتاق ہے؛ اور صحرا کے درندے جانوروں نے اس پاک و مطہر اجساد سے اپنے حصہ لے رہے ہیں۔ اگر ہمیں غنیمت سمجھتے ہو، جان لو جس دن اپنے کیفر کردار تک پہنچو گے تو ہمیں کھو دو گے، اور اس وقت (کہ جب جو کچھ پہلے ہی بھیجا جا چکا ہوگا) کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا، تم خود کو نقصان میں پاؤ گے... .»[2]

«...اگرچہ تمہارے ساتھ گفتگو سے میرے مصائب بڑھتے ہیں؛ کیونکہ تمہاری قدر و منزلت کو کم دیکھ رہی ہوں اور تمہیں اس سے کم تر سمجھتی ہوں کہ سرزنش اور توبیخ کروں؟ اما کیا کروں کہ آنکھیں اشک بار اور سینے جلے ہوئے ہیں کیا عجب کی بات ہے اللہ کے شریف گروہ کو شیطان کے آزاد شدہ گروہ کے ہاتھوں قتل ہونا! یہ ہاتھ ہمارے خون سے آلودہ ہیں اور منہ ہمارے گوشت کھانے کا مشتاق ہے؛ اور ان کے پاک و مطہر اجساد پر درندہ جانور گروہ گروہ آتے ہیں اور جاتے ہیں اور بوڑھے کفتاروں (لکڑبکا) اسے زمین پر مارتے ہیں۔ اگر ہمیں غنیمت کے

---

[1] -اللهوف فی قتلی الطفوف، ابن طاووس: ص 38؛ کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، اربلی: ج 2 ص 239؛ بحار الانوار، مجلسی: ج 44 ص 366 و 367 و ص 397؛ مثیر الاحزان، ابن نمای حلی: ص 29؛ نزہۃ الناظر وتنبیہ الخاطر، حلوانی: ص 86؛ العوالم الامام الحسین (ع)، عبداللہ بحرانی: ص 216؛ لواعج الاشجان، محسن امین: ص 70؛ موسوعۃ کلمات امام حسین (ع).

[2] - بلاغات النساء، ابن طیفور: ص 22؛ شرح احقاق حق، مرعشی: ج 33 ص 681.

طور پر سمجھ لیا ہے تو جان لو جس دن میں تم اپنے کیفر کردار تک پہنچو گے ہمیں کھو دو گے اور خود نقصان میں رہو گے ! اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے... .»[1]

پہلے حصہ میں "عسلان الفلوات" کی تعبیر سے مراد وحشی حیوانات اور صحرا کے درندہ جانور ہیں یا علی الخصوص اس میں سے، بھیڑیاں؛ اور "امھات الفراعل" سے مراد، دوسرے حصے میں، کفتار (لکڑبگا) ہے اور اس کلام کا ظاہر واضح ہے۔

« لگتا ہے کہ نواویس اور کربلا کے صحراوں کے حریص بھیڑیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کو ایک دوسرے سے جدا کرکے، اپنے خالی معدہ اور مشک کو اس سے پر کرتے ہیں۔ اس دن سے کوئی گریز نہیں " "ان کے پاک و مطہر اجساد پر درندہ جانور گروہ گروہ آتے ہیں اور جاتے ہیں اور بوڑھے کفتاروں (لکڑبگا) نے اسے زمین پر مارتے ہیں.»

بعض افراد نے کوشش کی کہ اس روایات کو تاویل کرے؛ وہ بھی اتنی ضعیف کہ علمی تنقید کے سامنے بیکار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف ضرورت کے وقت تاویل کی جاتی ہے اور یہاں پر تاویل کی ضرورت نہیں۔ عقلی یا نقلی قطعی الصدور اور قطعی الدلالہ دلیل موجود نہیں کہ اس عقیدہ سے دفاع کرے کہ ممکن نہیں کہ غیر عاقل حیوانات خلیفہ اللہ کے جسد پر تعرض کرے؛ جبکہ قطعی طور پر ثابت ہوچکا ہے کہ عاقل انسان ان کے جسد پر تعرض کیا ہے؛ یہاں تک کہ ان لوگوں نے حسین (ع) کی انگلی تک کاٹ لی اور اے کاش آنحضرت کی انگلی کی جگہ، مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیتے، میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں!

حقیقت میں کم از کم جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ امام کا جسد مبارک، باقی بشر کے جسد جیسا ہے۔ ہر فرد جو چاہتا ہے کہ غیر معمولی صفت اور خصوصیت کو امام یا زمین پر خلیفہ اللہ کے جسد پر اضافہ کرے، اسے دلیل پیش کرنا چاہیے؛ وگرنہ اس کا کلام علمی اعتبار سے خالی ہے۔ اس کے علاوہ، اوپر کی روایت جو کہ امام حسین صلوات اللہ علیہ اور ان کی عقیلہ بہن صلوات اللہ علیہا سے نقل ہوئی ہے، دلالت اور معنا کے اعتبار سے واضح ہے، کم از کم یہ وہ بات ہے جس کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے؛ اور ظاہر یا اس سے واضح طور پر جو بات معلوم ہوتی ہے اسے رد کرنے کا امکان — قطعی دلیل کے بغیر جو اس ظاہری آشکار معنا کو رد کرے — موجود نہیں۔

---

[1] - اللھوف علی قتلی الطفوف، ابن طاووس: ص 107؛ بحار الانوار، مجلسی، ج 45 ص 134 و 135؛ لواعج الاشجان، محسن امین، ص 230.

اسی طرح یوسف کی کہانی میں اللہ تعالی فرماتا ہے: (قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ)[1] (اس نے کہا: "اسے لے جانا مجھے سخت غمگیں کرتا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے")

یعقوب خلفاے الہی میں سے ایک خلیفہ ہے اور یوسف بھی؛ اور قران میں یعقوب کے کلام کی ظاہر، حجت و دلیل ہے؛ اس لیے قران کے مطابق یعقوب، اس فاسد عقیدہ کو نہیں مانتا ہے۔ وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یوسف کو بھیڑیا کا کھا لینا ممکن ہے۔ نتیجتا ان (یوسف) پر بھیڑیوں (کے حملہ سے) خوفزدہ ہوگیا اور اپنے بیٹوں کو خبردار کیا کہ بھیڑیا ان کے بھائی یوسف، زمین پر اللہ کے خلیفہ کو نہ کھائیں۔ یوسف کے بھائیوں کو سمجھ میں آیا اور وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ممکن ہے کہ بھیڑیا یوسف کو کھائے؛ اسی لیے اس کلام سے یعقوب کو جواب دیا: (قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَخَاسِرُونَ)[2] (انہوں نے کہا: "اگر ہماری موجودگی میں، حالانکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں، بھیڑیا اسے کھا جائے، تو یقیناً ہم اس صورت میں نقصان اٹھانے والے اور بے وقعت ہوں گے")

اس لیے یعقوب نے اپنے بیٹوں کو ایسے مقام پر رکھا ہے کہ آجکل کے گمراہوں کے عقیدہ کے بالعکس وہ اس بات پر اعتقاد رکھیں اور ان کے ہاں واضح طور پر تصریح کی کہ ڈرتا ہے کہ اللہ کے خلیفہ کو بھیڑیا کھاجائے۔ کیا رسول خدا یعقوب پر پوشیدہ تھا کہ بھیڑیا خلیفۃ اللہ کو نہیں کھا سکتا؟! جبکہ یہ مسئلہ اس باطل عقائد کے صاحبان کے لیے پوشیدہ نہیں رہ گیا؟!

اما یہ کلام کہ یعقوب (ع) نے صرف باطنی مسئلے کا قصد کیا اور بھیڑیوں سے مراد یوسف (ع) کے بھائی تھے، اس موضوع کے ساتھ کوئی تضاد نہیں رکھتا کہ یعقوب (ع) کے کلام کے ظاہر اور جو سننے والا اس سے سمجھتا ہے اور جو ان کے بیٹے اس سے سمجھ گئے، واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھیڑیے کے ذریعے زمین پر خلیفہ اللہ — یعنی یوسف (ع) — کا کھا جانا ممکن ہے؛ جس طرح بھیڑیا دوسرے لوگوں کو کھا سکتا ہے۔

ختم کلام کتاب عقائد اسلام

---

[1] - یوسف: 13.

[2] - یوسف: 14.

تیسرے مبحث کے سوالات:

س1: معجزاتی صفات سے مراد کہ لوگوں میں سے بعض نے معصوم کے لیے شرط کے طور پر رکھا ہے، کیا ہے؟

س2: کیسے اس کلام پر کہ " معصوم کا سایہ نہیں ہوتا یا درندہ حیوانات اس کے گوشت کو نہیں کھا سکتے یا اس کے پاؤں کے نشان زمین پر باقی رہتے ہیں اور سست زمین پر باقی نہیں رہتا ہے" اشکال نکالتے ہیں؟

چوتھا مبحث: [1] زمین پر اللہ کا خلیفہ اور بول چال

«ولَوْ جعَلْنَاهُ قُرآنًا أعْجَمِيا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آياتُهُ أأعْجَمِي وعَرَبِي قُلْ هُوَ لِلَّذِين آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ وَالَّذِينَ لَا يؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيهِمْ عَمًى أُولَئِكَ ينَادَوْنَ مِنْ مكانٍ بَعِيدٍ» [2] (اور اگر ہم اس (کتاب) کو غیر عربی قرآن بنا دیتے تو وہ ضرور کہتے: "اس کی آیتیں واضح طور پر کیوں بیان نہیں کی گئیں؟! ایک غیر عربی کتاب جبکہ (اس کے مخاطب) عرب زبان ہیں؟!" کہہ دو: "یہ (کتاب) ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے، اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ (قرآن) ان کے لیے نامفہوم ہے، اور (گویا) انہیں کسی دور دراز جگہ سے پکارا جا رہا ہے")

بعض افراد اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام زبانوں کی شناخت، زمین پر خلیفہ اللہ کی دائمی خصوصیات میں سے ایک ہے۔ یہ باطل عقیدہ ہے اور اس کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں۔

اس جسمانی عالم میں اللہ کی حجت، زبانوں کی شناخت کے بارے میں، دوسرے لوگوں کی طرح ہے۔ ممکن نہیں کہ وہ اس جسمانی عالم میں تمام زبانوں کو جانتا ہو، مگر معجزے کے ساتھ، کہ البتہ یہ اور مسئلہ ہے۔ ہم کسی معجزے کے بارے میں بات نہیں کرتے کہ حکمت الٰہی کے مطابق، کبھی واقع ہوتا ہے اور کبھی واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ اس معجزاتی صفت کے بارے میں بات کرتے ہیں جو دائمی ہے؛ یعنی ہر حجت کو اس جسمانی عالم کے تمام ادوار کی سب زبانوں پر عبور حاصل ہو! ہو سکتا ہے کہ بعض جاہل اور غلو کرنے والے اس غلط موضوع پر اعتقاد رکھتے ہوں۔ اس کے علاوہ یہ موضوع دلیل کے بغیر ہے؛ کیونکہ تاریخی حقائق اور عقل اور قران کے مخالف ہے۔

اس موضوع کے لیے درج ذیل نکات پر غور کیجئے:

پہلا: اگر حجتیں تمام زبانوں میں بات کرتے تھے، تو ان افراد سے جن سے ملتے تھے، اس پر دلیل لاتے تھے کہ ان پر ایمان لائے؛ اور قطعی دلیل سے ثابت نہیں ہوا کہ اللہ کے خلفا دیگر انسانوں کی بول چال کی شناخت کے واسطہ

---

[1] - اس مبحث کے تمام مطالب کتاب عقائد اسلام، تحریر سید احمد الحسن (ع) سے ماخوذ ہیں.

[2] - فصلت: 44.

اپنے اقوام پر دلیل لائے ہوں کہ ان پر ایمان لائے؛اس کے علاوہ اگر تمام انسانی بول چال کو جانتے تھے، تو دیگر معجزات کی کیا ضرورت پڑتی ؟اگر موسی سیکھے بغیر کچھ زبانوں میں بات کرتے تھے تو ان کو عصا کی کیا ضرورت ہوتی ؟!

دوسرا: جیسے کہ قران میں واضح بیان ہے،اللہ کا خلیفہ حضرت موسی کسی بھی زبان میں صحیح اور اچھی طرح بات نہیں کر سکتے تھے؛اللہ تعالی فرماتا ہے: (وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِي رِدْءًا يصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يكَذِّبُونِ)[1] (اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے،پس اسے میرے ساتھ بھیج دے تاکہ وہ میرا امددگار اور معاون ہو اور میری تصدیق کرے،کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلادیں گے) اور (وَيضِيقُ صَدْرِي وَلَا ينْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَى هَارُونَ)[2] (اور میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی،پس ہارون کو بھیج دے) اور (وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي * يفْقَهُوا قَوْلِي)[3] (اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں.)

توریت عہد قدیم میں آیا ہے:

(موسی نے اللہ کو کہا: بارالہا! میں کبھی اچھا مقرر نہیں تھا،نہ ماضی میں نہ ابھی کہ مجھ سے بات کر رہے ہو؛بلکہ اٹک اٹک کر بولتا ہوں۔اللہ نے فرمایا: کون ہے جو انسان کو زبان دیتا ہے؟ گونگے اور بہرے،بینا اور اندھے کو کس نے خلق کیا؟ کیا یہ نہیں کہ میں پالنے والا ہوں؟ پھر جاؤ اور میں تمہیں بولنے کی طاقت دوں گا اور جو کچھ بولنا چاہیے تمہیں سیکھاؤں گا۔اما موسی نے کہا: بارالہا! التجا کرتا ہوں کہ میری جگہ کسی اور کو بھیجو۔پھر اللہ کو موسی پر غصہ آیا اور فرمایا: تمہارا بھائی ھارون اچھا خطیب ہے اور ابھی آرہا ہے کہ تم سے ملاقات کرے اور تمہیں دیکھ کر خوش ہو جائے گا۔جو کچھ تمہیں بولنا چاہیے ھارون کو کہہ دو کہ تمہاری طرف سے بول دے۔میں تم دونوں کو بولنے کی

---

1 - قصص 34.

2 - شعرا 13.

3 - طہ 27،28.

صلاحیت دیتا ہوں اور تمہیں کہوں گا کہ کیا کرنا چاہیے۔ وہ لوگوں کے سامنے تمہارے ترجمان ہوگا اور تم اس کے لیے خدا کی طرح ہوگے اور جو کچھ اسے کہوگے بیان کرے گا) [1]

(موسی نے اللہ کی جواب میں کہا: جب قوم اسرائیل میری باتوں پر اہمیت نہیں دیتے ہیں تو کیسے توقع رکھوں کہ مصر کے بادشاہ میری باتوں کو سنیں؟ میں اچھا خطیب نہیں ہوں) [2]

(اما موسی نے اللہ کو کہا: میں اچھا خطیب نہیں ہوں؛ کیسے توقع رکھوں کہ مصر کے بادشاہ میری باتوں کو سنیں گے!) [3]

موسی کی بول چال کا مسئلہ توریت میں حل نہیں ہوا، مگر ان کے بھائی ھارون کو مبعوث ہونے سے۔ اس کے بعد کہ موسی پہلی بات کو بیان کیے، جواب دیا گیا کہ ھارون مبعوث ہوگا کہ موسی (ع) کی نیابت سے جو بات کہنا چاہتا ہے، وہ کہہ دے گا۔

(اللہ نے موسی کو کہا: تم میرے رسول ہو فرعون کے ہاں اور تمہارا بھائی ھارون تمہارا ترجمان ہے۔ جو کچھ تمہیں کہتا ہوں ھارون کو کہہ دو کہ اسے فرعون کے ہاں بیان کرے اور اس سے چاہے کہ قوم اسرائیل کو رہا کردے) [4]

یہ حضرت موسی ہے جو کہ زمین پر خلفائے الہی میں سے ایک خلیفہ اور اولوالعزم نبیوں میں سے ہیں اور قرآن و توریت واضح طور پر متفق ہیں کہ اٹک اٹک کہ بولتے تھے؛ اس طرح کہ اسے سننے والوں کے لیے روشن اور واضح اور قابل فہم الفاظ بیان کرنے میں روکتا تھا؛ لیکن اس کے باوجود، اللہ سبحان تعالی نے انھیں بھیجا اور ان کی زبان کی تنگی کے مسئلہ کو مکمل طور پر ٹھیک نہیں کیا؛ بلکہ اس مسئلہ کے حل کو، جو کہ مخاطب کے لیے رسالت الہی کی تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ تھا، موسی کے لیے ایک مددگار بھیجنے کی صورت میں رکھا، جو ان کا بھائی ھارون تھا۔ اسی لیے موسی کی دعا قبول اور ان کی زبان کا مسئلہ حل ہوا۔ (قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِی * وَ يسِّرْ لِي أَمْرِی * وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي * يفْقَهُوا قَوْلِي * وَاجْعَلْ لِي وَزِيراً مِنْ أَهْلِي * هَارُونَ أَخِي * اشْدُدْ بِهِ أَزْرِی * وَ

---

[1] - عہد قدیم-سفر خروج: اصحاح ۴، ۱۰ تا ۱۶۔

[2] - عہد قدیم - سفر خروج: اصحاح ۶، ۱۲۔

[3] - عہد قدیم - سفر خروج: اصحاح ۶، ۳۰۔

[4] - عہد قدیم - سفر خروج: اصحاح ۷، ۱ تا ۲۔

أَشْرِکهُ فِی أَمْرِی * کَی نُسَبِّحَک کثِیراً * وَ نَذْکرَک کثِیراً * إِنّک کنْتَ بِنا بَصِیراً * قَالَ قَدْ أُوتِیتَ سُؤْلَک یا مُوسَی)[1] (اس نے کہا: اے میرے پروردگار! میرا سینہ کھول دے *اور میرے کام کو آسان بنا دے *اور میری زبان کی گرہ کھول دے *تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں *اور میرے لیے میرے خاندان میں سے ایک مددگار مقرر کر دے * میرے بھائی ہارون کو *اس کے ذریعے میری کمر مضبوط کر دے *اور اسے میرے کام میں شریک کر دے *تاکہ ہم تیری بہت زیادہ تسبیح کریں *اور تجھے بہت زیادہ یاد کریں *بے شک تو ہمارے حال کو خوب دیکھنے والا ہے *فرمایا: اے موسیٰ! تمہاری درخواست قبول کر لی گئی.)

قرآن موسی کی زبان کے بھاری ہونے کو حتی ان کی رسالت کے بعد بھی واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ یہ موضوع فرعون کے کلام میں اور اس کی تنقید موسی کی زبان بھاری پن ہونے پہ اور معنا کو واضح اور روشن طور پر بیان کرنے میں ناتواں ہونے میں، نمایاں ہے: (وَ نادی فِرْعَوْنُ فی قَوْمِه قالَ یا قَوْمِ أَ لَیسَ لی مُلْک مِصْرَ وَ هذِهِ الْأَنْهارُ تَجْری مِنْ تَحْتی أَفَلا تُبْصِرُونَ * أَمْ أَنَا خَیرٌ مِنْ هذَا الّذی هُوَ مَهینٌ وَ لا یکادُ یبینُ * فَلَوْلا أُلْقِی عَلَیهِ أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ جاءَ مَعَهُ الْمَلائِکةُ مُقْتَرِنینَ * فَاسْتَخَفّ قَوْمَهُ فَأَطاعُوهُ إِنّهُمْ کانُوا قَوْماً فاسِقینَ * فَلَمّا آسَفُونا انْتَقَمْنا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْناهُمْ أَجْمَعینَ * فَجَعَلْناهُمْ سَلَفاً وَ مثلاً لِلآخِرِین)[2] (فرعون نے اپنی قوم میں ندا دی: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہی اور یہ نہریں جو میرے قدموں کے نیچے بہہ رہی ہیں، میری نہیں ہیں؟ کیا تم دیکھتے نہیں؟ *کیا میں اس ذلیل اور حقیر شخص سے بہتر نہیں ہوں جو صاف بول بھی نہیں سکتا؟ *کیوں اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن نہیں ہیں؟ اور کیوں اس کے ساتھ فرشتوں کا کوئی گروہ نہیں آیا؟ *پس اس نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور انہوں نے اس کی اطاعت کی، بے شک وہ نافرمان لوگ تھے *پھر جب انہوں نے ہمیں غضبناک کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور سب کو غرق کر دیا *پس ہم نے انہیں گزشتگان میں شامل کر دیا اور آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا.)

افسوس کے ساتھ فرعون نے اپنی قوم کو سب سے پست اشکالات سے جو کہ ہمیشہ دہراتا کرتا تھا، خوار کیا اور دائمی طور پر ان اشکالات کو بیان کرتا تھا کہ موسی پر (لوگ) کافر ہو جائیں۔ موسی پر فرعون کے اشکالات یوں تھے

---

[1] - طہ 25-36

[2] - زخرف 51-56.

کہ موسی کا کلام فصیح و روشن نہیں اور واضح معجزہ لایا نہیں کہ جس میں کوئی شبہہ نہ ہو: (لا یکادُ یبِین * فلَولَا أُلْقِی علَیهِ أَسوِرَةٌ مِن ذَهَبٍ أَوْ جاءَ معَهُ الْملَائکَةُ مُقْتَرِنینَ) (کیا وہ ٹھیک سے بول بھی نہیں سکتا؟*کیوں اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن نہیں ہیں؟*اور کیوں اس کے ساتھ فرشتوں کا کوئی گروہ نہیں آیا؟) اس نے دو اشکالات بیان کیے، کہ اگر تمام آسمانی رسالتوں کے بارے میں پڑھیں گے تو یہ دو اشکالات ملیں گے اور اگر رسالتوں کے تمام منکرین کو تلاش کریں گے تو دیکھیں گے کہ یہی دو اشکالات کو بیان کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! کچھ افراد ہیں جن کے قلوب ایک جیسے ہیں (وقَالَ الّذِینَ لَا یعْلَمُونَ لَوْلَا یکَلِّمُنَا اللّهُ أَوْ تَأْتِینَا آیةٌ کذَلِک قَالَ الّذِینَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بینّا الْآیاتِ لِقَوْمٍ یوقِنُونَ)[1] (نادان لوگوں نے کہا: کیوں اللہ ہم سے خود کلام نہیں کرتا یا ہمارے لیے کوئی معجزہ نہیں آتا؟ جو لوگ ان سے پہلے تھے، وہ بھی اسی طرح کی باتیں کرتے تھے۔ ان کے دل (اور خیالات) آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ ہم اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لیے واضح طور پر بیان کر چکے ہیں جو یقین رکھتے ہیں).

یہ وہ اشکالات ہیں کہ ہمیشہ گمراہ ائمہ اور فقہاے سوء اسے تکرار کرتے ہیں اور اس کے ذریعے اپنی قوم کو خوار کرتے ہیں اور انہیں ھلاکت میں داخل کرتے ہیں۔ اگر موسی کی زبان بھاری تھی اور فرعون نے اس کی نسبت اشکال کیا، کیا محمد (ص) جن کی زبان بھاری نہیں تھی، (ان اشکالات سے) نجات پائے؟ اور کیا قرآن کو جو کہ حضرت محمد (ص) نے لائے ہیں، اس اشکال سے کہ ہمیشہ گمراہ ائمہ کے ساتھ تھا نجات مل رہا ہے؟ اللہ کی قسم، نہیں۔ عیسائی اور دوسرے آج تک قرآن پر اشکال کرتے ہیں کہ عربی زبان کے قواعد اور نحو اور بلاغت کے خلاف ہے...

تیسرا: اگر خلفاے الہی تمام زبانوں کو جانتے تھے، قطعی طور پر اللہ آسمانی کتابوں کو تمام زبانوں میں ان پر بھیجتا تھا؛ کہ وہ قادر ہے اور یہ بات حکمت سے بھی موافق ہے۔ نتیجتا واحد مسئلہ جو رہ جاتا ہے یہ ہے کہ قبول کرنے والے کی قابلیت کے سامنے ایک رکاوٹ ہو، وہ یہ ہے کہ انبیاء، صرف اپنی قوم کی زبان جانتے تھے۔ اگر محمد (ص) کئی زبانیں جانتے تو قرآن کئی زبانوں میں ان پر نازل ہونا چاہیئے تھا۔ ان کو اس قرآن کی ضرورت تھی جو اس بادشاہوں کی زبانوں میں ہوتا جن کو خط بھیجا تھا اور انہیں ایمان کی دعوت دی تھی، کہ کم از کم وہ کلام کہ اس حصہ

---

[1] - بقرہ: 118.

سے جو محمد (ص) کو وحی ہوا ہے، آگاہ ہو جائے؛ جس طرح کہ عرب اس دور میں آگاہ ہو گئے تھے۔ قطعی طور پر قرآن کا یہ ترجمہ بہت زیادہ بہتر ہوتا اس ترجمہ سے جو بعد میں ہوتا اور زیادہ مضبوط حجت و دلیل ہوتا اور زیادہ فائدہ مند ہوتا۔ غیر معصوم افراد کے ترجمے میں حقیقتاً بہت مشکلات موجود ہیں؛ مثال کے طور پر ان کی ترجمہ میں، معانی اس صورت میں جو پڑھنے والا اور مترجم سمجھتے ہیں منتقل ہو جاتے ہیں اور نہ کلام کرنے والا سبحان کے مقصد کے حساب سے۔

مثال کے طور پر دور حاضر میں انگریزی زبان میں قرآن کے بہت سارے ترجمہ ملتے ہیں اور ان کے درمیان، الفاظ و معانی میں بہت سارے اختلافات موجود ہیں۔ عقل کہتی ہے جب تک کیفیت ایسی ہے محمد (ص) پر -جو کہ انگریزی جانتے ہیں- قرآن کو انگریزی زبان میں بھیجنے کا موقع ضائع کرنا، حکمت کے خلاف ہے؛ جبکہ اللہ خلاف حکمت والا کام انجام نہیں دیتا ہے۔ اس لیے صرف ممکن حالت یہ ہے کہ محمد (ص) صرف عربی کو اپنی قوم کی بول چال سے جانے، اور نہ انگریزی اور نہ کوئی اور زبان میں؛ اسی دلیل سے قرآن محمد (ص) اور ان کی قوم، قریش کی بول چال سے بھیجا گیا اور حتی عرب کو دیگر بول چال سے جو کہ رسول خدا محمد (ص) کے دور میں رائج تھے، بھی نہیں بھیجا گیا۔

چوتھا: محمد (ص) دنیا کے بادشاہوں کو اپنے خطوط عربی زبان میں بھیجتے تھے۔ اگر محمد (ص) عربی زبان کے علاوہ جانتے تھے تو اپنے خطوط ان بادشاہوں کو ان کی زبانوں میں بھیجتے۔ یہ کام ان پر اور حجت و دلیل بیان کرنے کی وجہ سے ان پر زیادہ اثر رکھتا تھا؛ علی الخصوص اس دور میں مترجمین کم ہونے کی وجہ سے۔ آنحضرت کو زبانوں کی شناخت بادشاہوں کے لیے ایک روشن معجزہ اور ان کے لیے روشن دلیل محسوب ہوتا تھا۔

پانچواں: اگر ائمہ زبانوں کو جانتے تھے، کم از کم قرآن کے بعض آیات کو ترجمہ کرنا چاہیے تھا؛ البتہ اگر نہیں کہتے ہیں کہ ان پر لازم تھا کہ تمام قرآن کو کل زبانوں میں ترجمہ کرے۔ وہ خلفاے الہے ہیں اور کلام کرنے والا سبحان و تعالی کے مقصد کو دیگر مخلوقات سے بہتر جانتے ہیں۔ اگر امام صادق (ع) فارسی جانتے تھے اور جبکہ ان کے ہاں بلاد فارس سے ہزاروں شیعہ تھے کہ حق پر مومن تھے، تو کیا چیز رکاوٹ بنتی تھی اس سے کہ آنحضرت قرآن کے بعض آیات کو ان کے لیے فارسی میں ترجمہ نہ کریں؟! البتہ اگر نہیں کہتے ہیں کہ ان پر لازم تھا کہ کل قرآن کو ان کے لیے ترجمہ کریں؛ کیونکہ وہ اس کے محتاج تھے!

کوئی جواب نہیں سوائے یہ کہ آنحضرت فارسی نہیں جانتے تھے؛ وگرنہ آنحضرت کا قرآن کے ترجمہ سے روگردان ہونا—اس کے باوجود کے فارسی جانتے تھے- حکمت کے خلاف ہوتا۔ آنحضرت (سلام و درود خدا ان پر ہو) تمام لوگوں سے زیادہ بہتر، کلام کرنے والا سبحان کے مقصد کو جانتے تھے۔

جی ہاں، کہہ سکتے ہیں کہ ان کے ارواح تمام زبانوں کو جانتے تھے اور تمام حیوانات اور پرندے کی زبان جانتے تھے؛ لیکن یہ موضوع ان کی کیفیت سے اس عالم میں جس میں ہم رہتے ہیں مربوط نہیں؛ کیونکہ ان کے اجسام انہیں اس جسمانی عالم کے حجاب میں رکھتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے اس عالم میں دوسری زبان—سوائے ان کی اقوام کی زبان جو کہ سیکھے ہوئے ہیں — نہیں جانتے تھے۔ اسی وجہ سے اللہ نے انہیں ان کی (قوم کی) زبان کے علاوہ نہیں بھیجا ہے: (وَ ما أَرْسَلْنا مِنْ رَسُولٍ إِلاّ بِلِسانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللهُ مَنْ يَشاءُ وَ يَهْدي مَنْ يَشاءُ وَ هُوَ الْعَزيزُ الْحَكيمُ) [1] (اور ہم نے کسی بھی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس کی اپنی قوم کی زبان میں، تاکہ وہ ان کے لیے (احکام کو) واضح کرے، پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور وہی غالب اور حکمت والا ہے.)

اس لیے وہ ہر زبان کو سیکھنے کے ذریعے جانتے ہیں- کہ یہ عام راستہ ہے- یا معجزہ کے ذریعے؛ لیکن معجزہ کا واقع ہونا عبث اور بیہودہ نہیں، بلکہ ایک واضح فائدہ اور حکمت کا حامل ہونا چاہیئے؛ مثلاً جنوں کی زبان کی شناخت- کیونکہ وہ بھی مکلّف ہیں- مخالفین پر دلیل لانے کے لیے یا کوئی خاص زبان کی شناخت کے لیے کہ وہ ایمان لائے؛ جس طرح سلیمان نے جب اللہ ان کو پرندوں سے بات کرنا سکھایا، انجام دیا۔ وہ پرندوں کی زبان کی شناخت کے ذریعے اپنے مخالفین کے لیے دلیل لائے کہ ان پر ایمان لائیں: (وَ وَرِثَ سُلَيْمانُ داوُدَ وَ قالَ يا أَيُّهَا النّاسُ عُلِّمْنا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ أُوتينا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هذا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبينُ) [2] (اور سلیمان نے داوٗد کی میراث پائی اور کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز میں سے عطا کیا گیا ہے، بے شک یہ واضح فضیلت اور نعمت ہے.)

---

[1] - ابراھیم 4.
[2] - نمل 16.

جو پیش کیا گیا اس کا نتیجہ: جو شخص اعتقاد رکھتا ہو کہ خلیفہ اللہ کو اس جسمانی عالم میں کسی بھی دور میں تمام انسانی زبانوں کی شناخت رکھنا چاہیے، تو اس اعتقاد کے لیے قطعی دلیل لانا چاہیے جبکہ ایسی دلیل موجود نہیں جس کے منابع اکثر اوقات، غلو کرنے والوں کی روایات ہیں، اور واقعیات و حکمت و عقل و قرآنی دلیل اس سے مخالفت رکھتے ہیں۔ جیسے کہ واضح ہوا اس ادعا کی ضد میں دلیل موجود ہے نہ کہ اسے اثبات کرنے کی سمت میں۔

بعض روایات جس سے ان افراد کے عقیدہ کے بالعکس معلوم ہوتا ہے، درج ذیل ہیں:

محمد بن حسین نے ہم سے کہا، موسی بن سعدان سے عبداللہ بن قاسم سے صباح مزنی سے حرث بن حصیرہ سے حبہ بن جوین عزنی سے۔ اس نے کہا: امیر المومنین علی (ع) سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: «یوشع بن نون، موسی بن عمران کے وصی تھے اور موسی کے الواح ہرے زمرد سے تھا۔ جب موسی غضبناک ہوا، الواح ان کے ہاتھوں سے گرے۔ اس میں سے بعض ٹوٹ گئے اور بعض بچ گئے اور بعض اوپر لے جائے گئے۔ جب موسی کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، یوشع بن نون نے عرض کیا: کیا جو الواح میں بیان ہیں آپ کو معلوم ہے؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں۔ لگاتار ایک گروہ، دیگر گروہ کے بعد اسے ارث میں لیتے رہے اس وقت کے یمن والوں کے چار گروہوں کے ہاتھ پہنچے اور محمد (ص) تھامہ میں نبی بنے اور ان تک خبر پہنچی اور عرض کرنے لگیں: یہ نبی کیا کہتے ہیں: کہا گیا: شراب و زنا سے روکتا ہے اور نیک اخلاق اور نیک ہمسایہ ہونے کا حکم دیتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا: جو (الواح) ہمارے پاس ہے اس حساب سے، یہی (نبی) ہمارے لیے زیادہ شائستہ ہے۔ وہ اس بات پر متفق ہوگئے کہ فلان مہینہ میں اس کے پاس چلیں۔ اللہ نے جبرئیل کو وحی فرمائی کہ حضور_(ص) کے پاس جاؤ اور انہیں باخبر کرو۔ وہ آنحضرت کے پاس آیا اور عرض کیا: فلان اور فلان اور فلان اور فلان نے موسی کے الواح کو ارث میں لیے ہیں اور فلان مہینہ میں اور فلان رات میں آپ کے پاس آئیں گے۔ آنحضرت (ص) نے اس رات ان کے دیدار کے لیے جاگتے رہے۔ کاروان آگیا، انھوں نے دستک دی اور عرض کیا: اے محمد (ص)! آنحضرت نے فرمایا: جی اے فلان بن فلان اور فلان بن فلان اور فلان بن فلان اور فلان بن فلان۔ وہ کتاب جو یوشع بن نون — موسی بن عمران کے وصی — سے ارث میں لیے ہیں کہاں ہے؟ انھوں نے عرض کیا: گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں اور وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ محمد (ص) اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! جب سے الواح ہمارے پاس تھے، آپ سے پہلے کسی کو اس کے بارے میں خبر نہ تھی۔ حضرت نے فرمایا: حضور (ص) نے اسے لے لیا اور اس کی تحریر درست عبرانی زبان میں تھی اور اسے مجھے دیا۔ میں اسے اپنے سر کی طرف (سرہانہ میں) رکھ دیا اور صبح

جب کتاب کو دیکھا، گران قدر عربی کتاب تھی جس میں اللہ کی خلقت کے علم، زمین اور آسمانوں قائم ہونے کے وقت سے قیامت برپا ہونے تک موجود تھا۔ پھر مجھے اس کے بارے میں علم ہوا.»[1]

ابو محمد نے عمران بن موسی سے موسی بن جعفر بغدادی سے علی بن اسباط سے محمد بن فضیل سے ابو حمزہ ثمالی سے اباعبداللہ، امام صادق (ع) سے ہمیں کہا کہ امام (ع) نے فرمایا: « جفر میں آیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالی نے جب موسی (ع) کے الواح کو بھیجا، اس الواح کو اس حالت میں بھیجا جس میں ہر چیز کا بیان موجود تھا اور وہ ہر چیز جو ساعت (قیامت) قائم ہونے تک واقع ہو جائے گی۔ جب موسی (ع) کے ایام اپنے اختتام کو پہنچے اللہ نے انہیں وحی بھیجی کہ الواح کو پہاڑ میں امانت کے طور پر رکھ دیں اور یہ الواح جنت سے زبرجد تھا۔ موسی (ع) پہاڑ کے پاس آئے، ان کے لیے پہاڑ شق ہوا اور الواح کو ملفوف کر کے اس میں رکھ دیا۔ جب اسے وہاں رکھا، پہاڑ نے اسے ڈھانپ لیا۔ یہ الواح ہمیشہ پہاڑ میں تھے اتنے کے اللہ نے اپنے رسول محمد (ص) کو نبی بنا کر بھیجا۔ یمن سے ایک کاروان آیا جو حضور (ص) سے ملنے جا رہے تھے۔ جب اس پہاڑ تک پہنچے، پہاڑ کھل گیا اور الواح ملفوف اور اسی حالت میں جو موسی (ع) نے رکھے تھے باہر آگئے۔ اس گروہ نے اسے اٹھالیا۔ جب ان کے قبضہ میں آیا، ان کے دل میں آیا کہ اسے نہ دیکھیں اور اس سے ڈر گئے اور باز آئے اتنے کہ اسے رسول اللہ (ص) کے پاس لیکر آئے۔ اللہ نے جبرئیل کو اپنے نبی کے پاس بھیجا اور آنحضرت کو اس گروہ کے واقعہ سے اور جس چیز سے دوچار ہوئے باخبر کیا۔ جب حضور (ص) کے پاس پہنچے، حضور (ص) نے (گفتگو) شروع فرمائی اور ان سے جس چیز کے بارے میں ملی تھی سوال پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا: کہاں سے جس چیز کے بارے میں ہمیں ملی ہے باخبر ہوگئے؟ آنحضرت (ص) نے فرمایا: میرے رب نے مجھے باخبر کر دیا اور وہ الواح تھے۔ انھوں نے بتایا: گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اسے باہر نکالے اور حضور (ص) کو پیش کیے۔ حضور (ص) نے اس کی طرف دیکھا اور پڑھا اور اس کی تحریر عبرانی میں تھی۔ پھر امیر المومنین (ع) کو بلا کر فرمایا: اسے لے لو۔ اس میں اولین علم اور آخرین علم موجود ہے۔ یہ موسی (ع) کے الواح ہیں۔ میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ اسے تمہارے حوالے کر دوں۔ انھوں نے عرض کیا: اے رسول خدا (ص)! میں اسے اچھی طرح پڑھ نہیں سکتا۔ آنحضرت (ص) نے فرمایا: جبرئیل نے مجھے حکم دیا کہ اسے آج رات اپنے سرہانہ میں رکھو۔ تم صبح اٹھو تو اسے پڑھنا جان جاؤ گے۔ انھوں نے اسے اپنے سر

---

[1] - بصائر الدرجات- صفار: ص 146.

کے نیچھے رکھے اور صبح اٹھے اور اللہ نے انہیں وہ ہر چیز سے آگاہ کیا جو اس میں تھی۔ رسول اللہ (ص) نے انہیں حکم دیا کہ اس سے نسخہ (کاپی) لکھے۔ انھوں نے اسے بھیڑ کی کھال پر نقل اتارا اور یہ جفر ہے اور اس میں اولین اور آخرین کے علم موجود ہے اور یہ ہمارے پاس ہے۔ موسی (ع) کے عصا اور الواح ہمارے پاس ہے اور ہم حضور (ص) کے وارث ہیں.»[1]

اباحمزہ سے اباعبداللہ امام صادق (ع) سے روایت کیاہے کہ انھوں نے فرمایا: «جفر میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے جب موسی (ع) کے الواح کو بھیجا، اس الواح کو اس حالت میں بھیجا جس میں ہر چیز کا بیان موجود تھا اور وہ ہر چیز جو ساعت (قیامت) قائم ہونے تک واقع ہو جائے گی۔ جب موسی (ع) کے ایام اپنے اختتام کو پہنچے اللہ نے انہیں وحی بھیجی کہ الواح کو پہاڑ میں امانت کے طور پر رکھ دیں اور یہ الواح جنت سے زبرجد تھا جسے زینت کہاجاتاہے۔ موسی (ع) پہاڑ کے پاس آئے، ان کے لیے پہاڑ شق ہوا اور الواح کو ملفوف کرکے اس میں رکھ دیا۔ جب اسے وہاں رکھا، پہاڑ نے اسے ڈھانپ لیا۔ یہ الواح ہمیشہ پہاڑ میں تھے اتنے کہ اللہ نے اپنے رسول محمد (ص) کو نبی بناکر بھیجا۔ یمن سے ایک کاروان آیا جو حضور (ص) سے ملنے جارہے تھے۔ جب اس پہاڑ تک پہنچے، پہاڑ کھل گیا اور الواح ملفوف اور اسی حالت میں جو موسی نے رکھے تھے باہر آگئے۔ اس گروہ نے اسے اٹھالیا۔ جب (الواح) ان کے ہاتھ میں آیا، اللہ نے ان کے دلوں میں خوف پیدا کیا کہ اس کی طرف نہ دیکھیں اور اس سے ڈر گئے اور باز آئے اتنے کہ اسے رسول اللہ (ص) کے پاس لیکر آئے۔ اللہ نے جبرئیل کو اپنے نبی کے پاس بھیجا اور آنخضرت کو اس گروہ کے واقعہ سے اور جس چیز سے دوچار ہوئے باخبر کیا۔ جب حضور (ص) کے پاس پہنچے، حضور (ص) نے (گفتگو) شروع فرمائی اور ان سے جس چیز کے بارے میں ملی تھی سوال پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا: کہاں سے جس چیز کے بارے میں ہمیں ملی ہے باخبر ہوگئے؟ آنخضرت (ص) نے فرمایا: میرے رب نے مجھے باخبر کردیا اور وہ الواح تھے۔ انھوں نے بتایا: گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اسے باہر نکالے اور حضور (ص) کو پیش کیے۔ حضور (ص) نے اس کی طرف دیکھا اور پڑھا اور اس کی تحریر عبرانی میں تھی۔ پھر امیرالمومنین (ع) کو بلاکر فرمایا: اسے لے لو۔ اس میں اولین علم اور آخرین علم موجود ہے۔ یہ موسی (ع) کے الواح ہیں۔ میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ اسے تمہارے حوالے کردوں۔ انھوں نے عرض کیا: اے رسول خدا!

---

[1] - بصائرالدرجات - صفار: ص ۱۴۰.

میں اسے اچھی طرح پڑھ نہیں سکتا۔آنحضرت (ص) نے فرمایا: جبرئیل نے مجھے حکم دیا کہ اسے آج رات اپنے سرہانہ میں رکھو۔ تم صبح اٹھو تو اسے پڑھنا جان جاؤ گے۔انھوں نے اسے اپنے سر کے نیچھے رکھے اور صبح اٹھے اور اللہ نے انہیں وہ ہر چیز سے آگاہ کیا جو اس میں تھی۔ رسول اللہ (ص) نے انہیں حکم دیا کہ اس سے نسخہ (کاپی) لکھے۔ انھوں نے اسے بھیڑ کی کھال پر نقل اتارا اور یہ جفر ہے اور اس میں اولین اور آخرین کے علم موجود ہے اور یہ ہمارے پاس ہے۔الواح ہمارے پاس ہیں اور موسی کی عصا ہمارے پاس ہے اور ہم انبیاء (اللہ کے درود ان سب پر ہو) کے وارثین ہیں۔" پھر فرمایا:"ابو جعفر امام باقر (ع) نے فرمایا: وہ چٹان جس نے موسی (ع) کے الواح کی حفاظت کی ایک درخت کے نیچے ایک سرزمین میں ہے کہ ایسا جانا جاتا ہے.»[1]

ختم کلام کتاب عقائد اسلام

[1] - تفسیر عیاشی: ج۲ص۷۷ .

چوتھا مبحث کے سوالات:

س1: کچھ لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خلیفہ اللہ کے لیے کل زبانوں کو جاننا ان کے لیے ایک دائمی صفت ہے اس بات پر بحث اور تجزیہ کیجئیے۔

س2: اس پانچ دلائل کو ذکر کیجئیے جس کے تحت خلیفہ اللہ کو کل زبانیں جاننے کا شرط باطل ہوتا ہے۔

وَالحمدُلله اولاً و آخراً